BROWN
BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222970

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—831—5-8-74—15,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۶۴۰۵ Accession No. ۲۱۳۹۸

Author حسن

Title حسن جلد سوم ۱۸۹۰ء

This book should be returned on or before the date last marked below.

جلد سوم — حسن — نمبر

جنوری سنہ ۱۸۹۰ء

مضامین

صفحہ

قبل از اسلام عرب کا حال — از شمس العلما خان بہادر مولانا مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب — ۱

ممتاز انگلو انڈین جنٹلمین (۳) — از مولوی محمد اصغر حسین صاحب مقیم کاکوری — ۴۹

بقیہ سفرنامہ منیجری — از عالیجاہ مبلغی القاب نواب منیر الملک بہادر — ۶۱

میسو اور اسکا انتظام — معین المہام مالگزاری سرکار عالی

حیدرآباد دکن

مطبع حسن میں چھاپا گیا

اپنی حالت

مین چند مختصر الفاظ مین اپنے قلمی اور مالی معاونون کا دلی شکریہ ادا کرکے خدا سے دست بدعا ہون کہ سال حال اونکے ہر کام مین مبارک ہو۔ اور قوم و ملک کی خدمتون کی روز افزون توفیق ہو۔۔

رسالۂ حسن جو شش سالہ ہے ماہوار نکلتا ہے آج خدا کے بے انتہا فضل اور محبان قوم و ملک کے قابل قدر عنایتون سے عزت کے سال سوم مین قدم رکھتا ہے۔

جن خیالات نے مجھکو اس بار گران اُٹھانے کی تحریک کی تھی اگرچہ مجھکو اپنے خیال کے موافق اوس مین ہنوز کامیابی نہین ہوئی۔ مگر جس حد تک نامی گرامی حضرات ملک نے اپنی مختلف بے بہا خدمتون سے سہارا دیا ہے اوس سے امید ہوتی ہے کہ آیندہ مجھکو اور بھی مغرورانہ شکر گزاری کا موقع ملے۔ اور کیا عجب کہ بالآخر اپنے مقصد مین پورے طور سے کامیاب ہو جاؤن۔

قلمی معاونین جو اس رسالہ کے قدر و قیمت کے باعث ہوے اور جنکی بے لوث خدمتین ایک دنیا کی نظر مین امتیاز پیدا کرنے والی ہین اس رسالہ کو سرفلک کر دیا۔ میرے پاس جس کثرت سے خطوط شکریہ تقریباً کل مضامین رسالہ کے متعلق وقتاً فوقتاً پہونچے کئے اور نامی گرامی معاصرین نے جس شوق سے اپنے بیش قیمت کالم مین

مضامین رسالہ کو نگاہین دین - وہ اس بات کی گواہی دین گے کہ رسالہ نے قبولیت عامہ
حاصل کی - نامی اخبارات نے اپنے رسالہ کے مختلف قابل قدر طریقون سے عزت افزائی
کی - جس کے لئے وہ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہین اور غالباً متعدد اخبارون کے
ہزارہا ناظرین ہمارے اس دعوت پر دلی طور پر شریک ہونگے - انھون نے رسالہ کا صحیح
اقتباس و یا مضامین نقل کرنے سے رسالہ کی عزت افزائی کی - تعریض و تقریظ
سے اس کی شہرت بڑھائی - اشتہارون سے قدردانان کو ترقی دی -

جسطرح رسالہ کو فخر ہوا اور غالباً یہ فخر بیجا نہ ہوگا کہ اوسکے قلمی معاونین
قدیم و جدید شرقی و مغربی علوم و فنون کے بے بہا خزینے ہین اسیطرح رسالہ
کو یہ خاص سرفرازی ہو کہ اوس کے مالی معاونین علاوہ فرقہ متوسطین اور
عام شایقین کے آسمان عزت و امتیاز کے چمکتے ہوے ستارے ہین -

بجٹ کی نسبت مین نہایت خوشی سے اقرار کرتا ہون کہ مجھکو شکایت
سے زیادہ شکر گزاری کا موقع دیا گیا ہو -

ہندوستان کے ہر حصہ سے عموماً اور پنجاب سے خصوصاً زاید
از امید قدردانی کا اظہار ہوا یقین ہو کہ یہ سال سال گزشتہ سے زیادہ
ہمکو ہر طرح کی شکر گزاری کا موقع دیگا - اور قلمی و مالی معاونین رسالہ
حسن کو لندن " نین ٹینتھ سینچوری " کا مرتبہ بخشین گے —

حسن

قبل از اسلام اہل عرب کا حال — یعنی زمانہ جاہلیت کا بیان

مورخون اور دانشمندون کا یہ عاقلانہ مقولہ ہے کہ شریف اور رذیل قومین سب بنی آدم ہین۔ ان مین جو بڑا فرق ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ شریف قومونکے اپنے آباؤ اجداد کے کارہاے نمایان یاد ہوتے ہین اور اونکے اقتدا اور پیروی کو اپنے شرافت قایم رکھنے کے لئے فرض سمجھتے ہین۔ اور رذیل قومین زمانہ دراز کے گزرنے کے سبب سے اپنے بزرگون کے بزرگ کامون کو بھولجاتے ہین پس اگر کسی خاندان یا قوم مین جنکے باپ دادا نے خدا پرستی — جوانمردی — علم وہنر — جاہ وحشمت — شان وشوکت کے میدان مین علم بلند کیا ہوا ور وہ سبکو نہ بھول گئے ہون تو اوسکو بار بار اس کے بزرگون کے بڑے بڑے کام یاد دلانے سے عزم وہمت — غیرت وحمیت اس مین پیدا کرسکتے ہین۔ مگر رذیل قومون کے اندر یہ کام نہین ہوسکتا۔ تاریخ مین بہت جگہ ایسے ذکر آتے ہین کہ میدان کارزار مین جہان سپہ سالارنے سپاہیون کو ان کے باپ دادا کے بہادری و دلیری یاد دلائی — تو ان مین حمیت وغیرت ایسی جوش مین آئی کہ جان توڑکر لڑے گئے۔ ہندوستان مین مسلمان بہت ہین مگر ایسے تھوڑے ہین کہ جنکو آباؤ اجداد کے بزرگانہ کامون کی یاد دل مین غیرت وحمیت کا جوش پیدا کرے۔ اس لئے کہ ان مین زیادہ تر غربا ہین جو اپنی شرافت کو بھول گئے ہین۔ اور اُمرا اپنی عیش وعشرت مین ڈوبے بیٹھے ہین —

کچھ مضمون ایسے ہیں جنکو کہ آبا و اجداد کے کارنامے خواہ وہ جنگ کے میدان مین ہون خواہ علم و فضل و خدا پرستی زہد و تقوے حسن و خلق کے باب مین سنے جائین تو ضرور وہ متاثر ہونگے۔ انکو غیرت آئیگی۔ اور وہ خوبیان اپنے مین پیدا کرنے کی کوشش کرینگے جوان کے باپ دادے تھے ہین گو ایسے مضامین جن مین ہمارے بزرگون کے کارنامے لکھے ہوے ہون بہت سے موجود ہین مگر ان کی طرز تحریر ایسی ہو کہ اگر اس مین دس واقعات اصلی ہین تو بیس داستانین جن کی۔ کرامات خرق عادات کے لگے ہوے ہین۔ اب زمانہ کا رنگ ایسا بدل گیا ہو کہ ایسے تحریر کا ذرا اثر دل پر نہین ہوتا۔ یہی سبب ہو کہ ان کتابون کے پڑھنے سے غیرت کا جوش طبیعت مین پیدا نہین ہوتا۔ اس زمانہ مین ایسے واقعہ کو کہ کوئی سپہ سالار اپنے جاسوسون کی معرفت دشمن کے لشکر کا حال و مقام دریافت کرکے اس کو شکست دیوے اسکو یون زمانہ سابق کے موافق بیان کرنا کہ خدا تعالے نے اپنے فرشتے میر عسکر کے پاس دشمن کے مقام و حال بتلانے کے لئے بھیجدئے تھے ایک ہنسی کی بات ہو۔ ابھی تھوڑے دنون کی بات ہو کہ جنگ مصر مین لارڈ ولسلی نے پہلے سے یہ کہدیا تھا کہ فلان فلان مقام پر جنگ ہوگی۔ لڑائی مین اتنے دن لگین گے اور بہت سی باتین بتلائین جو سب کی سب اوسیطرح واقع ہوئین جو انھون نے پہلے سے کہی تھین۔ اس زمانہ مین ان کی فراست و دانائی کی تعریف کی جاتی ہو۔ مگر کوئی یہ سمجھے کہ ان کو یہ معلومات پہلے سے مکاشفات و الہامون سے ہوے تھے تو مہذب قومین اوسکو پاگل جانے گی

پس ہمکو اپنے بزرگون کے وہ حالات صحیح صحیح بتلانے چاہئین کہ جس کی اقتدا و پیروی کرکے ہم بھی اپنے مین وہ خوبیان پیدا کرین ایسے کام بتلائے کہ جنکا کرنا ہمارے لئے ناممکن ہو کیا اثر رکھتا ہے اگر کسی ولی اللہ کا حسن خلق بیان کیا جاے تو ہم اوسکی تقلید کرسکتے ہین اگر یہ اون کے حال مین بیان کیا جاے کہ وہ ایک رنگ سے سو طرح کے رنگ رنگدیتے تھے تو اس کا کیا اثر ہوگا۔

یہ کرامت ہم اپنے اس زمانہ کے اندر نہین پیدا کرسکتے۔ غرض اگر بزرگون کا حال یون بیان کیا جاے کہ انہون نے اپنے زمانہ مین وہ بزرگ کام کئے جو انسان اعلی سے اعلی کرسکتا تھا اور اون کے اسباب ایسے تھے کہ جنکا ہم پہونچنا ہمارے اختیار مین ہے تو اسکے اقتدا و تقلید سے فائدہ اٹھا سکتے ہین لیکن ان کے حال مین اگر کوئی ایسی مشکل بات کہدی جاے جو نہ ہم سے اٹھائی جاے نہ دہری جاے تو وہ حال لکھنا نہ لکھنا برابر ہوگا۔ اس لئے ہم جب کبھی اپنے بزرگون کا حال لکھینگے تو اس طرح کہ ہم اوسکا اقتدار اس زمانہ مین کرسکین۔ اول ہم قبل از اسلام اہل عرب کا حال یعنی زمانہ جاہلیت کا لکھتے ہین۔ جس سے مسلمانون کو معلوم ہو کہ پہلے زمانہ مین ملک عرب کا حال جو اسلام کا سرچشمہ اور مسلمانون کے اقبال اور عروج کا صدر مقام ہے کیا تھا قبل از اسلام اہل عرب خدا اور رسول اور شریعت سے جاہل تھے۔ اس لئے جو زمانہ اہل عرب پر قبل از اسلام گزرا ہے (اوس کو زمانہ جاہلیت کہتے ہین)

عرب کا مقام و وسعت و صورت

ہندوستان سے ملک عرب وسعت مین کچھ تہوڑا ہی کم ہوگا - ہندوستان کی شکل کی طرح اسکو بھی مثلثی نما بتلاتے ہین اور باب المندب زاویہ قائمہ اس کا ٹھہراتے ہین - لیکن حقیقت مین اس کی صورت ایک بے قاعدہ متوازی الاضلاع کی سی ہی - صوبہ عمان کو جو ایران کی طرف ہی علحدہ کردین تو ہر دو حصہ شمالی جنوبی عراق عربی مین بیگستان کو کہتے ہین اور لغت عرب مین عرب ایک خاص قوم کا نام ہی کہ عجم نہو عراب کے معنی گندم گون کے ہین شاید ان سببون مین سے کوئی سبب عرب کے نام کا باعث ہو - ایران - سریا - مصر - انھی ادہیا اسکو گھیرے ہوئے ہین اسکا کنارہ شمالی سرحد ملک شام مین سمندر سے ملا ہی یعنی وہ ایک جزیرہ نما ہی شرق مین خلیج فارس و بحر عمان - جنوب مین بحر عرب - مغرب مین بحر قلزم اور شمالی سرحد ملک شام ہی - اسکے رقبہ کا تخمینہ ۱۲۱۹۰۴۸ مربع میل ہی - طول عرض سے دوگنا ہی - زیادہ سے زیادہ طول پندرہ سو میل ہی - ۱۲° ۴۰ م سے ۴۳° ۴۰ م کے درمیان عرض بلد شمالی و ۳۲° ۳۰ و ۶۰° کے درمیان شرقی طول البلد ہی -

زمین اور آب وہوا　زراعت و تجارت

اس ملک مین بیابان و ریگستان و کوہستان کی عجب بہار ہی - تاتار کے بیابانون مین تو کہین کہین دست قدرت نے بلند بلند درخت اور سبزہ جہاں بوٹے لگا دی ہی - جب کہ تنہا مسافران ہین منزل پیما ہوتا ہی تو ان نباتات کی ملاقات کو بہت غنیمت جانتا ہی - اور وہ انسے متمتع ہوتا ہی - مگر ملک عرب کے

بیابان تو وہ ہموار ریگستانی میدان ہین کہ جس مین پہاڑ کھڑے ہین - اور ان پہاڑون پر بھی کہین سبزہ زار نہین - پھر اس صحرا مین نہ جس مین درختون کا سایہ ہو نہ کوئی اور پناہ کی جگہ ہو - آفتاب کی شعاعین سیدھی اور تیز پڑتی ہین - جو خط استوا کے اقلیم مین پڑا کرتی ہین - بھلا ایسے مقام مین بادِ نسیم کا نشان کہان - اس کی جگہ پچھم دکن کی طرف سے بادِ صرصر کے طوفان آتے ہین مہلک بخارات اپنے ساتھ لاتے ہین - ریگستانون کو نچلا بیٹھنا نہین آتا ان مین سمندر کا سا تلاطم مچاتے ہین - ریگ کے تودے کے تودے ادھر سے اُدھر ایسے لہراتے ہین کہ جیسے بحر مین طوفان کے اندر پانی کی لہرین لہراتی ہین ان کے بگولون مین قافلے کے قافلے غائب ہو جاتے ہین - فوجین کی فوجین دب کر دفن ہو جاتی ہین - پانی وہان ایسا نایاب کہ جسکے لئے انسان بیتاب رہتا ہے - جب ملتا ہے تو اونٹکے پینے پلانے اور فائدہ اٹھانے پر ایک فساد برپا ہو جاتا ہے - پانی کے ساتھ آگ کی بھی قلت تھی - لکڑی کا کال رہتا تھا آگ کا سلگانا اور اسکو دیر تک قایم رکھنا ایک بڑے ہنر اور سلیقہ کا کام گنا جاتا تھا - عرب کی سرزمین ایسے دریاؤن سے خالی ہے کہ جس مین جہاز رانی ہو سکے - اور وہ زمین کو سرسبز و شاداب کرین - اور ملک کے پیداوار کو قرب و جوار کے ملکون کے اندر لیجانے کی راہین بنائی جائین - زمین خاک ہمیشہ تپتی رہتی ہے - اس لئے ایسی پیاسی ہوتی ہے کہ جو پہاڑون سے سیل اور اوٹین پانی کی بہہ کر آتی ہین اون کو نوشجان کر کے ایسی ہضم کر جاتے ہین کہ ذرا

بھی نہیں بستی۔ کھجور کے جھنڈ اور ببولوں کے درخت نہایت سخت پہاڑوں کی چٹانوں میں اپنی جڑیں جماتے ہیں۔ رات کی اوس اون کو پال پوس کر بڑا کرتی ہے۔ میٹھے گاؤ کا ہے برستا تھا تو میٹھے کا پانی موضعوں اور نالیوں میں بھر لیا جاتا تھا۔ ریگستان میں کنوؤں اور چشموں کا پانا گویا جنگل میں ایک مخفی گنج دولت کا پانا سمجھا جاتا تھا۔ حاجی جو مکہ کو حج کرنے جاتے تھے اُن کو بڑی کڑی منزلیں خشک و گرم میدانوں میں طے کرنی پڑتی ہیں۔ جب ان کو شور زمین کا آب روان تلخ و بے مزہ پینا پڑتا تھا تو اون کی طبیعت کو نہایت ناگوار ہوتا تھا۔ قاہرہ سے مکہ تک پندرہ منزلیں ہوتی ہیں جن میں گیارہ منزلوں میں پانی نہیں ملتا تھا۔ غرض ملک عرب کے اکثر حصوں کی آب و ہوا کا یہ حال تھا گو بعض مقامات اِن میں مستثنےٰ بھی تھے۔

قاعدہ ہے کہ جہاں محنت مشقت تکلیف مصیبت کی کثرت ہوتی ہے وہاں تھوڑے آرام کی بھی نہایت قدر ہوتی ہے۔ جہاں کچھ بھی آرام ملتا ہے وہ آرام سمجھا جاتا ہے۔ جب ملک عرب کا یہ حال تھا کہ اس کی آب و ہوا روح پرور کتر۔ اور صرصر کا طوفان سر پر اکثر رہتا تھا اُدھر ہوا آتش فشاں ہوتی تھی اور ہر پانی کا نشان پانا مشکل ہوتا تھا۔ پکانے جلانے کو لکڑی کے پانے میں تکلیف شدید اسر تھی۔ مگر ایسی آتش آب رنگ (سراب) جان لینے کے لیے بلاتے تھے۔ کانٹے و ٹیلے چلنے کو سد راہ ہوتے تھے۔ سبز کھیتی اور سایہ دار درخت شاذ و نادر ہوتے تھے۔ جہاں یہ یہ تکلیفوں پر تکلیفیں ہوں۔ وہاں کے باشندے ایسے مقامات کی قدر دے سکتے ہیں

کیون نہ کرین اور وہان سکونت کیون نہ اختیار کرین جہان سایہ دار درختون کے جھنڈ کے جھنڈ ہون - چراگاہ سبز موجود ہون - برسات کا پانی یا کوئی چشمہ وہان روان ہو - پس اہل عرب ایسے مقامات کی تلاش مین رہتے تھے جہان ان کو مل گئی وہان ان کے قبیلے کے قبیلے چلے جاتے تھے - اپنے دنبے بکریون کے گلے اور اونٹون اور گھوڑون کو ساتھ لے آتے تھے - اور اون کو چرکر تازہ دم اور توانا کرتے تھے اور خرما اور انگور کی زراعت سے اپنی محنت کا ثمرہ پاتے تھے - ملک عرب مین جو سرزمین سر نفع بحر ہند کے ساحل پر واقع ہی وہ سارے ملک مین ممتاز و سرفراز اس بات مین تھی کہ وہان پانی اور لکڑی کی افراط تھی - ہوا مین اعتدال رہتا تھا - میوے بڑے بامزہ ہوتے تھے حیوانون اور انسانون کی وہان کثرت تھی - زمین کی شادابی اور زرخیزی کاشتکار کو پکار پکار کے بلاتی تھی کہ یہان آکر مجھ مین زراعت کرکے اپنی محنت کا ثمر پاؤ اور اسکا مزہ اٹھاؤ - یہان زراعت کا سامان یہ تھا تجارت کی صورت یہ تھی کہ قہوۂ نافعہ اور لوبان معطر ساری دنیا کے تاجرون کو ہر زمانہ مین اپنی طرف رغبت دلاتا رہا ہی - تاجر ہمیشہ اس کی طرف بطیب خاطر التفات کرتے رہتے ہیں - ساری عبادت گاہون کو لوبان معطر کرتا تھا پھر ایسی عمدہ چیز پر کیون نہ تاجر دوڑتے آئین - یہان کے مصالحون کا خوشبودار ہونا ضرب المثل کے طور پر دور دور مشہور تھا - کتب مقدسہ مین ان کا ذکر بہت آتا ہی شعرون مین انکے تشبیہات موجود ہین - چنانچہ ایک شاعر کہتا ہی کہ ان خوشبودار

سے سمندر مسرور ہو کر اپنے موجوں سے کوسوں تک قسم کرتے ہیں۔ ملک عرب
مین یہ خطہ اسکے تمام اور حصون سے ایسا جدا ہی کہ اگر ہم اسکو فردوس عرب
کہین تو بجا ہی۔ شاعرون نے تو اپنے خیالات و تصورات کے رنگ آمیزی
سے اس کو فردوس بنا کر کہدیا کہ ؎ اگر فردوس بر روے زمین ہست ؎
ہمین ہست وہمین ہست وہمین ہست ؎ خدا تعالے نے اس خطہ کو عجب عجب
نعمتین اور اپنے ید قدرت سے عجب عجب صفت کے کام سپرد کئے ہین۔ عیش و
عشرت و عصمت ایسے راگ ہین کہ جن کے سُر کبھی نہین ملتے۔ مگر یہان ان کو
ملا دیا ہی۔ زمین کا پیٹ زر و جواہر سے بھر دیا۔ بحر و بر کی ہوائے معطر یہان
سے ایسی اُٹھائی کہ قوت شامہ کو عطر آگین کرتی تھی۔

ملک عرب کی تقسیم

یونانیون اور رومیون کو خوب معلوم ہی کہ ملک عرب کا ایک حصہ سنگلاخ
و کوہستان ہی۔ دوسرا بیابان و ریگستان۔ تیسرا حصہ سبزہ و شادمان۔ مگر
اہل عرب نے اپنے ملک کی یہ تقسیم و تحدید خود نہین کی۔ تعجب ہی کہ جس
ملک کے باشندون کی زبان ایک ہو اور وہ خود بھی ایک ہون وہ اپنی سرزمین
کی تقسیم قدیم کی نشانیان اور علامتین ذرا بھی نہ مقرر کرین۔ بحرین و عمان کے
اضلاع بحری سلطنت فارس کے محاذی و مقابل واقع ہین۔
یمن کی سلطنت عرب فیلکس (عرب شادمان) کا مقام اور حدود ظاہر کرتے ہین
وسط مین سمندر سے جدا ملک نجد واقع ہی۔ حجاز بحر قلزم کے ساحل پر واقع ہی۔

اس کی شہرت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ولادت نے ساری دنیا میں کر دی۔

بدوؤں کے طریقے اور اُن کی شبانی

کیخسرو کے زمانہ میں عرب کی ماندو بود کی یہ کیفیت تھی کہ خلیج فارس اور بحر ہند اور بحر قلزم کے کناروں پر وہ مچھلی کا شکار کر کے اپنے پیٹ کو پالتے تھے۔ مچھلیوں کے آسرے پر جیتے تھے۔ ساحل بحر پر اس شکار کی تلاش میں خوار پھرتے تھے۔ شکار کا ہاتھ آنا کچھ شکاری کے اختیار میں تو ہوتا نہیں۔ کبھی اتنا ہاتھ آگیا کہ پیٹ بھر گیا اور بچ رہا۔ کبھی اتنا بھی ہاتھ نہ آتا کہ پورا پڑتا۔ یہ ابتدائی ماہی خوری کی حالت ایسی ذلیل وخوار تھی کہ اس کو تمدن انسانی کہنا بیک نوع بشر سے ان وحشی انسانوں میں گو مردم خوری نہ تھی مگر نہ اگر کوئی فن آتا تھا نہ کوئی قانون وآئین جاری تھا۔ عقل وزبان کے پیرایہ سے بھی عاری تھے۔ ان کی اور بہایم کی حالت ایسی یکساں تھی کہ ان میں تمیز کرنا بھی دشوار تھا۔ معلوم نہیں کہ ان مچھلیوں کے صید نے اُن کو ساحل بحر کے سنگ قید خانے میں کب تک قید رکھا۔ اور ان کو ایسے اپنے میں ڈوبا رکھا کہ ابھرنے کی اجازت دی نہ آگے چلنے کی۔ اتنے قرن ان کے اس بہائم صفتی میں گزر گئے جس کو اب زمانہ یاد نہیں رکھتا۔ بیابان بھی ان وحشیوں کے پاس ایسے نہ تھے کہ اُن کے شکار سے مدت تک گزارہ ہو سکتا۔ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ شکاریوں کا بیابان میں جب ہی تک گزارہ ہو سکتا ہے کہ پیٹ بھر

شکار اوس مین ملے - پس جب اِن بیابانون مین بھی ان کا گزارہ مشکل ہوا تو بہت زمانہ اِس پر گزر چکا ہو کہ انھون نے اپنے تئین اِس سختی سے بچانا انھون نے چرواہہ ہونے کا پیشہ اختیار کیا - یہ پیشہ بڑا میمون اور مانوس ہو - سارے ریگستانی بیابانون کے اقوام خانہ بدوش اسی پیشہ سے اپنے بسر اوقات کرتی تھین - زمانہ حال مین بدّون کی صورت و سیرہ اُن کے بزرگون کے پیشہ شبانی کی شہادت دیتا ہو - وہ حضرت موسیٰ و آنحضرت صلے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین ایک ہی طرح رہتے تھے - وہی اُن کے چمڑے کے خیمے بدّون کے خرگاہین رہنے کے لیے تھین - دُنبون اور بکریون کے گلے اور اونٹ گھوڑے اپنے قبیلے کے ساتھہ لیے پھرتے تھے جہان پانی کا چشمہ اور جانورون کا چارہ اور اپنا گزارہ دیکھا وہین ڈیرے ڈالدیئے - تنبو تان لیے - آسمان کے تلے بسیرا لینے لگے -

گھوڑا

قاعدہ ہو کہ جب سود مند اور بکار آمد جانور انسان کے قابو اور بس مین آجاتے ہین تو انسان کی محنت کرنے اور دولت بڑہانے مین وہ بڑے مدد و معاون ہوتے ہین - پس اِن عرب کے چرواہون کو گھوڑا جو ایک وفادار دوست کا کام دیتا تھا - اور اونٹ جو جہاز کشتی کی سی خدمت کرتا تھا ملگیا - جن کی باگ و نکیل ان کے ہاتھہ مین تھی کہ جہان چاہین ان کو لیجائین اور جو خدمت چاہین وہ لین - علم حیوانات کے جو عالم ہین ان کی یہ رائے

ہر کہ گھوڑا سب سے پہلے ملک عرب مین پیدا ہوا ہر وہین اوس کی پہلے خیم ہوئی ہر۔ یہان کی آب وہوا اس شریف ونجیب جانور کے لیے موزون کی گئی تھی گو اس کے قد وقامت کو وہ چندان بلند نہین کرتی۔ مگر تیزی وچستی وچالاکی شتاب روی وہ پیدا کرتی ہر کہ جس کا جواب دنیا مین نہین۔

اسپانیہ۔ انگلستان کے گھوڑون کی نسل مین جو خوبیان پیدا ہوئی ہین وہ ان عربی گھوڑون ہی کے تناسل کا طفیل ہر۔ شریف ونجیب گھوڑون کی نسل کا باقی رکھنا بدون کا ایمان ہر۔ اور جکہ انسان اپنی شرافت کو ایسا یاد نہین رکھتا جیسا کہ بدوان گھوڑون کی نسل کی نجابت کو یاد رکھتا ہر۔ وہ نر کو زیادہ فروخت کرڈالتے ہر اور مادہ کو جان کے برابر رکھتا ہر مشکل سے اُسے جدا کرتا ہر۔ جب کوئی نجیب گھوڑی بچہ پیدا دیتی ہر تو اوس کی خوشی کی مبارک سلامت آپس مین شادی کی سی ہوتی ہر۔ بدو اپنے خیمون مین گھوڑون کی تعلیم وتربیت اپنی اولاد کی طرح کرتے ہین۔

اور ان سے محبت بھی اپنی اولاد سے کم نہین کرتے اسی سبب سے اُن کے گھوڑون مین شائستگی اور ارتباط کی عادت ہوجاتی ہر۔ وہ رہوار اور ریس دوڑنے کے مشاق ہوتے ہین۔ سوار ہونے اور تازیانہ کی مواثرار سے ان کے حواس کو گند نہین کرتا بلکہ ان دو چیزون کو اس وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہر کہ اس کو خود بھاگنا ہوتا ہر یا کسی کے تعاقب مین جانا ہوتا ہر۔ ہان ایسے وقت مین وہ تازیانہ کا ہاتھ اُٹھاتا ہر اور ایڑ مارتا ہر جب یہ ہوتا ہر

تو گھوڑا بھی ہوا کی طرح اڑتا ہے۔ اگر کہیں اس کا سوار پیٹھ سے جدا ہو کر گر جاتا ہے تو وہ اس اپنے دوست کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنے ہوش حواس ٹھیک کر کے پھر سوار ہوتا ہے تو وہ آگے قدم اٹھاتا ہے۔

اونٹ

عرب اور افریقہ کو خدا نے یہ بڑا شرف دیا ہے کہ اس میں اونٹ کو پیدا کیا ہے۔ یہ جانور کیا صابر حلیم ہے کیسی گرمی کی شدت۔ تشنگی۔ گرسنگی کا متحمل ہوتا ہے۔ کئی کئی روز تک بے آب و دانہ و چارہ کڑی کڑی منزلیں طے کرتا جاتا ہے ع بیچارہ خار میخورد و بار مے کشد۔ اس کے پانچویں اچھے میں ایک بڑا کیسہ ہوتا ہے وہ تازہ پانی سے بھرا رکھتا ہے۔ اونٹ کے جسم کی ساخت ایسی بنی ہے کہ گویا اس پر یہ عبارت کندہ ہے کہ اے انسان اپنا خدمت گزار بنا لے وہ اطاعت کے لئے سب طرح حاضر ہے۔ اونچی نسل کا اونٹ ساڑھے بارہ من بوجھ پیٹھ پر لاد کر لیجاتا ہے۔ اور سانڈنی سبک اندام اور چالاک گھوڑا دوڑ کے تیز گھوڑوں سے آگے نکل جاتی ہے۔ اونٹ اگر ان ملکوں میں نہ ہوتا تو وہاں کے باشندوں کا رشتہ معیشت ہی ٹوٹ جاتا۔ کاروانوں کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا۔ دودھ اس کا مقوی و کثیر ہوتا ہے وہی اہل عرب کی سب سے زیادہ عمدہ غذا تھی۔ اس کے بچے کا ملائم گوشت گائے کے بچھڑے کے گوشت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ پیشاب اس کا بیش بہا نمک کی کان ہوتا تھا۔ سینگنیاں اس کی جلانے کے کام میں

آتی تھیں - لمبی پشم اس کی ہر سال گرتی تھی اور از سر نو جمتی تھی - اس کو بدو قوم کر اور کات کر اور بنکر لباس اور خیمے اور اسباب گھر کے بناتی تھیں - غرض اس پشم کو عربوں کے خان و مان آباد کرنے میں بڑا دخل تھا - اگر مینھ کے برسنے سے کہیں کہیں جنگل میں نباتات کا نمو ہو جاتا تھا تو ان کو بدو لکھاتے تھے موسم گرما کی شدت حرارت اور موسم سرما کی قلت حرارت میں ساحل بحر پر یا یمن کے پہاڑوں میں یا دریاے فرات کے قرب و جوار میں وہ اپنے چوپائے لے جاتے تھے - اکثر وہ رود نیل کے کنارہ پر اور شام اور فلسطین کے مواضع میں بڑے بڑے خطرے اٹھا کر وہاں رہنے کی اجازت بالجبر حاصل کرتے تھے - ایک خانہ بدوش بدو کو بعض اوقات غارتگری یا تجارت سے اپنی محنت کا ثمرہ ملجاتا تھا مگر پھر بھی اس زندگی کی سخت جفاکشی اور خطرناک حالت کیا تھی - بدوؤں کا وہ امیر تنکبر جو دس ہزار سوار میدان جنگ میں لیجا سکتا تھا وہ عیش و آرام نہیں پاتا تھا جو ادنے امیر فرنگستان کا پاتا ہے -

عرب کے شہر اور اُن کی تجارت و زراعت

عرب کی بہت سی قومیں مجتمع ہو کر قصبات اور دیہات آباد کرتی تھیں اور تجارت و فلاحت کے کاموں کو کرتی تھیں - مویشی کی پرورش میں سخت محنت اٹھاتی تھیں - اور اپنے وقت کا ایک حصہ اس میں صرف کرتی تھیں - صلح و جنگ کے وقت وہ اپنے ریگستانی بھائیوں کے ساتھ شریک ہو جاتی تھیں یوں بدوؤں میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا

بیچ ہیو پارلین دین ہمسایہ کے قوموں کے ساتھ ہوتا تھا۔ ان سے بعض حاجتیں بھی روا ہو جاتی تھیں۔ علوم و فنون کی الف بے تے کا بھی کوئی سبق پڑھ لیتے تھے۔ ابوالفدائی عرب میں بیالیس شہر شمار کئے تھے۔ ان میں نہایت قدیمی اور آباد ملک یمنت اندوزمین میں واقع تھے۔

شہر صنعا کے بروج عالی شان اور مآرب کے حوض تعجب خیز اور حیرت افزا حمیر کے بادشاہوں نے بنائے تھے۔ جو صنائع معماری سے آراستہ تھے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ نے ان دونوں شہروں کے زیب و زینت کے آفتاب کو گہنا لگا دیا۔ یہ کیوں نہ ہوتا وہ بادشاہوں کے بنائے ہوئے یہ نبیوں کے بنائے ہوئے تھے۔ کہاں بادشاہ کہاں نبی چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں (۲۷۰) میل کا فاصلہ ہے۔ اور دونوں شہر بحر قلزم کے نزدیک ہیں۔ ان مقدس شہروں میں سے یونانیوں نے مکہ کا نام ایسا رکھا تھا۔ جس کے معنی اس شہر کی عظمت و شوکت کو ظاہر کرتے تھے۔

یہ شہر اپنے معراج کے زمانہ میں بھی مارسلیز پر فائق نہیں تھا۔ یہ شہر ایسی جگہ آباد ہے جہاں کوئی توقع سود اور بہبود کی نہیں ہو سکتی۔ بانیان شہر نے کوئی مبارک شگون سوچ کر اور اپنی مصلحت سمجھ کر اس کی بنیاد رکھی ہوگی۔ اس میں مٹی اور پتھر کے مکانات دو میل طویل اور ایک میل چوڑی جگہ میں بنے ہوئے تھے۔ یہ جگہ ایسی دامن کوہ میں واقع تھی کہ جنپر نباتات نے اُگنے کی قسم کھائی تھی۔ زمین پتھریلی۔ پانی کھاری۔ یہانتک کہ

آبِ متبرکہ چاہ زمزم بھی شیرینی سے خالی تھا۔ سبز چراگاہ شہر سے دو
فاصلہ پر۔ طائف یہاں سے ستر میل کے فاصلہ پر تھا جہاں کے انگور
یہاں بکنے آتے تھے۔ اس شہر کی حکمران قوم قریش تھی۔ جو اور قوموں
میں ممتاز اور نامور تھی۔ اس کی شجاعت کی دھوم تمام عرب میں تھی۔
قوم قریش کے پاس یہاں کوئی ایسی بے فیض تھی کہ خواہ اوس کے بوئے
جوتنے پر کوئی جان ہی کیوں نہ کھپاوے مگر اس کو ایک دانہ بھی نہ دیکھے
مگر ہاں اپنے اقامت گزینوں کو تجارت سے فائدہ پہونچاتی تھی۔
جدہ کا بندرگاہ اس سے چالیس میل پر تھا۔ اس کے توسط سے ملک
حبش کے ساتھ سلسلۂ آمد و رفت بآسانی جاری تھا۔ افریقہ کا مال عرب
میں ہو کر حیرہ و کوفہ کو پہنچا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ کوفہ کو ضلع بحرین میں خالد
کے جلاوطن ملنوں نے نمک کے کتل سے بنایا تھا۔ پھر یہاں سے خلیج
فارس کے موتیوں کو لیکر بیڑوں میں سفر کرکے دریائے فرات کے دہانے
تک لے جاتے۔ یمن اور شام کے وسط میں مکہ واقع ہے۔ اور ہر ایک سے ایک
مہینہ کے سفر کا فاصلہ رکھتا تھا۔ ملک یمن اس کے جانب یمین میں۔ اور ملک
شام اس کے جانب یسار میں واقع ہیں۔ اس کے کاروان گرمیوں میں ملک
یمن میں۔ اور جاڑوں میں ملک شام میں قیام کرتے تھے۔ ان موسموں
میں عین وقت پر کاروانوں کے پہونچنے سے ہندوستان کے جہازات کو ملکوں
طویل اور خطرناک سفر بحر قلزم کا نہ کرنا پڑتا تھا۔ صنعا و مارب کے بادشاہ

مین اور عدن اور عمان کے بندرگاہون مین قیمتی اور خوشبودار مصالحے کی بیشبہا قیمتی لاد کر لاتے تھے - اور بصرہ اور دمشق کے میلون سے اناج اور صنعت کاری کی چیزین خرید کے لیجاتے تھے -

غرض اس مفید تجارت کی بدولت مکہ کے کوچہ و بازار مال و متاع سے معمور رہتے تھے - وہان کے اُمرا اور شرفا کو جسے کہ سپہ گری کے پیشہ سے موانست تھی ایسے ہی تجارت سے بھی الفت تھی -

عرب کی قومی آزادی

یہ اور بھی منجملہ عجائبات روزگار ہے کہ اہل عرب ہمیشہ آزاد رہے کوئی غیر قوم ان پر فرمان روا نہین ہوئی - اس بات پر ان کو خود بھی ناز اور افتخار تھا - اور غیر قومین ان کی اس بات پر مدح خوان ہین -

اب اس آزاد رہنے کے سبب ارباب الرا سے مختلف بتاتے ہین بعض عیسائی عالم اس کو کتاب پیدایش کے ۱۶ باب کے ۱۱ و ۱۲ آیت کی پیشین گوئی سے منسوب کرتے ہین اور اس سے اپنے مذہب کی صداقت دکھلاتے ہین - آیتین یہ ہین کہ (خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ خداوند کریم نے تیرا دکھ سن لیا وہ وحشی آدمی ہوگا - اس کا ہاتھ سب کے اوپر سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہون گے اور وہ اپنے سب بھائیون کے سامنے بود و باش کریگا) اول تو یہ آیت کے معنی بہت سے ہو سکتے ہین - دوسرے وہ آزادی عرب کی مصداق

اس سبب سے بھی نہیں ہو سکتی کہ سلطنت میں پہنچا اہل حبش اور اہل فارس اور سلاطین مصر کے حملوں کی لگد کوب میں رہی۔ مکہ و مدینہ کے متبرک شہروں نے جبابرہ سعدیہ (تاتاری ظالم) کی اطاعت میں سر جھکایا۔ رومیوں کے سلطنت کا تو عرب ایک صوبہ تھا جس میں خاص ویرانہ شامل تھا جس میں کہ حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہم السلام اور اون کی نسل نے اپنے بھائیوں کو دفن کیا ہے۔

غرض یہ طریقہ استدلال جیسا نامعقول ہے ویسا ہی فضول ہے۔ تم اس کو خوب یاد رکھو کہ یہ اوپر جو مستثنیٰ صورتیں بیان ہوئیں وہ چند روزہ عارضی تھیں یا کسی خاص مقام سے مخصوص تھیں ورنہ عرب کی کل قوموں نے بڑے بڑے صاحب جلال اور شان وشکوہ بادشاہوں کے خاشیۂ اطاعت کو کندھے پر رکھا نہ کندھا کبھی جوئے کے نیچے دھرا ہزاروں برس آزاد رہے فراعنہ مصر اور شاہان شام کی سعی اس کی قمع میں بے حاصل رہی۔ کیخسرو ایرانی اور اسکندر یونانی سے بچا رہا روم کی سلطنت کا علم ساری دنیا میں بلند ہوا مگر یہ سرزمین محفوظ رہی۔ ٹارکس۔ پومپی۔ ٹریجن وغیرہ کی فوجیں سر ٹکٹک کے بیٹھ رہیں مگر ملک عرب کو زیر نہ کر سکیں۔ گو حال میں سلطان روم ان پر حکومت برائے نام رکھتا ہے۔ اپنے انتظام کا سایہ وہاں ڈالتا ہے۔ مگر ان کو چھیڑنے سے ڈرتا ہے۔ ان پر حملہ آوری سے سہم جاتا ہے۔ مگر ان سے دوستی کی التجا کرتے ہوئے بھی اس کی شان میں جھجھک آتا ہے خدا نے یہ ملک ہی ایسا بنایا ہے اور اس کے باشندوں کے خصائل اور عادات

کو ایسا رکھا ہے کہ وہ ان کی آزادی کی بڑی معاون ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے عہد سے قرنوں پہلے ان کی بے پناہ جرأت، ہمت اور شجاعت کو ہمسایہ کئی قوموں نے خوب آزمالیا تھا۔ کبھی وہ ان پر ٹوٹ کر آئے کبھی یہ اُن پر چڑھ کر گئے۔ دونوں نے لڑائیوں میں اپنی قوتوں اور زورِ بازو کو تول لیا تھا۔ اِنکا پیشہ چرواہے ہونے کا ایسا تھا کہ اس میں خود بخود نادانستہ سپاہیانہ چستی وچالاکی۔ سختی کی برداشت کرنی۔ جفاکشی عادت میں داخل ہوجاتی تھی۔ بھیڑوں کے گلوں کی اور اونٹوں کے قطاروں کی نگہبانی اپنی عورتوں کے سپرد کرتے تھے۔ اور جو مرد ان کا رہوتے تھے وہ اپنے کسی امیر کے علم کے نیچے گھوڑے پر سوار ہوکر میدانِ کارزار میں تیر چلانے کو برچھی اور تلوار مارنے کو تیار رہتے تھے۔ اِن کو اپنی قدیمی آزادی ایسی دل پسند تھی کہ وہ اِس کا وظیفہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو یاد کرایا کرتے تھے۔ یہ دونوں باتیں ان کی آزادی کی مستحکم کفیل تھیں۔ اون کی اولاد خوب سمجھے ہوئی تھی کہ ہماری اصالت اور نجابت کا ثبوت یہی ہے کہ ہم آزادی کو جو باپ دادا سے ارث میں پہونچی ہے قایم ثابت رکھیں۔ وہ اِس لئے اپنی آزادی کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ جب کوئی غیر دشمن ان پر حملہ آور ہوتا تھا تو وہ اپنے سارے باہمی جھگڑے اور فساد دفعہ کرکے رکھ چھوڑتے تھے اور سب متفق ہوکر دشمن کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑتے تھے۔

جب ان کی ترکوں سے آخر معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں تو اُس میں مکہ کے ایک کاروان کو اسی ہزار اقوام ترک نے حملہ کر کے غارت و تباہ کیا تھا جب اہل عرب دشمنوں سے جنگ کے لئے آگے قدم بڑھاتے تھے تو فتح و ظفر ان کے آگے بھی اور پیچھے بھی دست بستہ کھڑی ہوتی تھی۔ جب دشمنوں کے آگے سے پیچھے ہٹتے تھے تو اس کے ہاتھ سے سلامت بچ جانے کا یقین ہوتا تھا۔ ان کے تعاقب میں ظفرمند دشمن کی سعی کچھ کام نہ کرتی تھی۔ ان کی راتوں تلے وہ خوش عنان تیز رفتار گھوڑے اور اونٹ ہوتے تھے کہ تھوڑے روز میں چار پانچ سو میل اُن کو ایسا اوڑا کر لے جاتے تھے اور ان کو ریگ سوزان کے گوشوں میں اُتار دیتے تھے کہ دشمن ان کی گرد کو بھی نہ پہونچتا تھا۔ اگر وہ ان کے پیچھے جاتا تو ادھر اِن کے پتا لگانے میں حیران رہتا اُدھر پانی کی تلاش میں پیاسا مرتا۔ کھانے کو خاک نہ ملتا۔ یہ بھوک و پیاس پھر اس پر سفر کی درماندگی اُن کو متکا لقمہ بناتی اور ان کو آزاد کا آزاد رہنے دیتی۔ یہ بدّو ان کے ہتیار اور ان کے ریگستان صرف انہیں کی آزادی کے پشت و پناہ نہ تھے بلکہ عرب شاداب یعنی ملک یمن کے دشمنوں کے لئے بھی سدراہ تھے جہاں کے باشندے زمین کی رطوبت اور آب و ہوا کے باعث سے کمزور ہو جاتے تھے اور جنگ و پیکار سے برکنار رہتے تھے۔ اغسطوس قیصر روم نے جب یمن پر حملہ کیا تو اس کی فوج بری بیماری اور درماندگی سے تباہ ہو گئی۔ صرف فوج بحری کی

امداد سے اُسے فتح کیا۔ جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا علم متبرک یہاں قائم ہوا تو ملک یمن سلطنت فارس کا ایک صوبہ تھا۔ مگر پھر بھی حمیر کے خاندان کے سات شخص پہاڑوں میں حکمرانی کرتے تھے۔ کسریٰ نے جو حاکم اپنے طرف سے یہاں خسرو کو کر کے بھیجا تھا وہ اپنے ملک بعید کو اور بد نصیب آقا کو بھول گیا تھا۔

جسٹی نی ان بادشاہ روم کے عہد کے مورخوں نے ان خود مختار آزاد عربوں کے حال کو بخوبی مفصل بیان کیا ہے کہ وہ مشرقی معرکہ آرائیوں میں کہ نہایت عرصۂ دراز تک قائم رہیں کسی اپنی مصلحت سے یا خود غرضی سے یا میلان طبع سے کسی فریق ہو کر لڑنے والوں کے ساتھ شریک و رفیق ہو گئے تھے۔ بنی غسان کو اجازت ہو گئی تھی کہ وہ ملک شام میں خیمہ زن ہوں۔ حیرہ کے شاہزادوں کو حکم تھا کہ وہ بابل کے ویران شدہ کے کھنڈروں سے جنوبی جانب میں چالیس میل پر ایک شہر بنائیں۔ یہ عرب میدان جنگ میں نہایت تیزی و چابکی و دلیری و دلاوری سے کام دیتے تھے مگر ان کی رفاقت ایسے مجمع زر پر موقوف تھی کہ گویا وہ اپنی دوستی کو بیچتے تھے۔ جسنے زیادہ قیمت دی اسی کے یار و مددگار ہو گئے۔ ان کی وفاداری کا کچھ سرمایہ نہ تھا۔ عداوت میں تلوّن تھا۔ ان خانہ بدوش قوموں کو چھیڑ کر بھڑکا دینا بہت آسان تھا۔ مگر ان سے ہتیار لینا بہت دشوار تھا۔ روز مرہ کی لڑائیوں سے وہ فارسیوں اور رومیوں کو کمزور

جانتے اور حقیر و ذلیل سمجھتے تھے۔

سارسین کا خطاب

یونانی اور رومی ان اقوام عرب کو جو مکہ سے دریائے فرات تک آباد ہیں خلط ملط کر کے سارسین کا خطاب دیتے تھے۔ یہ وہ مسلمانوں کا نام ہے کہ کسی زمانہ میں عیسائی کے منہ سے نہ نکلتا تھا کہ اُن کے دل میں ہول اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اور عداوت و نفرت طبیعت میں نہ پیدا ہوتی تھی۔

اب اس نام کی وجہ محققین نے مختلف طور پر بیان کی ہے۔ کوئی نوشجر کی راہ سے یہ بتاتا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ سارہ سے مشتق ہے۔ بعض اس کو سارقیہ سے جو ایک گاؤں کا نام ہے مشتق بتلاتے ہیں۔ بعض سارن سے مشتق کہتے ہیں۔ بعض شرن سے۔ اس آخر اشتقاق میں خوبی اور رون کی نسبت کچھ ہے۔ ان سب کی تردید یوں ہوتی ہے۔ کہ یہ خطاب جو اہل عرب کو دیا ہے وہ غیر قوموں نے دیا ہے جو عربی زبان سے محض ناآشنا تھیں پھر وجہ تسمیہ میں عربیت کو کیسے دخل ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر قوم جو خطاب دیگی تو اپنی زبان میں نہ دوسرے کی زبان میں۔

اہل عرب کی گھریلو آزادانہ زندگی اور اُنکے خصائل و عادات

اگر ایک قوم کسی غیر قوم کی محکوم ہو اور خود فرمان روا ہو مگر اس کو اپنے بھائیوں اور قوم کے ہاتھ سے جور و ستم اٹھانے پڑیں اور اپنے ہی دشمن

اور افسروں کے جور و جفا سہنے پڑیں تو اس کو اپنی آزادی پر ناز کرنا بیجا و نامناسب ہے۔ وہ حقیقت میں آزاد نہیں ہیں۔ مگر اہل عرب اس قسم کے آزاد نہ تھے۔ بلکہ ہر فرد انکے خود سر و آزاد تھے۔ ہر عرب تمدن و اجتماع کے فائدوں سے کسیقدر بہرہ مند ہوتا تھا۔ اور جو طبیعت بشر میں قدرتی استحقاق آزادی کے رکھے گئے ہیں انکو وہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہ دیتا تھا جو خاندان اپنی قوم پر احسان کرتا یا دولتمند ہو جاتا۔ یا دین و مذہب کا حامی ہو جاتا۔ وہ اپنے ہمسروں میں ممتاز اور سرفراز ہوتا تھا۔ ایسے گرنیچ خاندان سے امیر یا شیخ نسلاً بعد نسل منتخب ہو کر مقرر کیا جاتا۔ اہل عرب کے ہاں امارت کے عہدہ عظیم الشان میں دقتیں و پیچیدگیاں نہ تھیں۔ سیدھے سادھے کام آپس میں ہوتے تھے۔ اگرچہ امیر و شیخ ہونے کا قاعدہ غیر منضبط اور اوروں کی مرضی پر منحصر تھا اور اس کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ مگر یہ ضرور تھا کہ امیر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہایت لائق متین متحمل عمر رسیدہ متجربہ شخص ایسا منتخب ہوتا تھا کہ اُس میں یہ قابلیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے صوابدید و رائے سے معاملات نزاع کو رفع کر دیتا تھا اور خود اپنی ذات سے وہ چال چلن رکھتا تھا کہ اوروں کو شجاعت و دلاوری کے کام پر ہمت دہ ہوتا تھا۔ مردانگی کی راہ میں رہنما ہوتا تھا۔ یہانتک اس قاعدہ کی پابندی تھی کہ اگر کوئی عورت جری اور عقیلہ ہوتی تھی تو وہ عہدۂ امارت پر مقتدر ہوتی تھی۔ چنانچہ زنوبیہ

کے باشندوں پر ایک عورت صاحب فراست اور شجاعت حکمران تھی۔ جب کوئی قبیلے عرب کے تھوڑے عرصہ کے لئے متفق ہوتے تھے تو ان کا اجتماع سپاہ کی صورت دکھاتا تھا۔ اگر اس اجتماع کا زیادہ جماؤ ہوتا تو وہ ایک قوم معلوم ہوتی تھی۔ جس امیر الامرا کے علم کے نیچے وہ جمع ہوتی تھی اور قوم کی نظروں میں بادشاہ دکھائی دیتا تھا۔ عزت شاہانہ کا وہ مستحق سمجھا جاتا تھا۔

اہل عرب ہمیشہ امیروں اور شیخوں کی حلیمانہ و مربیانہ حکومت کے عادی تھے۔ اگر کوئی ان میں سے اپنے اختیار اور اقتدار کی حد سے پرے قدم رکھتا تھا۔ تو اس کو تنہا بے پناہ چھوڑ کر سب بھاگ جاتے تھے۔ پھر کبھی اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ یہی سزا امیر کو اپنی حد سے باہر قدم نکالنے کی ہو جاتی تھی۔ یہاں کے لوگ آزاد منش تھے۔ کوئی احاطہ ایسا بنا ہوا نہ تھا کہ ان کو گھیر سے رکھتا۔ کوئی ایسی بھاری بیڑی ان کے پاؤں میں نہ تھی کہ ان کو بھاگنے نہ دیتی۔ صحرا کے فراخ میدان کے میدان ان کی جولانیوں اور دوڑ کے لئے خالی پڑے تھے۔ جدھر دل میں آئی منہ اٹھایا چلے گئے۔ ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔ ہاں جو زنجیر ان وارستہ مزاجوں کو پابستہ کرتی تھی۔ وہ آپس کا اخلاص باوفا اور بے ریا تھا ان کی آپس کی رضا و رغبت قبیلوں کو یکجا جمع کرتی تھی ورنہ کوئی اور بندش ان کو ایک جگہ باندھ کر نہیں رکھ سکتی تھی۔

یمن کے نرم دل باشندون نے بادشاہ کی شان وشوکت کو تسلیم کرکے
فرمانبرداری اطاعت دوش پر رکھا۔ اور بادشاہ کی شان کے حامی دل و
جان سے ہوگئے۔ اگر بادشاہ کا ایسا حال ہو جاتا تھا کہ محل سے باہر نکلتے
تھے اوس کو جان کا خوف وخطر ہوتا تھا تو سلطنت کے تمام مہمات عظیم
و امورات و احکامات اہم کا اختیار اُمراؤ وزرا و اراکین سلطنت کے
ہاتھ مین آجاتا تھا۔ ایشیا مین سلطنت جمہوری نے اپنا رنگ مکہ و مدینہ
ہی مین جو نافِ ایشیا مین ہین دکھایا۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ
وبارک وسلم کے جدّ امجد اور ان کے خاندان کے اکابر اپنے مُلک کے گاؤں
اور غیر ملکون کے معاملات مین گو بادشاہانہ اختیار رکھتے تھے اور بادشاہ
معلوم ہوتے تھے مگر وہ حکومت دیانت و دانائی کے زور سے تھی۔
ان کے اختیارات ذوی القربیٰ مین وراثتاً تقسیم ہوتے تھے۔ چنانچہ حصہ
شاہی بڑون سے چھوٹون مین قوم قریش مین مستقل ہوگیا تھا۔
قاعدہ ہے کہ انسان اطاعت یا تو مجبوری سے اختیار کرتا ہے یا فصاحت سے
جو ایسی فصاحت و بلاغت سے کی جاے کہ وہ دل وجان سے اُس کو
برغبت قبول کرے۔ اہل عرب نے اُس زمانہ مین فصاحت و بلاغت مین
وہ غضب کی قدرت و شہرت حاصل کی تھی کہ اُن کا ایک فصیح بیان اپنی
قدرت تقریر سے ہزارون کے دل تسخیر کرلیتا تھا۔ اور وہ اکیلا ایک جماعت
کثیر سے جو کام چاہتا تھا کرالیتا تھا۔ ان کے کلام کی تاثیر عوام کی آزادی

پر شہادت دیتی ہو کہ ان کے دل پر اثر اطاعت کا نہ ہوتا تھا بلکہ کلام کا جس سے وہ کسی ارادہ کے کرنے سے رک جاتے تھے یا اسپر جھک جاتے تھے۔ عرب کی آزادی اور یونان اور روم کی آزادی مین بڑا فرق یہ ہو کہ عرب کی سلطنت جمہوری سیدہی سادی تھی اور یونان و روم کی سلطنت جمہوری پیچ در پیچ تھی تصنع و تکلف سے بھری ہوئی تھی ان مین ہر رکن اختیارات ملکی و مالی کلیۃً رکھتا تھا۔ یہان اپنی سیدھی سادھی حالت مین ساری قوم عرب آزاد تھی۔ ہر شخص ان مین سے کسی آقا کی کمینہ اطاعت سے نفرت دلی رکھتا تھا۔ اس کا سینہ شجاعت و صبر و حلم و استقلال و ہمت و جرأت اور خوبیون و نیکیون کا مخزن تھا۔ آزادی کا شوق اس کو خود بخود سکھاتا تھا کہ وہ اپنے نفس کو اپنے بس مین رکھے اور اپنے اختیار کو سنبھالے رہے۔

عرب کے نزدیک عزت کے لئے مرجانا کوئی بات نتھی۔ اپنے ننگ و ناموس کے لئے جان کھونے کو وہ تیار تھا۔ وہ آزادی رکھنے کے لئے سارے تکالیف و مصائب اٹھانے کو گوارا کرتا تھا یہانتک کہ مرنے کا بھی خوف ایسے موقعون پر نہین کرتا تھا۔ اس کے لہجہ سے نہایت سنجیدگی علوِ ہمت ٹپک پڑتی تھی۔ اس کی گفتار اختصار کے ساتھ متانت و فصاحت سے آہستہ آہستہ ہوتی تھی۔ وہ کبھی اتفاق سے کسی بات پر خندہ کرتا تھا۔ ہان یہ ضرور تھا کہ وہ اپنی داڑھی پر ایک ادا و انداز

کے ساتھ پھیرتا۔ داڑھی انسان کی جوانی اور مردمی کی نشانی ہے
داڑھی پر ہاتھ پھیرنے میں یہ رمز ہوتی تھی کہ وہ اپنی جوانی و بزرگی
کو داڑھی سے تبلاتا ہے۔ اس ریش ہی کے لحاظ سے وہ اپنے ہمسن
کے ساتھ طفلانہ سفلوں کی سی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ اپنے بزرگوں
سے باتیں کرنے میں کبھی نہیں جھجکتا تھا۔ اُن کے رعب میں نہیں آتا
تھا۔ زمانۂ جاہلیت کی آزادی کا اثر اسلام کی ابتدا میں قائم رہا
خلفاے اولین نے اپنی رعایا کو بیجا گفتگو سے نہیں روکا۔ ان
کے ساتھ وہ اس طرح باتیں کرتے تھے جیسے کہ آپس میں متعارف
دوست بے تکلف باتیں کیا کرتے ہیں۔ وہ دینی امور کی ہدایت
کرتے تھے۔ کوئی غرور و شان شاہانہ اپنی رعایا کو نہیں دکھاتے تھے
ہاں جب اسلام کا دارالسلطنت دریاے جیحون کے کنارہ پر بغداد
میں مستقل ہوا تو خلفاے عباسیہ نے ایران اور روم کے بادشاہوں
کی تقلید کر کے اپنے درباروں کی شان و شوکت کو ایسا بنایا کہ جس
سے بادشاہ کی نخوت عیاں ہو ورنہ پہلے خلفاء کو ان باتوں کی طرف
ذرا بھی خیال نہ تھا۔

آپس کے بغض و کینے و لڑائیاں

اقوام اور انسانوں کے حالات پر غور و خوض کرنے سے ہم کو وہ وجوہ
اور اسباب معلوم ہو سکتے ہیں جن سے کہ ان میں نفاق یا وفاق پیدا

ہوتا ہے جس سے کہ مؤانست انسانی مین کمی و بیشی ہوتی ہے اور معاشرت بدلتی ہے اہل عرب اور انسانون سے الگ تھلگ رہتے تھے غیرون کے ساتھہ نہ پیوند رکھتے تھے نہ رشتہ - اس سبب سے یہ امران کی عادت مین داخل ہو گیا کہ وہ دشمن اور اجنبی آدمی مین تمیز نہین کرتے تھے - ان دونون کے دیکھنے سے ان کے دل مین تصور ایسے پیدا ہوتے تھے جو آپس مین ملتبس ہوتے تھے انھون نے اپنی لوٹ مار اور غارتگری کے مباح ہونے کے لیے ایک مسئلہ مذہبی تیار کیا تھا جس پر عمل اور عقیدہ ان کا چلا آتا تھا کہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہم السلام جن کی اولاد مین سے وہ ہین جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کے گھر سے اپنی ماں حاجرہ سمیت اپنی سوتیلی ماں حضرت سارہ کے رشک وحسد کے سبب سے نکالے گئے تو ان کو خدا تعالے نے یہ ملک عرب کہ ایک وادی غیر ذی زرع عنایت کیا اور اجازت دی کہ جو کچھہ اس سے حاصل ہو سکے حاصل کرو - پس اپنے تئین اس کم پیداوار کی زمین ملنے کو اور اولاد حضرت اسحاق علی نبینا وعلیہم السلام اور اپنے نوع انسان کو زیادہ پیداوار کی زمین ملنے کو یہ سمجھتے تھے کہ ہم ناحق اپنی ارث سے محروم کیے گئے ہین اس لیے ہم جو اولاد اسحاق یا اور غیرون کے لوٹتے ہین تو اپنی وراثت کا حصہ لیتے ہین کچھہ دغابازی اور سینہ زوری نہین کرتے ہین اسی وجہ سے وہ اپنی چوری کا نام چوری نہین رکھتے

تھے بلکہ اس کو تحصیل ملکی کہتے تھے۔ جب کوئی عرب کسی آدمی کو لوٹتا تھا تو یہ نہیں کہتا تھا کہ مین نے آج یہ لوٹا بلکہ یہ کہے گا کہ مین نے یہ نفع کمایا یہی سبب ہے کہ وہ غیرون کے لوٹنے مین دست درازی کرتے تھے۔ مگر اِن کے خود خیمہ اور گھر سارے کھلے پڑے رہتے تھے وہ کبھی آپس مین ایک دوسرے کی چیز نہین چُراتے تھے۔

اہل عرب کو جیسے تجارت کی عادت تھی ایسے ہی چوری و غارتگری کی طرف رغبت تھی۔ ریگستان مین جو کاروان جاتے تھے جب تک وہ فدیہ نہ دیتے تھے بدوون کے ہاتھ سے بچتے نہ تھے وہ اُن کو لوٹ لیتے تھے۔ حضرت ایوب علی نبینا وعلیہم السلام کے زمانہ سے اہل عرب کے ہمسائے ہمیشہ ان کی غارتگری کے شکار رہے۔ اگر بدو دور سے دیکھتا تھا کہ مسافر اکیلا چلا آتا ہے تو وہ اسپر لپک کر جھپٹتا تھا اور اس کو ڈانٹ کر کہتا تھا کہ کپڑے اُتار کر رکھدے کہ تیری چچی (یعنی اُس کی زوجہ) ننگی بیٹھی ہے۔ اگر مسافر نے چپ چاپ کان دبا کر کپڑے اُتار کر رکھدیئے تو خیر گذری پھر اسپر شفقت و مہربانی کی نظر ہے۔ اور اگر مسافر نے اِس کے کہنے کو نہ سنا کہ کیا کہتا ہے برسر مقابلہ ہوا تو پھر جان کی تھا سینہ مین شعلۂ غضب نے آگ لگا دی اور اپنی حفاظت نفس کے لئے مشروع طور پر اپنے خون کا کفارہ اس بیچارہ مسافر کی خونریزی کو سمجھنے لگا ایک چور یا دو چار ملکر چوری کرین تو وہ چوروں کے نام سے بدنام ہوتے

تھے۔ لیکن اگر گروہون کا مجمع ملکر چوری کرے تو وہ جائز سمجھا جاتا تھا اور اس کا نام معزز و مشروع محاربہ نام رکھا جاتا تھا۔ پس جن آدمیون کے طبایع یون نوع بشر کی مخالفت پر کمر بستہ ہون ان مین دو چند شقاوت اس سے پیدا ہو جاتی ہے کہ انتقام و قتل و غارتگری کی اجازت ان کی اپنی قوم کی طرف سے تھی۔ فرنگستان کے نظم و نسق مین صلح و جنگ کا استحقاق صرف چند معزز فرمان روایون پر محصور ہوتا ہے اور اس استحقاق کے موافق عمل کرنے کا اختیار نفس الامر مین اور بھی کمتر فرمان روایون پر محصور ہوتا ہے۔ مگر ملک عرب مین ہر عرب فرمان روا تھا جس کی خطا کی کوئی پرسش نہ تھی وہ جس اپنے ہم وطن کو چاہے جلا کر مار ڈالے اور اپنے تئین اس کام مین بے گناہ اور نام آور جانے۔ اتفاق قومی ان مین فقط زبان اور اطوار مین ایک پریشان طور پر تھا۔ ہر فرقہ مین ایک رئیس برائے نام حکومت رکھتا تھا۔ اس کو بہت اختیار اور اقتدار نہین حاصل ہوتا تھا۔ جب معاملات ملکی مین نفاق پیدا ہو جاتا تھا۔ تو آپس مین سخت عداوت ہو جاتی تھی۔ جو جھگڑے و فساد چکے مٹ بھی جاتے تھے اُن کا نظم و نثر مین پڑھا جانا متخاصمین کی اولاد کے مابین کینہ و انتقام کی بجھی ہوئی آگ کو سلگا دیتا تھا۔ ہر شخص اپنے امورات خانگی مین اور ہر ایک خاندان اپنے معاملات کے فیصلہ کرنے مین منصف یا منتقم ہوتا تھا۔ ہر فرد کو اپنے ننگ و ناموس کا ایسا نازک خیال

ہوتا تھا کہ وہ اپنے ہتک کو گرانبار ایسا جانتا تھا کہ اپنے بھاری نقصان کو اسکا پاسنگ بھی نہین سمجھتا تھا۔ عرب کے فسادون مین یہ عزت کا خیال اپنا زہر اگلا کرتا تھا ان کے عیش کو تلخ بنا دیتا تھا۔ اگر ان کی عورتون یا داڑھی کی نسبت کوئی گستاخی کا کلمہ کسی کی زبان سے ایسا بھی نکل گیا تو وہ بہت چڑ جاتے تھے۔ اگر ایک نے دوسرے کی نسبت تحقیر کا لفظ کہدیا یا اور کوئی حرکت بیہودہ اسکے ساتھ کر بیٹھا تو اس کا عوض وانتقام تلوار سے ہی لیا جاتا تھا۔ وہ اپنے انتقام لینے مین استقلال اس صبر کے ساتھ کرتے تھے کہ مہینون اور برسون کمین لگائے انتظار مین بیٹھے رہتے تھے کہ کب موقع ہاتھ آئے کہ انتقام لیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کرے۔ ہر زمانہ مین وحشیون مین یہ قاعدہ رہا ہے کہ قتل کے بدلے مین خونبہا و تاوان لے لیتے تھے۔ عرب مین یہ دستور تھا کہ مقتول کے وارث یا دیت لین یا اپنے ہاتھ سے قاتل سے قصاص لین۔ اس کے سوا ایک عجیب صفائی ان کے کینہ مین یہ تھی کہ وہ قاتل کے سر لینے سے انکار کرتے تھے اور اس کے عوض مین یہ چاہتے تھے کہ قاتل جس قبیلہ کا ہو اس کے سب سے بڑے سردار کا سر اڑائین تو ہماری تسلی ہو کہ اپنے ادنی آدمی کے عوض مین دشمن کے اعلیٰ افسر کا سر اڑایا یا غرض وہ مجرم کے عوض مین ایک بیگناہ کا خون سر پر لیتے تھے۔ پس اگر قاتل کے گروہ مین انکا یہ نامی گرامی آدمی مارا گیا تو پھر طرفانی انتقام کے دفتر

ہوا۔ اِس طرح دو آدمیون کے لڑنے مرنے پر قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ اُن کے ہان کسی شخص کا خون ہوجانا ایک ایسا قرض تھا کہ جسکی اصل اور سود ہمیشہ جمع ہی ہوا کرتا تھا اور کبھی ادا نہ ہوتا تھا۔ طرفین کے دلون مین روز بروز کینہ و پرخاش بڑھتا جاتا تھا۔ دونون کی زندگی خوف وخطر مین بسر ہوتی تھی۔ بعض اوقات نصف صدی گزر جاتی تھی کہ اس انتقام کا حساب کتاب بیباق نہ ہوتا تھا۔

التوائے جنگ کی مہلت

بعض مسائل اور قوانین عزت کے باب مین انکے ہان ایسے تھے کہ اپنے خونخوار نیتون مین بھی جو رحم وعفو سے معراتھین اعتدال پیدا کر دیتے تھے اِن مسائل کا منشا جو شایستہ تھا یہ ہوتا تھا کہ ہر خانہ جنگی مین طرفین عمر مین قوت مین تعداد مین ہتیارون مین درجہ مساوات رکھین اس لئے ہر سال مین دو یا چار مہینے ایسے مقرر کر رکھے تھے کہ اُن کے اندر قتل ممنوع تھا۔ کہ نہ آپس مین لڑنے کے لئے نہ غیرون سے جنگ کرنے کے واسطے تلوارین میان سے باہر کرنی چاہیئین پس تھوڑے دنون تک جنگ و پیکار سے باز رہنا اُن کی جنگ وجدل کی عادتون اور ملک کی بدنظمیون کو خوب عیان کرتا ہی۔

زمانۂ جاہلیت کی لڑائیون کا بیان

کوئی روایت کرتا ہی کہ اس زمانہ مین ستر سو لڑائیان ہوئین۔ کوئی بارہ سو

بتلاتا ہے۔ اِن بے باک اور بے قید عربون کی معرکہ آرائیان و خونریزیان بڑی مشہور ہین۔ ان مین سے دُو ہم نقل کرتے ہین:۔ ایک حرب بسوس دوسری حرب داحس۔ حرب بسوس بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ کلیب ایک بڑا مشہور امیر عرب تھا۔ اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ میرے چراگاہ مین کوئی اونٹ نہ چرنے پائے۔ ایک شخص قوم جرم کا حساس کی پھوپھی بسوس نامی کے پاس اُترا تھا۔ اس کے ناقہ کا نام سراب تھا وہ چرتے ہوئے کلیب کی چراگاہ مین چلی گئی کلیب نے اسپر تیر چلائے اور پھر اس کے تھن کاٹ لئے۔ یہ اونٹنی لہولہان اپنے مالک کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی بسوس نے اس کو لہو مین بھرا ہُوا دیکھ اسکو پیار کرنے لگی اور کہنے لگی کہ ہائے افسوس کیا میرے مہمان کو تکلیف ہوئی۔ حساس نے جو اپنی پھوپی کو غمگین پایا تو تمام قوم کو جمع کرکے کلیب کو جا گھیرا وہ اپنے احاطہ مین پھر رہا تھا کہ اس کے ایک نیزہ حساس نے ایسا مارا کہ وہ مرگیا پس اتنی بات پر آتش جنگ برسوں تک مشتعل رہی جس کے شرارون مین ستر ہزار جانین خاکستر ہوئین۔

وہ بکر و تغلب کی باہم لڑائی — صدی جسمین آدھی اُنھون نے گنوائی
قبیلونکی کردی تھی جسنے صفائی — تھی ایک آگ برسون عربمین لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ — کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

جنگ داحس کا حال یہ ہے کہ عرب کا امیر قیس تھا اس کے پاس دو گھوڑے

واحس اور غبرا نامی تھے۔ حذیفہ بن بدر کے گھوڑوں کے ساتھ دوڑ ہوئی دو دو سو نجروں کی شرط بدھی گئی۔ حذیفہ نے پہلے سے ایک آدمی ان گھوڑوں کی راہ میں بٹھا دیا تھا اور اس سے کہدیا تھا کہ اگر قیس کا گھوڑا داحس سے آگے نکل جائے تو اس کو روک دینا۔ اس نے روکا مگر جب وہ نہ رکا تو اس نے ایک ضرب شدید اس کی تھوتھنی میں لگائی جس سے وہ رک گیا مگر دوسرا گھوڑا غبرا نہ رکا اور حذیفہ کے گھوڑوں سے آگے نکل گیا۔ قیس یہ دیکھ کر چپ گیا مگر حذیفہ اسپر چیں بجبیں کرنے لگا اور کہنے لگا کہ دوبارہ پھر گھوڑوں کو دوڑاؤ۔ اس بات پر بنی قیس بنی بدر میں کینہ پیدا ہوا۔ چالیس برس تک خونریزی کا ہنگامہ برپا رہا۔ قبیلے کے قبیلے کٹ گئے۔ ہزارہا تن بے سر ہو گئے۔ یہ جنگ ضرب المثل ہے۔ غرض ایسے ہی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا — کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
کہیں جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا — کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہیں روز ہوتی تھی تکرار ان میں — یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

اہل عرب کی معاشرت و تمدن کی خوبیاں اور ان کا علم

گو اہل عرب لوٹ مار میں نہایت سخت۔ اور آپس میں انتقام لینے میں درشت تھے مگر تجارت اور علم ادب کی ملایم تاثیروں نے ان کی درشتی اور سختی میں اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے اس کے گرد قدیم

زمانہ کی نہایت مہذب قومیں آباد تھیں۔ تاجر انسان کا خیر خواہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ ان مہذب قوموں کے کاروان ہر سال وہاں جاتے تھے۔ اور علم اور اخلاق کے بیج عرب کے شہروں میں کیا بلکہ بیابان کے خیموں میں بوئے جاتے تھے۔ اہلِ عرب کا نسب خواہ کچھ ہی ہو مگر ان کی ابتدائی زبان کا درخت۔ عبرانی۔ شامی۔ خالدیہ۔ کے زبانوں کی گٹھلی سے پیدا ہوا ہے اگرچہ عرب کی طبیعت کی آزادی اور خودسری نے ایک ہی زبان کے قواعد کا پابند نہیں رکھا۔ ان کے قبیلوں کی زبانوں میں کچھ نہ کچھ فرق رہا۔ مگر ہر ایک قوم اپنے گفتار خاص کے بعد مکہ کے خالص اور فصیح زبان کو ترجیح دیتی تھی۔ عرب میں اور نیز یونان میں فصاحتِ زبان کا کمال بہ نسبت اطوار کی تہذیب و شائستگی کے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک بےعلم قوم کے فقط حافظہ میں وہ بڑی کتاب لغت کی ودیعت تھی جس کے اندر شہد کے اسی مختلف نام۔ سانپ کے دو سو۔ شیر کے پانسو۔ تلوار کے ہزار نام تھے

یمن میں حمیر کا خاندان سلطنت کرتا تھا۔ ان کی عمارتوں میں کتابے خط سندین کندہ ہوے ہیں۔ مگر یہ خط ایسا متروک الاستعمال ہو گیا ہے کہ اب اس کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ مگر خط کوفی جس سے خط نسخ نکلا ہے دریاے فرات کے کنارے پر ایجاد ہوا تھا اور اس نو ایجاد خط کی تعلیم ایک شخص نے اہل مکہ کو کی تھی۔

اہلِ عرب کو فصاحتِ کلام کی استعداد خداداد تھی۔ وہ صرف و نحو۔ عروض قوافی۔ بدیع۔ بیان۔ معانی کے علوم سے محض ناآشنا تھے۔ فصاحتِ ان کا

جوہر ذاتی تھا کہ اشراف خاندانون کے بچے لطیف زبان طوطی ہزار داستان کی طرح اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے۔ فکر سخن مین طبیعت ان کی نہایت رسا اور صائب۔ خیالات مین وسعت۔ فہم مستحکم۔ ذہن نکتہ سنج۔ ان کے کلام مین وہ تاثیر تھی کہ جب وہ اپنی رجز خوانی پر آتے تو ہزارون سامعین کے دلون کو اپنے بس مین کر لیتے تھے۔ جدھر چاہتے تھے پھیر لیتے تھے۔ وہ اپنی فصاحت سے شجاعت کو جوش و خروش مین لاتے کہ مخالفون کے جی چھوٹ جاتے۔ جب اپنے کشتون کی لاش پر نوحہ کرتے تو سننے والون کے آنسو نکل پڑتے۔

شاعری کا شوق و عکاظ

جب کوئی شاعر ہونہار اپنی قابلیت کو دکھاتا تو اس کی خود قوم اور اقوام قریبہ ستایش مین اس کی سرگرم ہوتین کہ دور دور اُس کی شہرت ہوجاتی اُس کی دعوت کا سامان کیا جاتا تھا۔ جس مین عورتین ڈھولک بجاتین۔ اور بڑی دھوم مچاتین۔ اور اپنے آوازون کے سُرون کو ملاکر اپنے بیٹون اور خاوندون کے سامنے یہ گاتین کہ ہماری قوم کیا خوش اقبال ہو کہ اُس مین یہ ایک نوجوان بہادر پیدا ہوا ہو جو ہمارے تمام حقوق کی حمایت کریگا وہ ہمارا نقیب ہو کہ اپنے آواز سے ہماری نیک نامی کا آوازہ بلند کریگا اور ہمارے نام کو شہرت عام اور بقاے دوام بخشیگا۔ عکاظ جبل عرفات کے پیچھے مکہ کے پاس ایک مقام تھا جس مین میلا ہر سال ہوا کرتا تھا۔ صدہا کوس

سے لوگ اس میں آتے تھے۔ اور اُن اقوام کے بھی آتے تھے جو آپس میں دشمنی رکھتے تھے۔ یہ میلا گویا ایک اجتماع قومی تھا۔ جس سے ان وحشی قوموں میں موانست پیدا ہوتی تھی اور تہذیب پھیلتی تھی۔ وحشی صحرائیوں میں اس مل بیٹھنے سے انسانیت آتی تھی۔ تیس روز تک یہ میلا رہتا تھا۔ اس میں فقط ہزاروں کا لین دین اور انگوروں ہی کا مبادلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ زیادہ تر فصاحت و شاعری کا بازار گرم ہوتا تھا۔ تمام اسباب میں جو ہر سخن کے برابر کوئی چیز اس بازار میں قیمت نہیں رکھتی تھی۔ واقعی جوہر سخن اس میں جمع ہوتے تھے۔ سخن کے کھوٹے کھرے کو پرکھتے تھے۔ ایک میدان میں سب جمع ہو کر خوش اسلوبی کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ اور پھر تناسب و تناقص ہوتا تھا۔ ایک شاعر کھڑا ہوتا تھا اور اپنے شعر از بر پڑھتا تھا۔ شاعر اپنی طبع آزمائیاں کرتے تھے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں سعی کرتے تھے۔ اپنی برتری کی دلیلیں پیش کرتے تھے۔ اس پر جھگڑا کرنے کو بھی تیار ہوتے تھے۔ پس جو کوئی اس میدان میں سبقت لے جاتا اُس کی تحسین و آفرین کا آوازہ بلند ہو جاتا۔ اس کے قصائد یا عبارت نثر صاحب امارت اور شاہزادے امیرزادے تبرک کی طرح لے جاتے تھے۔ اونٹوں و بکریوں کی جھلیوں پر ابریشمی کپڑوں پر سنہری حرفوں میں کعبہ کے دیواروں پر آویزاں ہوتے تھے ان کو مذھبہ یا معلقہ کہتے تھے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ ان میں سے ابتک موجود ہیں۔

افسوس ہو کہ سوائے ان کے کوئی اور معلقہ باقی نہیں۔ ان اشعار میں۔ شجاعت۔ دل کی امنگیں۔ خونریزی۔ شرافت نسب۔ رفاقت باوفا۔ سخاوت فرحت مقام۔ دریاؤں کی روانی۔ جنگلوں کی ویرانی۔ پہاڑوں کی درشتی کی جنگلوں کی سرسبزی۔ حیوانات کی خوبی۔ اونٹ گھوڑوں کی تعریف۔ عشق۔ معشوق کی تعریف۔ ہجر کی اداسی۔ وصل کی مسرت۔ اور اس قسم کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہو کہ یہ شاعر اخلاق کے معلم اور اپنے زمانہ کے مورخ تھے۔ وہ عرب کی خوبیوں اور نیکیوں کا اعزاز دلوں میں جاگزیں کرتے تھے۔

سخاوت

سخاوت و شجاعت میں ایسا پیوند ہو کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتی۔ اس رشتہ بندی ہی پر ان کے اشعار کا مدار تھا۔ سب سے زیادہ یہی مضمون دل پسند تھا۔ سخاوت۔ مہمان نوازی۔ بہادری۔ شجاعت سے ان کا تمام کلام مرصع ہو گو بلیغ و معانی و بیان سے خالی ہو۔ جب کسی متبذل قوم کی ہجو کرکے خاکہ اڑاتے تھے تو اس کو سخت طعن سے یہ بھی کہتے تھے کہ مردوں کا دینا اور عورتوں کو انکار کرنا نہیں آتا۔ وہی حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام کا خوان نوال اہل عرب کے خیموں میں نظر آتا تھا۔ وہ تشنہ خود بدو جو بیابان میں کسی شخص کی جان کا خواہاں ہوتا اگر وہ بغیر حجت اس کی بات پر اعتماد کرکے اس کے خیمے میں آجاتا تھا تو وہ پھر اس سے معانقہ کرتا تھا۔ محبت کے ساتھ اس کی تعظیم و تکریم

کرتا تھا۔ مہمان بنتا تھا۔ وہ اپنے دولت و افلاس میں شریک حال کرتا تھا وہ بقدر اس کی حاجت کے اپنے گھر میں رکھتا تھا۔ پھر اس کا شکریہ ادا کرتا تھا دعائیں دیکر رخصت کرتا تھا۔ کبھی اس کے ساتھ کوئی عطیہ بھی کر دیتا تھا سخاوت ان میں ایسی تھی کہ محتاج بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ دوست دل کشا وہ رکھتے تھے۔

شجاعت کا حال یہ تھا کہ اس کے ساتھ کوئی شرط و حزم و احتیاط و تجربہ کی نہیں لگاتے تھے کہ جس سے اس کا احاطہ تنگ ہو جاوے۔ ان کے بہادرانہ کام مدح و ستایش عام کے قابل جب شمار ہوتے تھے کہ اس تنگ احاطہ سے باہر ہوتے تھے۔ اہل عرب کی ساری خوبیوں کا حال اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ حاتم طائی کے خصائل میں دیکھ لے۔ اس سخی کا نام ایسا ہے کہ اسکو جاہل سے لیکر عالم تک ہندوستان کے سب جانتے ہیں۔ وہ قبیلہ بنی طے کا سردار تھا۔ وہ اہل عرب کی تمام نیکیوں کا آئینہ تھا۔ جوانمرد بہادر۔ فیاض دریادل۔ شاعر فصیح بیان۔ جنگ و پیکار میں کامگار و کامران۔ مہمان نواز ایسا کہ چالیس اونٹ جسکے ہان دعوت میں قربان ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے جانی دشمن کی منت سماجت کرنے پر تمام مال و متاع و قیدی و غلام اس کے واپس کر دیئے۔ ۸ھ میں اسنے وفات پائی عرب کی آزادی کا اقتضاء قوانین عدالت کی پابندی سے ان کو نفرت دلاتا تھا۔ ان میں جو بیکی عادت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ رحم۔ تھا اس سے وہ

ست غیر ہوتے تھے۔ اسی کو وہ اپنا فخر اور جوہر ذاتی سمجھے تھے۔ قوانین و آئین کی پابندی سے جو خوبیاں پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے نزدیک ذلیل و حقیر تھیں۔

خلاصہ اوپر کے بیان کا

بدؤن کے دل سخی اور قلب جری۔ ان کی لغت فصیح۔ زبان بلیغ۔ نسب صحیح۔ حسب شریف۔ ان کی زبان سے کلام ایسا رواں نکلتا تھا جیسے تیر کمان سے۔ وہ دلوں پر اثر کرتا تھا۔ نسیم بہار اور آب شیریں سے زیادہ لطف دیتا تھا۔ وہ بھوکوں کو مصیبت میں کھانا کھلاتے تھے۔ میدان جنگ میں زبردستوں سے لڑنے مرنے کو تیار ہوتے تھے۔ یہ ان کو کب گوارا تھا کہ کوئی غیر ان کا دل دکھائے۔ اور اپنا تابع بنائے۔ اور ان کی عزت کا خواہاں ہو۔ وہ اپنے ہمسائے کے ایسے حامی ہوتے تھے کہ اس کو تکلیف نہیں پہونچنے دیتے تھے گھر کی عورتوں پر کسیکی نظر بد نہیں پڑنے دیتے تھے۔ امیروں شریفوں کو ذلیل نہیں ہونے دیتے تھے۔

عرب کی قدیمی بت پرستی

اہل عرب جو اجرام فلکی یعنی چاند۔ سورج۔ ستاروں کی پرستش کرتے تھے وہ صابئین کہلاتے تھے۔ عبرانی زبان میں صابئ کے معنی ستارے کے ہیں۔ یہ اجرام فلکی کی پرستش انسان کے توہمی مذہب کا اختراع اول ہے۔ یہ مذہب اور مذاہب باطلہ میں زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ ان اجرام فلکی کا نور جو کبھی زمین اور آسمان پر چمکتا ہے وہ ذات الٰہی کے نور کی تصویر آنکھوں کے سامنے

رکھ دیتا ہے۔ ان کی تعداد اور ابعاد حکیم و جاہل دونوں کی نظر میں ایک وسعت غیر متناہی کا تصور باندھ دیتی ہیں۔ ان نورانی مجسم کروں میں کبھی زوال و تنزل کے آثار نمایاں نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کا ازلی و ابدی ہونا ان کی ذات ہی سے خود عیاں ہوتا ہے۔ اُن کی حرکتیں ایسے انضباط و قواعد کے ساتھ ہوتی ہیں کہ اُن میں حرکت آزادی اور عقل انسانی و حیوانی کے موجود ہونے کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ "تاثیر کواکب خواہ وہ خیالی ہوں یا اصلی ہوں اعتقاد باطن کی تقویت اس امر میں کرتی ہیں کہ وہ زمین کے باشندوں کی خبر گیری اور ان کے کاموں کا انتظام و انصرام کرتی ہیں۔ علم ہیئت کی بنا بابل میں پڑی۔ مگر اہل عرب کی استادی اس علم میں ان کے صفائی مطلع آسمانی اور بیابانوں کی کف دستی نے کی۔ ان کے راتوں کے سفروں میں یہ ستارے ہی رہنمائی کرتے تھے۔ بدوؤں کو ان کے نام اور ترتیب اور منازل ان کے معلوم تھے۔ اور ان کا تفحص و تجسس ان کی عادت میں داخل تھا۔ انھوں نے اپنے تجربہ و مشاہدہ سے دورِ قمر کو اٹھائیس منازل میں تقسیم کیا تھا۔ اور ان ستاروں کے طلوع کو نہایت سعد سمجھے تھے کہ جس میں بارش ہوتی تھی اور ان کی خشک لب زمین کی پیاس بجھتی تھی۔ یہ تاثیرات اجرام فلکی تو جسمانی تھیں وہ صرف مادیات میں محسوس ہوتی تھیں اسمیں ایک روحانی مسائل کی بھی ضرورت تھی سو وہ تابع ارواح اور حشرات اجسام کے قائل تھے۔ مردہ کی قبر پر ایک اونٹ

مرنے کے لئے باند" رہتے تھے کہ وہ دوسرے جنم مین اس کی خدمت کرے۔ مردون کی روحون کی حاضرات لی جاتی تھی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بقاے روح کے مرنے کے بعد قائل تھے۔ اور یہ سمجھے تھے کہ اس کو علم ہوتا ہی اور وہ قدرت رکھتی ہی۔

بالتفصیل یہ بتلانا نہایت مشکل کام ہی کہ ان کے دیوتا کون کونسے تھے اور کن کن مقامون سے مختص تھے۔ کون کونسے کو اکب کی وہ پرستش کرتے تھے۔ عناصر کی عبادت کیونکر کرتے تھے۔ ان کی تذکیر و تانیث کو کیونکر مانتے تھے یعنی کیونکر دیوتا اور دیبی مقرر کرتے تھے۔ ان کے کیا خطاب و القاب تھے۔ کیا کیا ان کے صفات بیان کئے جاتے تھے۔

اِن مین سے چند مشہور باتین لکھتے ہین کہ اہل عرب مین ہر فرقہ و قبیلہ اور خود مختار جنگ باز اپنے رسوم عبادت اور من مانے معبود کو جب چاہتا بدل ڈالتا تھا۔ مگر ہان کل قوم کا اس مین اتفاق تھا کہ مکہ کو تیرتھ کی جگہ مانین اس کو کبھی نہین بدلا۔ اس کے بتون کے آگے ہمیشہ سر جھکایا۔ اور وہان کی زبان کی عظمت کا اعتقاد رکھا۔ ہر فرقہ کا بت اپنے اپنے مقام پر قائم تھا۔ ہبل سب سے بڑا بت تھا وہ کعبہ مین اور اساف نائلہ صفا و مروہ مین۔ لات قبیلۂ ثقیف کا طائف مین۔ قریش کا بت عزّے تھا۔ اوس اور خزرج کا منات۔ فرشتون اور جنات کے بھی معتقد تھے۔

صنم خانہ کعبہ

کعبہ کی قدامت مین کسیکو کلام نہین - اسکا ذکر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام کے زمانہ سے پیشتر کی تاریخون مین موجود ہی - ایک بڑا قدیمی یونانی مورخ بحر احمر کے ساحل کے ذکر مین لکھتا ہی کہ ثمود وسبائین کے درمیان ایک مشہور معبد ہی جس کو سب اہل عرب مقدس سمجھتے ہین - اول ہی اول حمیر کے ایک دیندار بادشاہ نے جو سات برس پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یمن کا پردہ کعبہ پر چڑہایا تھا - جس کی نقل اب تک سلطان روم کرتا ہی - کہ خانہ کعبہ کے پردہ کو ہر سال بدلتا رہتا ہی - وحشیون کی پرستش کے واسطے تو ایک خیمہ یا غار کو وہ کافی تھا - مگر کعبہ ان کے واسطے پتھر اور چکنی مٹی کی عمارت بن گئی تھی - اس عمارت کی اصلی سادگی اب تک موجود ہی - اس مین مشرقی بادشاہون نے اپنے اقتدار اور ہنرمندی کو زیادہ نہین خرچ کیا - کعبہ کے چارون کونون پر ایک ایوان تھا - اس مین خانہ کعبہ مربع ۴۴ ہاتھ لمبا - اور ۲۳ ہاتھ چوڑا اور ۴۰ ہاتھ بلند تھا - ایک دروازہ اور ایک کھڑکی روشنی کے واسطے تھی - دوہری چھت تین ستونون پر قایم تھی - اس مین ایک پرنالہ مینھہ کے پانی کے نکالنے کے لئے تھا - چاہ زمزم پر ایک برج بنا ہوا تھا کہ اس مین کوئی ناپاک چیز اوپر سے نہ آن پڑے - قریش کا قبیلہ قدیم سے مکہ مین رہتا تھا - اور معزز شمار ہوتا تھا - اس کے لوگ مکہ کی آبادی اور سب کے بہبودی مین کوشش کرتے تھے - تجارت کا انتظام کرتے تھے -

بنی ہاشم کا خاندان بڑا نامی اور بزرگ تھا وہ کعبہ کا متولی تھا۔ ہر سال کے آخر مہینہ میں وہاں لوگ حج (حج کے معنی قصد کے ہیں اور سال کے بھی ہیں اسواسطے خواہ اس خیال سے کہ وہاں آنے سے قصد عبادت کا ہوتا تھا یا سال بسال وہاں مجمع ہوتا تھا اس سفر کا نام حج ہوگیا تھا) کو آتے تھے۔ مناسک و رسوم حج جو اس زمانۂ جاہلیت میں تھے وہ اسلام کے زمانہ تک بھی قائم رہے۔ ہر ایک قبیلہ نے اپنا اپنا بت جدا خانۂ کعبہ میں رکھا تھا اس لئے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن میں بعض آدمیوں کے بعض ہوا کے بعض شیر کے اور بعض ہرن وغیرہ کی شکل کے تھے ان سب میں ہبل ممتاز تھا جو عقیق سرخ کا مرد بنا ہوا تھا وہ اہل شام کی صنعت کی یادگار تھی۔ وہ عرب کے زمانہ میں اہل عرب ایک کھڑا پتھر عبادت کے واسطے رکھ لیتے تھے۔ یا کسی جگہ میں پتھروں اور قربان گاہ کو بنا لیتے تھے۔

قربانیاں اور رسوم عبادات

دنیا میں جاپان سے لیکر پیرو تک قربانیوں کا عام رواج ہے۔ قربانی کرنیوالے اپنے دیوتاؤں کی پرستش اور بندگی اس میں سمجھتے ہیں کہ جو چیز ہم کو سب سے زیادہ عزیز ہو اس کو ذبح کرکے قربان کر ڈالیں۔ سب سے زیادہ عزیز انسان کو اپنی جان ہے وہ بھی ان پر قربان کرنی بڑی عبادت سمجھی جاتی ہے۔ بعض بت خانے ایسے ہیں کہ ان پر انسانوں کی قربانیاں ہوتی ہیں۔ یہ رسم عرب میں بھی بہت مدت تک جاری رہی کہ ایک لڑکے کی قربانی کعبہ میں بتوں پر چڑھاتے تھے۔ اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ کر تنجانہ

مین لیجاتا۔ عجب مذہبی جوش اور دیوانگی کی مثال ہی۔ یہ کام وہی کرتے تھے جو بڑے بہادر اور جری و مقدس و متبرک ہوتے تھے۔ چنانچہ ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا نے بھی یہ نیت مانی تھی کہ مین اپنے بیٹے کو قربان کرونگا۔ مگر جب حضرت کے والد پیدا ہوے تو انھون نے اس قربانی کے عوض کفار دین اونٹ دئے زمانۂ جاہلیت مین اہل عرب کو بھی مثل یہود و سور کے گوشت کھانے سے پرہیز تھا۔ اولاد کا ختنہ وہ بھی کراتے تھے۔

صابئین ملک عرب مین

عرب آزاد ملک تھا۔ ہمایہ کے سلطنتون مین فتوحات اور ظلم کے سبب سے بل چل پڑی۔ ستم رسیدہ اور جفا دیدہ لوگ یہان چلے آے جہان جانتے تھے کہ جو ہم چاہین گے اپنے خیالات رکھین گے اور جو اپنا پیشہ ہی وہ کرین گے صابئین۔ یہودیون۔ عیسائیون۔ مجوسیون کا مذہب بالکل خلیج فارس سے بحر احمر تک خارج ہو چکا تھا۔ بہت قدیم زمانہ مین صابئین کا مذہب خالدیہ والون کے نجومیون کے علم سے اور اعصر یہ والون کے تلوار سے ایشیا مین پھیلا تھا۔ دو ہزار برس کے عرصہ مین اپنے مشاہدات اور تجربون سے بابل کے نجومیون اور پیر مرشدون نے انتظام و تدبیرات الٰہی اور فطرت کے قوانین ابدیہ دریافت کئے وہ سات دیوتاؤن فرشتون کی عبادت کرتے تھے۔ ان دیوتاؤن کو مانتے تھے کہ وہ سبعہ سیارون کو اپنے مدار مین چلاتے ہین اور وہ اپنا اثر زمین پر ایسا کرتے ہین کہ جس کا مقابلہ کسی سے نہین ہو سکتا۔ سبعہ سیارہ کی صفات

کو اور بارہ بُرجون اور چوبیس اشکال شمالی وجنوبی کو تصاویر سے تغیر کرکے
اون کا نام طلسمات اور بیاکل رکھا۔ صابئین دن مین تین دفعہ نماز پڑہتے
تھے۔ حیرہ مین ایک ہیکل قمر تھی وہان حج کو جاتے تھے۔ ان کا مذہب ایسا
کچھ ارتھا کہ کچھ آپ سیکھتا تھا اور کچھ اورون کو سکھاتا تھا۔ آفرینش عالم۔
طوفان نوحؑ کے ماننے مین وہ اپنے قبلی یہودیون کا سا مذہب رکھتے تھے۔
حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ اور حضرت یونسؑ علی نبینا وعلیہم السلام کے صحیفے کو
مانتے تھے۔ جنکو وہ مخفی رکھتے تھے۔ بصرہ کے عیسائیون کے عقاید کی بھی جانچ
اپنے دہر یہ پن مین ملائی تھی۔ بابل کی قربانگاہین مجوسیون نے تہ وبالا کر دی
تھین۔ صابئین کو جو نقصان ان کے ہاتھ سے پہونچے تھے اس کا عوض
سکندر اعظم نے خوب لیا تھا۔ ایران پانچ سو برس تک غیر قومون کی حکومت کے
جوئی کو اُٹھاتا رہا اور واویلا کرتا رہا۔ خالص زردشت کے مذہب والے
بت پرستی کی دبا سے بچ کر آزادانہ زیست بسر کرنے کے لئے عرب مین چلے
گئے تھے۔

یہودی ملک عرب مین

آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات سے سات سو برس پہلے یہودیون نے عرب مین سکونت
اختیار کی تھی۔ طیطوس اور ہیدرین کے لڑائیون کے سبب سے ارض مقدس
سے بہت سے یہودی ملک عرب مین جا بسے تھے۔ یہ جلاے وطن جانکش
آزادی اور قدرت کو چاہتے تھے۔ انھون نے اپنے معابد وشہر وقلعے جنگلون

مین بنالئے تھے۔ اور غیر قومین جو یہودی ہوگئی تھین وہ بنی اسرائیل کے ساتھ خلط ملط ہوگئین۔ ان مین ظاہری نشانی ختنہ کی ایک ہی تھی۔

عیسائی ملک عرب مین

عیسائی مشنری اپنے کام مین مستعد اور نہایت کامیاب تھی۔ کنیتھولک مذہب کی حکمرانی تھی۔ جس عیسائی گروہون کو اُنھون نے دبایا تھا وہ رومیون کی سلطنت کی حد سے پرے نکل گئی تھے۔ ان کی انجیل اور عقائد رومن کنیتھولک کے سے نہ تھے۔ انھون نے مین مین اپنے کلب قائم کئے اور آزاد ہوگئی۔ غرض یون عرب جو اپنے مذہب مین آزاد تھا اس کے ساتھ یہ یہودی۔ عیسائی مجوسی۔ اور صابئین مخلوط ہوگئی۔ یہ جو اجنبی قومین یہان آکر آباد ہوئین ان سب کے فاضلون کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا کہ اللہ تعالےٰ ایک ہی۔ زمین اور آسمان سب اس کے محکوم ہین۔ اس نے انسانون مین اپنے الہام بذریعہ فرشتون اور پیغمبرون کے بھیجا ہی۔ اور اس نے اپنے فضل و کرم اور عدل سے معجزات سے خرق عادات فطرت کیا ہی۔ عرب کے مہذب و خاص لوگ خدا کو ایک مانتے تھے۔ مگر اس کی عبادت مین بڑی غفلت کرتے تھے۔ بتون کی عبادت کی عادت ان کو تھی گو اسکا اعتقاد نہ بھی ہو۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عہد عتیق و عہد جدید عربی زبان مین ترجمہ ہوگئی تھے۔ انجیل طفولیت جو آج کل عیسائیون کے مذہب سے خارج سمجھی جاتی ہی اسکا رواج تھا۔ یہودیون کو اہل عرب اپنی قوم کا اب (باپ) سمجھتے تھے۔

وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت اور ان کے وعدوں کی تعریف کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کے مذہب کا ادب و تعظیم کرتے تھے۔ اپنے تئیں اور یہود یون کو ایک باپ کی اولاد جانتے تھے۔ راہب اور کاہنوں سے اعتقاد رکھتے تھے۔ غرض جب یہ حالت ملک عرب کی تھی تو

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت　　بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت　　چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　دعائے خلیلؑ و نویدِ مسیحاؑ
(محمد ذکاء اللہ)

ممتاز انگلو انڈین

نمبر ۲

ہنری وڈرو

پولیٹیکل اصلاح بیرونی۔ اور اخلاق رفارم ایک حقیقی اور اندرونی چیز ہے۔ پھر پولیٹیکل پائداری اور قوت کے لئے پارٹی اسپرٹ ایک ضروری صفت ہے۔"

۳۱ جولائی ۱۸۲۲ء میں مسٹر ہنری وڈرو بمقام نارویچ پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی سالہائے تعلیم یہیں کے ایک پرائیویٹ اسکول میں گزرے جہاں سے وہ "رگبی" کی مشہور و معزز تعلیم گاہ میں بھیجے گئے تھے "رگبی" میں انکے ہم مدرسہ مندرجہ ذیل لوگ تھے۔ جو پبلک لائف میں کامیاب ہوئے اور جن سے مسٹر ہنری وڈرو دوستانہ تعلق رکھتے تھے جو مدت العمر قائم رہا:۔

ارل اف ڈربی　　(بابت ۱۸۶۶ء)
لارڈ اسٹیلی
ڈاکٹر والپی فریرنج　　(بشپ آف لاہور)
مسٹر ہیوڈ ورولزنڈ
مسٹر ٹامس ہف
مسٹر سٹین کر

"فلاسفی اف ایجوکیشن" (مصنفہ ڈاکٹر سمن) کا صفحہ ۱۳۵ ملاحظہ ہو۔

مسٹر ڈبلیو جے ایو سن ایم پی

"رگبی" سے وہ سیس کالج کیمبرج گئے۔ جہاں کہ اونھوں نے اسکالرشپ حاصل کیا۔ اور ۱۸۴۶ء مین بحیثیت چہارم رینگلر گریجویٹ ہوے۔ ساتھ ہی یہ عزت بھی حاصل ہوئی کہ اپنے کالج کے فیلو مقرر کیے گئے۔ بعد اختتام سلسلۂ تعلیم یونیورسٹی مین چند روز قیام کیا۔ اور اس عرصہ مین طلبا کو ریاضی مین سبق دیتے رہے۔

۱۸۴۹ء کی جنوری مین وہ لارنس کلکتہ کالج کے پرنسپل مقرر ہوکر ہندوستان مین داخل ہوے۔ لارنس مین چھ سال تک کام کیا۔ اور بعد کو گورنمنٹ ہند کی ملازمت مین داخل ہوکر وہ "کونسل آف ایجوکیشن" کے سیکرٹری مقرر ہوے۔

اوس زمانہ مین سرکاری سررشتۂ تعلیم کا انتظام بذریعہ ایک کونسل آف ایجوکیشن کے ہوا کرتا تھا۔ اس کونسل کے خدمات تمام ملازمان سول بعد اختتام فرائض منصبی بجا لاتے تھے۔ اس لیے سیکرٹری "کونسل آف ایجوکیشن" ایک ایسا عہدہ تھا جس کی ذمہ داریان بڑی تھین گورنمنٹ بنگال سے صرف ۴۵ انگریزی اور ۱۰۱ ورنکلر اسکولون کا تعلق تھا جس مین سے آخر الذکر لارڈ ہارڈنگ نے (جبکہ وہ گورنر جنرل تھے) اپنے نام سے قایم کیے۔ اور "ہارڈنگ اسکول" سے نامزد ہوے تھے۔

اِن ورنکلر اسکولون کی سربراہی کا ذمہ دار ہر ضلع کا مجسٹریٹ ہوا کرتا تھا۔ جن بیچارے کو اپنی خدمات منصبی ہی سے فرصت نہ تھی

مجسٹریٹون کی رائے تھی کہ تعلیم سے لوگون کے خیالات مین ہیجان پیدا ہوگا وہ اپنے آبائی پیشون کو ترک کر ڈالین گے جس سے ایک مصیبت پیدا ہوگی - مگر باینہمہ رائے وخیال سکرٹری کونسل ان مجسٹریٹون کی محنت نقصیر کر دیا کرتا تھا -

"کونسل آف ایجوکیشن" کی رپورٹ بابت ۱۸۵۴ء مین مندرجہ ذیل فقرہ تھی جسپر سکرٹری آف اسٹیٹ سر چارلس وڈ بہت پریشان ہوے اور سرکاری سررشتہ تعلیم کا ایک صیغہ جداگانہ قائم کیا درج تھا :-

" ورنگلر اسکولون کی تعداد بتدریج کم ہوتی جاتی ہے اور عنقریب بالکل گھٹ جائیگی - چنانچہ ۱۰۱ مین سے صرف ۲۶ ہارنگ اسکول باقی رہگئے ہین "

چنانچہ بنگال ایجوکیشنل سروس" ایک صیغہ مقرر ہوا - اور ہندوستان مین یہ پہلا ہی سررشتہ تھا کہ عہدہ ہاے " ڈائیرکٹر آف پبلک انسٹرکشن" اور " انسپکٹر آف اسکول" جاری ہوے - ایک سررشتہ دار بنگال سول سروس ڈائرکٹر اور مسٹر وڈرو انسپکٹر معین کئے گئے -

مسٹر وڈرو کے تحت مین ۱۶ مدرسون کا معائنہ تھا - یہ امر قابل خیر ہے کہ اسکولون کی یہ تعداد ۱۸۶۱ء مین ۸ سو کے قریب - اور مسٹر ہنری وڈرو ڈائیرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مقرر ہونے سے قبل ہزار سے زائد تک ترقی کر گئی تھی -

مشر وڈرو نے علاوہ سرکاری خدمتون کے ہندوستانیون کو خوش رکھنے اور ان مین تعلیمی شوق پیدا کرنے مین نمایان کوششین کین - وہ ہمیشہ کیمیا - برقی قوت - اور طبعیات پر عملی لکچر دیا کرتے تھے اونکی اس کوشش سے ہندوستانیون مین سائنس کی طرف میلان پیدا ہوگیا - اور آنریبل ڈاکٹر مہندرلال سرکار سی - آئی - ای (کلکتہ) کی "انڈین ایسوسی ایشن فار وی کلٹیویشن آف سائنس" اونھین پاک کوششوں کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے بہرحال ہندوستانی ایسے ناشکرے نہ تھے کہ ہمیشہ پاس ناموں کے ذریعہ سے اپنے جوش احسانمندی کو ظاہر نہ کرتے - جن لوگون نے ہز رایل ہائی نس پرنس آف ویلز کی تشریف آوری کلکتہ کی روشنی معائنہ کی تھی بیان کرتے ہین کہ برقی روشنی کے ایک ستارہ مین مسٹر ہنری وڈرو کے نام کو خاص رونق دیگئی تھی

اونھین کی تجویز سے ۱۸۸۴ء مین سرکلر اسکولون کی رسم جاری ہوئی - جسکا یہ طریقہ تھا کہ ہفتہ وار سبق دینے کی غرض سے ایک ہوشیار ماسٹر دیہاتی مدارس مین دورہ کرتا تھا - گو بعد کو یہ رسم موقوف ہوگئی لیکن اُس سے ابتدائی سلسلۂ تعلیم مین کامیابی ضرور ہوئی تھی -

سب سے بڑی کوشش جو اہم تھی وہ اونھون نے تمام کی یعنی لوگون کے خیالات کو سرکاری تعلیم کی جانب رجوع کیا ٭ اونھون نے ہمایش کو بھی سررشتۂ تعلیم مین شامل کیا اور بذات خاص اوسکی کامیابی کی بہت کچھ

٭ افسوس ہے کہ شریف مسلمان اس کامیابی سے مستثنیٰ رہے -

کوشش کی تھی۔

علاوہ معاملاتِ تعلیم کے دیگر مسائل میں بھی اون کے مشورے قابلِ قدر شمار ہوتے تھے۔

لارڈ اسٹینلی نے جبکہ وہ سکرٹری آف اسٹیٹ تھے مشہور مراسلہ تعلیم بابت ۱۸۵۴ء میں اکثر ضروری امور میں اپنے سابق ہم مدرسہ دوست سے اتفاق کیا تھا۔

۱۸۵۴ء میں بنگال ایجوکیشنل سسٹم اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ سر جارج کیمبل لفٹننٹ گورنر نے صیغۂ بنگال ایجوکیشنل سروس موقوف کر دیا۔

۳۰ ستمبر کو ایک گورنمنٹ رزولیوشن شائع ہوا جس کی رو سے سرکاری تعلیم کا انتظام ایک انسپکٹر اسکول اور ہر ایک ضلع کے پبلک سپرد کیا گیا

۱۸۵۳ء میں مسٹر وڈرو بصلاح ڈاکٹر ڈیرلہ سال کی رخصت لیکر ولایت تشریف لے گئے۔ جہاں کہ صحت و تندرستی پر جو خاص اس رخصت کا مقصد تھا اونھوں نے بہت کم توجہ کی۔ وہ ہندوستان کی تعلیمی حالت میں زیادہ تر وقت کی موتین ہوچکے تھے اینا سوس اور ٹیورج کے کالجوں کا معائنہ کیا۔ اور اسی عرض سے پیرس اور بون کے اسکولوں میں تمام رخصت گزار دی۔ زمانۂ قیام انگلستان میں وہ سول سروس کے امتحان مقابلہ کے ممتحن بھی مقرر ہوئے تھے۔

بنگال کی جسمانی حالت پر نظر کر کے اون کی یہ رائے ہوئی تھی کہ ورزش جسمانی کا امتحان بھی ہوا کرے۔ چنانچہ اسی مضمون پر ایک مختصر

رسالہ کلوکر اونھون نے "کونسل آف ایجوکیشن" کے ولیس پریسیڈنٹ والیکوٹ سینٹن۔ اور پھر بعد کو رائٹ آنریبل لارڈ ویوین اور رائٹ آنریبل لارڈ فارمو کی خدمت مین پیش کیا۔ تمام صاحبون نے اون خیالات سے اتفاق کیا جو مسئلہ مذکور پر ظاہر ہوے تھے۔ محمود مسٹر وڈرو نے بھی زمانہ غدر مین والنیٹر کے خدمات سرانجام دی تھین اور ایک تمغہ بھی ملا تھا لیکن انھون کا اس وجہ سے کہ اہم امور زندگی مین مصروف ہوگئے کاغذ پر سے نام کٹ گیا۔ مگر اون کو اس پر فخر تھا۔

۱۸۶۹ء مین وہ کمشال کے اسے ماسٹر بھی مقرر ہوے تھے اور اسی زمانہ مین اقلیدس کی خواندگی بھی تیار کی تھی۔ جب وہ ولایت سے واپس آگئے تو فزیکل سائنس کی وسعت و ترقی کے متعلق یونیورسٹی سے خط و کتابت شروع کی اور یہ صلاح بھی دی کہ اقلیدس کی تعلیم سررشتہ مین داخل ہونی چاہیے چنانچہ وہ ایک یونیورسٹی کمیٹی کے صدر انجمن مقرر ہوے جس مین اون کی تجویز خواہشون اور رایون کے مطابق فیصلہ ہوگیا۔

۱۸۶۰ء مین اونھون نے باجازت وائسرائے سررشتہ تعلیم بنگالہ لارڈ میکالی کے منٹ یادداشتین اور مراسلے تلاش کرکے دوبارہ طبع کئے جسپر فیاض طبع ویسرائے لارڈ کیننگ نے تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ جس طرحسے کہ میکالے کی تعلیمی رائین اونکو دستیاب ہوئین مسٹر ہنری وڈرو

ٹ مگر افسوس ہے کہ عمل اثر نہ دیا گیا ورنہ جسمانی حالت مین ضرور فرق آتا۔

خود بیان کرتے ہیں:

"یہ ایک قدرتی بات ہے کہ نامور مصنفین کی گم شدہ تصنیف جب کہیں مل جاتی ہے تو لوگ دریافت کرتے ہیں کہ وہ کہاں اور کس طرح ملی۔ صیغہ سررشتۂ تعلیم بنگالہ کے آفیس واقع کلکتہ میں سیکرٹن مراسلے یادداشتیں رپورٹ اور منٹ وغیرہ جو گزشتہ پچاس برس میں تحریر ہوئے تھے مجلد رکھے ہوئے ہیں۔ یادداشت مجلس پبلک انسٹرکشن (جس نے مابین ۱۸۴۳ء تا ۱۸۴۲ء انشت کی تھی) کسی دوسری جگہ رکھی گئی جو نہیں ملتی تھی۔ اپریل ۱۸۵۴ء میں جب میں کونسل آف ایجوکیشن کا سکرٹری مقرر ہوا تھا اوس وقت مجھ کو ان تمام کاغذات سے سابقہ پڑا۔ جنوری ۱۸۵۵ء میں سر چارلس وڈ کے تعلیمی مراسلہ نے کونسل آف ایجوکیشن کو موقوف کر دیا تھا اور سر آرڈو ممبر بنگال سول سروس سکرٹن نیگ ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن مقرر ہوئے تھے۔ اونھیں کی مہربانی آمیز اجازت کا نہایت ممنون ہوں کہ ان قابل قدر سنٹ کی تلاش کا موقع ملا۔ اور نہایت کہنہ کاغذات دفتر میں سے میری چیستجو کامیاب ہوئی۔"

ہنری وڈرو مین مندرجۂ ذیل خاص خصائل تھے جن سے وہ اپنی آفیشیل و پبلک لائف مین کامیاب ہوا۔

۱ — صداقت　　۲ — ہمدردی

۳ — محنت　　۴ — اور جوابدہی کا خیال

آفیشیل و پبلک لائف مین کامیابی سے ہماری کیا مراد ہی؟ جب ہم یہ بیان کرتے ہین کہ ہنری وڈرو پرنسپل کے درجہ سے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ہوگیا تو ہماری مراد یہ ہوتی ہی کہ اُسکے کامون کی سرکاری حیثیت [illegible] ہوئی اور وہ اوس مین کامیاب ہوا۔ اور جس وقت ہم یہ کہتے ہین کہ سیگان مین تعلیمی اور گنیزیشن قائم ہوا۔ یونیورسٹی کی بنیاد پڑی۔ لوگ سرکاری تعلیم کی قدر کرنے لگے۔ سائنس کی جانب التفات و رجحان پیدا ہوا۔ اخبارون نے روز افزون ترقی شروع کی۔ پولٹیکل۔ مذہبی۔ اور سوشیل اسپکٹر پیدا ہوے۔ ۱۶ سے لیکر ۵ ہزار تک صرف ایک ہی حلقہ مین اسکولونکی تعداد ہوگئی۔ اوس وقت مقصد یہ ہوتا ہی کہ وہ اپنی پبلک کوششون مین نمایان کامیابی کی وجہ سے قابل مبارکباد ثابت ہوا۔

تمام سوانح عمری پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہی کہ وہ سابق الذکر پانچ صفت سے کسی زمانہ مین خالی نہین رہا۔ اوسکی ہمدردی و محنت سے وہ خوشگوار نتایج پیدا ہوے جو بہت جلد محسوس ہوسکتے ہین۔

عمیق نظر معلوم کراتی ہی کہ یورپین اقوام کی اس مبارکباد کی صحیح ترقی کا باعث

آخر الذکر خصلت ہی ہوئی ہے۔ اور اسی کی کمیابی سے سلطنتیں اور اقوام خوار ہو رہی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہنری وڈرو خود ہی قابل شخص تھا اور دنیا کی "واہ واہ اور سبحان اللہ" پر اوس کی نگاہ کم جاتی تھی۔ لیکن اگر وہ ایک لٹریری اور لائق شخص نہ بھی ہوتا اور صرف اوسمیں صفائی سے متصف رہتا جن کو ہم بیان کر آئے ہیں تو کیا وہ کامیاب نہیں ہوسکتا تھا؟ اور کیا ہم ایک دوسرے ہنری وڈرو کی خواہش نہیں کرسکتے تھے؟ —

سب سے بڑا اہم کام جو اوس نے اپنی زندگی ہی میں تمام کر دیا۔ اور سب سے زیادہ ضروری احسان جو اس نے ایک غیر قوم اور غیر ملک کے ساتھ ملحوظ رکھا سلسلہ تعلیم کا مکمل کرنا تھا۔

"کلکتہ ریویو" کے جولائی نمبر بابت ۱۸۷۶ء میں ایک عالم لکھنے والے نے ہنری وڈرو کو "تعلیم بنگالہ کا لنسٹوٹر" ٹھیک خطاب دیا اور اوس کی خبر انتقال شائع کرنے میں تمام ہندوستانی اور انگریزی پریس نے مساوی جوش احسانمندی ظاہر کیا۔ ایک نصف قامت صورت پیس کالج کیمبرج میں رکھی ہوئی ہے۔ اور ایک خوبصورت اسٹیچو کلکتہ یونیورسٹی کے ہال میں۔ خردمند و ہوشیار ناظر کو صداقت۔ ہمدردی۔ محنت

اور یہی وجہ ہے کہ اوس کے نام پر سرکاری خطابوں کا بار احسان نہیں ہے۔

اور جوابدہی کا خیال ملحوظ رکھکر کام کرنے والے انسان کی زندہ تصویر کی جانب رجوع کر رہا ہے۔

محمد صفدر حسین

بقیہ سفر نامہ نیلگری

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

۵ر شوال ۱۳۰۶ھ چارشنبہ

آج صبحکو ۷ بجے بیدار ہوا خفیف ترفع ہے اور سردی بھی ہے۔ بنڈیوں پر اسباب لادا جاتا ہے۔ حیدرآباد جانے والا اسباب علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ سامان میر صفدر علی و بندہ علی و رستم علی و چابکسوار وغیرہ کے ہمراہ بلدہ جائیگا۔ الغرض ۱۲ بجے ۷ ٹانگے آئے اور ہم لوگ بقصد روانگی بنگلور ۱ بجے سوار ہوئے اور ۲ بجے کونور داخل ہوئے۔ پاؤ گھنٹہ یہاں قیام رہا بعد چائے نوشی کے ۲ بجے وہاں سے چلے ۵ بجے مٹی پالم کو پہونچے۔ مٹی پالم سے اوٹی کمانڈ کو جاتے وقت بوجہ چڑھاؤ ٹپہ کے یابو نو مقام پر تبدیل ہوئے برعکس اس کے آتے وقت ڈھال ہونے کے سبب سے صرف دو مقام ٹانگہ کے یابو تبدیل ہوئے۔ مراجعت کے وقت ہم اس خوف سے آہستہ آہستہ آئے کہ قبل کمک ہفتہ کے گورنر صاحب کا ٹانگہ گر پڑا تھا اور ایک چپراسی جو کوچبان کے بازو بیٹھا تھا ۴۰ فٹ نیچے خارمین جاگرا مگر چوٹ کم آئی۔ تعجب کی بات ہے کہ اتنے اوپر سے گرا اور پھر جیتا رہا۔ سچ ہے کہ خداوند کریم بڑا حافظ حقیقی ہے۔ نصف راہ سے گرمی شروع ہوئی اور نیلگری کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو دل کو فرحت دیتی تھی

گرم سموم کے ساتھ بدلتی گئی۔ گویا ہم کرۂ زمہریر سے نکلکر کرۂ نار مین داخل ہو گئے یعنی مٹی پالم کو پہونچے۔ ہم یہان آتے ہی سیدہا اسٹیشن کو گئے کیونکہ ہوٹیل سارا مہاراجہ صاحب نے لکڑنے ایجنچ کر لیا تھا۔ ریلوی اسٹیشن پر ناشتا وچاے خوری ہوئی۔ گرمی راہ وتکان ٹانگہ سے مزاج بہت سست تھا۔ اسٹیشن ماسٹر نے ایک کمرہ خالی کروا دیا اور تمام اسٹیشن پر سرخ باناتی فرش ہو رہا تھا۔ مہاراجہ ہولکر کی اسپشل ٹرین سات بجے دس منٹ کو آئی زنانہ بھی ہمراہ تھا۔ ایک میانہ مع تورن کھوالی اسٹیشن پر موجود تھا۔ گاڑے پہونچے بعد مہاراجہ صاحب خود بہت دیر تک گاڑی سے اُترے نہ زنانہ اُترا بلکہ حکم ہوا کہ شب بھر اسی ریل مین آرام کرین گے۔ ہم لوگ ڈنر پر گئے بعد فراغ ڈنر معلوم ہوا کہ مہاراجہ صاحب تنہا اُتر کر ٹانگہ مین سوار ہو کر ہوٹیل دیکھنے گئے ہین۔ بہرحال ہم نو بجے کی ریل مین سوار ہوے اور پونے چھ کو سیلم پہونچے۔

۶ شوال ۱۳۰۶ھ پنجشنبہ

سیلم مین چاے خوری ہوئی اور سوا بارہ کو جلارپیٹہ پہونچے یہان گاڑی بدلی گئی۔ یہ بڑا جنکشن ہے۔ ہماری سلون بنگلور اسٹیٹ ٹرین مین لگا دی گئی اور یہان ہرک فاسٹ ہوا۔ اگرچہ بنگلور کو ریل کے جانے کا وقت ۲ بجے ۴۵ منٹ ہے۔ مگر آج مدراس ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے

۴ بجے ہماری گاڑی چلی - برابر ۳ بجے مدراس کی گاری آئی اس مین علی بن عبداللہ صاحب آئے تھے اور یہ صاحب بھی بنگلور کو جاتے ہین ان کے ساتھہ ۴ ڈبے گھوڑون کے تھے جس مین ۱۲ گھوڑے تھے - بنگلور کی شرطین ۲۳ جولائی کو شروع ہوتے ہین - ہم نو بجے بنگلور اسٹیشن پر پہونچے - منشر کے فرزند (جو مہاراجہ صاحب میسور کے ایڈیکانگ ہین) اور نیز آغاجان صاحب (مہاراجہ صاحب کے دوسرے ایڈیکانگ) اور پولیس کے سپرنٹنڈنٹ اور کوتوال صاحب بنگلو مہاراجہ صاحب کی طرف سے پیشوائی کو موجود تھے - ہم لوگ سوار ہوکر اس بنگلہ کو پہونچے جو مہاراجہ صاحب نے ہمارے قیام کے لئے تجویز فرمایا تھا یہ بنگلہ آغاجان صاحب ایڈی کانگ کا ہی اور یہان ہر قسم کے آرام اور راحت کا سامان سب کچھہ مہاراجہ صاحب کی مہربانی سے موجود تھا اور ڈنر بھی تیار تھا اس اثنا مین مسٹر سیبون کے پسلی مین درد ہوا اور اُس کا معالجہ کیا گیا - بعد فراغت طعام ہم گیارہ بجے شب کے سو گئے -

۷ شوال سنہ ۱۳۰۶ ہ جمعہ

صبح کے ۸ بجے مہاراجہ صاحب کے پاس سے ۲ گھوڑے سواری کے اور دو بگیان جوڑی کے اور دو گدے یکہ کے موجود ہوے جن مین کاظم علی صاحب اور ڈاکٹر صاحب پونرنگم سوار ہوکر شہر دیکھنے گئے تھے اسسٹنٹ پولس کمشنر ہمراہی کے لئے متعین تھے یہ نہایت خلیق مسلمان

ہین ۔ صبح کو میجر مکنٹایر ملٹری سکریٹیری راجہ صاحب ۔ وینکٹشہ صاحب بنگلور
دوراسامی پسر دیوان صاحب میسور آغا جان صاحب ایڈی کانگ راجہ صاحب
میری ملاقات کو آئے ۔ ۱۲ بجے برک فاسٹ کھا کر ہین کرنل سر آلیور سیٹن
جان رزیڈنٹ میسور کرنل حکیمن وغیرہ لوگون کی ملاقات کو گیا وہان سے
یہان کے مشہور اٹھارہ کچہریون کے دیکھنے کو گیا ۔ یہ مکان کمپن پارک کے باغ
مین نہایت عالی شان بنایا گیا ہی ۔ واضح ہو کہ دیوانی کے متعلق جتنے
آفس ہین اور کل عدالتی محکمہ جات سب اسی رفیع الشان دو منزلہ مکان
مین واقع ہین ۔ خزانہ بھی نیچے کے درجہ مین ایک جانب ہی ۔ ہندوستان
کے دیسی ریاستون مین اس کچہری کے موافق کوئی دوسرا محکمہ نظر نہین آیا
۱۹ لاکھ روپیہ کے صرف سے یہ محکمہ تیار ہوا ہی ۔ چھت پر مہاراجہ بہادر کا پھریرا
اڑ رہا ہی ۔ روبرو کے میدان مین جنرل کمپن کی اسٹاچو (تصویر) آپ
سوار رکھی گئی ہی ۔ یہ صاحب ۴۰ سال تک یہان کے چیف کمشنر رہے
ہین اور میسور بنگلور کی آرایش و تہذیب انھین کے زمانہ مین ہوئی ہی ۔
اور اس وقت جو محکمے ہین اور جنکو مسٹر بیرنگ چیف کمشنر نے تیار کیا تھا
وہ بھی انھین صاحب کے خانگی مکان کے احاطہ کے درمیان واقع ہین
اور میسور کی واپسی کی تحریک بھی اسی مصنف مزاج چیف کمشنر کے زمانہ مین
ہوئی تھی جو جنرل کلارک صاحب کے زور سے واپس ہوا ۔ اس جنرل کو فادر آف
میسور یعنی پدر میسور کہتے ہین ۔ شام کو ان محکمون کے احاطہ مین بینڈ

بج رہا تھا۔ الغرض ہمنے تمام دفاتر کو دیکھا اور یہان کے لاین اسسٹنٹ کمشنر پولیس نے جو ہمارے ساتھ تھے ہر قسم کے انتظام اور دفتر کو نہایت وضاحت کے ساتھ ہمکو تبلایا۔ ۴ بجے چاے نوشی ہوئی۔ من بعد مین اور مولوی سید غلام رسول صاحب و پنور نگم واگینٹ مین اور کاظم علی صاحب و ڈاکٹر صاحب فٹن مین سیر کو گئے۔ سب سے پہلے مین میجر مکنٹائیر کے مکان کو گیا اور اون کے لیڈی صاحبہ سے ملاقات ہوئی وہان سے سیر کرتے ہوے لال باغ کو گیا۔ لال باغ اگرچہ بہت مشہور ہے مگر ہمارے باغ عامہ سے بہت چھوٹا ہے۔ صرف پیوندی آم کے درخت کثرت سے ہین اس کے سوا اور کوئی چیز لایق تعریف نہین ہے۔ اس باغ کے باہر اسی باغ کے مالیون نے بڈے بڈے اور چھوٹے چھوٹے باغیچے بنالئے ہین جس سے اُن کو بہت کچھ فایدہ حاصل ہوتا ہے ان باغون سے انواع و اقسام کے گل و بوٹے کے درخت اور تخم ہمارے ڈاکٹر صاحب نے خرید کیا۔ یہان سے ہم قلعہ معائنہ کرتے ہوے بازار و شہر مین سے ہوتے ہوے مکان کو گئے۔ یہ بازار بہت آباد ہے اور تمام مکانات و گلیجات کا رنگ گیروی ہے گویا میسور کے علاقہ کا یہی رنگ ہے۔ اور زمین بھی یہان کی سرخ ہے۔ یہان کی صفائی کا انتظام نہایت عمدہ ہے۔ میری دانست مین انگریزی مینو سپالیٹی سے یہان کی مینو سپالیٹی کچھ کم نہین ہے۔ راستون پر دورویہ قندیلین نصب ہین۔ اور راستے کشادہ

کل محکمجات جو اصلاح سے تعلق رکھتے ہین ایک ہی عمدہ مکان مین ہین جو
مجھکو بطریقہ بہت پسند ہی کہ کچہریان سب یکجا رہین - یہان کی انتظامی
حالت اور افسرون کی لیاقت کے خوب جانچنے کا موقع ملے گا - یہان کی
اڈمنسٹریشن کی مین بہت تعریف کرتا ہون - اگرچہ یہ سارا انتظام اسی کا
نتیجہ ہی کہ یہان پچاس سال تک گورنمنٹ قیصری کی حکومت رہ چکی ہی
مگر پھر بھی یہ قابل تعریف بات ہی کہ مہاراجہ صاحب نے بعد اوان آنکی
حالت پورے طور پر عمدگی سے قائم رکھا - ریس کورس (شرط گاہ)
کا مکان حیدرآباد کے شرط گاہ کے مکان کے بہ نسبت کچھ عمدہ نہین -
صبح کو سیجر کمشنر سیر آئے تھے - میرا اور سر ریگ پٹن جانیکا بندوبست ہوا
کل صبح کو کوچ ہوگا - علی عسکر صاحب والد آغا جان صاحب آئے تھے - یہ
نہایت ضعیف آدمی ہین اور ان کے مکانات بنگلور مین بیس پچیس ہین جنکا
کرایہ تقریباً چار ہزار آتا ہی - سوا اس کے باغات اور زمینات بھی ہین
نصیر الدین صاحب اسسٹنٹ کمشنر بنگلور ملاقات کے لئے آئے تھے - یہ صاحب
اکثر بلاد یورپ کی سیر کر چکے ہین - بعد ملاقات برک فاسٹ ہوا - ایک بجے
کنور نرائن راؤ صاحب ڈپٹی کمشنر بنگلور آئے - پھر ہم باقی مقامات مشہور کے
دیکھنے کو چلے - پہلے بنگلور کالج کو گئے چونکہ آج ہفتہ تھا اس لئے دو بجے
مدرسہ بند تھا - پروفیسر کالج موجود تھے انسے ملاقات اور انکا معائنہ کرا کے
یہان لائبریری وغیرہ علوم نظری کے آلات بکثرت الماریون مین دیکھے

اور مکانات عمدہ اور آبادی بکثرت ہے اور دیگر بنیان کے مکانج (جو تعداد میں پانچ یا چھ ہونگے) اسکول۔ چرچ۔ ہسپتال نہایت عمدہ حالت میں ہیں۔ اور ایک زچہ خانہ بھی ہے جس میں غریب عورتوں کی زچگی بلا اخذ اجرت کی جاتی ہے اور جسکا مصارف میونسپل گورنمنٹ دیتی ہے۔

جابجا پانی کے حوض بنے ہوئے ہیں۔ جنسے عام خاص کو بہت آرام ملتا ہے قلعہ کی خندق عریض وعمیق ہے مگر خشک پڑی ہوئی ہے۔

کنٹونمنٹ کا بازار ہمارے سکندرآباد کے بازار سے بڑا ہے اور بارکیں بھی اچھی ہیں۔ رسالوں کی تعداد بھی بہ نسبت سکندرآباد کی رسالوں کے زیادہ ہے۔ اور آبادی بہت دور تک چلی گئی ہے۔ اور سڑک کے دونوں طرف کٹہل اور آم کے درخت ہیں۔ ریڈیلسی نہایت مزین ومشین ہے۔ ریس کورس (شرط گاہ) پولو گرونڈ اور پریڈ گرونڈ (قواعد گاہ) اچھے موقعہ پر واقع ہیں۔ مہاراجہ کی فوج کی بارکیں بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

شام کے چھ بجے ہم سب کمپن پارک کو گئے۔ یہاں بینڈ بج رہا تھا اور میمین اور مشلین جابجا گلگشت کر رہے تھے۔ علی بن عبداللہ صاحب اور حیدر نارٹن سے اسی سیرگاہ میں ملاقات ہوئی۔

۸ شوال ۱۳۲۳ھ

آج صبح کو ۸ بجے چلنا ہوا۔ ۹ بجے شہر دیکھنے کے لئے گیا۔ شہر بہت بڑا اور بارونق ہے۔ آج بہت سے مقامات اور عمارتیں دیکھے گئے۔ ان کے

ہوئے ہین جو طلاب کے عملی تعلیم کی غرض سے یہ اشیا رہیا کئے گئے ہین۔
مکان نہایت عالیشان اور اُس مین متعدد کمرے بنے ہوے ہین۔ پروفیسر کالج
نے کچھہ آلات کہرا بائی طاقت کے ہمارے سامنے لایا اور اُسکے افعال کا
تماشہ دکھلایا۔ الغرض ایسی چھوٹی ریاست مین یہ کالج اور یہ آلات اور تعلیم
قابل تعریف ہی۔ ہماری ریاست کے عہدہ دارون کو اس سے سبق حاصل
کرنا چاہیئے۔ وہانسے منسٹیریل آفس (محکمہ دیوانی) کو گئے اور وہانسے تین
بجے میجر مکنٹائیر کے مکان کو گئے جہان لنچ کی دعوت تھی۔ ۴ بجے مہاراجہ
کی کوٹھی دیکھنے گئے۔ یہ شاہی مکان ہی جب اسٹیٹ کے دوسرے عمارات
ایک سے ایک قابل تعریف ہون تو اس کو کیا کہنا چاہیئے۔ باہر سے مکان
بالکل قلعہ کی شکل معلوم ہوتا ہی۔ اور قرینہ سے جا بجا برجین بنائے گئے ہین
اور تمام مکان کی دیوار پتیری کے طور پر بنی ہی۔ یہ مکان دو منزلہ ہی اور
ہنوز زیر تعمیر ہی۔ اور تمام عمارت سنگیت ہی۔ ہال اور کمرے ولایتی
کاغذ سے منقش ہین اور بعض مقامات کو میسوری نقاشون نے رنگا ہی۔
خاص مہاراجہ صاحب کا کمرہ بہت وسیع ہی۔ عند الضرورت ہال وغیرہ ہوتا ہی
کمرہ شیشہ آلات و فرنیچر سے سجا ہوا ہی۔ بلوری میز۔ کرسی۔ گلدان و پائی
اس کمرہ مین رکھے گئے ہین۔ یہ کمرہ دوسرے درجے کے بالائی ایک گوشہ
برج نما ہیئت مین واقع ہی۔ اور اسی کے نیچے کا کمرہ بھی اسی ہیئت کا ہی
ہم اس کمرہ کے ایک دروازہ سے چلے کچھہ زینے اوپر چڑھکر جانا پڑا یہ رستہ

ہمارے نئے مکان سے آئینہ خانہ کو جانیکا جو راستہ ہے بالکل ویسا ہی ہے۔ تھوڑے ہی گھماؤ سے ہم آفیس روم مین گئے جو مہاراجہ کی خاص آفس ہے۔ مثلاً مجلد کتب دو چار الماری مین بھرے ہوئے قرینہ سے رکھے گئے تھے اور بڑا کمانی میز جو اوپر سے بند ہوتا ہے بیچ مین دھرا تھا۔ یہان سے دو تین کمرے طے کرنے کے بعد ہم ایک گول کمرہ مین پہونچے اور یہ نظام باغ والے گول کمرہ کے مشابہ ہے اس کے اندرونی سقف پر تمام تصاویر ہین اور تصاویر اُن تمام تاریخی واقعات کے ہین جسکو ہندو کتب مین (سکون عقلا لکھتا) کہتے ہین۔ تمام گزشتہ جلسون کا نقشہ کھینچدیا ہے۔ یہان سے ہم دوسرے قطعہ مین پہونچے یہ مہارانی کے رہنے کا مکان ہے اور اطراف مین خواص پورہ ہے اور اس کے دوسرے جانب ایک اور قطعہ اسی وضع کا جو مہاراجہ کی والدہ وغیرہ کے رہنے کی غرض سے بنایا گیا ہے۔ یہ دونون قطعہ چومحلہ اور بھونتی طرز پر بنائے گئے ہین اور نہایت خوش وضع ہین۔

درانگ روم اور لائبریری روم وغیرہ وسیع اور کشادہ ہین۔ یہان کے پتھر موم کی طرح نرم ہین جس سے کمانین اور بیل وغیرہ خوشنما بنائے گئے ہین سب سے بالائی سقف پر ایک منار ہے اور اُس کے اوپر مہاراجہ صاحب کا جھنڈا لگا ہے۔ بوجہ قیام راجہ صاحب یہان پہرہ حسب معمول اُٹھا تھا۔ ۵ بجے واپس آئے چا خوری کرکے پھر کشن مورتی راؤ صاحب ڈپٹی کمشنر کے بازدید کے لئے گئے۔ یہ مکان گنجان آبادی مین واقع ہے اور پورب پاس ایک

کا مکان ہے اور یہ صاحب اُنکے پوتے ہین - اور پرانی فیشن کا ہے ۵ ساعت نشست رہی پھول پان اور عطر کی مدارات ہوئی - یہان سے رخصت ہوکر شہر مین سے ہوتے ہوے کنٹونمنٹ گئے اور اُس سے آگے مشاقت طے کرکے جنرل کلب کی جانب گئے - آج اس کلب کے روبرو کے میدان مین پولو کی شرط تھی مگر ہم دیر سے پہونچے اور شرطین ختم ہوگئی تھین - یہان بڑا ہجوم تھا - وہان سے دوسری سڑک سے واپس ہوے - بنگلور بنک مدراس بنک اور چند شاپین دیکھی گئین - اور کبن ہوٹیل پر سے پولو گرونڈ کا میدان طے کرکے مکان پہونچے - آٹھ بجے ڈنر ہوا - اور صبح کے سفر کا سامان باندھا گیا - ایک بجے استراحت ہوئی -

چونکہ آج ہم بنگلور سے سرنگ پٹن دیکھنے جاتے ہین اس موقع پر مین میسور گورنمنٹ کے اڈمنسٹریشن کا خلاصہ درج کرتا ہون تاکہ ہماری ریاست کے آفیسر ملاحظہ کرین کہ اس دیسی ریاست مین کیسا عمدہ انتظام ہے اور مجھے اُمید ہے کہ ہمارے ملک کے حکام خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کرینگے -

منیر الملک

میسور اور اسکا انتظام

ریاست میسور جنوبی ہندوستان مین ایک اعلیٰ درجہ کی دیسی ریاست ہے۔ اکتوبر ۱۸۳۱ء مین یہان انگریزی قبضہ ہوا اور اُس وقت سے پچاس برس تک برٹش حکومت رہی۔

مارچ ۱۸۸۱ء مین جب موجودہ مہاراجہ سن بلوغ کو پہونچے تو سرکارِ عظمت مدار نے حسبِ وعدہ ریاست مہاراجہ کو سپرد کردی۔ اس سپردگی کے چند سال پہلے بغرض تعلیم مسٹر رنگا چار لو جو معتمد اور کمشنر مال بمانحتی چیف کمشنر مقرر کئے تھے اُنھین کو دیوانی کے عہدہ پر سرفرازی ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے لایق آدمی کی عمر زیادہ وفا نہ کی۔ بقیہ اور عہدہ دار جو وہ بھی ریاست کے حوالہ کیے پہلے آہستہ آہستہ بجاے یورپین کے مختلف عہدونپر مقرر کردئے گئے تھے بعد واپسی ملک وہی اپنے اپنے مقامونپر بدستور قایم رہے۔ ان عہدہ دارون مین اکثر ہندو اور بعض مسلمان تھے۔

مہاراجہ کا نام چامارا جندر وڈیر بہادر ہے اور خطاب کی۔ سی۔ ایس آئی۔ سے ممتاز ہین۔

آمد و خرچ:۔ کل مدات (باستثنائے یلوی) کی آمدنی تقریباً ایک کروڑ ۳۰ لاکھ روپیہ ہے۔ اس مین سب سے بڑی آمدنی محصول اراضی ہے جس کی تعداد ۸۵ لاکھ سے کچھ زائد ہے۔ اس کے بعد رقم ابکاری ہے جس کی تعداد پندرہ لاکھ کے قریب ہے۔ مینے کسیقدر افسوس کے ساتھ سُنا کہ یہان کی

گورنمنٹ اپنی رعایا سے بقایاے محصول اراضی پر سود بھی لیتی ہے۔ بہرحال یہ مسرت کی بات ہے کہ بہ نسبت مخارج کے جس کی مجموعی تعداد تقریباً ایک کرور ۱۴ لاکھ کی ہے مداخل زاید ہے۔ ضروری مصارف کے بعد کچھ کم و بیش ۱۶ لاکھ کی بچت ہے۔

اس مجموعی خرچ میں چند رقمیں بخلاف ہماری ریاست کے مخارج میں داخل ہیں۔ مثلاً خراج سالانہ ساڑھے چوبیس لاکھ جس کی تعداد حسب معاہدہ جو بوقت واپسی ملک منعقد ہوا ہے دس برس کے بعد ۳۵ لاکھ سالانہ ہو جائیگی۔ اخراجات ذاتی و اہل خاندان مہاراجہ ۱۳ لاکھ۔ انگریز افسروں کے انعام و پنشن و الاونس کی ۳۶ لاکھ۔ اس مجموعی رقم مخارج میں اخراجات متعلقہ ریلوی شامل نہیں ہے۔ کیونکہ آمدنی میں بھی اس کا مداخل شریک نہیں ہے

میسور اسٹیٹ ریلوے:۔ پہلے میسور کی ریل خود مہاراجہ کے قبضہ میں تھی۔ جسپر ۶۸ ½ لاکھ سے زیادہ ریاست خرچ کر چکی تھی۔ من بعد "سدرن مرہٹہ ریلوے" کمپنی نے اس کا بھی ٹھیکہ لیلیا۔ اور یہ ٹھیکہ جون ۱۸۸۶ء سے ۴۶ برس تک کے لئے کمپنی کے ہاتھ میں رہیگا۔ جس قدر ریل ریاست کے مصارف سے تیار ہوئی تھی اوس کے خالص منافع سے مہاراجہ کو تا انقضاے ایام معہودہ ۳/۴ کمپنی دیا کرے گی۔ اور بقیہ ¼ خود کمپنی بصلۂ خدمات لیتی رہے گی۔ جب یہ مدت مشروطہ گزر جائیگی تو کل ریلوے لائن کا انتظام جو اس کمپنی کے تحت میں فی الحال ہے یا آیندہ ہوگا وزیر ہند کے ذریعہ سے مہاراجہ میسور کے اختیار

مین دیدیا جائیگا اور اوس وقت مہاراجہ میسور اپنے طور پر انتظام و اہتمام کرین گے۔

بلاشبہہ اس قسم کے انتظام سے ریاست کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور جو مشکلات لاحق ہوے تھے وہ تمام رفع ہو جائین گے۔ اگر ریلوے لائن کمپنی کے حوالہ نہ ہوتی تو ریاست کو بڑا نقصان اٹھانا پڑتا۔ کیونکہ خراج کے دینے اور قحط سالیون کے حملون سے میسور کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ علاوہ اس کے ریلوے کے مصارف کا بوجھ اُٹھانا ریاست کے طاقت سے باہر تھا۔

رقبہ :- ازروے رقبہ اراضی ملک کی وسعت مع بنگلور ۲۴۷۲۳ مربع میل ہے۔ اس صورت مین ہماری ریاست سے اسکا رقبہ تقریباً چہارم حصہ کے برابر ہے۔ مگر تاہم یونان سے پنجہزار مربع میل بڑا ہے۔

فوج :- میسور کی فوج مین - سوار ۱۲۵۰ - پیدل ۲۳۹۰ - اتواپ ۴ ہین - اور سرکار قیصریہ سے راجہ صاحب کو ۲۱ توپون کی سلامی مقرر ہے۔

مردم شماری :- کل ممالک محروسہ مع بنگلور کی مردم شماری ۴۱ لاکھ ہے۔ اگر مجموعی حالت پر نظر کی جاے تو میسور کی ریاست کو ہمارے ملک سے ایک نمٹ کی نسبت ہے۔

انتظام :- میسور مین حیدرآباد کی طرح ایک کونسل آف اسٹیٹ ہے

جس کے میر مجلس دیوان صاحب اور تین اراکین ہین - خلد اللہ ملکہ
ہماری کونسل آف اسٹیٹ کے میر مجلس خود فرمانفرماے ریاست
ہین - میسور کی کونسل کا کام یہ ہے کہ ملک و رعایا کے متعلق جو امور
قابل غور مہاراجہ ہون بذریعہ عرضداشت پیش کرین - فی الحال مسٹر
شیشادری ایر - سی - ایس - آئی - اسوقت دیوان ہین - دیوان صاحب
کے ماتحت ایک صدر معتمد اور چار اور معتمد ہین - جن مین دو انگریز ہین
اور دو ہندو - صدر معتمد ایک ہندو برہمن ہین -

صیغۂ عدالت مین چھ جج ہین - ان مین بجز ایک یورپین کے جو چیف
جج اور انسپکٹر جنرل محابس ہے - باقی سب ہندو ہین - لیکن صیغہ جات
فوج - تعمیرات - مال - مطابت - پولیس و چونیہ - بندوبست -
انعام وغیرہ مین - کل افسران اعلی یورپین ہین - اس ریاست
مین نو ڈپٹی کمشنر ہین - سواے ایک مسلمان کے باقی کل ہندو اور
یورپین ہین -

سالانہ بجٹ :- سالانہ بجٹ پیش کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ہر سال
مقررہ وقت پر کسی جگہ معین مین کل تعلقات کی طرف سے منتخب وکلا
جمع ہوتے ہین اور ان کے روبرو دیوان صاحب ایڈریس دیتے ہین
جس مین مختصر طور پر آمد و خرچ کا ذکر کرتے ہین - کل مدات مداخل و
مخارج کی ترقی - تنزلی - موقوفی - بحالی (جو کچھ ہو) اوس مجمع کے

روبرو سناتے ہین۔

جہانتک مجھکو معلوم ہوسکا قریب دو سو کے وکلا اس مجمع مین شامل ہوتے ہین۔ یہ طریقہ تو بظاہر اچھا ہی مگر مجھکو خوف ہی کہ اس کا عملدرآمد ان ممالک مین نہین ہوسکتا جہان کثرت سے مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد ہین۔ بلکہ خاصکر اُن ممالک مین جہان کے رعایا اور فرمان روا مین مذہب و قوم کا فرق ہو۔ چنانچہ معاملہ گریٹ واقع ٹرکی اس وقت ہمارے پیش نظر ہی۔ علاوہ برین جو اقوام پورے طور سے آزادی کی پابند اور تعلیم یافتہ اور مہذب نہون کو ملکی اور انتظامی امور مین دخل دینا یا تو خطرناک ہی۔ یا ان کی شمولیت کٹ پتلیون کا تماشا ہی۔

میرا گمان ہی کہ میسور کے مفصلات مین ہنوز ایسی تعلیم نہین ہوئی کہ وہان کے لوگون کو ملکی انتظامات مین کافی طور سے مداخلت کی قوت حاصل ہو یا اسرار انتظامیہ کو بخوبی سمجھتے ہون۔ اگر ایسا ہی تو پھر ان کی شرکت بطور نیابت اسم بامسمّی ہی۔

تاہم اس وقت کے تعلیم کی اشاعت سے امید کی جاسکتی ہو کہ شاید یہ نیابت کسی آیندہ زمانہ مین کچھ واقعی کام کرسکے۔

سال گزشتہ محصول آبکاری مین نمایان ترقی ہوئی۔

مجموعی نظر سے یہان کا ملکی انتظام عمدہ ہی ولیکن ہنوز دیسی عہدہ دار پروفشنل کام کے قابل نہین ہین کیونکہ یہان کے مختلف صیغہ جات کے

افسران اعلیٰ اہل یورپ ہین - کیونکہ جن سررشتون مین پروفیشنل کام کی ضرورت ہو وہان بدون تعلیم یافتہ افسرون کے کام نہین چل سکتا بنگلور کی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہو - زبان ملک تو کنڑی ہو - مگر اردو بھی بولی اور پڑہائی جاتی ہو - گیہون کی پیداوار کم ہو - چاول زیادہ ہوتا ہو - عام لوگون کی خوراک راگی ہو جس کو ہمارے ہان لپہنا کہتے ہین -

مین مہاراجہ صاحب اور دیوان صاحب کے مہمان نوازی کا بدل مشکور ہون - ملکی انتظام مین نقص و صواب تو ہر جگہ لازم و ملزوم ہوتے ہین - مگر یہان کی انتظامی حالت میری رائے مین نہایت درجہ عمدہ ہو -

جب سے یہ سرسبز ملک سرکار قیصری کے قبضہ سے مہاراجہ میسور کو واپس ملا ہو - لایق وزیرون کے انتظام سے ہر سال مجموعی مداخل مین خاطرخواہ ترقی ہوتی رہی ہو - حسن انتظام کی یہی دلیل بین ہو - مسٹر شیشادری کے لیاقت کے خیال سے مین کہہ سکتا ہون کہ ملک میسور کو روز افزون ترقی نصیب ہوگی -

آخری رپورٹ سے آمد و خرچ کی تفصیل حسب ذیل ہو

بدات	محاصل
محصول اراضی	۸۵۱۳۸۲

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱

مدات	حاصل
آبکاری	۱۴۹۴۵۳۲
جنگلات	۱۰۰۸۴۱۷
اسٹامپ	۵۰۵۵۵۰
سائر	۴۱۲۴۶۲
تبدیہ محترفہ	۳۴۰۱۸۱
عدالت وجیل	۷۰۳۸
ڈاک خانہ (ڈاک)	۷۴۳۰۰
رجسٹری	۵۳۸۲۳
تبدیہ امرت محل	۶۱۵۸۲
تعلیمات	۲۳۶۱۱
نمک	۲۰۷۱۳
تعمیرات	۱۳۶۷۱
کان طلا	۳۳۴۳۳
طبابت	۱۲۱۹۰
علمی و دوسرے صیغجات	۸۵۸۵

تبدیہ نوٹ — محترفہ سے خیراتی کارخانجات وغیرہ مراد ہیں۔

تبدیہ امرت محل میں مویشیوں کی پرورش ہوتی ہے اور فروخت کئے جاتے ہیں۔

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱

مدات	مبلغ
سود بقایائے مالگزاری	۳۳۳۵۸
سود گورنمنٹ پرومسری نوٹ	۶۱۶۶۶
نفع برگورنمنٹ پرومسری نوٹ	۱۰۸۴۷۰۰
سود زرامتداری مدراس بینک	۳۷۷۱۱
متفرقات	۹۰۵۰۴

ملاحظہ ہو

۱ سنہ ۱۹۰۸ء ختم ہو گیا۔ مگر اکثر حضرات نے زرچندۂ رسالہ حسن سے منیجر کو مشکور نہیں فرمایا۔ امید کہ بہت جلد منیجر کو شکریہ کا موقع دینگے۔ اور جن حضرات نے زرچندہ ارسال فرمایا اونکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

۲ اس رسالہ کی قیمت خریداران ممالک محروسہ بذریعۂ زرمبادلہ اور خریداران ممالک انگریزی بذریعۂ منی آرڈر ارسال فرمانے کے منیجر کو ممنون فرمائیں۔

۳ ناظرین اپنے تبادلۂ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہیں۔ بسا اوقات عدم واقفیت مقام سے رسالہ نہیں پہونچتا ہے یا واپس آتا ہے۔

جلد سوم
حسن
اگر میں چاہا مدکر دن تو ہو جائے گی نامید کر دو
اگر غلطی کروں تو
ماہ اپریل سنہ ۹۰ء

مضامین

صفحہ

ہندوستان کی تعلیم سر لارڈ بینٹنگ مکالی کا یادگار — از مولوی سید حسین صاحب

تاریخ اسپین — از مولوی حامد علی صاحب

قرآن مجید کی ترتیب — (۱) از مولوی حبیب الرحمن صاحب شروانی (۲) از مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

آمدنی بالواسطہ بلا واسطہ — از نواب عماد نواز جنگ بہادر

حیدرآباد دکن
مطبع حسن بین چھاپا

ملاحظہ طلب

گذشتہ ایام کی قیمت رسالہ اکثر حضرات سے ابتک نہین بھیجی امید کیجاتی ہے کہ ہمکو بہت جلد شکر گذاری کا موقع دین گے۔

(۲) بارہا عرض کیا گیا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر جب تبدل تغیر ہو تو حسب قاعدہ دفتر کو اطلاع ضروری ہے۔ جسکی بغیر دفتر ذمہ دار عدم یا وصولی رسالجات کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۳) بعض صاحبان تحریر اپنے مضامین کو بے احتیاطی سے متواتر قلمزد کرتے کرتے بالآخر بیکار کر دیتے ہین اور اوسکے جوڑ بند پر غور سے نگاہ کئے بغیر اشاعت کیلئے بھیجدیتے ہین جو یہان یا تو مشکل چھاپے جاتے یا افسوس کے ساتھ نظر انداز کئے جاتے ہین صاحبان تحریر کو یہ لحاظ ضرور ہے کہ سیاہی روشن کاغذ صاف و دبیز اور عبارت دوسطرون کے بیچ فاصلہ ہو۔

(۴) ہر قسم کی مراسلت (خط کتابت۔ علمی۔ نثری) بنام منیجر رسالہ حسن۔ بنگلہ نواب عماد نواز جنگ بہادر کشنر آبکاری وغیرہ ہونی چاہیئے۔

ہندوستان کی تعلیم

پر

لارڈ بینٹنگ میکالے

کا

یادگار منٹ

(مرقومہ ۲ فروری ۱۸۳۵ء)

مدعی زبان انگریزی ..... مدعا علیہم۔ زبانہائے سنسکرت وعربی

"بظاہر چند حضرات کی جو کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن کے اراکین ہین یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ ۱۸۱۳ء سے مین پارلیمنٹ برطانیہ کیجانب سے اوس طریق عمل پر سختی کی گئی اور زور دیا گیا تھا جسکو اونہون نے اب تک نباہا ہے۔

اگر یہ رائے صحیح ہو تو کوئی تبدیلی بلا ایکٹ آف پارلیمنٹ جائز نہین ہو سکتی ہین نے اوس مخالفانہ یادداشت کی تیاری سے (جو اسوقت پیش ہوئی ہے) اپنی علیحدگی مناسب خیال کی تھی اور رائے کا اظہار اوسوقت پر مختصر رکھا تھا

جبکہ معاملۂ مذکور بحیثیت رکن کونسل آف انڈیا میرے روبرو پیش ہو۔

یہ ظاہر نہین ہوتا کہ ایکٹ آف پارلیمنٹ کسی مصنوعی ایکٹ کے ذریعہ سے اون معنون مین تعبیر ہی کیا جا سکتا ہے جو اسمین بنائے گئے ہین ایکٹ مین کسی خاص زبان یا علم کا اشارہ نہین ہوا بلکہ یہ مجمل جملہ لکھا ہوا ہے کہ یہ ایکٹ "علم ادب کی ترقی و وسعت اور علم دوست ہندوستانیون کی ترغیب و حوصلہ کے لئے اور نیز اسواسطے کہ رعایائے دولت برطانیہ مین سائنس کی اشاعت ہو" نافذ کیا جاتا ہے۔ اسپر اصرار ہوا یا شاید تسلیم ہی کر لیا گیا ہے کہ علم ادب سے پارلیمنٹ کی صرف عربی اور سنسکرت لٹریچر مراد ہے۔ ورنہ خدانخواستہ کسی ایسے ہندوستانی کو جو ملٹن کی شاعری۔ لاک کے فلسفۂ اخلاق۔ اور نیوٹن کے مابعد الطبیعیات کے واقف ہوتا "علم دوست" کے معزز خطاب کا فخر میسر ہو سکتا تھا؟

"علم دوست ہندوستانیون" سے صرف وہی اشخاص مراد ہین جنھون نے ہندؤن کی مقدس کتابون مین انیقور کی ذات مین فنا ہو جانے کی حیرت انگیز رازونکو مطالعہ کیا یا ہندوستانی کی پیداوار بوٹیو نکے خواص دریافت کئے ہین اور اونکی کامل تحقیقات کی ہے۔ لیکن یہ تو کوئی قابل اطمینان تعبیر نہین ہے مثلاً مصر (جو کسی زمانے مین ممالک یورپ سے کہین زائد سرسبز آورد وہ تھا لیکن اب شائستگی کی پست حالت مین ہے) کا ایک پاشا کچھ مالی مدد "علم ادب کی ترقی و وسعت اور علم دوست مصریونکی ترغیب و حوصلہ کے لئے" وقف کرتا تو کیا کوئی شخص سمجھ سکتا تھا کہ اوس مدد سے مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے پاشائی

خاندان کے نوجوانوں کی عمر اور انکے سالہائے تعلیم صرف نقش و نگاری میں صرف کرائے گا یا اونکو اون تمام اصولوں کی تحقیقات پر متوجہ کرے گا جو قصہ جات و حکایات اور سیر میں پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ یا امتحاناً اس امر کا ایک صحیح و ممکن الوقوع بیان طلب کرے گا کہ وہ علم فقہ کہاں ہے جسکے جواز سے زمانۂ قدیم میں پیاز اور بلیوں کی پرستش کیجاتی تھی؟

کیا اوس شخص پر واقعی الزام ملون طبعی عاید ہو سکتا ہے جسنے اپنی نوجوان رعایا کو بجائے مینار و نکی رفرشناسی کرانے کے فرنچ اور انگریزی لٹریچر اور اون تمام علوم کیجانب رجوع کیا ہے جنکی یہ زبانیں خاص کنجیاں ہیں؟

جن الفاظ میں پرانے سلسلۂ تعلیم کی تائید کی گئی ہے اون سے تو دراصل تائید نہیں ہوتی بلکہ طرفتانی ہی کا فیصلہ متصور ہے۔

ایک لاکھ روپیہ ہندوستان میں نہ صرف "علم ادب کی ترقی و وسعت کیلئے (جسپر ہمارے مخالفین اپنی تمام تعبیر دنکی بنیاد قایم کرتے ہیں) وقف ہوا ہے بلکہ اسواسطے بھی ہے کہ "رعایائے دولت برطانیہ میں سائنس کی اشاعت ہو" الفاظ ہی اون تمام تبدیلیوں کی تائید کر رہے ہیں جنکی میں خواہش کرتا ہوں اگر کونسل میری تجویز سے اتفاق کرتی ہے تو کسی قانونی ایکٹ کی حاجت نہیں اور اگر وہ مجھ سے اختلاف کرے گی تو میں ایک مختصر ایکٹ اس غرض سے

مدّ۔ مصریوں کے ایک دیوتا کا نام ہے۔

تیار کرون گا کہ چارٹر سنہ ۱۸۱۳ء کی وہ دفعہ نکال ڈالی جاوے جس سے دقت پیدا ہوتی ہے۔

دلائل جنپر مین غور کر رہا ہون وہ صرف نوعیت کارروائی پر اثر کرتے ہین۔ لیکن مشرقی طریقہ تعلیم کے پسند کرنے والون نے اپنی تائید مین ایک دلیل اور بھی پیش کی ہے جو اگر صحیح قبول کر لیجاوے تو خواہش کردہ تبدیلی کی مخالف ہے۔ وہ لوگ بیان کرتے ہین کہ موجودہ مشرقی سلسلۂ تعلیم مین عوام کے عقائد کو بھی تعلق ہے اور اوس فنڈ مین جو اسوقت تک عربی اور سنسکرت کے اسکولون پر صرف ہوتا رہا کسی دوسری تبدیلی سے الزام خیانت عاید ہو سکتا ہے۔ اسبات کا سمجھنا آسان نہین ہے کہ کس قسم کی دانشمندی کے لحاظ کر کے یہ نتیجہ مترتب کیا گیا ہے۔ مالی مدد جو عوام کے خزانہ سے لٹریچر کی ترغیب کے لئے عطا ہوتی ہے کسیطرح اوس مالی مدد کے مخالف نہین ہے جو اسی خزانے سے دوسرے حقیقی یا خیالی مفید مقاصد کے لئے دیجاتی ہے۔ مثلاً ہم کسی جگہ پر ایک سینی ٹیریم پا گئے جو صحت کے لئے مفید خیال کیا جاتا ہے تو کیا ہو ہان ایک سینی ٹیریم اوسوقت بھی قایم رکھین گے جبکہ ہماری توقع کے خلاف نتیجہ پیدا ہوا ہو۔

اگر ہم ایک مینار کی تعمیر شروع کرین مگر بعد کو بدلائل یہ یقین ہو جائے کہ یہ عمارت بیکار محض ہے تو کیا اوسکی موقوفی تعمیر سے عامہ خلائق کا کوئی نقصان ہو سکتا ہے؟۔

مالی حقوق بے شک مقدس ہین مگر کوئی چیز اون حقوق کے لئے اتنی خطرناک نہین جسقدر اون کا اون چیزونسے متعلق کرنا ہے جنسے فی الواقع اونکو تعلق نہین - افسوس ہے کہ اب یہ عملدرآمد بہت عام ہوگیا ہے -

اگر گورنمنٹ نے کسی شخص کو یہ معمولی یقین دلایا نہین بلکہ اگر اوسنے کسی شخص کے دلمین یہ جائز امید پیدا کرادی ہے کہ او سکو بحیثیت ایک اوستاد یا طالب علم زبان عربی یا سنسکرت کے کسی حد تک مالی مدد عنایت ہوگی تو مین اوس شخص کے مالی فوائد کی غرت کرونگا - مین بجائے اسکے کہ عوام کے نقصان پر اعتراض کرون اصل فیاضی پر چوک پڑون گا - لیکن ایک گورنمنٹ کا چند ایسے علوم اور زبانونکی تعلیم دینے کی کفالت اختیار کرلینا گو وہ علوم اور زبانین بیکار ہوگئی ہین ایک بے عنوان اور بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے -

یادداشت سررشتۂ تعلیم عامہ مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے یہ تعبیر کیجاوے کہ گورنمنٹ ہند نے کبھی اس سکہ کی کفالت کا ارادہ یا کسیوقت ہی اس فنڈ کی اوس اٹھاکو وریافت کیا تھا جس سے اوسکا ناقابل تبدیل ہونا مستقل ٹھہرا ہو - اگر ایسا ہوا ہوتا (یعنے گورنمنٹ نے کفالت اختیار کی ہوتی) تو مین اپنے جانشینان سابق کی اوس تکمیل کی بلا شبہ تردید کرتا جس سے ہم کو ایک ایسے سلسلہ مین مقید ہونے کا خوف تھا -

فرض کرو کہ ایک گورنمنٹ نے گذشتہ صدی مین اپنی رعایا کو وبا سے چیچک سے محفوظ رکھنے کے لئے ٹیکا لگانے کا وہ امی قصد کرلیا تھا لیکن کیا اوسوقت ہی

اس رسم کے جاری رکھنے پر اصرار کریگی جب "جینر" اپنی تحقیقات مین کامیاب ہوگیا؟ یہ وعدے شکنے و فاموشنے پر کوئی اصرار کرتا اور نہ جسنے کوئی شخص خلاصی قبول کرتا ہے - یہ حقوق جن کا کوئی وعویدار نہین - یہ جائداد جسکا کوئی مالک نہین - اور یہ لوٹ اور غارتگری جو کسیکو مفلس نہین بناتی - یہ نسبت میرے اعلے دانشمندون کا کام ہے کہ اوسکی حقیقت بیان کرین -

مین اس بحث پر محض اون مجموعہ الفاظ کے لحاظ سے غور کر رہا ہون جو انگلستان اور ہندوستان مین خراب ہونے کی نسبت مین باقاعدہ استعمال ہوئے ہین -

مین یہ لاکھ روپے ہر گورنمنٹی گورنر جنرل یا جلاس کونسل کے سپرد کرتا ہون کہ ہندوستان کی تعلیم پر نہایت دانشمندی اور ایمانداری کے ساتھ صرف کیا جاوے - مین خیال کرتا ہون کہ ہر لارڈ شپ اس امر کی ہدایت کرنے مین بالکل آزاد ہین کہ یہ رقم عربی اور سنسکرت کی تعلیم پر ہرگز ضایع نہ کیجاوے - اور نہ انکو اس ہدایت کی آزادی ہی میسور مین ٹیپو کے شکار پر انعامات یا دوسری فضول خرچیون کی سائنس کیطرح حاصل ہے -

آمدم برسر مطلب - ہمارے پاس ایک فنڈ ہے جسکی نسبت گورنمنٹ کی ہدایت ہے کہ اس ملک کی عقلی اور ذہنی ترقی پر صرف کیا جاوے - اب سوال یہ ہے کہ اوسکے مفید صرف کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟ -

تمام لوگ غالبا اس ایک امر پر متفق معلوم ہوتے ہین کہ زبانین جو ہندوستان کی دیسی ہین اور نہین علمی اور عقلی معلومات کا سرمایہ معدوم ہے - ساتھ ہی اسکے

وہ کسیقدر دشمنانہ بھی ہین - جب تک بیرونی دنیا سے سرمایہ مجتمع نہ ہوگا اوسوقت
اون مین کسی قابل قدر تصنیف کا ترجمہ آسان نہین ہے - یہ بھی ناگاہ سب قبول
کرتے ہین کہ اون ہندوستانیون کی ذہنی ترقی جو اپنے سلسلۂ تعلیم کو زائد عرصے
تک جاری رکھنا چاہتے ہین صرف چند بیرونی زبانون کے ذریعہ سے ممکن ہے
اب ہم دریافت کرتے ہین کہ کونسی زبان اس مقصد کے لیے اختیار کرنی چاہئے؟
فصف ممبران کمیٹی انگریزی زبان تجویز کرتے ہین اور بقیہ نہایت جوش و خروش
سے عربی اور سنسکرت کی تائید فرماتے ہین - مجھکو تو تمام سوال کی ماہیت یہ
معلوم ہوتی ہے کہ کون زبان اس مقصد کے واسطے بہتر ہوگی - ؟
مین سنسکرت اور عربی نہین جانتا مگر جیسا کہ افراد اسے حاصل کرنے کا
سرمایہ میرے پاس موجود ہے - مینے اعلے تصنیفات عربی اور سنسکرت کے
ترجمہ مطالعہ کیے ہین - مین نے مشرقی زبانون کے علما سے یورپ اور
ہندوستان دونون ملکون مین گفتگو کی ہے - مین بالکل تیار ہون کہ مشرقی
زبانون کی قدردانی کو خود مشرق کے باشندون تک محدود کردون - مین نے
کوئی شخص ان علوم مشرقی کا جاننے والا اس امر کی تردید کرتا ہوا نہین پایا کہ
بہ لحاظ ذخیرہ جات علوم تمام ہندوستانی اور عربی لٹریچر کسی اچھی یورپین لائبریری
کے ایک خانہ الماری کے برابر ہے - اسمین شک نہین کہ یورپین لٹریچر کی
حقیقی افضلیت کو مشرقی تعلیم کے حامی بھی قبول کرتے ہین -
میرے اس خیال کی مخالفت مشکل سے کیجاوے گی کہ علم ادب کا وہ صیغہ

جسمین ایشیائی مصنف اعلے ثابت ہوئے ہین شاعری ہے - اور حقیقت مین مجھکو کوئی ایشیائی شخص ایسا نہ ملا کہ عرب و ہندوستان کی شاعری کو مغربی اقوام کی شاعری سے مساوی سمجھ سکتا - جب ہم شاعری سے گذر کر دوسرے صیغہ جات ادب پر جنمین حقایق الاشیاء اور رحالات عالم پر بحث کیگئی ہے نظر ڈالتے ہین تو یورپین اقوام کی بلندی اور افضلیت چوگنی ہو جاتی ہے - یہ غالبًا کوئی مبالغہ نہین کہ تمام تاریخی اعلامعین جو سنسکرت کی کتابین پیش کرتی ہین انگلینڈ کے اسکولونکی مختصر مبتدیانہ تاریخون سے بھی کہین کم قابل قدر ہین - طبعیات اور اخلاقی فلسفہ کی ہر ایک شاخ کی یہی کیفیت ہے -

بہرحال اب کیا کرنا چاہیئے؟ ہم کو ایسی ایک خلقت کا تعلیم یافتہ اور روشنضمیر بنانا ہے جو اپنی ورنیکلر زبانون سے یہ عزت نہین حاصل کر سکتی - ہمپر فرض ہے کہ اوسے چند غیر زبانون کی تعلیم دین - ہماری اپنی زبان کے استحقاق مین مشکل سے کلام ہو سکتا ہے -

وہ تو یورپین زبانون مین بھی سربرآوردہ ہے - وہ ایک مجموعہ اوس شاعری کا ہے جو ہرگز یونانیون سے ہیٹی نہین - وہ اوس فصاحت و بلاغت کا سرمایہ ہے جو مختلف قسام کی اور اپنی حیثیت مین اعلے ہے اور جسکے پولیٹکل اور اخلاقی اثرون کا کوئی زبان مقابلہ یا مساوات کا دعوے نہین کر سکتی - اور

---

۱ - یہ تولارڈ میکالے کی سفید زوری ہے -

وہ خزانہ ہے انسانی فطرت کے اظہارات کا جنکے ذریعہ سے - اخلاق - الہیات - سیاست مدن - قوانین سلطنت - اور تجارت کے ٹھیک ٹھیک اصول جنکی بنیاد تجارت و عمل پر قایم ہے بخوبی معلوم ہو سکتے ہین - جو شخص اس زبان کو جانتا ہے وہ گویا اوس عظیم الشان عقلی و ذہنی دولت پر قبضہ کر چکا جسپر دنیا کی سب سے زیادہ دانشمند اقوام نے نوے پشتونکے بعد قابو پایا ہے - یہ بالکل صحیح ہے کہ علم ادب جو تین سو برس قبل کی دنیا مین رایج تھا حال کے علم ادب کی بہ نسبت ناقابل قدر ہے - اگر یہ سب باتین نہ بھی پیش ہون پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ ہندوستان مین انگریزے فاتح گروہ کی زبان ہے - یہ ایک ایسی زبان ہے جسکو عالی رتبہ ہندوستانی بولتے ہین اور یہ غالبا کسی نہ مانے مین ایشیا کے تمام سمندرونکی زبان ہونے والی ہے خواہ ہم اپنے لٹریچر کی حقیقی قدر و قیمت اور اس ملک کے خاص مواقع پر نظر کرین یا نہ کرین مگر تمام معقول اسباب سے ہم انگریزی زبان کو ہندوستان کی ترقی کا باعث قرار دے سکتے ہین -

جو سوالات ہمکو حل کرنا ہین وہ یہی ہین کہ جسوقت ہمارے نے اختیار اون کو اپنی زبان اور علوم کا پڑھانا ہے تو کیا ہم اونکو اون زبانونکی تعلیم دین جنکی نسبت ایک عالم کا اتفاق اس امر پر ہے کہ اون مین کسی قسم کی کتابین ایسی نہین ہین جو ہماری کتابون سے مقابلہ کیجا سکین - آیا ہم اونکے دماغون کو یورپین سائنس سے روشن کرین یا وہ علوم ٹپر ہائین جو اونسے بنظر نا مکمل ہونے کے مختلف ہین - ہم خزانہ عامرہ سے سچے فلسفہ اور صحیح علم تاریخ کی سرپرستی اختیار کرین

یا ایسے اصول طبابت کی واقفیت پیدا کرائین جو ایک انگریز سے گھوڑون کے معالج کی بے عزتی کا باعث ہے - اوس علم نجوم کی تعلیم دین جو ایک انگلش بورڈنگ اسکول کی لڑکیون مین فہمیہ پیدا کرے گا - یا اوس علم تاریخ سے ماہر کرائین جو بادشاہ وقت کو ۳۰ فیٹ لانبا - اور عہد سلطنت کو ۳۰ ہزار سال تک جاری بتاتا ہے - اور اوس جغرافیہ کو پڑہائین جسمین مکہن اور شہد کے سمندر جاری ہین ؟ -

مین دور نہین جاتا حال ہی مین اوس قوت کے دو بڑے یادگار واقعہ موجود ہین جنے سوسایٹی کے دل سے تاریکی تعصب کو دور اور شمع علوم کو روشن کیا ہے اور فنون شایستگی کی بنیاد اون ممالک مین قایم کی جو ابہی ابہی وحشی اور جاہل تہے - اون بڑے واقعات مین پہلا واقعہ پندرہوین صدی کے اختتام اور سولہوین صدی کے ابتدا مین مغربی اقوام کے جوش تعلیم و شایستگی کا آغاز ہے اوس زمانہ مین ہر ایک قابل مطالعہ شاخ علوم رومن اور یونانی تصنیفات مین منحصر تہی اگر ہمارے آبا و اجداد ویسا ہی عمل درآمد کرتے جو کیٹی آف پبلک انسٹرکشن نے اب تک کیا ہے - اور اگر زمانہ سے سیسرو اور ٹیسٹیٹس کو نظر انداز کر جاتے اگر وہ اپنی توجہ کو ہمارے جزیرہ کی قدیم زبانون پر مبذول کرتے - اور اگر انگلو سیکسن زبان کے کسی دوسری زبان مین نہ کچہہ شایع کرتے اور نہ اپنی یونیورسٹیون مین کچہہ اور پڑہاتے تو کیا انگلستان وہ ہو سکتا تہا جو آج ہے -

ہماری زبان کو بہ دستانی خلقت کے ساتہہ وہی نسبت ہے جو

گریک اور لیٹن کو سورا اور اشم کی ہمعصر زبانونکے ساتھ تھی۔

حقیقت مین انگریزی علم ادب قدیم زبانون سے کہین زائد قابل قدر ہے
ایک دوسرا واقعہ اور بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ایک ہی صدی مین وہ
قوم جو نہایت وحشیانہ حالت مین گرفتار تھی بتدریج سر اوٹھانے اور شایستگی اختیار
کرنے لگی۔ میرا روئے سخن سلطنت روس کیجانب ہے۔ وہان ایک تعلیم یافتہ
فرقہ موجود ہے جو اہم امور سلطنت کی مدبرانہ اور دانشمندانہ سرانجام دہی مین
ہرگز پیرس اور لندن کے حلقہ مدبرین سے کم نہین۔ اور ہم بدلائل یقین کر سکتے
ہین کہ یہ عظیم الشان سلطنت اور بھی ترقی کر جاوے گی۔

اب تک جو تبدیلی اسکی حالت مین ہوئی اوس کا کیا باعث تھا؟ کیا قومی تعصب
پر فخر کرنے سے۔ یا نوجوان مستوی کا اوس کہانی کو بار بار پڑھکر سر ہرانے سے
جسپر ایک بوڑھیا کے دھتی باپ نے یقین کیا تھا۔ کیا اوسکے دماغ مین سیفٹ نکلوس
کے تذکرے بھر دینے یا اس سوال کے حل مین مصروف کر دینے سے کہ آیا
دنیا ۲۳ ستمبر کو پیدا ہوئی تھی یا نہین۔ یا اوسکو "علم دوست" بانشدہ کہنے سے
جبکہ وہ ان آثار علوم سے سرافراز ہو چکا ہے؟ کبھی نہین بلکہ یہ تبدیلی اون زبانونکی
تعلیم دینے سے واقع ہوئی جنمین ایک ذخیرہ علوم مجتمع ہے۔ مغربی یورپ کی
زبانون نے روس کی شایستہ کیا ہے اور کچھ شک نہین کہ اون زبانون کا ہندوستان
پر بھی وہی اثر ہوگا جو بانشندگان تاتار پر ہوا ہے۔

اب اوس طریقہ تعلیم کی مخالفت مین کیا دلائل ہین جو اصول اور تجربہ کی رو سے

مفید ثابت ہو چکا ہے ۔؟

کہا گیا ہے کہ ہم کو ہندوستانیون کے ہم خیال ہو کر کام کرنا چاہئے اور یہ بلا عربی اور سنسکرت کے تعلیم جاری رکھنے کے ممکن نہین ۔

مین کسیطرح قبول نہین کرتا کہ ایک دانشمند اور تعلیم یافتہ قوم جب ایک جاہل قوم کی محافظت کی ذمہ داری اختیار کرتی ہے تو اوس جاہل قوم کے طالبعلمون سے ہمکو غیبت اور شاد اپنے طریق عمل کی بابت مشورہ کرنا چاہئے ۔

اب اس مضمون پر کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہین کیونکہ یہ لاجواب شہادتون سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہمکو ہندوستانیون کا ہم خیال ہو کر کام کرنا نہین ۔ یہ ناگوار امر ہے کہ اونکا عقلی مذاق اونکی عقلی طبیعت سے دریافت کیا جاوے ۔ ہم کسی امر مین اونسے صلاح نہین لیتے ۔ ہم اوس تعلیم سے اونکو باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہین جس سے اونکو رغبت ہے اور اوس تعلیم کیجانب زور متوجہ کرتے ہین جس سے اونکو کراہت آتی ہے ۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عربی طلبا کی مالی مدد کرنے پر ہم مجبور ہین جبکہ انگریزی طلبا ہماری مدد کرنے کے خواہشمند ہین ۔

تمام عزت و محبت جو ہندوستانیون کے دلون مین شرقی تعلیم کی ہے دنیا مین ایک منصف مزاج شخص کو اس افسوسناک حیرت کا باعث ہوگی کہ اس بڑی ہندوستانی سلطنت مین کوئی طالب علم زبان شرقی ایسا نہین جسنے بلا اجرت تعلیم پائی ہو یا اوسوقت تک پا سکے جب تک ہم اوسکی مالی مدد نہ کرین ۔

مدرسۃ العالیہ (کلکتہ) کا جمع خرچ بابت سنہ ۱۳۳۳ھ میرے سامنے موجود ہے
تمام عربی طالب علم جو اوسمین داخل ہین اونکی تعداد ۷۷ ہے جسقدر زر
اونپر صرف ہوا ہے اوسکی تعداد ۵۰۰ ہے۔ دوسرے صیغون کا حساب
یہ ہے کہ تخمیلی روپیہ جو انگریزی کے بیرونی طالب علمون سے بابت
جنوری۔ جون۔ جولائی وصول ہوا ایک سو تین (۱۰۳) ہے۔
مجھ سے کہا گیا تہا کہ آپ کو لوکل تجربہ نہین اسلئے حیرت ہوئی ورنہ
ہندوستان مین بلا خرچ کئے تعلیم پانا ایک فیشن ہے۔
یہ امر جو تین نے بیان کیا ہے میری رائے کو اور قوت دیتا ہے
کوئی چیز بہ نسبت اسکے اسقدر زائد یقینی نہین کہ اون لوگونکی مدد کرنا بالکل غیر ضروری
ہے جو اپنی خواہشون اور اپنے فائدے کے لئے کام کرتے ہین۔ اور
ہندوستان اس قاعدے سے مستثنےٰ نہین ہے۔
باشندگان ہند روزانہ خوراک یا اونکے کپڑون کے لئے جو وہ موسم سرما
مین پہنتے ہین مدد کی حاجت نہین رکھتے۔ وہ خود وسائل طلبا جو ابتدائی معلومات
ریاضی وغیرہ حاصل کرنے کے غرض سے مواضعات کے مدارس مین داخل
ہین ماسٹر سے کچھ نہین لیتے بلکہ خود ماسٹر اونکے پڑہانے کے لئے مدد
دیجاتی ہے۔ پھر یہ کیون ضروری ہے کہ سنسکرت اور عربی کی تعلیم کے
لئے ہم بہانکے باشندونکو مالی مدد دین؟ اسلئے کہ تمام دنیا جانتی ہے
کہ سنسکرت اور عربی کی تعلیم سے نہ کوئی نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور نہ محنت کی

*

داد ملتی ہے

غرض ان معاملات سے بازار کا کافی امتحان ہوگیا ہے اور کسی دوسری شہادت کی حاجت نہیں۔

گذشتہ سال چند سابق طالب علمان سنسکرت کالج کیطرف سے اس کمیٹی میں ایک عرضی پیش ہوئی تھی۔ عرضی دینے والوں کا بیان تھا کہ اونہوں نے ۱۰ یا بارہ برس تک کالج مذکور میں تعلیم پائی۔ اور ہندو نکے علوم و ادب میں بخوبی واقفیت حاصل کی ہے اور سرٹیفکیٹ بھی موجود ہیں لیکن ان سب کا ثمرہ کیا ہے؟ وہی لوگ بیان کرتے ہیں کہ "باوجود ان شہادتوں کے پھر بھی ہم بلا مدد حضور کی آنریبل کمیٹی کی اچھی زندگی گذارنے کی امید نہیں کر سکتے۔ جس بے پروائی سے ہمارے ہموطن برتاؤ کرتے ہیں کسی قسم کی ترغیب و مدد کی توقع نہیں ہوتی"

اسلئے اونہوں نے حضور گورنر جنرل سے سفارش کے لئے عرض کیا اور کہا تھا کہ "ہم اچھی زندگی گذارنے اور اپنی ترقی کے لئے صرف وسیلہ چاہتے ہیں جو بلا مدد گورنمنٹ حاصل نہیں ہو سکتا۔

اونہوں نے نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی تھی کہ اون سے نفرت اور بے پروائی کا برتاؤ نہ کیا جاوے کیونکہ زمانہ تعلیم میں گورنمنٹ نے انکی مدد کی تھی

[illegible] نے ملاقی کمیٹی [illegible] دیکھا تھا۔ تمام اون میں سے

یہان تک کہ جو بالکل نامعقول وجوہات پر مبنی تھین یہی خیال پیدا ہوتا تھا کہ چند نقصانات کی تلافی اور چند غلطیونکی اصلاح ہونی چاہیئے۔

حقیقت مین یہ پہلے عہدیدار اشخاص تھے جنہون نے سفت اور عوام کی مدد سے تعلیم پانے کے بعد تلافی چاہی تھی اور دنیا مین علوم وادب سے مکمل کرکے بھیجے گئے تھے۔ اونکے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ جو تعلیم اونہون نے حاصل کی وہ ایک نقصان تھی جسکے لئے وہ گورنمنٹ سے تلافی کی درخواست کرنے لگے

بلاشبہ یہ لوگ راہ راست پر تھے۔

اونہون نے اپنے نہایت اعلے حصۂ عمر کو ایک ایسی تعلیم پر صرف کیا جو نہ خوراک پیدا کرسکتی ہے اور نہ عزت۔

لاریب ہم ان لوگونکو غیر مفید اور بدبخت بنانے سے روک سکتے تھے ان لوگونکو اپنے ہمایوں کے سامنے ذلیل نہ بناتے اور خود سلطنت پر کم ازام کا باعث ہوسکتے تھے مگر کیا کرتے۔ ہماری ہاسی ہی ایسی تھی۔ لیکن اب ہم دروغ وصداقت مین امتیاز کرنے سے باز نہین رہین گے۔ ہم اسپر قناعت نہین کرینگے کہ ہندوستانیون کو اونکے ترکے مین چھوڑے ہوئے تعصب پر چھوڑ دیا جائے۔

قدرتی وقتون مین جو صحیح اور سچے علوم کی اشاعت ہمین [illegible] ہمنے چند اپنی ساختہ وپرداختہ شکلین اس رسالہ مین شامل کردی ہین۔ وہ مہربانی

انعام اور وہ اکرام جو اشاعت صداقت کے لئے بھی زیبا نہ تھے۔ تمام تر جھوٹے مذاق اور جھوٹے فلسفے پر صرف کئے گئے۔ اس علمدرآمد سے ہمنے وہی حالت پیدا کردی ہے جس سے ہم خوف کرتے ہین۔ ہم اختلاف کرتے ہین مگر اوسکو کسیطرف نہین پاتے۔ جو مصارف کہ عربی اور سنسکرت کالجون پر مہربانی آمیز طریقے مین عطا ہوئے اونسے نہ محض مقاصد صداقت کو بڑا نقصان پہونچا بلکہ غلطیون مین جنگ شروع ہوگئی۔ اس بددنے نہ صرف عاجز خود رفتون اور متعصب کینہ وروں کے لئے آڑ پیدا کردی بلکہ اوس سے ہر ایک سلسلہ علوم مفیدہ کے مخالفین کو پناہ حاصل ہوگئی۔

اگر ہندوستانیون مین اوس تبدیلی سے جسکی مین سفارش کرتا ہون کوئی ناراضی پیدا ہو۔ تو وہ ہمارے ہی سلسلہ تعلیم کا اثر ہے۔ جہانتک اور جب تک ہم اپنے موجودہ طریق عمل کو جاری رکھینگے اوسی حد تک یہ اختلاف جاری رہیگا۔ اگر ہندوستانیون کو علحدہ کردیا جائے۔ تو پھر کوئی خطر نہین یہ تمام کانا پھوسیان موقوف ہوجاوینگی۔ ایک واقعہ اور ہے جو اسے ثابت ہوگا کہ ہندوستانی مشرقی طرز تعلیم کی اتنی قدر نہین کرتے جتنی اونکی نسبت بیان کیجاتی ہے۔ کمیٹی نے ایک لاکھ روپے کے قریب عربی اور سنسکرت کتابون کے طبع کرنے مین صرف کیا تھا۔ لیکن اون کتابون کا خریدار دستیاب نہ ہوئے۔ یہ شاذ امر ہے کہ دو ایک جلدین کسیکے خرید کرمین۔ ۲۳۰ ہزار جلدین کتب خانون اور دفترون مین جون کی تون پڑی ہین اور

اور جب کمیٹی کی خواہش اونمین سے کرم خوردہ کتابونکے مفت تقسیم کردینے کی ہوئی تو یہ بات بھی بہت جلد نہ ہوسکی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ عربی وسنسکرت کی جلدونسے ایک ہزار فی سال بھی وصول نہ ہوا۔ بخلاف اسکے "اسکول بک سوسائٹی" ہر سال ۷ یا ۸ ہزار کے قریب انگریزی جلدین فروخت کرتی ہے اور آمدنی نہ صرف اخراجات کے لئے کافی ہوتی ہے بلکہ ۱۹ فیصد سے نافع حاصل ہوتا ہے۔

اس امر پر بہت کچھ زور دیا گیا تھا کہ ہندو لا سنسکرت اور محمدن لا عربی کی کتابون سے متعلق ہے۔ لیکن اس معاملے کو اس بحث سے نسبت نہین ہمکو پارلیمنٹ کیجانب سے ہندوستان کے لئے مجموعہ قوانین تیار کرنے کا حکم ہوا اور اسی غرض سے ایک کمیشن مقرر کیا گیا ہے۔ اس مجوزہ مجموعہ قوانین کے نافذ ہونے پر شاستر اور ہدایہ ایک منصف اور صدر امین کے واسطے بیکار ہوجاوے گی۔ مجھکو امید ہے کہ قبل اسکے کہ طلبائے مدرسۃ العالیہ وسنسکرت کالج اپنے سلسلۂ تعلیم کو ختم کرین یہ مجموعہ قوانین نافذ ہوجاوے گا۔ پھر یہ ایک نہایت سہل بات ہوگی کہ آنے والی نسلون کو اون ایشیا کی تعلیم دیجاوے جنکو تھوڑے ہی دنونکے بعد ہم تبدیل کرنے والے ہین۔

موافقین علوم مشرقی کیطرف سے ایک دلیل اور بھی پیش ہوئی ہے کہ کہا گیا ہے کہ عربی اور سنسکرت مین کروڑون باشندگان ملک کی مذہبی کتابین ہین اسلئے ان زبانونکو ایک مخصوص ترغیب کا استحقاق حاصل ہے۔

اسمین شک نہین کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا نہایت اہم فرض ہے کہ مذہبی آزادی اور بے تعلقی کی حکمت عملی پر مستقل رہے۔ لیکن ایک ایسے لٹریچر کی قدر کرنا جسکی حقیقی خوبیان کم تسلیم ہوئی ہین (کیونکہ اوسکا ہر ایک صیغہ غلطیون اور بے سود اطلاعون کا مجموعہ ہے) اغلاً غفلاً اور اس خیال سے بھی کہ مذہبی آزادی کا عملدرآمد فرض ہے نہایت بے عنوان امر ہے۔

بیان ہوا ہے کہ ایک زبان معلومات مفیدہ کا دریا ہوا کرتی ہے پس ہمکو تعلیم دینا چاہیے کہ اوہام مین جوش پیدا ہو!۔

ہمکو جھوٹے فلسفہ۔ جھوٹے نجوم۔ اور جھوٹی طب کی اشاعت ضروری ہے کیونکہ ہم ان علوم کو ایک کاذب مذہب کا ضمیمہ سمجھتے ہین!!۔

ہین ہمیشہ اون لوگونکو ناپسند کرتا اور نہ ترغیب دینا ہون جو ہندوستان کو عیسائی بنانا چاہتے ہین۔

جبکہ ہمارا علمدرآمد یہ ہے جو مین بیان کر آیا ہون تو کیا ہم بطرز معقول خزانہ عامہ سے کوئی مالی مدد یہانتک کہ نوجوانونکو اسبات کے سیکھنے کے لئے کہ آگ گدہے سے دامن مس ہوجائے تو پاک ہوتے کا کیا طریقہ ہے یا بیٹر کے ذبح کرنے کے جرم مین وید کی کون آیت پڑہنی چاہیے دے سکتے ہین۔

حامیان زبانہائے مشرقی نے خواہ نخواہ یقین کرلیا ہے کہ

باشندگان ملک زبان انگریزے مین بخوبی قابلیت پیدا نہین کر سکتے - حالانکہ یہ
قول نہایت نہین کیا گیا - مین کہتا ہون یہ قیاس تجربہ اور حقیقت سے
تعلق نہین رکھتا - اسی شہر کلکتہ مین بہت سے ہندوستانی جنٹلمین موجود
ہین جو نہایت سلاست و فصاحت کے ساتھ ہر ایک پولیٹکل علمی بحث پر گفتگو
کر سکتے ہین - اسی مسئلہ (جسپر مین لکھ رہا ہون) بہت سے ہندوستانی جنٹلمین
انگریزے مین گفتگو کر چکے ہین -

حقیقت مین جس فصاحت و آسانی سے اکثر ہندوستانی ہماری
زبان مین باتین کرتے ہین خود براعظم کی دوسری اقوام سے مشکل ہے
کوئی نہین کہہ سکتا کہ زبان انگریزے ایک ہندوستانی کے لئے اوتنی ہی مشکل
ہے جتنی کہ گریک ایک انگریز کو ہے - تاہم ایک نوجوان انگریز بہ نسبت بدقسمت
طالب علمان سنسکرت کالج زبان یونانی کہین جلد بولنے لگتا ہے -

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث ختم کردن پھر کہتا ہون کہ میرے
خیال مین پارلیمنٹری ایکٹ بابت ۱۸۱۳ء ہرگز مستقل حیثیت نہین رکھتا اور
نہ ہم کسی طرز کارروائے مین اوس سے پابند کئے گئے ہین برخلاف اسکے
اوس فنڈ کے مفید سلسلہ تعلیم مین لگانے کی آزادی ہمکو حاصل ہے - اور
یہ کہ انگریزے مشرقی زبانون کے سے بہتر زبان ہے - ساتھ ہی اسکے عربی اور
سنسکرت کا ہمپر کوئی دعوے نہین -

ایک امر مین مجھکو اون صاحبون سے اتفاق ہے جنھون نے

بہت سے امور مین اختلاف کیا ہے - لیکن یہ رائے اون لوگونکی درست ہی
کہ ہم انکیا بگی (اس نظر سے کہ ہمارا فنڈ محدود ہے) عامہ خلقت کی تعلیم کا بیڑا
نہین اوٹھا سکتے - بہرحال ہمکو ایک ایسا فرقہ پیدا کردینا ہے جو ہمارے اور
اون کروروں نئی نوع انسان کے مابین مترجم ہو جسپر ہم حکومت کر رہے ہین
اور وہ بہ لحاظ رنگ وخون کے ہندوستانی ہو لیکن بنظر رائے - اخلاق -
مذاق - اور دانش کے بالکل انگلش ہو - ہم اسی فرقے پر اس ملک کی زبان
اخلاق - اور دانش کی اصلاح منحصر رکھتے ہین -

اسمین شبہ نہین کہ مین موجودہ منافع کی سخت محافظت کرونگا
مین اون لوگونکی جو مستحق ہین مالی مدد کرونگا - لیکن مین بنجر بن سے اوس درخت
کو اوکھاڑ ڈالونگا جسکی پرورش ہوتی آئی ہے - مین سنسکرت کالج اور مدرسۂ عالیہ
موقوف کردونگا - مین صرف دہلی اور بنارس کے اورینٹل کالجوں کو قایم رکھونگا
مگر اونکے طالب علم مالی مدد کے مستحق نہ ہونگے -

جو فنڈ کہ ہمارے پاس موجود ہے اوسکو ہم انگریزی مدرسے
جاری کرنے - ہندو کالج اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ کو انگریزی زبان کی
ترغیب دینے مین صرف کرینگے -

اگر ہز لارڈشپ باجلاس کونسل میرے صلاح پر عمل کرینگے

---

۱ - اگر لارڈ میکالے زندہ ہوتے تو اونکی کامیابی پر "کروروں بنی نوع انسان"

ذمہ اپنے فرائض منصبی کو شوق و حوصلہ کے ساتھ ادا کرون گا اور اگر مجوزہ
تبدیلی منظور نہ ہوئی تو میرا استعفیٰ مقبول ہو کیونکہ میں ذرا برابر بھی اون کا مونگے
لئے مفید ثابت نہ ہونگا بنکو میں اپنے ایمان سے سراسر مہمل خیال کرتا ہون
میرا یقین ہے کہ موجودہ طرز تعلیم نہ صرف راہ صداقت سے منحرف
کر دیتا ہے بلکہ بڑے بڑے گناہون کا باعث ہوا ہے ہم موجودہ حالت میں
"بورڈ آف پبلک انسٹرکشن" کے مغز خطاب کے ہرگز مستحق نہیں۔ ہم فنڈ کو
غیر مفید کتابون کے طبع کرنے اور بیہودہ اغلاط۔ اور تاریخی تعلیم کی ترغیب بند کرنے کے لئے بورڈ ہیں۔

میں نے ان تمام امور پر غور کیا ہے اور عرض کرتا ہون کہ میں
اس جلسہ کی طرز کارروائی کا اوسوقت تک جواب دہ نہیں ہون نا وقتکہ
اون میں بالکل تبدیلی نہ ہو۔

محمد انعام حسین

اونکو مبارکباد دیتے مگر اسبات کی دوستانہ شکایت ضرور کرتے کہ اونکی خواہشون۔ وغاداریون۔ اور
ہمارجون کے ترجمہ اوس نے غلط اور سراسر غلط کئے ہین جسکا کام سراسر صحیح کرنا تھا + منہ

حضرات ناظرین!۔

میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ۔ تواریخ ہسپانیہ کے ترجمے ہونے سے پیشتر آپکو وہانکے مختصر حالات سے واقف کردن۔ نام کی خواہش نہیں انعام کی ہوس نہیں۔ اس دوسری سے صرف یہ مقصود ہے کہ گذشتہ کی یاد ہو۔ تاکہ اصلاح موجودہ ہوجائے "گذشتہ کی یاد وہانتک کہ اصلاح موجودہ ہوجائے۔ آیندہ کی امید مستدر کہ تلبیس ابلیس سے پاک ہو فرض انسانیت ہے" یہ پہلا نمبر ہے۔ خدا کرے جیسی میری نیت خالص و سچی ہے ویسے ہی جلد و دون آوے کہ میں ایک دیباچہ اپنی طرف سے لکھکر کتاب ہدیہ ناظرین کردن۔ پہلے نمبر میں قابل لحاظ مورخ کی بے تعصبی ہے۔ جنہوں نے اعجاز التنزیل پر ریویو ملاحظہ فرمایا ہوگا اگرچہ اونکے نزدیک اسلام پر کسی غیر اسلام کی رائے خواہ موافق خواہ مخالف کچھ وقعت نہیں رکھتی لیکن تاہم شکریہ کرنی ہے

میں کوئی دیباچہ نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ ضروری باتونسے آگاہ کر رہا ہوں وہ ختم ہوگئیں صرف دو باتیں ہیں۔ مورخ نے ہاتھی تلوار کے جوہر کا اعتراف کرنے سے پہلوتہی کی ہے۔ اور سپین کے مسلمانونکے ہاتھونسے فتح کو خود سپین کی اوسوقت کی بدنظمی پر منحصر بتی کیا ہے۔ مگر بعض جگہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔ میں یہ کتاب قریب نصف کے تمام کرچکا ہوں اور چونکہ یہ ایک کار خیر ہے۔ لہذا جو صاحب اسکی خبر سنکے اجر کے متمنی ہوں۔ وہ میری بلا توقع فروگذشت کو پیش نظر رکھکر مجھے اپنے ارادہ سے اطلاع بخشیں تاکہ میں آیندہ تکلیف نہ اوٹھاؤں۔ والسلام راقم عباد واحمن قوم

تاریخ اسپین

دیباچہ

اسپین کی تاریخ دو متضاد حالتوں کا دردانگیز نقشہ ہمارے پیش نظر کرتی ہے
بارہ سو برس کا عرصہ گذرا کہ طارق (ایک مور۔ مسلمان) نے اسلام کے ممالک
مفتوحہ کی بڑی فہرست مین اسپین جو قوم وزی گاتھ کے قبضے مین تھا شامل کیا
تقریباً آٹھ سو برس تک اسپین اپنے فرمانروایان اسلام کے زیر حکومت براعظم
یورپ کے تمام ممالک مین ایک نہایت مہذب اور شائستہ ملک کی روشن مثال
بنا رہا۔ اس کے زرخیز صوبے جنکو ناتحو نکے کسب کمال اور انگبیزی ہنرمندی نے
دو چند زرخیز کر دیا تھا سونے گنے زیادہ خوش حال ہو گئے۔ وہ دادی الکبیر اور وادیہ
کے صرف نام ہی اپنے گذشتہ زمانے کے کی ہوئی شوکت یاد دلا رہے ہین
اور انکے سرسبز اور شاداب وادیون مین بے شمار شہر فنا آباد ہو گئے
علوم اور فنون اور لٹریچر جنپر یورپ بھر مین تاریکی چھائی ہوئی تھی یہان خوب
چمک رہے تھے۔ فرانس۔ اور جرمن۔ انگلنڈ سے متعلم جوق جوق آتے
تھے تاکہ سرچشمہ علوم سے جو اوسوقت اسلامی شہرون کے سوائے اور کسی جگہ نہ تھا
سیراب ہون۔ اندلس کے حکام اور طبیب علوم مین یکتائے زمانہ تھے
عورتون کو سنجیدہ علوم کے حاصل کرنے کی توجہ دلائی جاتی تھی بلکہ شہر قرطبہ مین

تو عورتیں مطب بھی کرتی تھیں۔ تواریخ۔ ریاضی۔ ہیئت۔ علم نباتات۔ فلسفہ فقہ۔ صرف اسپین اور اسپین ہی میں پوری طرح حاصل ہوتی تھے۔ کیونکہ کے عملی کاروبار۔ آبپاشی کے عملی قاعدے۔ جہاز و قلعہ بنانے کے بہتر معماری کوزہ گری۔ بخاری۔ آہنگری کے نہایت دشوار فنون اور اون کے اعلیٰ نتائج کی تکمیل ان ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوئی۔ رزم و بزم دونوں میں عرصہ دراز تک اونکا علم یکتائی بلند رہا۔ اونکی بحری طاقت بحر روم کی حکومت کے لئے خاطمیوں سے لڑی۔ اونکی بری طاقت عیسائی حدود کی جانب آتش و شمشیر بکف ہوکر بڑھی خود اسپین کا نپلیں ہیرو (قومی ناصور) یعنے سڈ عرصہ دراز تک مسلمانوں کی طرف ہوکر لڑتا رہا۔ اور بحر تعلیم کے خاص سلمان تھا۔ غرضکہ جس چیز سے سلطنت عظیم الشان اور اقبالمند ہوسکتی ہے۔ جو کچھ تہذیب و شائستگی میں افزائش کرسکتا ہے اسلامی اسپین میں موجود تھا۔

سنہ ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی آخری سد کہ ملکہ ازابلا اور شاہ فرڈیننڈ کے جہاد کے سامنے ٹوٹ گئی اور غرناطہ کے ساتھ ہی تمام سپین کی عظمت خاک میں ملگئی۔ مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ کچھ عرصے تک اسلامی شوکت کا پرتو اوس ملک کی تاریخ پر ایک مستعار روشنی ڈالتا رہا جبکو آفتاب اسلام کی تابندہ شعاعوں نے کبھی حرارت اور روشنی پہونچائی تھی۔ ملکہ ازابلا چارلس پنجم فلپ دوم کولمبس۔ کورٹیز پیزارو کے دراز اور مسلسل زمانوں نے اس طاقت و سلطنت کے ختم ہوجانے کے قریب پہونچی ہوئے۔ لمحوں کے گرد ایک آخری حلقہ باندھ دیا

اسکے بعد نفرت انگیز بربادی - بدعقیدونسے مواخذہ - جہالت کی تاریکی
کا دور دورہ آیا - جسمین اسپین آجتک مبتلا چلا آتا ہے - جن حصون مین کبھی علوم
اوج پر تھے اوسمین اسپین کے علما جہالت اور نا قابلیت کے لئے مشہور
زمانہ ہوئے - نیوٹن اور ہارویے کے معلومات پر مضر مذہب ہونے کے
الزام لگائے گئے - جس شہر مین کبھی سترہ پبلک کتب خانے تشنگان علم کو سیراب
کرتے تھے - جس قرطبہ مین کبھی پانچ لاکھ کتابون کا ذخیرہ رفاہ عام کے لئے
فراہم تھا وہان علم کیطرف سے آخر کو اسدرجہ عدم توجہی ہوئی کہ اٹھارہوین
صدی تک نئی دار السلطنت میڈرڈ مین بھی کوئی کتب خانہ نہ تھا بلکہ حال ہی کے
زمانے کا واقعہ ہے کہ سلمانان اسپین کا سب سے پہلا مورخ ہر چند کہ اسپین کا
رہنے والا تھا مگر اوسکو اسکوریل کا علمی ذخیرہ دکھلانے سے انکار کر دیا گیا -
سوائل کے سولہ ہزار اوزار گھستے گھستے اپنی قدیمی تعداد کا پانچوان حصہ رہگئے - تولیدو
اور المیریا کے کسب و ہنر سب نیست و نابود ہو گئے - حمام - حالانکہ بڑی آراستہ
اور کار آمد پبلک عمارات تھین - مگر وہ بھی اس بنا پر بالکل مسمار کر دئے گئے کہ عیسائی
(ان فائدل) مشرکین کی عظمت پر ایک مضبوط دلالت ہے - جن صوبون مین
اسلامی طریق کی ہنرمندانہ آبپاشی بند ہو گئی تھی وہ سب مسمار و برباد ہو گئے - بڑے
بڑے زرخیز و زرریز دوائے ویران اور پژمردہ ہو گئے - بہت سے شہر
جنسے صوبۂ اندلس کا ہر ضلع معمور تھا منزل ہو کر تباہ ہو گئے - سنگتون - جاگیرون
اور لیٹیفنڈون نے متعلمون - سوداگرون اور مجاہدون کی جگہ لی - یہی وہ بندل ہے

جبین اسپین سلمانون کا نگار خانہ رہا - یہی دو متضاد حالتون کا دل دکھانے والا نقشہ ہے جو تاریخ اسپین ہمارے پیش نظر کرتی ہے -

مگر حسن اتفاق سے ان متضاد زمانون مین سے ہمین صرف پہلے زمانہ سے کام ہے - جبین اسپین - قائمخان اسلام کے زیر حکومت اوج پر تھا - یہ کہ اوس زمانہ سے جبین وہ لوگون کی بدولت دلیل حقیقت ہین پڑا - ہماری کوشش تمام وکمال اس امر پر مبنی رہی ہے کہ سلمانونکی آٹھ سو برس تک حکومت مین چوبڑی مشہور اور قابل توجہ واقعات ہوئی - اونکو بجنسہ بلا کسی تعصب مذہبی یا قومی - ہدیہ ناظرین کرین - اور جسطرح ہمنے اون نامور اشخاص اور مشہور انسانون کو قلم انداز نہین کیا - جو خود ناظرین کی توجہ اپنی جانب کھینچتی ہے - اسیطرح ہمنے اوس کشمکش کا صاف نقشہ کھینچنے کی بھی کوشش کی ہے - جو فرمون اور مذہبون مین تھا - اور جو وسط زمانے کی اسپین مین ملکی تحریک پیدا کرنے کا لب لباب ہے - اختتام پر مین اسقدر ظاہر کرنا اور ضروری سمجھتا ہون کہ جو لوگ اسلامی تہذیب کے موجودہ فوٹو سے یہ نتیجہ نکالین کہ سلمان ہمیشہ انسانیت اور شائستگی کیطرف طبعاً مائل رہتے ہین وہ اپنے مطالعہ کو اس کتاب تک محدود نہ کرین - بلکہ اسی سلسلہ مین میری دوسری کتاب سٹوری آف دی ترک (ترکونکی حالات) کو بھی ملاحظہ کرین - تاکہ اونکو معلوم ہوجائے کہ سلمانون مین جہالت کسدرجہ ہے - قسطنطنیہ کے فتح سے چالیس برس کے عرصے مین سلطنت عثمانیہ کو زوال آیا - مگر سلمانون کا جو نقصان یورپ مین ہوا اوسکی تلافی

ایشیا مین نہو سکی - ترکونکو یہ بات کبھی نصیب نہ ہوئی کہ ایشیا مین دوسری قرطبہ کی بنیاد ڈالین -

اسلامیہ سلطنت اسپین

جب سکندر اعظم کی فوجین ایشیا کی قدیم سلطنتونکو پامال کر رہی تہین تو ایک ملک (عرب) ان خرخشون اور خطرون سے آزاد تہا - اہل عرب نے اس فاتح دنیا کی خدمت مین کوئی مراسلہ نہ بہیجا یہ دیکہکر سکندر نے مغرور عربونکو زیر کرنے کا ارادہ کیا - چنانچہ وہ فوجکشی کرنے کے لئے ابی تیاری کی ہی رہا تہا کہ پیام اجل آپہونچا - اور اہل عرب بدستور غیر مطیع رہے - یہ واقعہ مسیح سے تین سو برس سے بی پیشتر کا ہے - یہ لوگ اوسوقت سے بی کہین پہلے سے - اپنی ویران جزیرہ نما مین خودسر چلے آتے تہے - بلکہ ایک ہزار برس تک اور وہ اس عجیب وغریب تنہائی مین بسر کرتے رہے - انکے اردگرد تمام ملکون مین عظیم الشان سلطنتین قایم ہوگئین - خود سکندر کے جانشینون نے شام مین سلطنت سلوکس اور مصر مین سلطنت بطلیموس قایم کر لی - روما مین اغسطس کے سر پر تاج امپراطوری بی رکہا گیا - بائی زنطائن مین پہلا مسیحی بادشاہ بی تخت نشین ہو چکا - قیصر کے وسیع اور بسیط مملکت پر وحشی قومون نے حملے کرنے بی شروع کئے - مگر اہل عرب اوسیطرح بے خبل رہے

آزاد اور نہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اونکے سرحدی شہرون نے قیصران روما کے
اظہار اطاعت کی ہو لونکی ہو۔ بار وما کی فوجون نے اگر اونکے ویران
کو ہستانی سیدانو پر متواتر حملے کئے ہون تو کئے ہون مگر ایسا خفیف اثر اور
ایسی قایم نہ رہنے والی جنبش اہل عرب کو کسیطرح پریشان نہ کر سکتی تھی۔ اسمین
شک نہین کہ اونکو چار و نطرف سے وہ حکمران خاندان گھیرے ہوئے تھے
جنکو دنیا کی تاریخ سے تعلق ہے۔ مگر اونکے ریگستانون۔ اونکی دلیرانہ شجاعت
نے بھی۔ غیر حملہ آورون کو ہمیشہ باز رکھا۔ اور ایک نامعلوم قدامت سے لیکر
ساتوین صدی مسیح تک۔ اس دنیا سے علیحدہ قوم کیحالت بخبر اسکے اور کچھ
نہ معلوم ہوئی۔ کہ وہ موجود رکھتی ہے۔ اور یہ کہ اونہون نے کبھی کسی حملہ آور
کو گوشمالی کے بدون نہین چھوڑا۔ مگر دفعتہً اہل عرب نے ایک نیا منہ بدلا
اور اوس عزلت نشینی کو چھوڑ کر دنیا کی سٹیج پر نکل آئے۔ اور نہایت مستعدی
سے اوسکو فتح کر ناشروع کر دیا۔ اونکی زندگی کا یہ نیا ورق ایک تنہا شخص
نے اولٹ دیا یعنے حضرت محمد (رسول اللہ صلعم) رسول عربی
پیغمبر نے ساتوین صدی مسیح کے شروع مین۔ دین اسلام کا وعظ شروع
کیا۔ چونکہ اس دین کے اصول ایسے قوم کے گونشون ہوئے جسمین حرکت
قبول کرنے اور متاثر ہونے کی پوری استعداد تھی۔ لہذا باعث انقلاب
ہوئے۔ جو تعلیم اونکو دیجاتی تھی وہ نہایت سیدہی سادہی تھی۔ حضرت
رسول عربی نے وہی عبرانی مذہب اختیار کر کے جسکے پیرو اوسوقت عرب مین

موجود تھے۔ حسب ضرورت اوسمین تغیر و تبدل کردیا۔ اور اسطرح بت پرستون کی قوم کے لئے ایک نئی ہدایت کے پیرایہ مین وحدانیت کا وعظ شروع کردیا۔ جو نہ رکنے والی تحریک اس سادی اور جوش نہ رکھنے والے مذہب نے عرب مین پیدا کی۔ اگرچہ اوسکو پوری طرح سمجھنا تھے الحال ہمارے لئے غالبا ازوقت نہ ہوگا۔ مگر اسمین کچھ شک نہین کہ ایسے مذہبی انقلاب ہمیشہ ہوتے رہے ہین۔ اور یہ کہ ہر پیغمبر کے ذاتی اثر مین ہمیشہ ایک پوشیدہ اور مضبوط قوت جاذبہ ہوتی ہے۔ رسول عربی یہانتک راست باز تھے کہ جو مذہب اونکے نزدیک حق تھا۔ نہایت گرمجوشی اور ایمانداری سے اونہون نے اوسکی اشاعت کی اور اوسکی تعلیم دی۔ علاوہ اسکے خود مذہب کی علوئیت۔ بانی مذہب اور اونکے پیروؤنکی سچی سرگرمی۔ اوس تسخیر القلوب جوش پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ جسکو عام زبان مین جوش مذہبی کہتے ہین۔ حضرت محمد صلعم سے پیشتر۔ اہل عرب مخالف قبیلون اور فرقون کا ایک گروہ تھا۔ جو ہمیشہ تہور مہمان نوازی اور نیز شجاعت کے وحشیانہ صفات مین ایک دوسرے سے بڑھجانیکی کوشش کرتے اور لوٹ مار کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ رسول عربی نے مبعوث ہوتے ہی اونکو قوم اسلام کی شکل مین بدلدیا اونکے دلونکو شہادت کی اُمنگو نسے لبریز کیا۔ اور اونکی لوٹ کی حرص مین اسنے بنی نوع انسان کو امر حق کے تعلیم دینے کا بالاتر حوصلہ اور بڑھا دیا۔ اور

وفات سے پہلے پہلے تمام عرب پر قابض ہو گئے
وہ متحد قبائل جنھوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔ اردگرد کے ملکوں میں
پہلکر چیرت زدہ قوموں کو مطیع کرنا شروع کر دیا۔ یہانتک کہ حضرت محمدؐ کے
کے جانشین یعنے خلفائے راشدین کے زمانے میں۔ اسلامی فوجوں نے
فارس۔ مصر۔ شمالی افریقہ (بربر) کو ہرقل کے مینارون تک کھوندڈالا
اور وسط ایشیا میں۔ دریائے آکس سے لیکے سواحل بحر اوقیانوس تک
موذنون کے نعرہ اللہ اکبر سے تمام دشت وجبل گونجنے لگے۔
مسلمانونکے سیرگرس (ترقی) ایشیائے کوچک میں شاہ یونان کی فوجوں نے
روک دی۔ اور بالآخر اس صوبہ کی فتح کی آرزو بندرہوین صدی سے پیشتر
پوری نہ ہو سکی۔ جبکہ عثمانیہ ترکونکی تلوار نے قسطنطنیہ کا سر جھکایا۔ اسیطرح بحیرہ روم
کے مقابل ساحل پر بھی۔ شاہ یونان ہی کی ایک بہادر اور کاروان افسر نے کچھ
عرصے تک مسلمانونکو روکے رکھا۔ مگر اسلامی سیلاب۔ شمالی افریقہ میں ممالک
بربر عبور کرنے کے لئے آگے بڑھے اور مسلسل لڑائیونکے بعد تمام ریاستونکو
عارضی طور سے فتح کر لیا۔ صرف ایک قلعہ سوطا مقابلے پر اڑا رہا۔ اور سواحل
بحیرہ روم کیطرح شاہ یونان ہی کی زیر حکومت رہا مگر یہ قلعہ و خلافت قسطنطنیہ
سے اسقدر دور و دراز فاصلے پر تھا کہ اوسکی حفاظت کا بوجھ شاہ سپین پر ڈالدیا
گیا۔ گو برائے نام شاہ یونان کے مضافات میں خیال کیا جاتا تھا۔ مگر
استمداد و استعانت ہمیشہ شاہ تولیڈو (طلیطلہ) سے کرتا تھا۔ پس یہ بات کیطرح

سمجھ مین نہین آسکتی کہ جسقدر امداد شاہ سپین قلعہ سوطا کے گورنر کو بھیج سکتا۔ وہ سلمانونکے حملے کی اوٹھتی ہوئی موج کے مقابلے پر ضرور ہی کافی ہوتی۔ مگر وہان تو اتفاق ہی کچھ اور ہوا یعنے جیسا مانے کا یہ ذکر ہے اوسوقت جو گورنر سوطا اور رڈورک شاہ سپین کے درمیان کچھ چشمک تی۔ چنانچہ اس چشمک ہی نے سلمانونکے لیے دروازہ کھولدیا۔

اسوقت سپین قوم وزی گاتھ کے قبضے مین تہا۔ قوم وزی گاتھ اون مشہور وحشی قومون مین سے ہے جنہون نے روما کے تنزل سلطنت کے صوبونکو تاراج کرڈالا تہا۔ گاتھ ایک ایشیائی قوم تی جسکی کئی شاخین تہین جنمین سے اسٹروگاتھ (مشرقی گاتھ) تو اطالیہ پر مسلط ہوگئی تی اور وزی گاتھ (مغربی گاتھ) قوم سیوئی یا سوے مین اور نیز جرمنی کے اور وحشی قومونکو برطرف کرکے یا فتح کرکے۔ سلطنت روما کے صوبہ آئے بیریا (سپین) پر قابض ہوگئی تی جو زنانہ رنگ رعلیان اور ذلیل پست ہمتیان۔ سلطنت روما کو دنیا کے اور حصون مین نہ خاک کرچکی تہین۔ وزی گاتھ نے یہان اگر بہی موجود پائین۔ دنیا کے اور بہادر اور نامور قومونکی طرح جب اہل روم اپنا مقصد پورا کرچکے جب یہ اپنی تیغ بے دریغ کو مسجود خلایق بناچکے تو اپنی گذشتہ محنتون کا لگان وصول کرنے کے لئے حسب معمول اطمینان کے ساتہہ آرام مین مشغول ہوگئے اور جہانتک دولت دلجمعی اجازت دیسکتی ہے عیش وعشرت مین مستغرق ہوگئے اہل روما اب وہ بہادر اور سپاہی سے سادے زندگی بسر کرنے والے

اہل رومانہ رہے تھے کہ قیصر پاپی پیو کے ذرا سے اشارے پر ہل پائے
چھوڑ چھوڑ کر تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھدین اور اپنا پیارا ملک بچانے یا دوسرا
ملک فتح کرنے پر کمر بانده لین - خاص سین مین اوسوقت یہ حالت تھی کہ فرقہ امرا
کو تو بجز نفس پروری اور عیش آسانی کے دوسرا کام ہی نہ تھا گویا اونکا تو نثار
پیدایش ہی اکل و شرب مدام اور لہو لعب بے ہودہ تک محدود تھا - اب رہے
عوام الناس، سو اونمین یا تو غلام تھے یا بمنزلہ غلامونکے تھے یعنی وہ مورد سے کاشتکار
جو نہ تو خود زمینونسے بیدخل ہو سکتے تھے اور نہ زمینین ہی اونسے چھڑائی جا سکتی
تھین - بلکہ حسب ضرورت زمینونکے ساتھ ہی دوسرے مالک کے پاس منتقل
ہو جاتے تھے - دولتمندون اور غلامونکے درمیان ایک متوسط قوم بھی تھی
جنکو برگر یعنے اہل شہر یا روسا کہتے تھے ان بیچارونکی سب سے زیادہ
کمبختی تھی - کیونکہ جملہ مہمات سلطنت کا دارومدار انہین پر تھا - ٹکس یہ ادا
کرتی تھی - فوجی اور ملکی خدمات یہ بجالاتی تھی - اور ان سب پر طرہ یہ کہ
دولتمندون کی بیجا آرایش و تکلفات کی بیجا فضولخرچیان بھی یہی پوری کرتی
تھی پس جس سوسائٹی کی اخلاقی حالت اور تمدن یہان تک خراب ہو اوسمین
وہ اسباب و لوازم کہان - ؟ جو ایک اولوالعزم اور مہیب حملہ آور قوم کے
تاب مقابلہ لا سکے - دولت مند خواب عشرت مین ایسے بیخود تھے کہ غنیم
کی آمد آمد کی خبرین اونہین آسانی سے جگا دیتین - اونکی تلوارین مدت
سے نکی رکھی زنگ خوردہ ہو گئین تھین اور وہ خود اونپر قضا کی تیغین

اندر ہی تھین ۔ رہے غلام ۔ سو اونکو ایک آقا سے دوسرے آقا کے پاس جانے مین کونسہ سہرت ہی تی ۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تے کہ اس بیاہ سے موجودہ حالت شاید ہی بدتر ہو ۔ برگر بار و سار ۔ خدمات ملکی انجام دیتے دیتے جان بلب ہو گئے تے کیونکہ ان مظلومونکو صرف توزیادہ کرنا پڑتا تہا اور نفع کچہہ ہی نہ تہا ۔

ایسی شکستہ حالتون سے جنکا ذکر ہمنے اوپر کیا ۔ ایک جری اور شایستہ قوم تیار کرنا بالکل ناممکن تہا ۔ پس قوم گاتہہ بلا تکلف اسپین مین داخل ہوگئی تمام شہرون اور قلعون نے خوشی سے دروازے کہولدئے ۔ اور اسپین مین رومن کی ٹمٹمائی ہوئی تہذیب وحکومت نے اونکے سامنے آسانی سے سر جہکا دیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ (الینز ۔ ڈانڈال سیوے) وحشی قومونکے حملے مدتونسے قوم گاتہہ کے گویا پیش خیمے تے جنہون نے اونکے لئے پہلے ہی اسقدر راستہ کہولدیا تہا کہ وہ بلا دقت و تکلیف منہ اوٹہائے بے روک چلے آئے ۔ ادہر اسپین کے رومن تہذیب یافتہ باشندے خوب جان چکے تے کہ وحشی قومونکے حملے کیا کیا قیامتین سر پر لاتے ہین اونکے شہر جلے ۔ اونکے اہل وعیال غلام بنگئے ۔ اونکے جو چند سردار مردانہ مقابلے سے پیش آئے وہ مثلے بطوفان نوح ہونے کی وجہ سے قتل ہوئے ۔ یہ تمام واقعات اونکے چشم دید تے سو وہ یہ بھی خوب دیکھہ چکے تے کہ وحشیانہ جبر و ستم کا ملک پر کیا اثر ہوتا ہے ۔ وبا ۔ قحط ۔ ویرانی

خانمان بربادی - فاقہ مستی - شریف گردی - بدعملی - یہ سب سنتی وہ پہلے ہی سے پڑھ چکے تھے - چنانچہ اسی واسطے اونہون نے آسانی سے سر جھکا دیا اور حلقہ بگوش بنگئے -

آٹھوین صدی کے آغاز مین جسوقت اسلامی سیلاب بحر ظلمات کے ساحل افریقہ کو عبور کرکے راس ہرقل کے بیچ مین اندس کے زرخیز میدانون کیطرف بڑہنے کے لئے سمٹا تو اوسوقت گاتھہ کی عمر اسپین مین دو سو برس سے زیادہ کی ہوچکی تہی - یہ عرصہ اونکو ملک کی ردی حالت کی اصلاح کرنے اور اہل ملک کو اوس تازہ جوش جوانی سے مالامال کرنے کے لئے کافی تہا جو ایک پرانی تہذیب یافتہ قوم کو ناشائستہ مگر دلاور قوم کے ارتباط سے حاصل ہوتا ہے - چنانچہ اونہون نے سب کچھہ کیا - باقی رہی یہ بات کہ اونہون نے اسپین کو کیون ترقی دی سو اسکے خاص وجوہ ہین - گاتھہ بڑی بہادر - قوی الجثہ عیش پسند زندگی کی خرابیون سے آزاد ہی نہ تھے - ملکہ سچی ہی تھے اور اپنے طریقے مین کٹے مسیحی تھے اونکے آنے سے اہل اسپین نے برائے نام مذہب مسیحی قبول کرلیا - شاہ قسطنطین نے اگرچہ مذہب مسیحی کو بادشاہ وقت کا مذہب بانکر بہت کچھہ پہیلایا تہا - تاہم مغربی صوبون مین بہت کم تہا اور جو تہا وہ نہایت متزلزل حالت مین تہا - اب گاتھہ جیسے جاہل مگر پابند مذہب قوم کے آنے سے - سپین مین جہان بت پرستی کے سوا بازاری ہوچلی تہی - اس نئے مذہب مین خالص ترعقیدت مندی

پیدا ہونے کا گمان غالب تہا۔ اور کیتھولک پریسٹ ہی آیندہ چرچ قایم کرنے کی بنیاد امید کرتے تہے مگر افسوس! جو نتیجہ ہوا۔ وہ اس امید برآری کی کسیطرح تصدیق نہین کرتا۔ اگرچہ گاتہہ نے کبھی خلاف ورزی مذہب تو نہین کی مگر اسمین کچھہ شک نہین کہ اونہون نے مذہبی کامون کو ہمیشہ اپنی معصیت کاریون کا کفارہ محض سمجہا۔ اونہون نے کبیرہ گناہ کے۔ اور متفعل و معترف تصور ہوئے۔ توبہ کی۔ مگر تاہم بلا اثر ندامت گناہ پر گناہ کرتے رہے۔ جسطرح اونسے پہلے رومن سیہ کار اور بدکردار تہے ویسے ہی وہ ہو گئے۔ افسوس تعب مسیحی کے فخر نے اونہین رعایا تو درکنار خود اپنی اصلاح حال مین کوشش کرنے سے باز رکہا۔ حلقہ بگوش مزارعان کی پہلے سے بہی کہین زیادہ واجب الرحم اور بدتر حالت تہی۔ وہ زمینون اور زمینداروں سے نہ صرف وابستہ تہے بلکہ اونکی اجازت بدون شادی تک نہ کر سکتے تہے۔ اور اگر کہین اردگرد ہم پیشون مین بلا اجازت کر بہی لیتے تہے تو اونکے کس وکو مختلف زمینداروں مین تقسیم ہو جاتے تہے۔ اوسط درجے کے فرقے یعنے برگر یا روسا رسد دستور سابق ٹکس ادا کرتے تہے۔ اور اسوجہ سے بار اوقات۔ خانہ ویران اور فاقہ مست ہو جاتے تہے۔ زمینین اوسیطرح متعدد اشخاص کے قبضے مین تہین۔ بڑی جاگیرین اوسیطرح بے شمار قسم الحال غلامونکے زیر کاشت نہین ان کمبختونکی زندگی اسقدر تلخ تہی کہ جیتے جی امید رستگاری نو کہان۔ شکل

امید بھی خواب میں نظر نہ آتی تھی۔ وہ کاہجی میں جو پہلے ہاتھ اوٹھا اوٹھا کر مسیحی برادری کا وعظ کوتے تھے۔ جب دولتمند اور جاگیردار ہو گئے تو انہوں نے بھی وہی نشتی جابرانہ دستور العمل اختیار کر لیا اور اپنے بیکس غلاموں اور حلقہ بگوش مزارعوں کے ساتھ رومن امرا سے بھی کہیں بڑھکر بدسلوکیاں کرنے لگے۔ دولتمند بھی اونہی شہوت پرستیوں اور سیہ مستیوں میں مستغرق ہو گئے۔ جو رومن سلطنت کا چراغ گل کر چکی تھیں۔ غرض ان مسیحی مذہب کے پیروؤں کا تھ کے برائیاں بت پرستوں کے مذہب جہالت سے اگر بڑھ نہ گئی تھیں تو برابر ہونے میں تو کچھ شک ہی نہ رہا۔ مورخ اسپین کو جب مسلمانوں کے ہاتھ سے استیصال مذہب مسیحی کا کوئی معقول سبب نہ ملا تو لکھتا ہے۔ کہ "شاہ وٹزا نے ملک کو گناہ سکھلائے" کیا خوب! حقیقت میں اہل اسپین یہ تعلیم بیشتر ہی پا چکے تھے۔ شاہ وٹزا اپنے اسلاف سے بدتر نہ ہوتا۔ اگر اہل گاتھ کے وقوعات مابعد ان تمام خرابیوں کو پوری وسعت نہ دیتے۔ وحشی قوموں کی برائیاں۔ متنزل مذہب قوموں کی برائیوں سے بسا اوقات قریب مشابہت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس نظر سے انقلاب سلطنت سے اہل ملک کے اخلاق کی کچھ بھی اصلاح نہ ہو سکی۔ کیونکہ رومن مذہب اگرچہ متنزل تھی اور گاتھ محض وحشی اور ناشائستہ۔

سپین کی ملکی اور اخلاقی حالت یہ تھی۔ جب وہ سیلاب جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے لہرا کے اوسکی حدود کیطرف بڑھا۔ تمام ملک بگڑی ہوئی شخصی سلطنتوں میں منقسم تھا۔ بڑی بڑی جاگیریں حلقہ بگوش مزارعان کے

زیر کاشت تھین جنکی حالت نہایت متزلزل اور بالو رانہ تھی - برگ لینے روسیار
ٹکسونکی بہار سے بالکل خراب وخستہ ہو گئے - دولتمند نشستہ عمتیر مین مدہوش تھے
جبل الطارق سے اسطرف تو یہ حالت تھی - اور اوسطرف نہر دان اسلام خیمہ زن
تھے جنمین ہر شخص زور آزما و شیر پنجہ تھا - جنکے سینون مین سچے مذہب کا
جوش بھر رہا تھا - جنکو خلوصیت ہی سے قواعد نظم کمایا جاتا تھا - جنکی
زندگی بالکل سیدھی سادی اور انگھڑ سپاہیون جیسی تھی اور جنکے دل اوسوقت مشرکین کے
زرخیز صوبونکو تاخت و تاراج کرنے کے شوق سے لبریز تھے پھر ایسے فریقین کے
درمیان جو لڑائی کا فیصلا ہو سکتا ہے اوسمین کسکو شک ہوتا - اور بالفرض اگر امکان
شک ہوتا بھی اوسکو باہمی دغا بازی نے حملہ آور دونکے حق مین تائید آسمانی بنکر
بالکل رفع کر دیا -

راڈرک نے شاہ وتزا کو تخت سے برطرف کر کے خود عنان حکومت
ہاتھ مین لے لی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے برداز حکومت تو
بہت اچھی طرح اوٹھایا - مگر آخر کار جاہ و دولت کی حرص مین ڈوب گیا - اوسکی
شہوت پرست عیش دوست طبیعت نے اون ہتھیار اوٹھنے والے اسباب
مین بارود کا کام دیا جو اوسکو چاروطرف سے گھیرے ہوئے تھے - اور
جنکو شعلہ زن ہو کر سلطنت کو خاکستر کرنے مین ایک ذراسی چنگاری کی ضرورت
تھی - اوسوقت سلطنت اسپین کی چھوٹی چھوٹی ریاستون مین یہ دستور تھا کہ
ہر شہزادہ اپنے بچونکو خاص عہدے کے لئے شاہی دربار مین اس غرض سے

بھیجدیا کرتے تھے کہ شاہی اداب بزم ۔تربیت وشائستگی حاصل کریں۔
چنانچہ کونٹ جولین گورنر سیوٹا (سوطا) نے (شروع مین بیان کیا گیا ہے
کہ سوطا شاہ یونان سے برائے نام متعلق تھا۔ بلحاظ استمداد و اعانت اور
تقرب شاہ سپین کا مطیع تھا) حسب دستور اپنی دختر فلورنڈا کو لوئیڈرو (طلیطلہ)
بھیجا تاکہ ملکہ کے کنیزون مین تعلیم و تربیت پاوے۔ یہ لڑکی نہایت حسینہ اور
جمیلہ تھی۔ شاہ راڈرک کا فرض تھا کہ اس معصوم لڑکی کی پاکدامنی کو اپنے بیٹون
کیطرح دامن شفقت سے محفوظ رکھتا مگر افسوس! اوسنے اپنے تمام فرائض منصبی
کو تیاگ کرکے اوسکے دامن عصمت کو خوں آلودہ کردیا۔ یہ ایک بڑی بھاری
بے عزتی ہے۔ کیونکہ جولین کی اکلوتی بیٹی شاہ وٹزا کی حقیقی بیٹی تھی۔ گویا لڑکی کی
بے عزتی سے تمام خاندان گاتھ کا تہتک ہوا۔

نوجوان لڑکی نے اس غم و غصے مین اپنے باپ کو خط لکھکر ایک معتبر
غلام کو بلایا۔ اور اوسکو ایک دستی خط دیکر کہا کہ اگر تجھے شہزادیونکے تلطف
اور نائٹ (فوج کا اعلے عہدہ) جیسے اعلے عہدے کی عزت حاصل کرنیکی
آرزو ہے۔ تو بلا خیال دنرات خشکی و تری ہوا ہوجا اور جسقدر جلد ہوسکے
یہ خط خاص کونٹ جولین کے ہاتھ مین جادے۔

کونٹ جولین کو شاہ راڈرک سے رشتہ اتحاد قایم رکھنے کی کوئی
وجہ ہی نہ تھی۔ کیونکہ اوّل تو شاہ وٹزا سے اوسکی نہایت قریب رشتہ داری
تھی (یعنی اوسکا خسر تھا) اور شاہ وٹزا وہ تھا جسکو راڈرک نے تخت سے

برطرف بلکہ غالب گمان ہے کہ قتل ہی کر دیا تھا - پس ایسے غاصب اور قاتل سے موافقت رکھنے کی اوسے کیا ضرورت تھی - دوسرے اب اوس کی بیٹی کی بے عزتی کے ساتھ خاندان گاتھہ کی بے عزتی ہوئی - جس نے اوسکی آہستہ آہستہ سلگتی ہوئی کینے کی آگ کو منقسمہ غیض و غضب کی شعلون تک بھڑکا دیا - گو عربونکے حملونکو وہ اب تک پوری کامیابی سے روکتا رہا - مگر اب اوسنے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی بیٹی کی عزت خراب کرنے والے کا ملک بچا نیکی زیادہ کوشش نہ کرونگا - مسلمان اگر ملک لینا چاہین تو مین بھی اونہیں سے بتلانے پر تیار رہون -

بدلا لینے کے جوش مین بھر کر جولین نے فوراً دربار شاہی کی طرف کوچ کیا - اور وہان پہونچکر اپنے اصلی دلی خیالات کو اس چالاکی سے چھپا کر راڈرک سے کہا کہ اپنے جرم پر بغایت انفعال اور پختہ تیقین تھا - کہ فلورنڈا نے افشاے راز نہ کیا ہوگا - نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا - اور محافظت ملک کے لئے ذرا ذرا سی بات مین اوس سے مشورہ کیا بلکہ جولین ہی کے فریب آمیز صلاح سے اوسنے اعلے درجے کی فوج (سوار اور پیادے) اوسی کے ماتحت جنوبی اضلاع کی طرف بھیجدی - تاکہ مشرکین حملہ اورون کے مقابلے کے لئے تیار رہین - اسکے بعد جولین معہ اپنی مظلوم دختر فلورنڈا کے سوطا کو واپس ہوا - اور شاہ راڈرک کو نہایت خوش اور مہربان چھوڑا - چلتے ہوئے شاہ مذکور نے اوس سے چند

خاص قسم کے شکاری بازوں کی اشد ضرورت ظاہر کی۔ اور اونکے لئے فرمایش کی۔ جولین نے جواب مین کہا کہ مین آپ کے لئے انشاء اللہ تعالے ایسے باز بھیجون گا جو آپ نے کبھی مدت العمر مین بھی نہ دیکھے ہون گے غرض اہل عرب کے آنے کو اس پوشیدہ پیرایہ مین جتلا کے۔ جولین نے سوطا کو رخصت کیا۔

جولین نے واپس ہوتے ہی اوّل موسے بن ناصر گورنر شمالی افریقہ سے ملاقات کی۔ جسکے ساتھ اوس کی قرابت اس قدر مرتبہ تمغ وسیر ہو چکی تھی۔ اور اوس سے کہا کہ آج میرے اور تمہاری لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ اب سے مین اور تم دو دلی دوست ہونگے اور اثنائے گفتگو مین اوس نے اپنی کی زرخیزی اور خوبصورتی کے افسانون سے عربی جنرل کے دل مین شوق پیدا کیا۔ اوس کے صاف و شفاف چشمے سرسبز و شاداب چراگاہین۔ لذیذ انگور خوشگوار ارزنیون۔ اوس کے عالیشان شہر اور شاہی محل اور گاندھ کے سبز خزانے۔ اور کہا کہ یہ ایسا ملک ہے جہان کہ گویا شہد و دودھ کی نہرین بہتی ہین۔ موسے! صرف تمہاری جانے کی دیر ہے گئے اور فتح ہوا مین خود تمہین راستہ بتلاؤن گا اور اپنے ہی جہاز دون گا۔ مگر عربی جنرل ایک مرد دانا و دور اندیش تھا اوس نے خیال کیا۔ ممکن ہے کہ جولین کی اس تجویزین جو اچھی خاصی دعوت ہے کوئے دام تزویر ہو پس اوس نے خلیفۂ دمشق کی خدمت مین ایک قاصد بھیجکر اون کا امتزاج لیا۔ اور ساتھ ہی

اطمینان کے لئے ایک چھوٹی سی پانسو آدمیوں کی جمعیت بسردارئ مارقس جولین کے چار جہازوں میں اس لئے روانہ کردی کہ سواحل اندلس پر لوٹ مار کرکے چلے آویں - یہ واقعہ سنہ ۷۱۰ عیسوے کا ہے - اہل عرب نے اس وقت تک بحر روم میں جہازرانی شروع نہ کی تھی - اسیواسطے موسےٰ نے نہ چاہا کہ اس مختصر سی جمعیت سے زیادہ آدمی سمندر کے بلاخیز موجوں میں ڈالدے -

باقی آیندہ

(حامد علی)

"قرآن مجید کی ترتیب"

پر

ایک رائے

(نمبر ۱)

حضرت سرورِ کائنات پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے منشی اوسکو قلمبند کرلیا کرتے تھے اور آنحضرتؐ کے اصحاب اوسکو حفظ کرلیا کرتے تھے اور اسطور پر کلام الٰہی سینہ اور سفینہ مین محفوظ تھا۔ حضرت خلیفۂ اوّل کے وقت مین ابو سلمہ نے دعوے نبوّت کیا اور مسلمانون سے اور اوس سے بمقام یمامہ (جو یمن کا ایک شہر تھا) معرکہ کارزار ہوا اسی معرکہ مین ابو سلمہ مارا گیا اور سات سو حافظ شہید ہوئے۔ حضرت عمر کے عقل و دور اندیش کو یہ اندیشہ ہوا کہ ابھی مسلمانونکو بڑے بڑے معرکہ سر کرنے ہین اگر ایک ایک معرکے مین سات سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے تو جو حصہ کلام مجید حافظون کے سینون مین محفوظ ہے وہ باتہہ سے گیا یہ خیال کرکے آپ نے خلیفۂ اوّل کو یہ مشورہ دیا کہ قرآن ایک جگہ جمع ہوکر قلمبند ہوجائے۔ حضرت خلیفۂ اوّل نے زید ابن ثابت کو (جو آنحضرت کے عہد مین دارالانشاء وحی کے ایک رکن تھے) یہ فرماکر یہ خدمت سپرد کی کہ اِنَّکَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ

لا تتہمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن و اجمعہ ترجمہ تم جوان عاقل ہو تمہارا حافظہ یا صداقت بھی کسطرح متہم نہین ہے اور آنحضرت کے زمانے مین تم وحی لکھا بھی کرتے تھے اہتمام کرکے قرآن جمع کرڈالو۔ حضرت زید بن ثابت نے کوشش و محنت سے قرآن شریف کو مختلف کھجور کے پتون سے اور لخاف سے (جو ایک سفید باریک پتھر ہے) اور حافظون کے سینے سے یکجا کرکے قلمبند کرلیا۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت حفصہ بنت عمر کی حفاظت مین یکے بعد دیگرے رہتا چلا آیا جب حضرت عثمان خلیفہ ثالث کا عہد آیا اور آرمینیہ اور آذربیجان مین معرکے گرم ہوئے تب حذیفہ بن الیمان نے انکی توجہ تدوین کلام مجید کیجانب مائل کی انہون نے زید بن ثابت۔ عبداللہ بن الزبیر۔ سعید بن العاص۔ اور عبدالرحمن بن الحارث کو حکم دیا کہ قرآن مجید کا نسخہ حضرت حفصہ کے پاس سے لاکر اوسکی متعدد نقلین کرین۔ جب متعدد نسخے تیار ہوگئے تو ایک ایک نسخہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ یمن وغیرہ ممالک کو بھیجدیا گیا۔ (دیکھو صحیح بخاری المعات) یہ ہے مختصر تاریخ قرآن مجید کے جمع ہونے کی۔

اب ترتیب کو ملاحظہ کیجئے۔ قرآن مجید کی ترتیب کے ذیل مین دو قسم ہین۔ اوّلاً آیات کو باہم مرتب کرنا۔ اسکے نسبت تمام علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ یہ آنحضرت کا الہامی فعل تھا۔ اسمین کسی عالم کو اختلاف نہین

ہے ۔ ثانیاً سورتونکو باہم مرتب کرنا یہ کام اصح اقوال کے بموجب صحابہ آنحضرت نے اپنے اجتہاد سے کیا ہے ۔ اور یہ ترتیب سورتونکی جو آج ہم قرآن مجید مین دیکھتے ہین حضرت عثمان کے عہد مین ہوئی ہے ۔ (دیکھو تفسیر فتح العزیز پارہ الم لعلت) اس ترتیب کے بیان سے واضح ہوگیا کہ آیات قرآنی کی ترتیب الہامی طور پر منجانب اللہ ہوئی ہے ۔

توضیح مقام کے واسطے یہ تو تمہید تھی اب اصل مقصود سنئے کہ نومبر ۱۹۰۹ء کے پرچہ حسن مین ایک مضمون طبع ہوا ہے جسکے عنوان کو ہمنے بھی اپنے مضمون کا زیب سر کیا ہے ۔ کاکوری کے ایک صاحب کو یہ خیال جدید پیدا ہوا ہے کہ قرآن کی آیتون کی باہمی ترتیب (جو تیرہ سو برس سے کرورون مسلمانون مین رائج ہے) ناقص اور زمانہ موجودہ کے لحاظ سے ناموزون ہے وہ اوسکو بطور خود ایک نئی ترتیب دینگے اور تمام مسلمانونسے مستدعی ہین کہ اس دینی کام مین شریک ہوکر توشۂ آخرت فراہم کرین مضمون کا خلاصہ تو یہ ہے لیکن مضمون نے فسہ ایک عجیب چیز ہے اور بے اختیار ع یہ خوش گفت است سعدے در زلیخا ۔ کو یاد دلاتا ہے ۔ ناظرین رسالہ نے خیال کیا ہوگا کہ جس شخص کے دل مین منجانب اللہ یہ خیال پیدا ہوا وہ بڑا ہی صاحب باطن ہوگا کیونکہ تیرہ سو برس تک کسی صحابی کو یہ الہام ہوا اور نہ کسی اولیاء کرام مین سے یہ کشف ہوا کہ ترتیب کلام مجید ناموزون ہے ۔ لیکن دیکھنے والے کا بڑا ہی فاضل اجل ہوگا جو آیات کی باہمی نسبت کو تمام مفسرین سے

(حالانکہ مفسرین کلام مجید مین فخر رازی سے فلسفی کامل ہی شامل ہین) بہتر سمجھا
اور جو بات اونکو نہ سوجھی تھی وہ اوسکے ذہن رسا نے ایجاد کی۔

اور بڑا ہی گریجوایٹ ہوگا جو زمانہ حال کے رموز علمیہ کا نبض شناس ہے
صاحبو میرے دلمین تو یہی خیال مضمون پڑھکر پیدا ہوا اور سب سے پہلا کام جو
اوس مضمونکے متعلق مین نے کیا وہ یہ تھا کہ یہ دریافت کرون کہ حضرت سعدی[1]
کی لیاقت علمی کیا ہے۔ خوش قسمتی سے اونکے ایک ہم مکتب اور ہموطن سے
ہمکو دریافت کرنے کا موقع ملا اور اونہون نے بتایا جو کچھ بتایا۔ بدقسمتی سے
نہ مین صاحب کشف ہون اور نہ میرے وہ دوست جنہون نے میری مدد
کی بواسطے راقم مضمون (یعنے حضرت سعدیے) کے نسبت باطنی کی نسبت
مین کچھ معلوم نہ کرسکا۔ ہان عربی کا تو کچھ شائبہ ہی نہین ہے رہی انگریزی وہ
ہی کچھ اونے درجے سے بڑھی ہوئی نہین ہے۔ اب اگر مجھکو حیرت ہے
تو صرف حضرت کی جرات پر۔ حضرت سعدی ہمکو معاف کرین اونہون نے
بہت بڑے کام کا ارادہ کیا ہے۔ جب تک ہم تحقیق کامل نہ کرین کیسے
اونکے ہم زبان ہوجائین۔

آمدم برسر مطلب راقم مضمون کا دل دکھتا ہے کہ مشہور اور مستند مقولہ
"الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" بیکار رہجائے اور اسپر حجت

---

[1] یہ لفظ آگے جہان استعمال ہوا ہے وہان سعدی کاکوروی سے مراد ہے۔

اونہون نے سلف پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ خود وہ اوسکو بیکار کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ ہم باادب پوچھتے ہین کہ "الانسان" کے نوع کا جزوے حضرت اپنے آپ کو سمجھتے ہین یا نہین۔ اگر سمجھتے ہین تو اونکو یہ یقین کیونکر ہوگیا کہ اونکا ارادہ اور منصوبہ میرا "من الخطاء والنسیان" ہے بقول اڈیٹر حسن کوئی وجہ اختلاف تو بیان کی ہوتی جسکی جہت سے ہم کو بھی معلوم ہوتا کہ آپ کا ارادہ الہامی اور خطا سے پاک ہے

حضرت سعدے خبردار ہوجائین کہ جو اعتراض نقص ترتیب آیات کا اونہون نے کیا ہے حضرت عثمان پر وہ صرف حضرت عثمان تک محدود نہین ہے بلکہ بانی اسلام پر ہے۔ کیونکہ ہمنے اوپر بتایا ہے کہ ترتیب آیات (جسنے آیات صفات باری اور کیفیت ذات تمہاری کو اور تمہید اور اخلاقی مضامین کو ایک جگہ کردیا ہے) شارع علیہ السلام کا الہامی فعل ہے اور اسواسطے دماغ بشری کا نتیجہ نہین ہے۔ جیسا کہ آپ سمجھے ہین۔ بلکہ خدائی کام ہے اور اسواسطے ہمارے مسلمان بھائی اسی ترتیب کو اولے اور عمدہ خیال کرتے ہین۔ بقول اڈیٹر حسن صابئون کا رجحان البتہ اور ترتیب کیطرف ہے اور وہ نفس الامر مین "ایک رخنہ پیدا کرنے کی ایک تدبیر ہے"

حضرت سعدے نے واقعات کے لحاظ سے اپنے مضمون مین بہت غلطیان کی ہین اور انہین غلط واقعات پر اپنے رایونکو قایم کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ جب بنا درست نہین تو عمارت کیونکر درست ہوسکتی

ہے مضمون کے صفحہ (۶) میں لکھتے ہیں کہ قرآن متعدد سورتوں میں نازل ہوا ہے" اور پھر دعوے پہ کہ "ہر مسلمان اسکو عمدہ طور پر جانتا ہے" حضرت میں تو یہ نہیں جانتا بلکہ یہ جانتا ہوں کہ قرآن شریف تمہ متعدد سورتوں میں نازل ہوا ہے اور اکثر آیات میں نازل ہوا ہے اور ان آیات کے مجموعہ کا نام سورۃ ہے یہ کہنا کہ ہمیشہ سورتیں ہی نازل ہوئی ہیں صحیح نہیں ہے اپنے اس دعوے کے اثبات میں ایک تفسیر نہیں بلکہ تمام دنیا کے اسلامی تفسیریں پیش کرنا ہوں جس تفسیر کو اوٹھا کر دیکھے گا یہی مطلب بتائیگی۔

صفحہ (۷) میں لکھتے ہیں کہ "سورتیں جو مضامین کا ہیڈنگ ہیں اوس میں شان نزول اور مقام صدور کا اظہار ہے" میرے نگاہ سے جتنے کلام مجید گذرے کسی سورۃ میں بھی شان نزول کا تذکرہ نہیں ہے اور غالباً کوئے کلام مجید آجتک ایسا نہیں لکھا گیا۔ شان نزول تفسیر میں بیان کیجاتی ہے البتہ سورتوں کی ابتدا میں مقام صدور کا اظہار ہوتا ہے اور کسی خاص قصے یا حکم کیوجہ سے (جو اوس سورۃ میں مذکور ہوتا ہے) اوس سورۃ کا نام رکھا گیا ہے مثلاً سورۃ البقرۃ چونکہ اسسورت میں بقرہ اسرائیل کا ذکر ہے لہذا اسکا نام سورۃ البقرۃ ہے اگرچہ اور بہت سی باتیں بھی اسسورۃ میں مذکور ہیں۔ بعض سورتوں کے نام میں یہ مناسبت بھی نہیں ہے مثلاً سورۃ طٰہٰ و یٰسٓ و صٓ و قٓ و نٓ وغیرہ۔ جن حرفوں سے یہ سورتیں شروع ہوئی ہیں وہی اونکے اسماء ہیں۔

آگے بیان کرتے ہیں کہ محمدیوں کا اعتقاد ہے کہ ترتیب کلام مجید حضرت عثمان کا کام ہے۔ شاید راقم مضمون کا ہے اعتقاد ہو۔ لیکن تمام مسلمانوں کا عقیدہ تو وہی ہے جو تفسیر فتح العزیز وغیرہ کے حوالے سے ہم نے اوپر ظاہر کیا ہے۔

اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ "یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ بروقت ترتیب کلام مجید حضرت عثمان نے بہت سے آیات ..... نکال دیئے" علاوہ اسکے کہ بقول اوپر حسن حضرت سعدی کاکوروی خلیفہ ثالث پر ایک غیر مستند اور قابل مضحکہ دہبا لگاتے ہیں جہاں اسبات کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ یہ مطلب کس کتاب سے راقم مضمون نے اخذ کیا ہے اور غضب یہ کہ پایہ تحقیق پر پہونچ جانے کا دعوے ہے۔ ہمکو حیرت ہے کہ یہ تحقیقات کا جھنڈا کہاں نصب ہوا ہے جسکے سایہ میں ایسی ایسی مضحک باتیں فراہم ہو رہی ہیں۔ کیا سعدی کاکوروی اسی تحقیقات اور انصاف سے مخالفین کے جواب "مشرح و بسط سے لکھیں گے"

صفحہ (۸) کے خاتمہ پر ایک عجیب اور طرفہ بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "لیکن آپ کو (یعنے حضرت عثمان کو) ہی ایک کام (یعنے قرآن کی ترتیب) نہیں بلکہ مدتیوں کی ترتیب۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ تمام امور دینی اور دنیوی کا ایک دستور العمل مکمل کرنا تھا۔ ..... اسواسطے ترتیب کا خیال نظر انداز ہو گیا" ہمکو سخت تعجب ہے کہ حضرت

عثمان نے کونسے احادیث مرتب کئے ہین اور احکام دینے اور دینے کا کونسا مکمل دستور العمل بنایا ہے۔ ہم نے نہ نام سنا اور نہ شاید کسی اور نے سنا ہوگا۔ شاید راقم مضمون کی یہ غرض ہے کہ حضرت عثمان سے احادیث مروی ہین لیکن حضرت عثمان سے کچھ ایسی کثرت سے احادیث روایت ہی نہین کیگئی ہین صحیح بخاری مین صرف نو حدیثین حضرت عثمان سے مروی ہین حالانکہ اسی صحیح بخاری مین حضرت ابوہریرہ سے چار سو سے زائد حدیثین روایت کی گئی ہین (دیکھو مقدمہ فتح الباری) اسے پڑھ کر اپنکو قیاس کر لینے۔ حدیثونکی ترتیب محدثین اصطلاحی اور احکام نماز وغیرہ کو مرتب کرنا فقہاے اصطلاحے کا شیوہ اور منصب ہے حضرت عثمان دونون فریق مین نہ تھے۔

نوین صفحے کے آخر مین اس سے بھی زیادہ حیرت خیز بلکہ استعمال انگیز بات لکھی ہے۔ کہتے ہین "وہ اسکے ساتھ ہی اگر وہ (یعنے متعصب مسلمان) اسبات کا خیال کرینگے کہ حضرت خلیفۂ اوّل و دوم مین اتنی عقل۔ مادہ۔ لیاقت۔۔ نہ تھی جو کلام مجید کو جمع کرتے یا قواعد و اجرائے احکام مین بمقتضائے عقل کام لیتے۔ جو حضرت عثمان نے کیا۔ تو ہمکو امید ہے کہ تمام ہمارے مسلمان ہمارے ہم زبان ہونگے اور کچھ خیال کرکے دل مین سکوت اختیار کرینگے"

میرے سمجھ مین نہین آیا کہ عام مسلمانونکے اعتقاد مین کس بات مین

حضرت خلیفہ اوّل و دوم حضرت عثمان سے پیچھے تھے - کیا خلیفہ اوّل نے
قران کے جمع ہونے کا حکم نہین دیا کیا اونکے عہد مین قران جمع نہین ہوا -
کیا ان دونون خلافتونکے زمانے مین احکام اسلام کا ڈنکا ممالک جہان مین
نہین بجا - کیا قواعد اسلام ان دو خلافتون نے ایک عالم مین جاری نہین
فرمائے - کیا مقتضائے عقل کے بموجب بارہ برس دونون خلافت کا
فرض منصب ادا نہین ہوا - جب ہم دیکھتے ہین کہ سب کچھ ہوا اور نہ
صرف ہم دیکھتے ہین بلکہ جتنے آنکھون والے مسلمان ہین سب دیکھتے
ہین تو ہمارے خیال مین نہین آتا کہ حضرت کا کودی ہمکو کیا تلقین کرتے
ہین - شاید وہ خود بھی نہین سمجھتے - یہ کتنا کریہہ اور فضول لفظ ہے کہ
کچھ دل مین خیال کرکے کیا ہی بے سروپا باتین جدید قران مین درج کیجاتی
اور کیا ہی مہذب کلمات زمانہ حال کے موزون ہین ؎

بقول من نہ رسیدہ است غل مین ہرگز
خونشا کسیکہ دارست از زبان دستش

ہماری فہم قاصر ہے کہ کیا سمجھکر ہم سعد بیگ کے ہمزبان بنجائین - یہ ایک
نمونہ ہے اوس مضمون عالی کے خوبیون کا - اور یہی مضمون ہے جو
منجانب اللہ القا ہوا ہے - اسی پر اوسکے تحریر کا اندازہ ہوسکتا ہے
جسکے واسطے یہ مضمون نقیب ہے - ہمارے راسکے مین تو مذہب مین
رخنہ اندازی اور نقب زنی اسکا منشا ہے اور اسیوجہ سے ہمنے اسکو نقیب کہا

آخر میں ہم باادب راقم مضمون سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی رائے پر
غور اور مقدمہ پر نظر ثانی کریں اور خواہ مخواہ اس ضد میں کہ جو کچھ وہ کہتے
ہیں منجانب اللہ اور الہامی ہے۔ اس مستند اور مشہور مقولہ کو کہ انسان
مرکب من الخطاء والنسیان کو بیکار نہ قرار دیں تاکہ ہم اطمینان دلاتے ہیں
کہ اگر بدقسمتی سے انہوں نے اپنی رائے کے پیرو یعنی ماہ جنوری سے
کام شروع کر دیا تو کوئے فتوے کفر والحاد کے لکھنے کی تکلیف گوارا
نہ کرے گا بلکہ اپنے دل میں کچھ خیال کر کے سب چپ ہو رہیں گے۔
مسلمانوں کی حمیت سے امید ہے کہ اس نفسکے خیال کی تائید میں کسی
طرف سے صدائے مرحبا بلند نہ ہوگی۔
اگر راقم مضمون کو ہماری تحریر ناگوار گذرے تو افسوس ہے۔
لیکن ہمپر فرض تھا کہ ہم یہ لکھتے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

محمد حبیب الرحمن شروانی

"قرآن مجید کی ترتیب"

(۲)

نمبر

رسالۂ حسن نمبری (۱۱) مین ایک مضمون مسلمانون کے قرآن پاک کی ترتیب کی بابت چھپا ہے جسکے مصنف کا نام رفیع الدین احمد اور وہ مقام کاکوری کے شیخ سعدی ہین - یہ ایک دلچسپ مضمون ہے جو ہر مسلمان کی ضروری توجہ کے لایق ہے اس مضمون کے صاحب راقم کی تمام رائے کا پورا خلاصہ انکے ان دو فقرون مین ہے "اوّل فقرہ" لیکن مین یہ ضرور کہونگا کہ قرآن کی ترتیب موجودہ زمانۂ حال کی بہت ناموزون ہے اور اسکے غلوط مضامین کم بیون کی نظرون سے ضرور محفوظ ہین - دوسرا فقرہ" ہندوستان ہی سے ملک مین قرآن مجید کی ترتیب موجودہ نامکمل اور ایک طور پر ادھوری ہے - مین اسکی ترتیب اپنے فہم ناقص کے مطابق ہر سبجکٹ (مضمون) پر کرنا چاہتا ہون" جو دلیل انھون نے قرآن پاک کی ترتیب کے نامکمل اور ناموزون اور ادھورے ہونے کے بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہ ترتیب جسکو (بعض خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے وہ بشر ہے اور بشر مرکب من الخطا والنسیان ہے اسوجہ سے اوسکا فعل ضرور غلطی اور نقصان پر مشتمل ہوگا - ورنہ اس مشہور مقولہ کا خون ہونا ہے کہ الانسان مرکب من الخطا والنسیان - چنانچہ وہ لکھتے ہین" یہ خیال کہ جو

ہمارے ان سابق ہین کر گئے ہین وہ کالوحی من السماء سمجھا جاوے
اور انکی رائے خطا و سہو سے پاک سمجھین لانسان مرکب من الخطاء والنسیان
ایک مشہور اور مستند مقولہ کو بالکل بلا ضرورت بیکار کئے دیتا ہے" اونہون نے
یہ بات کا دعوے کیا ہے کہ حضرت عثمان نے ترتیب قران کے وقت بہت
سے آیات و مضامین کو حذف کر دیا اور انتخاب مین مکررات اور غیر ضروری
مضمون دور کر سکے صرف ضروری مضامین پر اکتفا کیا اور صاحب راقم
موصوف نے اس کا رد ائے کو مسلمانونکو گمراہ یا مسلم اور محقق مسئلہ ظاہر کیا ہے
چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہین" ہمارے پیارے محمدی بھائیونکا یہ اعتقاد و کامل ہے
کہ کلام مجید کی ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے
دست مبارک سے ہوئی اور اسیوجہ سے آپ کا لقب جامع القران ہے
یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ بروقت ترتیب کلام مجید حضرت خلیفہ ثالث
نے بہت سی آیات جو محل خاص کے واسطے مخصوص ہی مطلب واحد کیوجہ سے
بلا ضرورت یا تکرار مضمون کے باعث قابل اندراج نہ تہین نکال ڈالین - اور
انتخاب مین صرف اونہین آیات کی ضرورت سمجھی گئی جو خاص اغراض کے واسطے
مفید تہین - یا ایک مطلب جداگانہ کے سبب لابد تہین - اور جنپر جمہور کا اتفاق
ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ کی تصدیق ہئی اور دیگر انصار و مہاجرین
و تابعین کے نزدیک مسلم"

اونہون نے اپنے دو خیال متناقص اس مضمون مین عجب لطف سے

بیان فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ میں صرف سورتوں کی ترتیب میں تصرف کرنا چاہتا ہوں چنانچہ وہ لکھتے ہیں "گو میں یہ بخوبی جانتا ہوں کہ میرا ارادہ پیچھے موخر و مقدم سورتوں کے دوسرا نہیں۔ چنانچہ ان کا یہ فقرہ تو بتا رہا ہے کہ وہ سورتوں کی تقدیم و تاخیر کے سوائے اور کچھ کرنا نہیں چاہتے۔ اور جو نامور نبی بجکٹ کے اعتبار سے۔ قرآن پاک میں ہے وہ انکے نزدیک صرف اسیقدر تصرف سے رفع ہو جاوینگی مگر پھر کچھ سمجھ کر وہ فرماتے ہیں کہ "میں اسکی ترتیب اپنے فہم ناقص کے مطابق ہر بجکٹ پر کرنا چاہتا ہوں۔ تحمید باری۔ صفات باری۔ اخلاق مندی۔ معاشرت واقعات۔ فرائض وغیرہ"۔ اس فقرے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یا تو ہر ایک سورت انکے نزدیک ہر ایک مضمون کو علے سبیل الترتیب ایسی حاوی ہے جسکی وجہ سے صرف ایک سورت کو مقدم اور دوسرے کو موخر کرنے سے ہر بجکٹ کے موافق ترتیب مجوزہ انکی مکمل ہو جاوے گی یا شاید عزم اوّل کو ناکافی سمجھکر عزم ثانی یہ کیا گیا ہے کہ ترتیب سُوَر ہی نہیں بلکہ ترتیب آیات بھی کیجاوے گی ورنہ ہر بجکٹ کے موافق ترتیب نہ ہوگی۔ انہوں نے اپنے اس مستحکم ارادہ میں اپنے عزم راسخ کو جو اس زمانے کے فلاسفروں کے نزدیک شعبہ نبوت ٹھہرا ہے۔ اس دلیرے کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے پیشواؤں (یعنے آجکل کے ملانوں) کے کفر کے فتووں سے اپنے کو بے خوف ظاہر کر دیا ہے اور باین ہمہ اپنے اس مستحکم ارادے میں تمام مسلمانوں اور رئیسوں سے پوری امداد کی امید ظاہر کی ہے چونکہ ہم بھی ایک

ایک مسلمان ہیں اور ہمکو خوب معلوم ہے کہ ہمارے اسلام کی حقیقت اپنے
پیارے محمد رسول اللہ کی سچی تصدیق اور اوسکے لائے ہوئے۔
سچے کلام الٰہی کی تسلیم کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو وہ اُسی
سچے کلام الٰہی کی بتائی ہوئی بات ہے۔ اس نظر سے ہمپر فرض ہے کہ ہم
اس زمانے کے شیخ سعدی صاحب کی اس نئے خیال کو نظر غور سے دیکھیں
جو انہوں نے مسلمانوں کے خدا کے کلام پاک کی نسبت ظاہر فرماکر یہ ثابت کیا ہے
کہ جس کلام خداوندی کو ہم مسلمانوں نے اپنا مدار ایمان سمجھا ہے اور جسکی نسبت
ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہمہ وجوہ کامل و مکمل ہے اور ہر ایک عیب سے مبرا و منزہ
ہے اور وہ بفحوائے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اوہام مبطلین
و انتحال منتحلین سے برتر و اعلے ہے اور انسانی تصرفات و تحریف سے پاک ہے
وہ کلام پاک سعدے صاحب کے نزدیک ان جدید سب سے مالا مال ہے اور
ایک بے رنگے طور پر یوں ہی فراہم کرلیا گیا ہے جیساکہ اوراق منتشرہ کو ایک
طفل مکتب ہر امین سے چن کر جمع کرلیتا ہے اور اس غور کے بعد ہم اپنے سعدی
برحق کے کلام معجز نظام کو بتا نہیں کہ وہ کہان تک سعدے صاحب اسکے رائے
کے موجب اصلاح کے لائق ہے اور دریافت کریں کہ جس قادر حقیقی مالک الملک
ذوالجلال والاکرام نے اپنے مبارک و مقدس کلام کو بطریق اعجاز اپنے
پیارے نبی کو دیا تھا اس قادر مطلق سے سعدے صاحب کی رائے کے
موافق کہان تک۔ اس کلام کی تہذیب میں فروگذاشت ہوئی اور کہان تک

اس کلام کی تہذیب میں زوگذاشت ہوئی اور کہان تک اس مجموعہ انوار کی
ترتیب میں اسکو لاچاری اور مشکل پیش آئی جسکے سبب سے اوسنے اپنے پاک
کلام کی تہذیب و ترتیب کا کام اپنے بندوں کے سپرد کیا اور بندے بھی ایسے
جیسے وہ پورا نہ ہو سکا اور اونہوں نے آخرکار ہمارے زمانے کے مسیح مہدی
صاحب کی ترمیم کی ضرورت باقی رکھی۔

ہم قبل اس سے کہ مہدی صاحب کے خیال کے غلط یا صحیح ہونے
کی نسبت کوئی تصفیہ کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ قران پاک کی ترتیب کی نسبت
مسلمانوں کا عقیدہ ظاہر کریں اور اس امر کو طے کریں کہ آیا ہمارے خدا کی مقدس
کتاب کی ترتیب موجودہ کسی بشر کے ہاتھ سے ہوئی ہے جو مرکب من الخطاء
والنسیان ہے اور جسکی بنا پر مہدی صاحب نے اصلاح کا قصد فرمایا ہے یا جسکی
یہ کتاب ہے وہی اسکا مرتب ہے بشری اختیار و تصرف کو اسمیں کچھ مداخلت
نہیں ہے اور نہ آیندہ ممکن ہے۔

پس پہلے مسلمانوں کا جسطرح پر عقیدہ ہے کہ ہمارا قران پاک آسمانی
کتاب اور اللہ کا کلام ہے اسیطرح ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتاب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے سے پہلے اسی ترتیب و سلسلہ کے ساتھ
بہیئت مجموعی لوح محفوظ اور کتاب مکنون میں ثابت و موجود تھی اور موجود ہے
اور ہمارے اس عقیدے کو خود اسی سچی کتاب کی ان آیتوں نے ہمکو بتایا ہے
قال اللہ تعالے۔ انہ لقران کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا

ہی ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ وقال اللہ تعالے ان علینا
جمعہ و قرانہ فاذا قرءناہ فاتبع قرانہ۔ امام بخاری کتاب التفسیر
میں اس آیت کے تحت میں لکھتا ہے۔ قولہ تعالے ان علینا جمعہ
قرانہ۔ نا یف بعضہ الی بعض۔ فاذا قرءناہ فاتبع قرانہ۔ ای
ما جمعنا فیہ۔ وقال تعالی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
یہی وجہ ہے کہ ہمارے خدا کی یہ مقدس کتاب تبدیل و تحریف و زیادت و نقصان
سے آجتک محفوظ ہے اور اگر ہمارے خدا کی یہ بات کہ ہم اسکے حافظ ہیں سچی ہے
تو وہ ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ اور ہم مسلمانوں کے اس عقیدے کا ثبوت کہ ترتیب
موجودہ قرآن پاک کی مطابق اسی ترتیب کے ہے جو لوح محفوظ کی ترتیب ہے
اور اسمیں سر مو تفاوت نہیں ہے اور یہ ترتیب بھی اسیطرح جبرئیل علیہ السلام نے
آنحضرت کو خدا کیطرف سے لاکر بتائی ہے جسطرح کہ اونہوں نے قرآن پاک
اوتارا اسوجہ سے اس ترتیب کو ترتیب توقیفی اعتقاد کرنا اسلام کا عقیدہ ہے
ہے علاوہ ان نصوص قرآنی کے احادیث نبویہ اور اجماع مسلمین ہر تصریح اسکی ہے
ہے علانیہ طور پر پائی ہوتا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی لکھتا ہے۔
واعلم ان الامور الدالۃ علی ان ترتیب الایات توقیفی قرانہ صلی اللہ
علیہ وسلم سور اعدیدۃ فی الصلوۃ مرتبہ کما ورد فی الاحادیث
الکثیرۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الصلوۃ کذا سورۃ کذا
فی صلوۃ کذا سورۃ کذا فلیف یکون ہذا الترتیب الذی ھو الموجود الان

ترتیباً بتشریا مع ان الصحابۃ سمعوا القرآن مفصلا مرتبا من فی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال المالکی وغیرہ ترتیب
الآیات فی السورہ بامر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولما لم
یامر بزلک کیف ترکت البسملۃ فی اول براءۃ - وقال القاضی ابوبکر
ترتیب الآیات امر واجب لازم فقد کان جبرئیل یقول ضعوا
آیۃ کذا فی موضع کذا قال الذی یذہب الیہ ان جمیع القرآن
الذی انزلہ اللہ وامر باثباتہ رسمہ ولم ینسخہ ولا رفع
تلاوتہ بعد نزولہ ہو الذی بین الدفتین الذی خواہ مصحف
عثمان رضی اللہ عنہ وانہ لم ینقص منہ شئی ولا زید فیہ
وان ترتیبہ ونظمہ ثابت علی ما نظمہ اللہ تعالی ورتبہ علی
رسولہ من ای السور لم یقدم من ذالک موخر ولا اخر منہ
مقدم وان الامۃ ضبطت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ای کل سورۃ ومواضعہا وعرفت مواقعہا کما ضبطت منہ
نفس القرآن وذات التلاوۃ الخ کذا فی الاتقان اور وہی علامہ الدین
سیوطی کی کتاب ہے - اما الاجماع فنقلہ غیر واحد منہم الزرکشی
کشی فی البرہان وابو جعفر بن الزبیر فی مناسباتہ وعبارتہ
ہکذا ترتیب الآیات فی سورہا واقع بتوقیفہ صلی اللہ علیہ
وسلم وامرہ من غیر خلاف فی ہذا بین المسلمین - یہاں تک

اجمالی طور سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہم مسلمانون کا عقیدہ اسنے خدا کی
سچی کتاب کی نسبت اجمالی طور سے یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس آنحضرت پر نازل
ہونے سے پہلے اسی ترتیب و سلسلہ سے جیسے کہ وہ اسوقت ہمارے ایمان
پھر سے سینون مین ثبت ہے لوح محفوظ اور ام الکتاب اور کتاب مکنون مین
موجود تھی اور اب تک موجود ہے۔ اب ہم ذرا تفصیل سے اس بات کو
ثابت کرنا چاہتے ہین کہ آنحضرت پر جبرئیل علیہ السلام نے جسطرح اس کتاب
کو اوتار اسطرح اس کی ترتیب کو بھی بتایا اور آنحضرت نے بجملہ صحابہ کو سکھلایا
اور صحابہ نے اس قرآن پاک کو آنحضرت کے منہ سے اسطرح سنا جیسے کہ
بلاتشبیہ ایک شاگرد اپنے حافظ اوستاد سے سنتا ہے ایک حرف بھی
اسمین سے مقدم و موخر نہین ہوا اور ایک آیت بھی اپنے موضع سے نہین
ٹلی بلکہ جس آیت مین آنحضرت کو اوسنے شبہ ہوا ہے فوراً اوس آیت کو
جبرئیل امین نے آکر بتادیا ہے کہ یہ آیت فلان آیت کے قبل یا بعد کی ہے
اسکو وہان رکھو چنانچہ احمد نے باسناد حسن عثمان ابن ابی العاص سے روایت
کی ہے قال کنت جالسا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اذ شخص ببصرہ ثم قال اتانی جبرئیل فامرنی ان اضع ہذہ الایۃ
ہذا الموضع من ہذہ السورۃ۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان
وایتاء ذی القربیٰ۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جبرئیل امین نے
ترتیب قرآن کی تعلیم مین بھی وحی کے ذریعے سے پوری تفصیل اسکی فرمائی

کہ فلان آیت فلان سورہ مین فلان موضع پر اسطرح رکھدو اور آنحضرت نے
فورا اوسکو وحی کے بعد صحابہ کو سنایا اور حکم دیا کہ اس آیت کو فلان مقام پر لکھدو
فلان سورہ مین رکھدو۔ چنانچہ احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن حبان
اور حاکم وغیرہ ابن عباس سے نقل کرتے ہین۔ قال فکان اذا انزل علیہ شیٔ
دعا بعض اصحابہ فمن کان یکتب فیقول ضعوا ہؤلاء الایات
فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا او کذا۔ الخ۔ چنانچہ جس ترتیب سے جبرئیل
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قران پاک سکھلایا آنحضرت اوسی ترتیب سے
قران پاک کو ماہ رمضان مین ہر سال جبرئیل علیہ السلام کو سنایا ہی کرتے تھے
اور بعض اوقات آنحضرت کے سنانے اور حضرت جبرئیل کے سننے مین بعض
صحابہ بھی موجود ہوتے تھے اور حرفاً حرفاً مفصلاً مرتباً کما ہو الان صحابہ آنحضرت
کے منہ سے حضرت جبرئیل کو سناتے وقت سنتے تھے منجملہ اون صحابہ کے
حضرت زید بن ثابت کاتب القران ہین جنہون نے اس کتاب مقدس کو
من اولہ الی آخرہ حضرت جبرئیل کے سامنے آنحضرت کے منہ سے اس آخر
دور مین سنا ہے جسکے بعد آنحضرت کا انتقال ہوا اور اوسی آخر دور مین حضرت
جبرئیل نے آنحضرت کو یہ بھی بتا دیا کہ فلان آیت منسوخ ہوگئی اور فلان
آیت باقی ہے چنانچہ حضرت زید مذکور نے سب کو لکھ لیا اور آنحضرت
کو پڑھکر سنا دیا غرض کہ ناسخ و منسوخ کا تصفیہ بھی آنحضرت کے روبرو حضرت
جبرئیل نے فرما دیا اور آیات منسوخہ کے دور کرنے اور ناسخہ کے شامل

کرنے کا کام ہی آنحضرت خود ہی حضرت جبرئیل کے ارشاد کے موافق سنبھے
روبرو کر گئے اور ترتیب تلاوت کو مکمل فرما کر صحابہ کو تعلیم فرما دیا اور اسی تعلیم
کے موافق آنحضرت کے انتقال کے بعد ہمیشہ اسی موجودہ ترتیب تلاوت
سے حضرت زید اور لوگ تلاوت پڑھا تے رہے یہانتک کہ اونہون نے بہے
انتقال فرمایا اور اسیوجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان نے
جمع قران کا اہم کام اسکے ذمے کیا تھا چنانچہ بغوی نے شرح السنہ مین
لکھا ہے ان زید ابن ثابت شھد العرضۃ الاخیرۃ التی عین
فیھا ما نسخ وما بقی وکتبہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقرأہ
علیہ فکان یقری الناس بہ حتی مات ولذالک اعتمد
ابوبکر وعمر فی جمعہ وولاہ عثمان کتب المصاحف۔ الخ
یہانسے معلوم ہوا کہ ترتیب قران مین نہ آنحضرت کے رائے کو دخل تھا نہ
صحابہ کو مجال تھی نہ یہ ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی نہ اس ترتیب مین لوح محفوظ
کی ترتیب کے خلاف ایک نقطہ کی تقدیم و تاخیر ہوئی بلکہ وہ کما ہو فی اللوح
المحفوظ حضرت جبرئیل کے واسطے سے آنحضرت کو سکھلایا گیا اور آنحضرت
نے صحابہ کو تعلیم فرمایا اور صحابہ نے جمیع الامۃ کو سکھلایا۔

اب ہم کو یہ بات بیان کرنی چاہیئے کہ پھر صحابہ نے کیا جمع کیا اور
کس چیز کی ترتیب فرمائی اور حضرت عثمان کو جامع القران کس اعتبار سے
کہتے ہین اور جبکہ ترتیب خدا کیطرف سے ہے تو ان لوگون نے کیا کیا

جوان کیطرف ترتیب منسوب کیجاتی ہے پس اوسکی بابت ہم مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے قران پاک مختلف لکھے ہوئے اجزا مقامات مختلفہ سے اوٹھاکر ایک جگہ ایک کتاب مین جمع کردینے کے سوائے اور کوئی کام زیادہ نہین کیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ اوس زمانے مین چونکہ کاغذ وغیرہ اور تحریر کا اہتمام بہت کم تہا اسوجہ سے جو آیت قران پاک کی نازل ہوتی نبی کاتبان وحی حسب ارشاد نبوی اوسکو کبھی کاغذ پر کبھی سفید رنگ کے پتھر پر کبھی ہڈی پر کبھی کھجور کے پتون پر لکھہ لیا کرتے تہے اور وہ لکھا ہوا ایک مقام پر جمع نہ کیا جاتا تہا بلکہ بعض حصہ اسکا کسے صحابہ کے پاس اور بعض کسیکے پاس رکھا جاتا تہا چنانچہ آنحضرت کے آخر زمانے تک وہ اسیطرح رہا اور وہ متفرق کاغذ اور پتھر وغیرہ جنپر مختلف آیات لکھی تہین ایک جگہ جمع نہ ہوئے آنحضرت ۳ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر کے خلافت مین جبکہ اکثر وہ حفاظ جنکے سینون مین یہ مرتب قران محفوظ تہا ایک ہنگامہ مین قتل ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضے اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ یہ قران پاک جن حفاظ کے سینون مین محفوظ تہا وہ تو اکثر قتل ہوگئے اور آیندہ جو باقی ہین اونکی موت و زیست کا اعتبار نہین اور تحریر مین ہنوز وہ جمع نہین ہوا پس ہماری دین کی کتاب اگر صرف زبانی حفظ پر چہوڑی جاوے اور ضبط تحریر مین نہ لائی جاوے اور جملہ حفاظ خدانخواستہ ایک لخت مفقود ہوجاوین تو ضرور ایک دن یہ نعمت ہمارے ہاتہہ سے جاتی رہے گی پس مناسب ہے کہ جسطرح وہ سینون مین محفوظ ہے اسیطرح اسکو ایک کتاب مین

ہی مدون کر لیا جاوے چنانچہ بعد مشورۂ صحابہ کے اس عمدہ رائے کو مستحکم
فرما کر اونہون نے حکم دیا کہ اول اون متفرق اجزاء کو جو لکھے ہوئے مختلف
اصحاب کے پاس ہین جمع کر لیا جاوے اور ہر ایک لکھے ہوئے جزو قرآن
اور آیت کو حفاظ کی یاد سے مطابق کر لیا جاوے تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ جو قرآن
قرآن آنحضرت کے زمانے مین لکھا گیا تھا اوسمین سے کوئی جزو فوت نہین ہوا
جب وہ جملہ اجزاء متفرقہ یکجا جمع ہو جاوینگے اوسوقت موافق حفظ ان حفاظ
کے جنہون نے آنحضرت کے منہ سے حضرت جبرئیل کے سامنے شاہر
اور جو شب و روز اسکا دور و تعلیم فرماتے تھے اور جو رات دن نمازین کثرت
سے پڑھا کرتے تھے اور اگر ایک آیت کا فرق ہوتا تھا تو فوراً اوسکو درست
بنا دیتا تھا اسکو مرتب کر لیا جاوے گا۔ چنانچہ اولاً ایسا ہی کیا گیا کہ وہ اجزاء متفرقہ
جمع ہونے شروع ہو گئے اور حفظ حفاظ کے مطابق کئے گئے اور مصاحف
مین مرتب کر لئے گئے اور چونکہ ایسے عظیم الشان کام کے واسطے اعلے
درجے کی احتیاط اور غایت درجے کے اہتمام کی ضرورت تھی اسوجہ سے
حضرت صدیق اکبر کو اپنے قلیل المدت عہد مین زیادہ مہلت نہ ملے اور اونکے
زمانے مین اسقدر کام ہونا کہ قرآن پاک کے وہ لکھے ہوئے اجزاء جو آنحضرت
کے سامنے کاتبان وحی نے لکھے تھے اور جنکو آنحضرت نے بچشم خود
دیکھ لیا تھا یکجا جمع کر لئے گئے اور اونکا انتشار و تفرق جو زیادہ اندیشناک تھا
کم ہو گیا۔ چنانچہ بخاری کی روایت سے حضرت زید ابن ثابت کاتب الوحی

کا اسیقدر کام ثابت ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کے زمانے سے
اجزاء متفرقہ قرآن پاک کو اپنے پاس اور دوسروں کے پاس سے ملا شکر کے
یکجا جمع کر لیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ فلم ازل ارا جمعه حتی شرح الله صدری
الذی شرح له صدر ابی بکر و عمر فتبعت القرآن اجمعه
من الرقاع والاکتاف والعسب وصدور الرجال حتی وجدت
من سورة التوبة آیتین مع خزیمة الانصاری لم اجد بهما مع احد
غیره لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص
علیکم الی آخره وکانت الصحف التی جمع فیه القرآن عند ابی بکر
حتی توفاه الله۔ الخ اسکے تحت میں شارح قسطلانی لکھتا ہے۔ اجمعه
من الرقاع ای حال کونی اجمعه مما عندی وعند غیری
من الرقاع اور نیز جلال الدین سیوطی حارث محاسبی سے نقل کرتا ہے۔ و
قال الحارث المحاسبی فی کتاب الفهم السنن کتابة القرآن لیست بمحدثة
فان صلی الله علیه وسلم کان یامر بکتابة ولکنه کان مفرقا فی الرقاع
والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخها من مکان الی مکان
مجتمعا وکان ذلک بمنزله اوراق وجدت فی بیت رسول الله
صلی الله علیه وسلم فیها القرآن منتشر فجمعها جامع وربطها
بخیط حتی لا یضیع منها شیء الخ اور نیز طبرانی یحیی ابن عبد الرحمن ابن حاطب
سے قال قد مر عمر فقال من کان تلقی من رسول الله صلی الله علیه

وسلم شيئا من القرآن فليات به وكانوا يكتبون ذلك في الصحف
والالواح والعسب وكان لا يقبل من احد شيئا حتى يشهد
شهدان
وهذا يدل على ان زيدا كان لا يكتفي بمجرد وجدانه مكتوبا حتى
يشهد به من تلقاه سماعا مع كون زيد كان يحفظ فكان يفعل
ذلك مبالغة في الاحتياط واخرج ابن ابي داود ايضا من طريق
هشام ابن عروة عن ابيه ان ابا بكر قال لعمر ولزيد اقعدا
على باب المسجد فمن جاء كما يشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتبا
رجاله ثقات مع القطاعه قال ابن حجر وكان المراد بالشاهدين
الحفظ والكتاب وقال السخاوي في جمال القراء المراد انهما يشهدان
على ان ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله صلى الله عليه
وسلم او المراد انهما يشهدان على ان من الوجوه التي نزل بها القرآن
قال ابو شامة وكان غرضهم ان لا يكتب الا من عين ما كتب بين
يدي النبي صلى الله عليه وسلم لا من مجرد الحفظ قال ولذلك
قال في آخر سورة التوبة لم اجدها مع غير اي لم اجد هاملتوبة
مع غيره لانه كان لا يكتفي بالحفظ دون الكتابة غرضكه جو كچه حضرت
ابوبكر كے وقت مين هوا وه اسيقدر تها جو بيان كيا گيا اوسكے بعد حضرت عثمان
غني نے اسكو انهين حفاظ كے ذريعے سے مصاحف مختلفه مين سے ايك مصحف
تين اسي ترتيب موجوده كے ساتهه لكهوا ديا اور متفرق مصاحف كو جسكے باقي

رہنے سے قراءت کے اختلاف کا اندیشہ تھا نابود کر دیا پس خلیفہ اول
جامع القران باین معنے ہین کہ اونہون نے متفرق اجزاء کو سب جگہ سے
شگوا کر اور تلاش کر کر اور ہر ایک کی تصدیق فرما کر مصاحف مین جمع کر لیا اور
حضرت عثمان جامع القران باین معنے ہین کہ اونہون نے اون مصاحف مین سے
حفظ حفاظ کے موافق صرف ایک مصحف مین لکھوا لیا پس اب ہر مسلمان کو معلوم
ہو گیا ہو گا کہ ہمارے قران پاک کی ترتیب کو بشری تصرف سے کچھ علاقہ نہیں
ہے اور صحابہ رض نے سوائے اوس ترتیب نزولی کے ساقط کرنے کی جو بجا
بجا موافق حاجات کے ہوئی اور سوائے اجزائے متفرقہ کے یک جا جمع کرنے
اور غیر مدون کو مدون فرمانے کے اور کوئی کام نہین کیا جسکے لحاظ سے اسلام کا
یہ عقیدہ راسخہ ہے کہ ترتیب موجودہ ترتیب بشری نہین ہے بلکہ یہ خدا کا کلام
خدا کا ہی مرتب کیا ہوا ہے اب ہم احادیث نبویہ سے اون شواہد کو نقل
کرتے ہین جو ہمارے مذکورہ بیان بالا کی تصدیق کرتے ہین۔ قال الجلال
السیوطی اخرج عن ابن وہب قال سمعت مالکا یقول انما الف
القران علی ما کانوا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال
البغوی فی شرح السنہ الصحابہ رضی اللہ عنہم جمعوا بین
الدفتین القران الذی انزلہ اللہ علی رسولہ من غیر ان زادوا
و نقصوا منہ شیئا خوف ذہاب بعضہ بذہاب حفظہ
فکتبوہ کما سمعوا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر

ان قد موا شيئا او اخروا وضعوا له ترتيبا لم يامر به و من
رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يلقن اصحابه ويعلمهم ما نزل عليه من القران على
الترتيب الذى هو الان فى مصاحفنا بتوقيف جبريل اياه
على ذالك واعلامه عند نزول كل آية ان هذا الآية
تكتب عقب آية كذا فثبت ان سعى الصحابه
كان فى جمعه من موضع واحد لا فى ترتيبه فان القران
مكتوب فى اللوح المحفوظ على هذا الترتيب الذى انزله الله كما
جمله الى السماء الدنيا ثم كان ينزله مفرقا عند الحاجة و
نزول الترتيب غير ترتيب التلاوة وقال ابن الحصار ترتيب
السور وترتيب الايات ووضعها مواضعها امما كان بالوحى
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ضعوا آية
كذا فى موضع كذا وقد حصل اليقين من النقل المتواتر بهذا
الترتيب من تلاوة رسول الله صلى الله عليه وسلم و
مما اجمع الصحابة على وضعه هكذا فى المصحف۔ اور اسقدر
کلام میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس احتیاط کو ملحوظ رکھا کہ اوراق متفرقہ
کو حفاظ کی یاد سے اور حفاظ کی یاد کو اوراق متفرقہ سے جبتک مطابق نہیں کرلیا
تیار نہیں فرمایا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں واخرج ابن

ابی داود من طریق یحیی ابن عبد الرحمن ابن حاطب قال قدم
عمر فقال من تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیاء
فلیات بہ وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب
وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شہیدان وہذا
یدل علی ان زید اکان لا یکتفی بمجرد وجدانہ مکتوباً حتی
یشہد بہ من تلقاہ سماعاً مع کون زید کان یحفظ فکان
یفعل ذلک مبالغۃ فی الاحتیاط پس معلوم ہوا کہ صحابہ بمعنی مذکور جامع القرآن
نہیں نہ بایں معنے کہ خدا نے اپنا کلام غیر مرتب اونارا تھا اونہوں نے اپنی
رائے سے مرتب کر دیا۔

جبکہ ہمنے صاف طور سے یہ امر بخوبی ثابت کر دیا کہ ترتیب قرآنی
بشری ترتیب نہیں ہے بلکہ جسکا وہ کلام ہے اوسکا ترتیب دیا ہوا ہے
اور جسطرح اوسنے بذریعہ وحی کے نفس قرآن کو اونارا ہے اوسیطرح اوسنے
بذریعہ وحی کے اپنے نبی کو ترتیب کو بھی بتایا ہے اور ایک حرف کی کمی
بیشی اسمین دوسرے بشر کیا معنے خود نبی پاک کیطرف بھی نہیں ہوئی
اور ہمارے فرقہ اسلام کا اسی پر اجماع بھی ہے کہ ہماری آسمانی کتاب مین
کسی قسم کی کم وبیشی نہیں ہوئی تو اب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے زمانہ
کے سعدی صاحب کا یہ خیال جو اونہون نے ترتیب قرآنی کی بابت
اپنے مضمون مین ظاہر فرمایا ہے کہان تک بجا اور مسلمانون کے

نزدیک کہان تک قابل وقعت ہے۔

اول انکا یہ دعوے ہے کہ قران پاک کی ترتیب زمانہ حال کی ناموزون ہے پس ہمکو ضرورت ہے کہ ہم اول تفتیش کرین کہ زمانہ حال سے اونکا کیا مطلب ہے آیا یہ مطلب ہے کہ اس زمانہ جہل مین جسمین دین کا علم دین کے عالم باقی نہ رہے۔ اعداء دین نے اسلام کے مٹانے اور اسلام کے حقیقت بدلنے کا علم بلند کر کے اسلام کی سچی کتاب پر حملہ کرنے کا قصد کیا ہے اکثر مسلمانونکو اپنے خدا کی کتاب کے مطالب مراد تو درسری چیز ہے ترجمے کا بھی سلیقہ نہ رہا اسوجہ سے ایسی لطیف اور نادر ترتیب کے سمجھنے کی کب لیاقت ہوگی جیسے کہ قران پاک کی ہے انکے ادراکات اور علوم کا مبلغ اسمرتبہ سے شاذ و نہین کر سکتا کہ وہ صرف ایسی ترتیب کو پسند کرین جیسے کسی شاعر کا ردیف وار دیوان جسمین صرف حروف تہجی کی ترتیب کی پابندی ہوتی ہے اور ان نکات سے انکے عقول قاصر ہون جنسے ایک آیت کو دوسری کے ساتھ ربط و تعلق ہے بایں لحاظ یہ ترتیب قرانی ناموزون ہے تو ایسی حالت مین ہمارے نزدیک اس زمانے کے طبایع کو ناموزون فرمانا چاہیے جو اپنی قلت ادراک اور کثرت جہل سے قران پاک کی ترتیب کے موزون نہین ہین نہ یہ کہ ترتیب قرانی ناموزون ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ طبایع اس زمانہ کے اہل کمال کے چونکہ طبایع انبیا علیہم السلام

سے بھی بڑھ گئے ہیں جو اس ترتیب کی موزونی کو پسند کر گئے تھے تو ہمارے نزدیک صرف اصلاح ترتیب قرآنی سے ہی کام نہیں چل سکتا بلکہ سلسلہ نبوت اوّل قابل ترمیم ہوگا اعاذنا اللہ من ذالک۔

دوسرا دعوے انکا یہ ہے کہ یہ ترتیب بشری ہے خدا کی طرف سے نہیں ہے اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور کی نسبت ہمکو اس اظہار کی ضرورت ہے کہ اگر آپ کے نزدیک عام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے تو یہ ایک بڑی تہمت اور بالکل غلط نسبت مسلمانوں کیطرف ہے مسلمان اس عقیدے سے بالکل بری ہیں بلکہ جسکا یہ عقیدہ ہو مسلمان اوسکو مسلمان نہیں سمجھتے اور اگر وہ کسی خاص قسم کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو اوس عقیدے کا اثر عام مسلمانوں پر کچھ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہم نصوص مذکورہ بالا سے بصراحت تمام ثابت کر چکے ہیں۔

تیسرا ان کا یہ دعوے ہے کہ مسلمانوں کے قرآن پاک میں سے غیر ضروری اور مکرر مضامین کو خلیفہ ثالث نے انتخاب کے وقت حذف کر دیا۔ اسصورت میں مسلمانوں کی سچی کتاب کا تحریف سے مصئون ہونا ایک دشوار بات ہوگی اور نیز جبکہ یہ انتخاب بشری تجویز سے مانا جاوے گا تو سعدے صاحب کی اوسی پہلی دلیل یعنے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے موافق ممکن ہوگا کہ جسطرح ترتیب میں بمقتضائے بشریت اون سے چوک ہوئی انتخاب میں بھی نقص

رہا ہو اور اب ہی بعض مضامین قابل اسقاط باقی رہگئے ہون۔
بناء علیہ سعدی صاحب کو صرف ترتیب ہی کی تکلیف نہ ہوئی بلکہ انتخاب
مکرر کا بھی احسان مسلمانون کی گردن پر رکھنا ہوگا مگر ہم یہ بات ثابت کرچکے
ہین کہ مسلمانون کا اپنی خدا کی سچی کتاب کی نسبت یہ عقیدہ نہین ہے
وہ اوسکو تحریف سے مصئون جانتے ہین اور صحابہ رسول اللہ کو اس تہمت
سے منزہ اور بری جانتے ہین اور اسی عقیدے پر خود خدا کی کتاب
کو شاہد عدل جانتے ہین جیسا کہ ہم پہلے ثابت کرچکے ہین۔
پس جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ ترتیب بشری نہین ہے بلکہ مسلمانونکے
نزدیک وہ ترتیب ہی خدا کی ہے اور اسمین تبدیل و تحریف کا امکان نہین
تو اب ہمکو حیرت ہے کہ کیا سعدی صاحب ہمارے اوسمع ترخدا کی ترتیب
کو بدلنا چاہتے ہین جو مرکب من الخطاء والنسیان نہین ہے اور کیا وہ سکو
نا موزون فرماتے ہین جسکو ہمارے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی مقدس طبیعت نے ملحوظ و ن تسلیم فرمالیا تھا یا کچھ اور مطلب ہے۔ ہم
امید کرتے ہین کہ آیندہ وہ جو کچھ تحریر فرماوینگے اور دلائل ناموزونی
بیان کرینگے اور مضامین زائد اور خلاف شدہ کا نشان دینگے تو ہم پرانی
فیشن کے مسلمان اپنی تسکین کے واسطے پھر کچھ عرض کرینگے۔

(محمد اسمٰعیل)

آمدنی بالواسطہ و بلاواسطہ

ہندوستان کی بہت سی ریاستوں میں اور زیادہ تر اودھ کے ضلعوں میں جب تک کی آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی ہے تو زمین کے محصول یا اور قسم کے ٹیکسوں کو زیادہ کرتے ہیں کیونکہ ان ملکوں میں بعض حکام کوتاہ اندیش زمین کی پیداوار بڑھانے کی غرض فقط محصول کو بڑھا کے اپنی جیب بھرنے میں زیادہ تر سرگرم و مستعد رہتے ہیں لیکن نتیجہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ طریقہ کچھ عرصے تک جاری رکھا جائے تو آخر کو اس سوء تدبیر سے بلاشبہ سخت مضرت پیدا ہوگی کیونکہ زراعت اور پیداوار کی ترقی کی وجہ سے لاکھوں آدمی کو اپنی پرورش کا ایک ذریعہ حاصل ہوتا ہے (اور وہ اوس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں) اور اس جائز اور رسید ہی طریقے سے سرکاری خزانہ بھی پُر رہتا ہے لیکن صرف محصولات کو ایک حد معین سے بڑھانے میں یہ نقصان ہے کہ اگرچہ سردست تو خزانہ اوس سے پُر ہو جائیگا لیکن نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر کو چلکر کاشت کار اور اور قسم کے پیشے اختیار کرینگے اور بالضرور زراعتی امور سے محروم رہینگے اور ان بارگران ٹیکسوں کے ادا کرنے سے دن بدن پست ہمت ہوتے جائینگے آخر کار تجارت پر بھی اوسکا بُرا اثر پڑے گا۔ کیونکہ تجارت اور زراعت گویا توام ہیں۔ یوں تو کل ہندوستان کے باشندے قدیم خیالات کے (دستور اور رسم پرست) ہیں خصوصاً یہاں کے کاشتکار جو کسی زمانہ میں علمی خواہ زراعتی باقاعدہ تعلیم نہ پانے سے سب سے زیادہ

اپنے قدیم رسم و عادت کے پابند ہین -
دوسرے ممالک کے اقوام نے جو فنون اور دستکاریون مین ترقی کی ہے
اون سے قید نکا کچھ بھی اثر ان بیچارون پر ہنوز نہین پڑا چنانچہ کل ہندوستان بھر کے
ہزارہا صنعتی آجکل وہی قدیم آلات اور اوزار کو کاشتکاری کے کام مین لاتے ہین
جنکو اونکے آباؤ اجداد نے ہزارہا سال پہلے استعمال کیا تھا - جن اقوام نے
اپنے قدیم رسم و عادات اور دستورون مین نقص پاکر اپنی کاشتکاری اور دستکاری
اور فنون مین ترقی دی اور اپنے پیشے کی ترقی اور فروغ کے لئے نئے نئے آلات
اور اوزار ایجاد کئے اور تجارت کو فروغ دیا اون اقوام کی کوشش نہایت بار آور ہوئی
اور وہ قومین اسوقت خوشحال اور فارغ البال ہین یورپ کی شائستہ ملکون جو جو زبان
معاشرت اور معیشت کے ابواب مین کیگئی ہین وہ تو دنیا کی نظرون مین اظہر من الشمس
ہے - اون ملکون مین ہاتھ سے کام لئے جانے کے عوض اکثر کلون سے
کام لیا جاتا ہے - تمام دستکاریون اور پیشون مین علمی قاعدے برتے جاتے ہین
اور اونسے بہت نفع حاصل کیا جاتا ہے اور تجارت اور پیشونکی ہر شاخ کے لئے
ایک چیمبر یا کلب یا ایسوسی ایشن (مجلس) معین ہے - یہ مجلسین ایک دوسرے
کی بہت مدد کرتی ہین - ایسی مجلسین باہمی چندے سے قایم کیجاتی ہین اور کسی نہ کسی
سے سب مجلسون مین سرکار بھی امداد کرتی ہے - لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان
مین سرکار سے اس قسم کی اعانت نہین کیجاتی حالانکہ یہانکی رعایا اکثر جاہل اور
ناخواندہ ہوتی ہے اور آپ اپنی مدد نہین کرسکتی - یہ بات مسلم ہے کہ مشکل آسان

کے زمانے مین جو محاصل تمکک سے وصول ہوتا تھا ممکن ہے کہ وہ اوس
زمانہ کی ضرورتوں کیلئے کافی ہو۔ لیکن اگر اسوقت وہی محاصل وصول ہو اور اسقدر داخل قناعت
کیجائے ممکن نہین کہ آج بھی اسقدر رقم قلیل اسی ضرورتوں کیلئے کافی ہو کیونکہ موجودہ مفرونیظام سلطنت کیلئے زر کثیر درکار ہے
اسمین ذرہ بھی شک نہین کہ انگریزی سلطنت (اس ملک مین) گویا ایک برکت
ہے تاہم بے عیب نہین ہے۔ اسی فقرے کے لکھنے کے بعد کہ اس گورنمنٹ
نے تمکک پر بہت کچھ کیا ہے۔ اسقدر اور اضافہ کیا جائے کہ ہنوز بہت کچھ
کرنا باقی ہے۔ منجملہ اسکے افزایش آمدنی بالواسطہ بھی ہے۔ حالانکہ ڈائیرکٹ ریونیو
کے بڑہانے کے لئے اب تک گورنمنٹ کی جانب سے بہت سی تدبیرین کیگئین
لیکن انڈائیرکٹ ریونیو کے بڑہانے کے لئے کوئی عملی تدبیر بنظر نہین آتی
اگرچہ اس امر مین زیادہ تر الزام سرکار پر نہین عاید ہو سکتا کیونکہ کاشتکاری اور
دستکاری اور تجارت کو ترقی دینا زیادہ تر خود باشندگان تمکک کی مستعدی اور محنت
پر موقوف ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ بہ نسبت اکثر باشندگان
یورپ کے ہمارے لوگ جاہل ہین اور ہمین آپ سے کاموں مین مدد
کرنے کی یا نئی ایجادین نکالنے کی کوئی قابلیت موجود نہین ہے۔ تاوقتکہ
علم اور سیر حاصل کرنے کا مادہ عوام مین پیدا نہ ہو۔ اسوقت تک ایسی
ایسی رعایا کی ایک حد مناسب تک اعانت کرنا گورنمنٹ اپنے ذمہ فرض
کرلے۔

اگرچہ زراعت مین نرخی دینے سے تمکک کے ہر قسم کی آمدنی مین بڑہتی

ترقی ہوگی۔

علاوہ زراعت کے بہت سے اور ذریعے اور پیشے موجود ہین جنمین ترقی دینے سے نہ فقط اون لوگون کو جو اون روزگارون مین مصروف ہون فائدہ بلکہ ترقی سے سرکار کو بھی نفع عظیم پہونچے گا۔ ہم یہ دیکھتے ہین کہ جن ملکون مین تجارت کو زیادہ فروغ نہین ہوا وہان کے لوگ صرف زراعت پر بہت کچھ بھروسا کئے ہوے ہین اور وہانکے اکثر باشندے اسکی ترقی کی فکر مین شبانہ روز لگے ہوئے رہتے ہین جسکے پاس جو زمین ہے وہ اوسمین زراعت کرتا ہی اور اوسکو افتادہ نہین رکھتا وہ اپنے تالابون کے پر کرنے اور نہرین لیجانے اور اپنے کھیتون مین پانی پہنچانے کی فکر مین رہتے ہین اور فصل بڑھانے مین وہ اپنی کسی کوشش سے دریغ نہین کرتے چونکہ ہمارا ملک بھی بالکل زراعتی ملکونمین داخل ہی اور ہماری رعایا کچھ نہین جانتی کہ کس طریقے سے پیداوار اراضی مین ترقی کرین اور زمین سے نفع کثیر حاصل کرین پس ہماری ریاست یعنی حیدرآباد دکن کے لئے مین مناسب سمجھتا ہون کہ ایک زراعتی کالج خاص حیدرآباد مین ممالک محروسہ کے کاشتکاری پیشہ اور زمیندار اور پٹیل و پٹواریون کے لڑکون کے لئے جاری ہو اور اس مدرسہ فلاحت مین باقاعدہ اور مسلسل تعلیم معہ عمل کے ہو تو یہان کے لوگ چند سال مین اس ضروری علم و عمل سے واقف ہو جائینگے جس سے رعایا کی خوشحالی اور سرکار کی ترقی آمدنی ظاہر ہے۔ علاوہ اسکے چند تعلقے انتخاب کئے جائین اور اون مین کاشتکاری۔ ترقی مویشی۔ میوجات

اور ترکاری وغیرہ کے بونے کے متعلق۔ اکسپیریمنٹ (تجربے) بڑے بڑے
وسیع قطعات اراضی مین جاری کئے جائین۔ اگر ایسا ہو تو ایک مدت معین مین
تمام ممالک محروسہ مین اونکا مفید اثر پھیل جاوے گا۔ ہمارے ملک مین بہت سے
پہاڑ اور جنگل اسوقت بھی ایسے موجود ہین کہ بلاشبہ اونمین کافی سنکونہ ہو سکتے
ہین اور بہت سے مقامات پر ریشم اور شہد تیار کر سکتے ہین اور آلو کی کاشت کے
لئے مرہٹواری اور تلنگانہ کی زمین نہایت عمدہ ثابت ہوئی ہے ایسی ایسی
سیکڑون مفید چیزین ہین جنسے خاص و عام فائدہ اوٹھا سکتے ہین۔ مین مناسب
سمجھتا ہون کہ سرکار کسی ایک تعلقے کے چند موضع جو ریل سے قریب ہون محض
زراعتی آزمایش کے لئے معین کرے اور وہ موضع حوالی شہر سے بھی قریب
واقع ہون جس سے اہل بلد کو ایسے مقامات کا نظری علم و مشاہدہ حاصل ہو
ان آزمایش کے مصارف کے لئے نہایت سیر چشمی سے ایک رقم کافی علحدہ کر دیجائے
منجملہ مواضعات منتخب شدہ کے ہر ایک گاؤنکو ایک خاص قسم کی کاشت اور امتحان
کے لئے مقرر کر دینا مناسب ہے خواہ وہ غلہ کی کاشت ہو خواہ فواکہ اور خواہ
ترکاریون کی۔ اس تخصیص سے یہ مدعا ہے کہ کاشت کار اپنے تمام وقت کو
ایک خاص قسم کی کاشت کے تجربے نظری و عملی مین صرف کر سکے۔ کیونکہ اگر کاشتکار
کو مختلف قسم کے غلہ یا اشجار بونے کی اجازت دیجائے تو اونسے کافی نگرانی نہیں
اور آزمایش یا تجربے سے جو غرض ہے وہ حاصل نہ ہوگی۔ جن آزمایشون مین کچھ
نفع حاصل ہو اونکو اونہین کاشت کاروں کے ذریعے سے دیگر اضلاع و تعلقات مین

جاری کرنا چاہیئے کیونکہ جب وہ دہانکے کاشتکارون کو اپنے تجربے کا فائدہ
براے العین مشاہدہ کرائینگے تو وہ محض اپنے فائدے کیے غرض سے انہین
تجربات کو اپنے یہان جاری کرینگے اور یہ انسان کی طبیعت مین داخل ہے
کہ جسمین وہ اپنا نفع دیکھتا ہے اوسکو وہ کرنے لگتا ہے ۔

مذکورۂ بالا بیان سے مقصود یہ ہے کہ پہلے پہل ہمارے یہان
بھی مثل (ماڈل فارم سیدہ پیٹہ واقع احاطہ مدراس) ایک ماڈل فارم
جاری کیجائے ۔ اس فارم مین کچھ بہت زیادہ روپیہ خرچ نہ ہوگا ۔ بعض سررشتہ جات
کے فضول اخراجات مین تخفیف کرنے سے اوسکا خرچ اچھی طرح نکل سکتا ہے
جن لوگون نے زراعت کے مسئلے پر غور کیا ہے وہ اس بات کو تسلیم کرینگے
کہ اس ریاست مین اصلاح کاشتکاری کا مسئلہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور یہ
ایسا مسئلہ ہے کہ اسپر رعایا اور نیز سرکار کو نہایت غور کرنا چاہیئے یہ اہمیت
اسوجہ سے اور بھی زیادہ بڑہتی جاتی ہے کہ زمانے کی ترقی کی وجہ سے
ریاست کے اخراجات روز بروز بڑہتے جاتے ہین اور یہ ظاہر ہے
کہ اخراجات کے بڑہنے کی وجہ سے آمدنی کے ذرایع مین ترقی دینے
کے سوا اور کچھ چارہ نہین ہے ۔ پس بنا بریں ہمارے ملک کی حالت کو اور
اون ملکون کے ساتھ مقابلہ کرنا جنمین کاشتکاری اور دستکاری اور تجارت
نے نہایت ترقی پائی ہے خالی از لطف اور فائدہ نہ ہوگا ۔
ذیل کے نقشے سے انسپکٹر شعبہ ملکوٹی آمدنی بجنس فیصلیں آپکو ملاحظہ سے گذرے گی ۔

محاصل و سر شمار بلحاظ مالی پس (مشہور ممالک کا)

نمبر	نام شہر	آبادی	محاصل	سر شمار
۱	فرانس	۳۷ ۶ ۷ ۲۰۴۸	۱۴۶۳۳۷۰۴۶۰	۳۷ ۶ ۷
۲	یونی ٹڈ اسٹیٹ (ممالک متحدہ)	۲۵ ۲ ۴ ۱۴۸۸۲	۸۶۵۴۹۰۰۰۰	۲۴ ۶ ۵
۳	اٹلی	۲۸ ۴ ۵۹ ۴ ۵۱	۶۱۷۷۴۴۴۶۰	۲۱ ۶ ۷
۴	بلجیم	۵ ۵۸ ۵۸ ۴۶	۱۲۱۰۹۸۳۷۰	۲۱ ۶ ۶
۵	پرشیا یعنی جرمنی	۲۷ ۲۷ ۹ ۱ ۱ ۱	۵۴۱۵۲۸۹۴۰	۱۹ ۶ ۸
۶	اسپین	۱۶۶۳ ۴ ۳ ۴ ۵	۳۲۰۹۵۰۷۵۰	۱۹ ۶ ۲
۷	گریس (یونان)	۱۶۷۹ ۷ ۷ ۵	۲۹۲۴۵۴۴۰	۱۷ ۶ ۴
۸	پورت گال	۴۱۶ ۰ ۳ ۱ ۵	۶۹۳۹۹۰۹۰	۱۶ ۶ ۶
۹	ڈنمارک	۱۹۶ ۹ ۰ ۳ ۹	۲۹۸۱۳۴۱۰	۱۵ ۶ ۱
۱۰	روس	۸۵۰۵۸۴۱۵	۱۱۱۲۱۵۰۶۰۰	۱۳ ۶ ۷
۱۱	ٹرکی	۴۲۲۱ ۴۳۵۰	۱۶۳۱۳۰۰۶۰	۳ ۶ ۸
۱۲	ہندوستان ※	۱۹۸۷۵ ۶۹۹۳	۶۷۲۷۴۰۰۰۰	۳ ۶ ۳
۱۳	حیدر آباد	۹ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰	۳ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ★	۳ ۶ ۳

※ اس مردم شماری میں دیسی ریاستیں شریک نہیں ہیں۔

★ اس محاصل میں صرف آمدنی خالصہ کا مجملاً ذکر ہے۔ صرف خاص و جاگیرات کی آمدنی شامل نہیں کیگئی۔ مگر آبادی مجموعی داخل ہے۔

اس نخنہ کے ملاحظے سے بلاشبہ اہل ہند بالتخصیص ہمارے ملک کے لوگونکو
اور ممالک کی ترقے آمد سنے کو دیکھکر نہایت درجہ تعجب ہوگا جب آپ
(ناظرین) برٹانک کیے مردم شماری کے سرشکن پر لحاظ فرمائین گے اور نیز اسم
جو تمکن ممالک منتظم کے سرکارونکو وصول ہوتا ہے اسکو دیکھین گے تو اسکے
بعد بالضرور غور کرینگے کہ بمقابلہ دیگر ممالک کے ہندوستان کے محاصل کی
کیا حالت ہے جب آپ کے (اہل ہند) دولت اور آمدنی کی یہ کیفیت
ہے تو پھر فرمائے کہ آپ کا کونسا ممبر دنیا کے شائستہ قومونکے مقابلے مین
شمار دیا جائے باوجود سرکار قیصری کے انتظام نافع کے ہندوستان
کی یہ حالت ہے پھر نوزمانہ گذشتہ کا ذکر تحصیل حاصل ہے۔ بالفرض اگر
ہم سلطنت مغلیہ کے مداخل پر سرشکن لگا دین تو شاید اسمیں پست حالت نظر
آوے گی جسکی نظیر دنیا مین ذرہ مشکل سے مل سکے گی۔

بادی النظر مین بمقابلہ ممالک دیگر ہندوستان کی ملت مداخل کے
مشاہدہ سے یہ بات پائی جائے گی کہ گورنمنٹ انگریزی مین کچھ نقص ہے
لیکن فی الحقیقت ایسا نہین ہے۔ حکومت انگریزی دنیا کی کسی موجودہ
حکومت سے کیطرح ناقص نہین ہے بلکہ یہ قصور صرف ہندوستان ہی
کے باشندون کا ہے جو نہایت پست حالت مین پڑے ہوئے ہین
اور اپنے قدیم ناکارہ اور ناقص آلات ترک کرکے نئے آلات اور
اوزار استعمال کرنا نہین چاہتے۔ جب سب لوگ جانتے ہین کہ گورنمنٹ

اف انڈیا کی موجودہ امدنی سلاطین مغلیہ کی بہ نسبت کہین بڑہی ہوی ہے لیکن جو لوگ ملک ہندوستان کے زرخیزی سے واقف ہین وہ اسبات کو تسلیم کرلین گے کہ اس ترقی آمدنی پر بہی ابہی ہندوستان کی آمدنی مین بہت کچہ ترقی ہوسکتی ہے - دستکاری اور تجارت کی ہندوستان مین بیٹرپل (مصالحہ) بکثرت موجود اور بیکار پڑا ہے اگر اوسکو کام مین لایا جائے تو لوگونکو روزگار کے بہت سے ذریعے پیدا ہونگے اور ہر ایک شاخ مین بہت سے لوگون کی معیشت کا ذریعہ مہیا ہوگا - اگر کوئی شایستہ زمانہ ایسا آوے جسکی برکت سے ہندوستان ان تمام ممالک شایستہ کے ہر قسم کی علمی علمی کلون اور آلات کو جگہہ دے اور یہان کے لوگ محنت کے عادی ہون تو بلاشبہ ہندوستان کے مداخل اور دولت کا نمبر کسی شایستہ ملک سے کم نہوگا -

الغرض اگر اس نازک کام کو ہم رعایا پر ہی چہوڑ دین تو ہمکو ایک مدت دراز تک انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ یہان کے لوگون مین کام کرنے کی قوت موجود نہین ہے اور اسکے ساتہہ یہہ بھی ہے کہ نادارہین پس امید نہین ہوسکتی کہ وہ اپنی اصلاح مین آپ کوشش کرین - پس لامحالہ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ پہلے خود سرکاری روپیہ اس امر مین صرف کرے اور ہر قسم کی تعلیم کے طریقے ملک مین آسان کردے ناظرین یہ گمان نہ کرین کہ مین چاہتا ہون کہ سرکار اس امر عظیم کا تمام خرچہ اپنے سر لے بلکہ اس امر مین رعایا کو چاہیئے کہ خود بہی سرکار کی امداد کرے جس ملک مین رعایا اور سرکار باتفاق ایک دیگر اصلاحی امور کیطرف کافی توجہ

نہین کرتی اور جہان سرکاری روپے کے خرچ کرنے مین احتیاط اور کفایت شعاری کا خیال نہین کیا جاتا وہ قوم کبھی سرسبز نہین ہوتی - اور دیگر مہذب اقوام کی نسبت وہ ہمیشہ حقیقی نکبت مین پڑی رہے گی -

بہت خوشی کی بات ہے کہ چند سال اسطرف سے مختلف صوبہ جات ہند مین لوگونکو دستکاری اور مختلف پیشونکی تعلیم دینے کی کوشش کیجاتی ہے چنانچہ احاطہ مدراس مین دستکاری اور پیشون مین امتحان لئے جانے کی تجویز قرار پائی ہے بمبئی گورنمنٹ نے بھی فنون اور دستکاری کی تعلیم کے باب مین حکم جاری کیا ہے یہ آثار نہایت اطمینان بخش ہین -

(حسن)

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل مین اجرتی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہین - منیجر رسالہ حسن

تدبیر نوجوانی یعنی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان ✤ ✤

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہی جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کسان نفع ہوا ہی اسکے استعمال مین نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہی - نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ رگ وپٹھہ کو جیسی قوت بخش تحکام بخشتا ہی اور ہر قسم کے امراض نامردی کو خواہ وہ کسی سبب سے ہون بجز خلقی اور مادرزاد نامردی کے اپنے سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہی اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہی - ترکیب کا ہمراہ تیل کی ملتا ہی قیمت فی شیشی صہ محصول ۴ر - اور ہر ایک شیشی مین

دوائے عجیب یعنی شربت زمرد

زمرد کا کشتہ - جوہا جزا مناسب تیار کیا گیا ہی چار حصہ چانول کے برابر خوراک ہوتی ہی قیمت فی خوراک عصہ پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک مین بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہی **خواص آن** - براے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہون - اور سوزاک کہنہ ہو خواہ جدید - دافع جریان معوی داغ وغیرہ اور ارواح ضیق النفس و سرفہ کہنہ خواہ جدید مشک ہو یا تر - اور لاغری بدن - اور دفع وبائی ہیضہ مین تو حکم اکسیر کا رکھتا ہی یعنی کیسی ہی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گی -

اکسیر حیات - یعنی عرق بنفشہ - امراض ضعف بصر و دماغ و صفائی خون و انواع درد و اقسام تپ چھ پہیا تپ دق - استسقا طحال - آتشک - سوزاک - جریان - سفید داغ - ناسور - بواسیر خونی وبادی - اور شرابخواری اور چاند و نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتی ہین بسکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہی - ایک بوتل بایک ماہ کو کافی ہی قیمت فی بوتل صہ محصول عہ

عجیب چیز - تحلیل بواسیر خونی وبادی و تحلیل و درد مسنہ کے لئے عجیب چیز ہے پہلے ہی ہفتہ ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بفضلہ درد

[illegible]

بالکل دفع ہوجاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صہ محصول ۴ر

جہان نما۔ اس عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ پھول۔ درد رو ہند سرخی چشم جملہ بیماریون کو دفع کرتا ہے قیمت صہ محصول ۴ر وزن عرق ۶ ماشہ۔

خضاب نایاب

بشکل رنگ ڈھنگ ہونا در خضاب ہے + گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے۔

جیسی کہ عوام مین خضاب سے دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین یعنے چوتھے آٹھوین روز مہندی لگاکر باندھنا اور بعد دو تین گھنٹہ کے پھر وسمہ لگاکر باندھنا اسمین قریب ۶ گھنٹہ کے وقت ضایع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے سوا اور کوئی فایدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور وسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فایدہ نہین جیسا کہ ایام سرما مین مثل سردی وغیرہ کے جسقدر کہ ہوجاتی ہے انہین دقتونکے سبب سے یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جسقدر تعریف کیجاے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھیجکر طلب کرین۔ اسمین کوئی مبالغہ نہین تھوڑی تعریف اسکے اجزا کی ظاہر کرتا ہون۔

دافع مالیخولیا خارشت سر۔ ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر مثل کیوڑہ باعث درازی ہو۔ مفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین آنے دیتا بلکہ ملایم رکھتا ہے سیاہی مین بالونکو مقابل اصل بالونکے کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی ضرورت نہین دوسرے تیسرے روز لگائے تو بال مثل اصل بالون کے سیاہ ہونگے کوئی تمیز نہ کرسکے گا کہ یہ خضاب ہے ایک بوتل مین ۳۰ روپے بہر سنی ڈیڑھ پاو ہوتا ہے۔ قیمت فی بوتل عہ علاوہ محصول نصف شیشی عہ۔ چہارم شیشی عہ اس سے کم غیر ممکن ہے۔

میرے شفاخانہ مین علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہی۔

اطلاع ضروری - واضح ہو کہ بہت سی سندہی خطوط یعنی سرٹیفکٹ جو صاحبان یورپین بہادران نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط صحت - قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہین جو شاید دوکارخانون مین نہ ہون گے - چاہیئے کہ طلب فرماکر ملاحظہ ہون میری ادویہ سے ہزارون نے صحت پائی ہے اور نیز سفارش بہت ملکونکے سارٹیفکٹ موجود ہین آدہ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کرین کیونکہ بعض حکیمون نے اپنے شہر کے رئیسونکی خوشامد کرکے سارٹیفکٹ بنا لیے ہین پس میرے سرٹیفکٹ منگاکر ملاحظہ فرمائین تاکہ دہوکا نہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبارمین طبع کی گنجایش نہین رکھتی اور جس سے لطف زندگی تادم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہین کارخانہ سے طلب کرین مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صمد حسین صاحب شہر بنارس خلد الہند

مجرب آزمودہ شدہ دائمی

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکما ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور مین جو ۱۸۷۲ء سے جاری ہے ملتی ہین مفصل فہرست و سارٹیفکٹ ٹکٹ آدہ آنہ سے مل سکتی ہے۔

طلا - یہ استعمال بچہ پن کے نقص رگونکی رطوبت و بگاڑکو دور کرتا ہی فی تولہ ۱۵

شربت - دافع نامردی - رقت منی - جریان - سرعت انزال - احتلام - ادمی قبض ضعف اعضای تناسلہ و معدہ - تاریکی چشم - درد سر وغیرہ جو کسرت سکرات و قسام نوامیس سے کمی اشتہا

وضعف بگر وسستی لاحق ہو دور کرتا ہی فی بوتل للعصر

سوزاک و قرحہ - یہ ہو یا پرانا علی العموم ۲۸ گھنٹہ مین اپنا اثر شروع کرتا ہی

مدر کرتا ہی - فی تولہ عصر

ہیر ائیل خوشبو دار - بالونکو سیاہ رکھتا ہی نزلہ زکام ریزش درد سر ضعف دماغ و بصر

کو مٹاتا ہی فی شیشی عصر

حب آتشک - بلا منہ آکر وقتی دست دور کرتا ہی پھر پھوٹتا نہین دو ہفتہ - عصر

کحل الجواہر - سرمہ مقوی بصر حافظہ بینائی دافع نزول و ہند جالا خارش پانی جانا - ۳ ماشے عصر

عجیب الاثر سنون - دانت کا ہلنا کیڑا لگنا بدبو میل خون جانا مسوڑونکی خرابیان ۴ تولہ عصا

حب نواسیر - بادی خونی مسونکی ٹیڈیمین قبض کو مفید دو ہفتہ - عصا

حب دیابیطس - بار بار آنا پیشاب کا پیاس و کمزوری و لاغری کو دافع ہی - فی تولہ عصر

حب قایم مقام - افیون و چاندی و بلا غرد و ہرج نشہ چھوٹ جاتا ہی - فی تولہ صصر

عرق مارالملح - انگوری - مفرح مولد خون - مقوی دماغ - ضعف جگر

دل و دماغ و معدہ و درد سر - تاب تلی وجع مفاصل لاغری ضیق النفس

سرفہ کہنہ - بیقاعدگی - ایام حیض - لقوہ فالج رعشہ فی بوتل عصا

۲ بوتل سے کم -

روغن اعجاز - ناسور بہگندر - تالو کا سوراخ خنازیر - بد - کیڑے زخمون کے

کالی کہانسی - فی ایتام حل خسرہ چیچک کو دفع کرتا ہی ۲ تولہ - عصا -

رسالہ طاعون آتشک سوزاک - رسالہ ہیضہ - رسالہ تدبیر مہمات و مہکرات - رسالہ حافظہ صحت سالانہ

عصا ۱۲ ؍ ۹ ؍ ۹ ؍ ۱۰ ؍ عصا ۱۲ ؍

المشتہر

عمدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اوٹیر رسالہ حافظ صحت لاہور

اشتہارات

اشتہار باغستان

ہمارے باغ واقعہ میرآباد میں ایشیا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور دور ملکوں سے آئے ہوئے مختلف قسم کے پودے موجود ہیں بلکی نظیر تمام ہندوستان میں بہت کم ہوگی۔ یہاں پر جو پودے ہونگے نام مع تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں جن حضرات کو خواہش ہو طلب فرمائیں جو پودے تیار ہوں تاریخ درخواست سے دو ماہ کے اندر بھیجدیے جائیں گے کرایہ باربرداری ذمہ خریدار

(۱) آم پیوندی (قلمی) ۴۴ قسم فی ۱۲ ۔ ۲ سیب ۳۲ قسم فی عدد ۸

(۲) شفتالو ۱۷ " " ۸ (۴) الوبخارا ۱ " " ۸

(۵) پیر (انگریزی میوہ) ۱۶ " " ۴ (۶) زردالو ۵ " "

(۷) واپی (چین کا میوہ) ۱۵ " عدد (۹) کاٹ " "

(۹) سورساپ (انگریزی میوہ) . . " (۱۰) سیبودیلہ (انگریزی میوہ)

(۱۱) زیتون . . " (۱۲) انناسپری "

(۱۳) بریڈفورٹ (روئی پیل) . . عدد (۱۴) کاجو "

اسکے سوا اور بھی جنکے نام عدم گنجایش سے نہیں لکھے

المشتہر

منیجر رسالہ حسن

جن حضرات نے زر چندہ سے منیجر کو مشکور فرمایا ہے
نام نامی شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔

رسید زر

جناب مولوی محمد زکریا صاحب تعلقدار موضع	جناب مولوی غلام علیصاحب قریشی صاحب دکاں لے
، مولوی میر احمد شریف صاحب منشی — لکھنؤ	، ڈیرکٹر پبلک انسٹرکشن مدراس
، مولوی محمد عبداللہ صاحب جمعدار — موضع	، راجہ جیراؤ جیو صاحب — موضع
، رای بھاگوت پرشاد صاحب — لکھنؤ	، مولوی عبدالقادر صاحب تعلقدار — موضع
، مولوی میر ولایت علی صاحب تعلقدار — ضلع	، مرزا محمد جان بیگ صاحب مہتمم کوتوالی — موضع

چندۂ رسالہ حسن

سالانہ کے لیئے ..... موضع

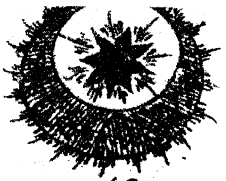
ششماہی کم تنخواہ والوں سے ..... لکھنؤ

علی الترتیب ..... ایکروپیہ چار آنہ

منیجر رسالہ حسن

بنگلہ نواب عماد نواز جنگ بہادر





جلد سوم

نمبر ۷

حسن

"اگر میں اچھا کام کروں تو میری تائید کرو
اور اگر میں غلطی کروں تو اصلاح دو"

ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

مضامین

		صفحہ
تقیہ سوانح عمری شاہ بابر غازی	از مولوی محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی	۱
کتب خانۂ اسکندریہ	از مولوی محمد حبیب صاحب ۔	۲۳
فلسفی لاک کی یادگار	از مولوی محمد اصغر حسین صاحب ۔	۲۹
انسانی صفات	از مولوی محمد شریف الدین صاحب کاکوروی ۔	۳۷
سیر و شکار	از راجہ راجگان صاحب جہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت	۴۵
اسباب ترقی و تنزل مسلمانان	از مولوی احمد شفیع صاحب تحصیلدار پنڈی بھٹیاں	۵۹
اسپیچ واقع نظام کالج	از نواب عماد الدولہ مولوی سید حسین صاحب بلگرامی	
	معتمد اعلیحضرت ذی فاخم تعلیمات سرکار اصفیہ	۷۱

حیدرآباد دکن

مطبع حسن میں چھپا

زرِ چندہ سالانہ مصنف

ایک سال کے لئے	۶	فی کاپی	۰
کم آمدنی والوں کے	۵	کم آمدنی والوں کے	۱۲

دبکا مضمون سب سے عمدہ ہوتا ہے اوسکو ایک اشرفی نذر دیجاتی ہے۔ ہر مضمون انگریزی
بھیجنے کی ۳۰ تاریخ تک ہونی چاہیئے۔
جو مضمون کسیوجہ سے درج رسالہ نہ ہوگا اوسکی واپسی کا ذمہ دار دفتر نہیں ہے۔

محمد یوسف
منیجر

شاہِ بابر غازی

(سلسلہ کے لئے نمبر گذشتہ ملاحظہ ہو)

سمرقند دوبارہ فتح کرتا ہے

سمرقند میں پھر فتنہ مچگیا۔ سلطان علی میرزا اب جوان ہوگیا تھا اور اپنے امرار کے ہاتھ میں سے نکلنے لگا۔ اوّل تو اونھوں نے جبراً اوسکو مطیع کرنا چاہا لیکن وہ بھی ترک بچہ تھا سہلا کب قابو میں آتا۔ اوسنے خود ان امراء کا زور توڑنا شروع کیا۔ اونھوں نے بابر کو سمرقند پر حملہ کی ترغیب دی۔ یہ خود سمرقند کی تمنا میں بیٹھا تھا خبر پاتے ہی روانہ ہوگیا اور ڈاک چوکی میں جہانگیر کے پاس پیام بھیجا کہ اوّل کر سمرقند فتح کریں فتح کے بعد سمرقند ہمارا اور غازہ تمہارا۔ بابر سمرقند کو روانہ تو ہوا مگر جس سرزمین سے اوسکے قدم اوٹھتے تھے بغاوت اپنا قدم جما لیتی تھی۔ بابر نے اس طرف کچھ توجہ نہیں کی۔ اوّل تو وہ یہ جانتا تھا کہ یہ سب تنبل کے بل پر کودتے ہیں جب تک وہ سلامت ہے بغاوت ہر وقت موجود ہے۔ دوسرے سخت بلا یہ تھی کہ اوسکے بڑے بڑے امراء ماراستین بن رہے تھے نہ تو ان سرداروں کے نفاق کے سبب تنبل کی سرکوبی کرسکتا تھا اور نہ تنبل کے اتصال کے سبب ممکن تھا کہ ان امراء کا استیصال کرڈالے۔ سمرقند کو جاتے ہوئے اوسنے یہ عزم کرلیا کہ اس مہم کے بہانہ ان امراء کو تنبل سے دور لیجاکر سمجھ لینا چاہئے سمرقند فتح کرکے تنبل کو بھی دیکھ لونگا اور اگر یہیں بے فکر بیٹھا رہا تو یہ غضب کی دو قومیں ایک روز قیامت برپا کردینگی۔ راستے میں اکثر امیر اور بابر کے فدائی جنکو سرکش امیروں نے علیحدہ کردیا تھا بابر سے مل گئے اور بابر انکو بلند کرکے

مخالفوں کو پست کرتا گیا وہ اس رمز کو سمجھے مگر کب جب قبل سے دور جا پڑے تھے اور تو کچھ نہ بن پڑا بابر سے رخصت چاہی اونہوں نے بھی بجان منت رکھ کے رخصت کر دیا اور وہ جا ملے ہی قبل سے مل گئے۔ ان امراء کے چلے جانے سے اگرچہ بابر کے لشکر کی تعداد گھٹ گئی مگر ایک ناسور جو اوسکو اندر ہی اندر تحلیل کر رہا تھا نکل گیا۔ بابر جب تک سمرقند سے آئے سلطان علی میرزا اپنے امراء کا قرار واقعی تدارک کر چکا تھا۔ وہ خود سمرقند کے قریب آکر بابر سے مل گئے لیکن اتنی قوت اوسمین نہ تھی کہ لیجا کر تخت پر بٹھا دیتے۔ بابر سمرقند کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ خبر آئی کہ شیبانی خان بھی اسی شہر کے ارادہ سے آتا ہے اوزبکوں کے مقابلے کی تاب کس مین تھی بابر ٹھہر ایک اوقلعہ مین چلا گیا۔ شیبانی خان نے محاصرہ کر کے سلطان علی میرزا کو یہ لالچ دیا کہ اگر شہر خالی کر دو تو تمہارے باپ کا اصلی ملک تم کو دیدونگا۔ یہ خام کار شہزادہ نقد کو نسیہ کے عوض دینے پر آمادہ ہو گیا اور ایک روز چپکے سے شہر سے نکلکر شیبانی خان کے پاس چلا آیا۔ وہان پہونچتے ہی معلوم ہو گیا کہ اجل اوسکو وکیل کر وہان لائی تھی۔ اذا جاء القضاء عمی البصر۔ جلاد نے سلطان علی کی گردن اڑائی اور تخت سمرقند پر شیبانی خان نے جلوس کیا۔ بابر کو وہ قلعہ بھی چھوڑ کر بے سر و سامانی سے حصار کی طرف جانا پڑا۔ حصار پر خسرو شاہ حاکم تھا۔ اسنے ولی نعمت کے لخت جگر دن کو برباد کر کے مستقل بن بیٹھا تھا۔ مسعود میرزا کو اندھا اور بایسنغر میرزا کو قتل کر کے اس بدبخت نے اپنا راستہ صاف کر لیا۔

بابر پھر مصیبت کے گرداب مین پھنس گیا۔ مورو ثی ملک سمرقند کی خاطر باغیونکو دبا رہا تھا سمرقند کا شکار ایک اور زبردست عقاب اڑا لے گیا خسرو شاہ اپنی بدکاریون پر پردہ ڈالنے

کو تخی بن گیا تھا۔ اور جو بگڑا ہوا شہزادہ یا امیر اوسکے یہان جاتا میر حبشی سے اوسکی مدارات کیجاتی۔ یہی خیال بابر کو حصار لے گیا۔ حصار پہونچکر دو دو خسرو شاہ کی ملک مین گھومتا رہا اور جھوٹو نکو بھی یہ نہین پوچھا کہ کون ہے ؎

انچہ رحم از دل برد تاثیر فریاد نست
وانچہ نسیان آورد خاصیت یاد نست

اور یہان سے مایوس ہوکر پھر سمرقند پر طالع آزمائی کو پھرا۔ قریب اگر سنا کہ شیبانی خان اپنے ایک افسر کو پانچ چھ سو آدمیون سے سمرقند مین چھوڑ گیا ہے۔ اور خود تین چار ہزار آدمی سے خواجہ دیدار مین ہے۔ بابر کے پاس صرف دو سو چالیس آدمی تھے ہمت نے اسپر بھی تخت سمرقند کا تقاضا کیا۔ امرائے شوریٰ کو بلاکر یہ مشورہ کیا کہ ہنوز سمرقندی اوزبکون سے مانوس نہین ہوئے ہین اور خاندان تیمور سے اونکو لگاؤ باقی ہے۔ اگر غفلت مین ہم شہر مین جا پہونچین تو شہریونکی مدد سے دشمن کے سپاہی بآسانی نکل سکتے ہین بابر نے لکھا ہے کہ انہی روزون مین نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہون کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار تشریف لاتے ہین مین استقبال کو بڑھا خواجہ صاحب اگر بیٹھ گئے اتنے مین ایک شامت کے مارے خدمتگار نے مینا اور سادستر خوان اونکے سامنے لا بچھایا اوسکی کثافت خواجہ صاحب کو ناگوار ہوئی۔ خواجہ بابا (ایک دوسرے شخص) نے میری طرف اشارہ کیا۔ مین نے معذرت کی کہ خدمتگار کی خطا ہے میرا قصور نہین خواجہ صاحب اس معذرت سے خوش ہوئے اور چلتے ہوئے۔ میرا ایک بازو پکڑ کے مجھے ایسا اٹھایا کہ میرا ایک پاؤن زمین سے اوٹھگیا۔ اسکے بعد فتح سمرقند کی بشارت دی۔ نماز ظہر کے بعد

بابر نے سمرقند پر ایلغار کی نصف شب کو شہر کے نیچے پہونچا۔ پل مغاک کے پاس سے ۷۰۰ چیدہ جوان بھیجے کہ غار عاشقان کے پاس زینہ لگا کر فصیل پر چڑھ جائین اور دروازۂ فیروزہ پر قبضہ کر کے کہلا بھیجین۔ جانباز جوانون نے اس حکم کی خوب تعمیل کی اور دروازہ کھلا۔ دروازۂ فیروزہ کا کھلنا فتح و فیروزی کی تمہید تھی۔ بابر شیر کیطرح شہر مین در آیا اور دوبا تخت سمرقند پر بیٹھکر قندیکرر کا لطف اوٹھانے لگا۔ شہر والونکو گویا منہ مانگی مراد ملی۔ آآکر نذرین پیش کرنے لگے۔ شہر کی بے فکری اور زبکون پر ٹوٹ پڑی اور چار پانچ سے پانسے اُزبک دم کے دم مین کاٹکر پھینکدیے۔ شیبانی خان کا نائب طلوع کے وقت اپنے آقا کی خدمت مین پہونچا یہ ماجرا سنکر ڈیڑھ سو منتخب سپاہی لیکر شیبانی خان آیا مگر دروازونکو مضبوط اور دریا نونکو مستعد پاکر لوٹ گیا۔ بابر شیبانی خان کے حرکات سے اوس کے ارادونکو سمجھ گیا تھا۔ چارون طرف ایلچی یہ پیام دے کر بھیجے کہ شیبانی خان تمام نسل تیمور کا دشمن ہے۔ اور روز بروز اوسکا زور بڑہتا جاتا ہے۔ اسوقت موقع ہے کہ ہم جمع ہوکر اوسکی قوت کو توڑلین۔ کمک تو کہین سے نہ آئی شاید یہ پیام خود غرضی پر محمول ہوا ہوگا چارون طرف کی رعایا البتہ بابر کیطرف متوجہ ہوگئی۔ جابجا قلعون سے اوزبکون کو نکالدیا اور قرب وجوار کے شہر والون نے بلا بلا کر بابر کے ملازمون کو اپنے شہر سونپ دیے شیبانی خان کے پاس فوج جو تھوڑی تھی یہ اندیشہ کر کے کہ بابر مدت سے خار کھائے بیٹھا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کامیابی کے موقع پر سنجار نکالنے کو ٹوٹ پڑے سنجار اچالا گیا آئندہ فصل بہار مین اوزبک سردار نے پھر حملہ کیا۔ بابر نے کوشش کر کے کچھ فوج فراہم کر لی تھی اور اس قابل ہوگیا تھا کہ شہر سے باہر نکلکر اوزبکون سے جا بھڑا۔ اس حملہ

مین کیقدر جلدی بابر کیطرف سے ہوئی اور اوسکی سزا مین زک ملی - بابر نے اس جلدی پر بہت ہی تاسف کیا ہے اور لکھا ہے کہ " مناسب موقع پہلو اختیار کرنا ایکنام تجربہ ہے شکست کے بعد بابر کو محصور ہونا پڑا اور ایسے محصور ہونے مین رسد بندی کی جو آفت عموماً پڑتی ہے اوسپر بھی پڑی لوگ شہر کے کتے اور گدہے کھا گئے - گھوڑونکو لکڑی کا برادہ بھگو بھگو کر کھلا دیا - تجربہ سے معلوم ہوا کہ تہتوت کے پتے گھوڑون کو بہت موافق تھے - اس نفیس رسد سے کب تک بسر ہوتی لوگ گھبرا اوٹھے اور اور فصیلون سے کود کود کر بھاگنا شروع کیا +

سمرقند پھر ہاتھ سے نکل گیا

شیبانی خان نے موقع پاکر صلح کا پیام بھیجا - بابر اس پیام سے نفع اوٹھاکر آدھی رات کو شہر سے نکل آیا لیکن اس افتاد سے اور سراسیمگی سے نکلا کہ اوسکی بڑی بہن خانزادہ بیگم دشمن کے قبضے مین پھنس گئی اور بعد کو شیبانی خان نے اوس سے نکاح کر لیا - راستہ مین دوسرا دن ہے گھوڑا دوڑایا - اوسکا گھوڑا اکل گیا یہ دیکھنے کے واسطے کہ حریف کتنے پیچھے ہین بابر پھر اتفاقاً تنگ ٹوٹ گیا تھا پھرتے ہی سر کے بل زمین پر آرہا دماغ پر خت صدمہ پہونچا اور تمام دن بدحواسی طاری رہی - بابر اس قصے کو لکھا کرتا ہے کہ " ایسے واقعے اور حادثے پے در پے ٹوٹ رہے تھے لیکن بالکل خواب و خیال معلوم ہوتے تھے پڑتے تھے اور گزر جاتے تھے - بابر کی قسمت پھر سرگردانی مین گھسیٹ لائی - اوسی بادیہ گردی مین ایک گاؤن مین پہونچا اور مقام عبرت ہے کہ فرغانہ و سمرقند کا بادشاہ ایک مقدم کے گھر مین ٹھیرا - مقدم کی

عمر ستر اسی برس کی تھی اور ان بھی ابھی زندہ تھی۔ بڑی بی ایک صدی سے بھی
۱۱ برس بڑی تھیں۔ اونکے بیٹے بیٹی پوتے پوتی وغیرہ ۹۶ حاصل وسس گاؤن میں
موجود تھے اور اگر عورتوں کے شوہر اور مردوں کی عورتیں ملائی جائیں تو ۲۰۰ نوبت
تھی غالباً بڑی بی کی اس برکت سے بیٹے کے مقدم ہونے میں بہت مدد دی ہوگی
بڑی بی کے پوتے کی عمر پچیس برس کی تھی۔ فرط وحشت میں گاؤن کے
قریب پہاڑ و نیز بار ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔ ننگے پاؤں پھرتے پھرتے یہ نوبت ہوگئی
تھی کہ سنگ و کوہ تفاوت نہ کرتا۔ ایک روز سنا کہ شیبانی خان شاہ خیبر پر دھاوا
کرنے جاتا ہے۔ چونکہ گاؤں کے قریب ہوکر نکلا تھا برادر کے تعاقب کو تیار ہوگیا۔ موسم
بہت سرد تھا اور برف کثرت سے پڑ رہی تھی۔ اثنائے راہ میں ایک چشمہ ملا کہ کنارہ نہیں تو
برف کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن پانی نے اپنی تیزی اور چالاکی سے اپنے اوپر برف کا
تقشہ نہیں جمنے دیا تھا۔ ابر کو گویا تفریح کا سامان مل گیا چشمہ میں کود پڑا اور جب تک
۱۶ غوطے نہیں لگائے باہر نہیں نکلا۔ ان جزوی حکایتوں سے اس مورخ بادشاہ کی
جلالت و خصلت کا پتا لگ سکتا ہے۔ یونان کی تاریخ میں ہیرو کے شیدا کی ایک حکایت
بیان کی گئی ہے۔ دلدادہ اور دلربا کے شہروں کے درمیان ابنائے ڈارڈینلز۔
(وسط یورپ و ایشیائے کوچک) مخمل تی جانباز شیدا ہر شب اس آبنا کو تیر کر کے
دلدار کو جایا کرتا تھا۔ ہیرو اپنے شہر کے ایک منارہ پر بیٹھکر مشعل دکھایا کرتی تھی تاکہ اوسکا
سودائی اوسکے سیدہ میں چلا آئے۔ ایک رات سنگدل طوفان نے آلیا اور یہ تقشہ بگڑ
ڈوب گیا۔ اس جانباز کی قدر افزائی اور یادگار کے لئے یورپ کے من چلے اب بھی

اس آنبا کو تیار کرتے ہیں۔ اس مقام پر آنبا کی فراخی ایک میل ہے۔ ہما ہیرو جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو سندھ سے لے کر گنگا تک تمام دریاؤں کو تیر کر اترا اور اسکو اوس نے فرشتہ نے اپنے حالات میں بیان کیا ہے۔ آدم بر سر مطلب۔ اسی عرصے میں بابر نے پامردی سے اغنی پر قبضہ کر لیا تھا لیکن بھی قبل کے چنگل سے نکلکر بھائی سے آملا لیکن چند ہی روز کے بعد اغنی جہانگیر کی نابکار بہ کاری سے پھر بابر کے قبضہ سے نکل گئی۔ جسوقت بابر اپنے دشمن قبل سے لڑکر اغنی سے نکلا ہے تو صرف تیس آدمی ہم رکاب تھے اور دشمن کے سوار ہنوز اوسکے ہواہیوں کو گرفتار کرتے چلے آتے تھے۔ اسی میں عقب میں ابراہیم بیگ نے بادشاہ کی دہائی دی۔ بابر نے جو لوٹ کر دیکھا تو ایک غنیم کا سپاہی اوس سے چمٹا ہوا تھا۔ وقت اگرچہ بہت نازک تھا مگر اوسکی مدد کو بابر نے باگ پھیر ہی دی۔ خان قلی اور خانقلی دو امیروں نے بڑھکر گھوڑا روکا اور عرض کیا کہ یہاں اپنی جان لے کر بھاگنا مشکل ہے دوسروں کی مدد یعنی چہ۔ خدا کے لئے اوسطرف نہ جائیے۔ بابر کو لوٹنا پڑا۔ اغنی سے دو کوس پر جاکر کمین غنیم نے پیچھا چھوڑا۔ اب بابر بمعیت صرف ۸۰ آدمی رہ گئے تھوڑی دیر میں ایک سیاہی محسوس ہوئی۔ بابر سب کو ایک چٹان کی آڑ میں کر کے خود دیکھنے کو اوپر چڑھ گیا معلوم ہوا کہ دشمن کے سوار ہیں۔ وہاں سے بھی بھاگے۔ خان قلی نے بادشاہ سے کہا کہ یوں بھاگنا ٹھیک نہیں۔ ان آٹھ گھوڑوں میں سے دو دو دم گھوڑے چھانٹکر حضور اور میرزا قلی سرپٹ کر جائیں۔ یوں شاید جان بچ جائے ورنہ دشمن نے آلیا مصلحت وقت یہی تھی۔ لیکن بابر کی غیرت نے تقاضا نکیا کہ مصیبت میں اپنے رفیقوں کو چھوڑ دے۔ اس صلاح پر عمل کرنے سے اوسنے قطعاً انکار کیا۔ تھوڑی

دور چلکر بادشاہ کا گھوڑا بے دم ہوگیا۔ خان قلی نے اتر کر اپنا گھوڑا پیش کیا۔ بابر اپنے گھوڑے سے کود کر اوسپر ہو رہا دشمن نے اگر تین سردار اور گرفتار کر لیے اب بابر کے ساتھ صرف تین آدمی باقی ہین۔ تھوڑی دور پر دوست بیگ کا بھی گھوڑا رہگیا آذر چل کر بادشاہ کا یہ گھوڑا بھی چلنے لگا قنبر علی نے حق خدمت ادا کر کے اپنا گھوڑا نذر کیا اور بابر اوسپر سوار ہولیا۔ اب صرف بابر اور میرزا قلی رہگئے۔ تھوڑی دور اور چلے تھے کہ میرزا قلی کے گھوڑے کی باری آئی۔ بادشاہ نے کہا کمبخت تجھے چھوڑ کر کہان جاؤن یہ کہکر اپنے اپنے گھوڑے کو آہستہ کر لیا۔ میرزا قلی نے کہا کہ حضرت اگر آپ میری فکر مین رہے تو آپ بھی گرفتار ہو جائین گے اپنی فکر کیجیے شاید خلاصی ہو جائے۔ آخر میرزا قلی بھی جھگڑ کر بابر تنہا چلا جاتا ہے کہ دو دشمن کے سوارون نے آدابا اور قسمت کا کھیل کہ گھوڑے کا دم بھی پھولنے لگا۔ ایک پہاڑ سامنے سے نظر آیا بابر کو اپنے بازو پر پورا اعتماد تھا یہ سوچکر کہ پیدل پہاڑ مین کسیطرف نکل جاؤن گا۔ گھوڑا برابر بڑہائے گیا۔ بندہ علی اور باباسرامی وہ دونون سوار بھی چلے آتے تھے۔ مگر بابر کے تیرون کے ڈر سے ایک گولی کے ٹپہ پر سوارون نے جب دیکھا کہ یہ ظالم کسیطرح رکتا ہی نہین تو اونہون نے کہا کہ بھانگیر اور ناصر میرزا دونون گرفتار ہوگئے۔ یہ خبر سنکر وہ مضطرب ہوا کہ ہم سب اگر دشمن کے بس مین آگئے تو جو آس بندہ رہی ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گی لیکن اونکو کچھ جواب نہین دیا۔ اور بدستور گھوڑے کو بڑہاتا رہا۔ آخر وہ دونون عیار گھوڑون سے اتر پڑے اور چاپلوسی کی باتین بنانے لگے۔ بابر خوب سمجھتا تھا کہ یہ فکار باتون مین لگاکر میرا راستہ کھوٹا کیا چاہتے ہین۔ کان اونکی باتین سنتے رہے مگر

ہاتھ برابر گھوڑے ہانکے جاتے تھے۔ سامنے سے ایک چٹان نے بابر کا گھوڑا روکا دیکھا تو دوسری جانب بھی راستہ نہیں ہے اب دشمنوں نے کہا کہ رات اسقدر تاریک راستہ مخدوش آخر اس جان مارنے سے نفع کیا آپ لوٹ کر تنبل کے پاس چلے چلئے وہ آپ کو تخت پر بٹھا کر خدمتگزاری کو موجود ہے۔ بابر پر ایسے افسوں کیے اثر کئے تھے اور نے کہا یہ تو سب خرافات ہے اگر کچھ خیر خواہی میرے ساتھ کیا چاہتے ہو تو یا مجھے تا مقصد کا راستہ بتا دو کہ اپنے آدمیوں کے پاس چلا جاؤں یا مجھکو بحال خود چھوڑ کر لوٹ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ کاش ہم نہ آئے ہوتے اور اب آئے ہیں تو آپ کو بلا میں چھوڑ کر کس دل سے لوٹ جائیں۔ اپنے مقصد کو موخر بنانے کے واسطے انہوں نے شدید قسمیں کھائیں۔ نیک دل بابر کو فی الجملہ اطمینان ہوا اور پیادہ پا اونکے ساتھ چلنے لگا چند قدم جا کر کہہ سوچا اور اونکو آگے رکھ لیا۔ بابر ہلکا ہی دریا فتہ کر چکا تھا کہ آگے ایک سڑک ملے گی اور وہی منزل مقصود کی راہ ہے بابر سڑک پر پہنچا لیکن وہ چالاک دھوکا دیکر اوسکو دوسری طرف لے گئے صبح ہوتے ٹھکانے پر پہنچکر کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے سڑک تو پیچھے رہگئی۔ بابر یہ سنکر متردد ہوا کہ صبح ہوئے آبادی قریب اور منزل مقصود کا پتہ نہیں۔ آخر تینوں دن کاٹنے کے بعد ایک پشتے کی آڑ میں ہو رہے جس آبادی کے قریب بابر کی گردش تقدیر لے گئی تھی بندہ علی اوسکا حاکم تھا۔ بابر سے یہ کہکر کہ حضور کے واسطے خاصہ اور گھوڑوں کے لئے دانہ چارہ حاضر کرتا ہوں قصبہ کو چلا گیا وہاں سے جب پڑی دیر میں پیر مرشد لوٹے تو چارہ دانہ تو ندارد تھا خاصہ البتہ لائے اور وہ کہا

صرف تین روکھی روٹی اون مین سے بھی ایک ہی بادشاہ کے حصّے مین آئی بادشاہ سلامت اپنی روٹی بغل مین دبا چپکے سے پھر پشتے کی آڑمین آ جمے — نصف شب کو وہ حریف لطائف الحیل سے بابر کو قصبہ کے ایک باغ مین لے آئے تُنبل کے پاس قلعہ پہلے دوڑا چکے تھے کہ بابر کو قابو مین کرنے کا موقعہ ہے بابر باغ مین جو پہونچا تو سردی بہت تھی ایک شکستہ پوستین مل گئی اوسکو پہنکر آتشدان کے پاس سو رہا - صبح کو بابا شیر اتی نے جو پہرہ پر تھا آکر عرض کی کہ یوسف داروغہ حاضر ہے - یوسف داروغہ دشمن کا ملازم تھا اوسکا نام سنتے ہی بابر فکر مین ڈوب گیا اور اوسکے بے چین خیالات نہ معلوم کہان سے کہان جا پہونچے - اتنے مین یوسف داروغہ بھی آگیا اور آتے ہی کہنے لگا کہ آپ سے کیا چھپاؤن آپ کے دشمن بایزید کا بھیجا ہوا آیا ہون - یہ سُننا تھا کہ بابر کے ہوش اُڑ گئے - ملک و سلطنت عزیز و بہی سب دشمنونکے پنجے مین تھے آئندہ فلاح کی اگر کچھہ توقع تھی تو صرف اپنی اکیلی جان کے بھروسے پر اب اوس سے بھی مایوسی ہوئی جاتی ہے - فرط اضطراب مین کہنے لگا کہ اگر ارادہ کچھہ اَور ہے تو مجھکو وضو کر لینے دو یوسف داروغہ قسم کھانے لگا - اسوقت اوسکی قسم پر اعتماد کرنا بابر کی قوت سے خارج تھا - اپنے دل کو جو ٹٹولا تو نہایت ضعیف یا طبیعت کو سنبھالنے کے لیے باغ کے ایک گوشہ مین چلا گیا اور دلکو یون تسلی دی کہ اگر دُنیا مین شوربس ہے تو بھی ایک روز گذرنا ہے پھر بے تابی اور پریشانی بے سود ہے - آخر بابر ان کینہ خواہون کے چنگل سے نکل گیا - دشمنون کے غلبہ اور انتظام نے مامون کے پاس تک رسائی

نہ ہوئے وی اور سال بھر تک بدخشان کے کوہستان مین بیکسانہ اور تنہا تکرین مارتا رہا

زین غم کہ کس نے توان گفت
شبہاست کہ غم گسار خویشم

احمد تنبل وغیرہ کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ شیبانی خان کا مرد میدان اگر تھا تو بابر۔ بابر تو اس وقت لوردی مین رہا وہان شیبانی خان تنبل اور اوسکے اقوان کو نیست و نابود کرکے فراغت سے فرغانہ پر متصرف بن بیٹھا۔ خود بابر کے ماموؤن کو اوسنے قید کرلیا اور سلطان محمود خان رہائی پاکر اس فلت کے صدمے سے گھل گھلکر مرگیا۔ اودھر شیبانی خان بام عروج پر ناو لاغیری کا دم بھر رہا تھا اور ادہر جائے عبرت ہے کہ یہی مقولہ عجیب طور پر بابر کے بھی حسب حال تھا کیونکہ بدخشان کے سنسان کوہستان مین غیر کا کوسون نشان نہین تھا +

افغانستان پر یورش

سنہ ۹۱۰ھ بابر کے قدم تخت کے واسطے بنے تھے اگر تخت پر نہ تھے تو اون کو راہ طلب مین ہونا ضرور تھا۔ سال بھر کے بعد یہ شیر کوہستان سے پھر نکلا۔ اس کے شمالی کنارے پر اس کوہستان کے جنوب مین ترمذ ایک شہر ہے۔ کوہستان کے شمالی جانب تو اوزبکون کی وجہ سے جا نہین سکتا تھا پہاڑ سے نکلکر ترمذ چلا آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت زمانہ یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ وسط ایشیا سے اولاد تیمور کی حکومت اوٹھادے۔ سمرقند بخارا اور فرغانہ کے ماجرے تو آپ سنہی لیے۔ کابل پر الغ بیگ (بابر کا چچا) حکمران تھا اوسکا انتقال ہوا۔

وارث تخت صغیر سن تھا۔ امرا مین نیابت کی بابت نزاع ہوا۔ نیابت درکنار خود ملک کھو بیٹھے۔ قندہار مین سلطان حسین میرزا بادشاہ خراسان کیطرف سے ذوالنون ارغون حاکم تھا۔ کابل کے جھگڑے کا قصہ سنکر اپنے بھائی مقیم کو کابل بھیجا۔ مقیم نے کابل پر قبضہ کرلیا اور قبضے کو کامل کرنے کے واسطے میرزا الغ بیگ کی بیٹی سے شادی کرلی اسطرح کابل سے بھی خاندان تیمور محروم ہوگیا۔ یہی زمانہ ہے بابر کے تزمذ پہونچنے کا۔ وہان محمد باقی خسرو شاہ کا بھائی والی تھا۔ اوزبکون کی دہشت سے محمد باقی کا دم فنا ہوچکا تھا اور ہر وقت بھیانک صورت بربادی کی اوسکی آنکھون مین گھومتی تھی۔ بابر کو پناہ سمجھکر اوسنے نہایت تپاک سے لیا۔ بابر کو اس مخلصانہ مدارات سے بہت تقویت ہوئی اور اوس سے مشورہ کیا کہ اب کدھر جانا چاہیے اور کیا کرنا مناسب ہے۔ محمد باقی نے یہ اشعار پڑھے ؎

+ ندارد اگر با عدو زور جنگ +
+ طریق مدار آگزین بید رنگ +
زنلکش بجائے نماند انتقال کہ یک چند فارغ شوی از قتال

اور پھر کابل کا قصہ کہہ سنایا۔ بابر نے یہ سنکر کابل پر یورش کی غرضیت کرلی۔ محمد باقی بھی ساتھ ہوا۔ بابر جب ترمذ سے چلا ہے تو صرف دو سو تیس سو۔ آدمی ہمراہ تھے۔ ۶

پریشان جمعی و جمعی پریشان

اکثر پیدل۔ ہاتھون مین تلوار کی جگہ سوٹے۔ لشکر بھر مین صرف دو ڈیرے تھے ایک بادشاہ کا تھا اوسمین اوسکے مان ٹھیرتی تھی اور بادشاہ سلامت بلے ڈیرے کے

میدان مین بسر کرتے تھے۔ رسد کا کچھ بندوبست محمد تابانی نے اپنی گرہ سے کر دیا تھا۔
ترمذ سے یہ باغیان شکوکت لشکر کھلکر خسرو شاہ کی عملداری مین ٹھیرا خسرو شاہ پرولی نعمت
زادونکی اندہے اور قتل کرنے کی نعمت اب برس رہی تھی اور اوزبکون کے خوف
سے اپنا لشکر ادہر سے اودہر لئے بھاگا پھرتا تھا۔ اوسکی شامت اعمال اور بابر کے
اقبال سے دونون لشکر کسی موقع پر جمع ہوگئے۔ بابر نے جو اوسکے لشکر کی نبض پر ہاتھ
رکھا تو پایا کہ تمام لشکر خسرو سے برگشتہ اور شاہی خدمت پر مائل ہے۔ خود خسرو شاہ بھی
کورنش کیواسطے حاضر ہوا۔ دو تین ہی روز مین اوسکی سب فوج ٹوٹ کر بادشاہ سے
آملی اور خسرو شاہ بیکا بیکارہ گیا۔ میرزا خان بابر کے ہمراہ تھا اوسنے اپنے بھائی کا
قصہ یاد دلاکر قصاص کا دعوے کیا۔ بابر خسرو شاہ سے جان بخشی کا عہد کر چکا تھا اوسکے
دل نے گوارا نکیا کہ بیکسی و درماندگی مین اوس سے عہد شکنی کرے خسرو شاہ کو اجازت
دی کہ اپنا مال جسقدر لیجا سکے لے جائے۔ اپنے تمام جواہرات اور نقد اونٹون پر
لادکر خسرو شاہ لے گیا۔ صرف خیمے وغیرہ بابر کو ملے۔ امیر دغیبی کو لیکر بابر نے
کابل آگھیرا۔ مقیم کچھ روز تو مقابلہ پر قایم رہا آخر امراء کو بیچمین ڈالکر حاضر ہوگیا۔ بادشاہ نے
اوسکی تشفی کی اور وعدہ کیا کہ کل تمہارا سب مال و اسباب بحفاظت نکلوا دیا جائے گا
اگلے دن جہانگیر اور ناصر میرزا کو حکم دیا کہ مقیم کو شہر تک پہونچا آؤ۔ خسرو شاہ کے نوکر
ظلم اور رہزنی کے عادی ہو رہے تھے اون سے کب ممکن تھا کہ مقیم کا مال یون ہاتھ
سے نکل جائے یہ لوٹ پر آمادہ ہوگئے۔ جہانگیر و ناصر نے کہلا بھیجا کہ یہ لوگ ہمارے
قابو کے نہین آپ خود تکلیف کرین۔ بابر نے جو آکر دیکھا تو غاصہ بلوہ ہو رہا تھا۔

آتے ہی خود دو چار کے تیر سے دو ایک کے سر قلم کر لئے جس پر طوفان بھی تھوڑی تسکین پذیر ہوا اور تقسیم سے آرام سے قندھار کے راہی ہوئے۔ یہ بات غور کے لائق ہے کہ خسرو شاہ کی فوج سے الغ بیگ کا ساتھ دینے کے لئے گیا اور اب اپنے باپ دادا کے ملک پر ذاتی فوج سے جان ماری اور کچھ نہ ہوا ؎

خدا گر بیچکے پہ بندد دری
کشاید بہ لطف و کرم دیگری

خراسان کا سفر

سنہ ۹۱۱ھ۔ ماوراء النہر فتح کرنے کے بعد اوزبکوں کی ترک تاز خراسان پر ہونے لگی۔ بابر نے پانچ برس اور سمرقند میں بھکر جس پیشین گوئی سے مدد مانگی تھی اوسکا یقین اب فرمانروائے خراسان کو ہونے لگا مگر اسے شیبانی خان کا زیر کرلینا ایسا آسان نہ تھا۔ سلطان حسین میرزا اگرچہ بہت بوڑھا ہوگیا تھا مگر شاہانہ عزم کے ساتھ ایک دفعہ اوراوزبک کے مقابلے میں تلوار لیکر کھڑا ہوگیا۔ اسنے تمام بڑے بڑے صوبوں سے بلایا بابر سے بھی مدد کی درخواست کی۔ بابر کا قندھار ابھی افغانستان کے سرکشوں پر اچھی طرح نہیں ہوا تھا کہ خراسانی ایلچی پہونچا۔ اوسکی موجودہ ذاتی مصلحتیں خراسان جانے کے خلاف تھیں اور اگر بابر میں قوت انتقام کشی ہوتی تو سمرقند کا واقعہ یاد دلاکر ایلچی کے ہاتھ میرزا کو جواب خشک بھیجدیتا۔ لیکن وہ یہ خوب سمجھتا تھا کہ آج خراسان پر اوزبکوں کے جنگ و پے ہے تو کل کابل کی باری بھی آجائے گی۔ بہتر ہے کہ اس وقت

متفق ہوکر اوزبک مغلوب کرلئے جائین۔ کابل کا بندوبست کرکے خراسان کا سفر کیا
راستہ مین سے سلطان حسین میرزا کو اپنے آنے کی اطلاع کی۔ ایلچی نے لوٹ کر خبر دی
کہ ۱۱ ذیحجہ ۹۱۱ کو سلطان حسین میرزا کا انتقال ہوا۔ بابر کچھ تو خراسانی شاہزادون کے
پاس قرابت کے سبب اور کچھ اور مصالح کے لحاظ سے (جنکو وہ بیان نہین کرتا ہے)
خراسان کو ہڑپ جانا چاہتا تھا۔ خراسانی شاہزادونکی متفقہ فوجین دریائے مرغاب پر (جو آجکل کے
پل خمری کے نزدیک ہے) مورچہ جمائے پڑی تھین۔ بابر جب قریب پہونچا تو
شاہزادے استقبال کو آئے۔ بابر کے لشکر مین سے تیمور یہ نسل کا یہ عجیب اور آخری نجم
تھا اگر بابر سے قبل پیدا ہوتا تو کیا کہنے کا ہاتھ مین اوسکی کمان ہوتی تو یہ لشکر وہ معرکے سر کرسکتا تھا
جو صدیون تک تاریخ کے صفحونکو روشن رکھتے۔ افسوس ہے کہ نازپروردہ اور خود مختار
شاہزادونکی ماتحتی مین یہ لشکر لے کام رہا تھا۔ اوزبکون کے چار سو پانسو آدمیون
کے غول مرغاب کے قریب تاخت تاراج کر رہے تھے ان شہزادون سے اونکا
بندوبست بھی نہ ہوسکا۔ بابر کو ان بدعنوانیونکی تاب کہان تھی فوراً اوزبکون کی گوشمالی
کو تیار ہوگیا مگر مہمانی سنے اور کچھ بھی بہانہ رکھا۔ زمانہ دیدہ شیبانی خان خوب جانتا تھا
کہ یہ مجمع تین دن کی چاندنی ہے۔ اوسوقت طرح دیکر سمرقند چلا گیا۔ موسم زمستان
بھی آپہونچا۔ عیش پرست شاہزادونکو جام ارغوانی اور ساقی پریچہرہ یاد آئے۔
قشلاق کے بہانہ یہ فوج آن واحد مین منتشر ہوگئی۔ شاہزادہ بدیع الزمان میرزا نے
بابر سے ہرات چلنے کا اصرار کیا۔ معاملات کابل اوسکو اپنی طرف کھینچتے تھے لیکن شوق
ہرات بابر کو اودھر لے گیا۔ شہر ہرات کو اس زمانہ کی سی رونق و زیبائش نہ

کم نصیب ہوئی ہوگی۔ سلطان میرزا کی چہل سالہ پر امن حکومت نے اور میر علی شیر کی قدردانی نے کمال اور خوبی سے شہر ہرات کو بھر دیا تھا۔ ہر طرف کے باکمال وہاں جمع تھے اور شہر ہر سے بھرے باغ کیطرح شگفتہ ہو رہا تھا۔ بابر نے سیر کی خوب لطف اوٹھائے۔ ایک روز سلطان احمد میرزا کی بی بی بابر سے ملنے آئی اوسکی بیٹی معصومہ سلطان بیگم بھی ماں کے ساتھ تھی ؎

عشق آن خانمان خرابی ہست
کہ ترا آورد بخانہ ما ✣ ✣

بابر کی نظر جو اوس ملائک فریب صورت پر پڑی بیتاب ہوگیا۔ اور جائے حیرت ہے کہ اوس حور وش لڑکی نے ایک نظر میں وہ دل فتح کر لیا جو اتنے بلا خیز معرکوں میں ثابت قدم رہا تھا۔ آخر بے چین ہو کر چچی کو پیام دیا اور یہ بات طے ہوگئی کہ ماں بیٹی۔ دونوں کابل آئیں اور وہاں نکاح ہو جائے۔ معصومہ سلطان بیگم کابل آئی اور بابر نے اوس سے نکاح کیا۔ ایک لڑکی بھی ہوئی مگر اوسی مرض میں یہ بیگم داغ مفارقت دیگئی بابر نے یادگار کے لئے اس لڑکی کا نام معصومہ سلطان بیگم رکھا۔ عائشہ سلطان بیگم اوسکی بڑی بہن تھی مگر اوس سے مفارقت کے بعد یہ نکاح ہوا تھا۔

افغانستان کی برف سے پالا پڑا

شاہزادے اگرچہ اصرار سے بابر کو ہرات لے گئے تھے مگر عیش میں پڑکر اپنے محترم مہمان کو بھول گئے اور سرد کی وقت ہونے لگی برف بھی کثرت سے پڑنی شروع ہوگئی

اور افغانستان و خراسان کے کوہستان کے سر چند ہی روز میں اس منزل نے سفید کر دئے
بابر نے دیکھا کہ یہ سد سکندری اوسکو تو مفتوح ملک اور ہندوستان کے جنگ جو قوموں سے
جدا کئے دیتی ہے اس خیال نے برات کی کیفیت بالکل بدمزہ کر دی اور اوسکو برات
چھوڑنا پڑا۔ جنگل کثرت برف سے سفید چادر ہو رہا تھا اکثر مقاموں پر برف گھوڑے
کی ران کے برابر تھے۔ برف جب گرنی شروع ہوتی تھی تو نہ بالکل رقیق ہوتی
تھی اور نہ پتھر کے طرح سخت۔ آدمی پاؤں رکھتے ہی بھیتر کو دھنس جاتے تھے۔
بابر جتنا آگے بڑھا برف کی مصیبت پڑتی ہی گئی۔ ایک خیر ہوئی کہ راستے میں غلہ
افراط سے ملگیا اور بابر نے بقیمت اوسکو خرید لیا۔ ورنہ بھوک اور برف دونوں دشمنوں سے
مقابلہ مشکل ہو جاتا۔ لشکر میر غیاث پھونکر مشورہ کیا کہ کس راستے سے چلنا چاہیئے
ایک راستہ گرم سیر قندہار ہوکر کابل جاتا ہے اسمیں پھیر بہت ہے مگر برف کی آفت
سے نجات مل جاتی ہے۔ دوسرا راستہ سیدھا کابل آتا ہے یہ قریب ہے اور برف
سے معمور بلکہ ویران۔ بابر کی رائے تھی کہ قندہار ہوکر چلیں۔ قاسم بیگ نے کہا
کہ وہ راستہ بہت چکر کا ہے بہت باندھکر سید ہے نکل چلئے۔ قاسم بیگ کی یہ رائے
گو تکلیف دہ ثابت ہوئی لیکن دور اندیشی پر مبنی تھی بابر اگر جلد کابل نہ پہونچتا تو محمد حسین
کا بلوہ دوسرا رنگ پکڑ جاتا اور سخت دشواری پیش آتی۔ بابر نے طوعاً کرہاً اس رائے
کو مانا اور ایک رہبر کو لیکر سیدھا کابل چلا۔ راستہ اور جنگل سبکو برف اپنی چادر میں چھپائے ہوئے
تھی رہبر کو راستہ کبھی کبھی معلوم ہوتا خود بہک گیا اور اوس کے پیچھے اور بھی گمراہ ہو گئے
برف کی وجہ سے گھوڑوں کے پاؤں زمین تک نہیں پہونچتے تھے اور قطع مسافت غیر ممکن

ہوگیا۔ قاسم بیگ کو اپنی رائے کی ذمہ داری یاد آئی۔ پیادہ پا ہوکر راہ صاف کرنے لگا۔ اوسکے چودہ[14] عزیز و قریب بھی شریک ہوگئے۔ شاہ بابر بھی گھوڑا چھوڑکر ان میں جا ملا۔ یہ شاندار سولہ[16] ملی راستہ صاف کرتے تھے اور تمام لشکر پیچھے گردن جھکائے چلا آتا تھا۔ راستہ صاف کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ سولہ[16] آدمی آگے پیچھے قطار باندھکر استادہ ہوجاتے تھے ان کے یوں کھڑے ہونے سے برف اتنی دب جاتی تھی کہ ایک گھوڑا کھڑا ہوسکے اوسکے بعد اوس خالی جگہ میں ایک کوتل گھوڑا کھینچا جاتا دس[10] پندرہ[15] قدم چلکر گھوڑے میں آگے چلنے کی طاقت نہیں رہتی تھی اوسکو ہٹاکر دوسرا گھوڑا کھینچتے تھے۔ اسطرح یہ سولہ[16] جوانمرد اپنی قوت بازو اور اپنے گھوڑوں کی مدد سے صبح سے شام تک میل ڈیڑھ میل راستہ تیار کرکے لشکر کو بڑھاتے تھے۔ انکے سوا نہ کسینے خود کام کیا اور نہ گھوڑے سے مدد لی۔ بابر کے تحمل کو دیکھیے کہ نہ یہان کسی سے اوسنے مدد دینے کا تقاضا کیا اور نہ کابل پہونچکر اس بے وفائی اور خیرہ چشمی کی کسی سے شکایت کی۔ ایک روز شام کو منزل دمن کوہ میں ہوئی۔ سردی کی یہ شدت کہ الامان۔ سبکو یقین تھا کہ آج یہیں برف کے کفن اور قبر میں دفن ہوجائینگے بابر نے دزہ کے پاس سینے کے برابر برف کھود کے اپنا نمد بچھالیا اور شاہی نماز ادا کی برف کے سنگ مرمر کے تخت پر تھا۔ بعض ہواخواہوں نے گزارش کی کہ اس غار کے اندر بیٹھ جائے لیکن بابر کی حمیت نے تقاضا نہ کیا کہ اپنے جان نثار سپاہیوں کو چھوڑکر خود آرام سے جاسوئے وہیں بیٹھا رہا لوگ مامن کی تلاش میں بے قرار تھے غار کو جو روشنی سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بہت وسیع ہے اور سب آدمیوں کے گنجایش اوسمیں ہوسکتی ہے۔ وہ لوگ وہیں سے جوش خوشی میں چلائے کہ یہان جگہ بہت ہے۔ بابر

کا سر زانو پر جھک رہا تھا یہ جانفزا اور دلربا جملہ سنکر چونک پڑا۔ اگر خود بابر نے نہ بیان کیا ہوتا تو ہم اسکو مبالغہ سمجھتے کہ اوسوقت اوسکی پشت اور سر پر چار چار انگشت برف جم رہی تھی اس بلائے آسمانی کو جھاڑ کر مارے چلا گیا اور اہل لشکر بھی وہیں چلے آئے اور اپنے اپنے کر اپنا اپنا کھانا پکا لا۔ غالباً بابر کابل اور اکبر آباد کے دیوانخانوں میں ایوان نعمت کھا کر کبھی اتنا مسرور نہ ہوا ہوگا جتنا اون روکھی سوکھی سنگ برنگ کی روٹیوں کو کھا کر ہوا۔ صبح ہوئی تو پھر وہی برف اور وہی قلیوں کی خدمت۔ اس سفر میں اکثر اوسکے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ کانوں کی یہ کیفیت ہوگئی۔ جیسے کسی شاخ پر تر مردہ پتا لگا ہے۔ یہی کابل کی مشہور برف ہے جسکے مہیب افسانے آجکل کی تاریخ کو بھی عبرت ناک بناتے جاتے ہیں۔ بابر نے جس شاہانہ اولوالعزمی سے اس برف کی مہم کو سر کیا غالباً اوسکی نظیر بہت کم ملے گی۔ بہت کم بادشاہ ایسے ہوئے ہونگے جنھوں نے اپنی بے کس سپاہ کے واسطے برف کھود کر راستہ بنایا ہوگا اور سپاہیوں کو مدد کی تکلیف نہ دی ہوگی۔ اس بلائے عظیم کو بصد دشواری طے کر کے بابر ہزارستان آپہونچا۔ ہزارہ کے وحشی جوگون نے حملہ کیا مگر اونکو سزا دیکر شاہی فوج آگے بڑھ آئی +

کابل کا فساد

بابر جب خراسان کو گیا تھا تو کابل میں خان میرزا شاہ بیگم بابر کی سوتیلی نانی ماہم بیگا خانم اوسکی خالہ۔ اور محمد حسین میرزا اور سلطان جنیدہ برلاس موجود تھے۔ محمد حسین میرزا کی بابر کی ایک خالہ سے شادی ہوئی تھی اور سلطان جنیدہ برلاس بھی ننھیال کی طرف سے

قراتمند تھا - میدان خالی پاکران دونون کھلاڑیون نے ایک نیا سوانگ بھرا - خان میرزا کو کابل کا بادشاہ بنایا - آور اپنے رشتے کا بھنڈا اوڑا کر بیگمات کو بھی ساز شمیں مین شریک کر لیا یہ دیکھکر مغل بھی ان کے مددگار ہو گئے - عوام الناس کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیئے یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ کو خوارسانی شہزادون نے قید کر کے جیلخانہ بھیجدیا - یہ بھی ویسے ہی ہوئے جیسے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نادر شاہ کو قتل کر ڈالا تھا اور دلی کے چند دغاباز مین شیطان اس راز کو فاش کر گیا تھا - امرائے بابری کو ارک کابل مین محصور ہونا پڑا ہی وہ وقت ہے جب بابر ہزارستان آگیا ہے - اگر قاسم بیگ سیدھے راستے سے نہ نکال لایا ہوتا تو یہ فساد شاید اور زیادہ زور پکڑ جاتا - بابر کو ہزارستان مین یہ خبر ملی امرائے محصور کے پاس فوراً ایک آدمی دوڑایا کہ ہم آگئے فلان روز کوہ منارہ پر اگر آگ روشن کرین گے تم بھی اوسکے جواب مین آگ جلانا تاکہ ہم سمجھین کہ تم ہوشیار ہو اسکے بعد دونون طرف سے حملہ کر کے دشمنونکو تہ تیغ کرین گے - اس آدمی کو بھیجکر ہزارستان سے ایلغار کر کے بابر کابل آپہونچا - باغیون سے مقابلہ ہوا مگر بابر نے دو تین ہی حملون مین اونکو منہزم کر دیا - فتح کے بعد بابر ارک مین آیا یہان محمد حسین میرزا اوسکے خالو کو گرفتار کر کے لائے نیکدل بابر بمثل سابق تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور پاس بٹھنے کی اجازت دی اوسکے بیٹھنے کے بعد کچھ شکایت بھی نہین کی بدلے باغیون کا کیا ذکر ہے - بیگمات نہایت نادم تھین اونسے بھی حسب دستور باادب ملا اور تسلی و دلجوئی سے اونکی خاطر جمع کر آیا - خان میرزا اس معرکے سے نکل بھاگا تھا شاہی معلم اوسکو بھی پکڑ لائے - بابر دیوانخانہ مین بیٹھا تھا کہ خان میرزا پیش ہوا - اوسکو

دیکھتے ہی اوٹھکھڑا ہوا اور کہا آؤ گلے مل لیں! وہ بیچارہ یہ مدارات دیکھکر شرم سے پانی پانی ہوگیا اور مشکل سے بابر کے پاس تک پہونچا۔ گلے لگاکر بادشاہ نے اپنے پاس بٹھایا اور خانساماں کو حکم دیا کہ شربت جلد لائے۔ جب شربت آیا تو خان میرزا کے اطمینان کے واسطے پہلے خود تھوڑا سا پیا اور سکے بعد اوسکو پلایا۔ اسکے بعد بھی بابر ان باغیوں کے درپے آزار نہیں ہوا اور بتدریج وہ ادہر اودہر چلے گئے۔

محمد حبیب الرحمن شروانی

کتب خانۂ اسکندریہ

یورپ ایک زمانے مین مسلمانونکی نسبت عجیب عجیب خیالات رکھتا تھا۔ اوس زمانے مین سیکڑون غلط روایتین جو مسلمانونکی نسبت مشہور تھین یورپ کے لٹریچر کا عنصر بنگئین۔ موجودہ یورپ اگرچہ بے تعصبی و انصاف پرستی سے کام لینا چاہتا ہے، مگر جو زہر اوسکے رگ و پے مین سرایت کرگیا تھا اوسکا اثر اب بھی موجود ہے اور شاید ایک مدت تک باقی رہے۔

"اسلام نے تلوار سے پھیلایا" "بانی اسلام کو خود اپنی سچائی پر اعتقاد نہ تھا" "اسلام تمام علمی تحقیقات کا دشمن ہے" یہ اور اسی قسم کے بہت سے جملے یورپ کے اصول موضوعہ ہین۔ اخیر دعوے کے ثبوت مین عموماً کتب خانہ اسکندریہ کا واقعہ پیش کیا گیا ہے۔ یورپ کو خاص اس واقعہ سے اسقدر دلچسپی ہے کہ مسلمانون کے تذکرہ مین موقع بیموقع اوسکا ذکر ضرور آجاتا ہے۔ حال مین فرانس کے ایک عالم نے شاہان فرانس کے حال مین ایک مختصری تاریخ لکھی ہے جسکا ترجمہ خدیو مصر کے اشارے سے عربی زبان مین کیا گیا ہے۔ اس تاریخ مین کہین کہین دوسرے ملکون کے حالات بھی تعلق کے طور پر ذکر کئے ہین۔ حضرت عمرؓ کی وسیع اور موثر حکومت مین سے جو چیز اوسکی نگاہ کے سامنے آئی وہ یہی کتب خانہ اسکندریہ کا واقعہ تھا۔ فرانس کے حالات لکھتے لکھتے وہ لکھتا ہے کہ اسی سنہ مین مسلمانون نے اسکندریہ پر حملہ کیا اور وہان کا علمی کتب خانہ جلاکر برباد کردیا" بہرنوع ہم اس واقعہ کے ممنون ہین۔ جسکے ذریعہ سے یورپ

کی علمی دنیا کا بچہ بچہ حضرتِ عمر کے نام سے تو واقف ہے۔
ہماری قوم کے تعلیم یافتہ لوگ ان اعتراضات کا سننا گوارا نہیں کر سکتے اور نہایت جوش سے اونکے اوٹھانے پر آمادہ ہیں اگرچہ افسوس ہے کہ انگریز مورخون کے عامیانہ تقلید اور اسلامی تاریخ کے اصلی مواد کی ناواقفیت اونکو اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیتی۔ کتب خانہ اسکندریہ کی بحث غالباً سب سے پہلے تہذیب الاخلاق میں چھیڑی گئی۔ پھر ایک مضمون پانیر میں نکلا اور آجکل متعدد مضامین مختلف اخبارون میں شائع ہوئے۔ یہ پچھلے مضامین تو (بجز ایک کے) بیشتر تہذیب الاخلاق کے مضمون سے ماخوذ تھے لیکن وہ پہلا ہی مضمون ہے صرف دو ایک انگریز مورخون کا مقلدانہ اقتباس تھا۔ مزا یہ ہے کہ چونکہ ایک انگریز مورخ نے جہالت سے لکھدیا کہ عمرو ابن خلدون نے حضرتِ عمر کے حالات میں کتب خانہ اسکندریہ کا جلایا جانا لکھا ہے" ہمارے معزز مضمون نگار نے خود اوسکی تقلید کی اور ابن خلدون پر عبداللطیف بغدادی کی تقلید کا الزام لگایا۔ حالانکہ ابن خلدون میں اس واقعہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہمارے مضمون نگارون نے جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں۔ وہ اپنے دعوے پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) جن کتب خانون کا نام لیا جاتا ہے حضرتِ عمر سے پہلے برباد ہو چکے تھے +

(۲) بطریق اسکندریہ۔ الملکین۔ ابوالفدا نے اپنی تاریخون میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا +

جن مورخون نے یہ الزام لگایا ہے اونکے بیان کی یہ خصوصیتیں کہ فلان خاص کتب خانہ جلادیا گیا

اور کئی ہزار حماموں میں تقسیم ہوکر چھ مہینے تک ایندھن کا کام دیتا رہا - عاضی خصوصیتوں میں
اصل الزام اسقدر رہے کہ اسکندریہ کا کتب خانہ مسلمانوں کے ہاتھ سے برباد ہوا جو اوس
وقت رفع ہوسکتا ہے کہ پہلی دلیل کے ساتھ احتمالات ذیل باطل کئے جاوین +
(۱) ممکن ہے کہ اسکندریہ میں ان دو کتب خانوں کے سوا اور کوئی کتب خانہ نہ رہا ہو +
(۲) ممکن ہے کہ ان کتب خانوں کی کچھ کتابیں برباد ہونے سے بچ گئی ہوں جو اسلام کے
عہد میں جلائی گئیں +
(۳) ممکن ہے کہ ان دونوں کتب خانوں کے برباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کے
زمانے تک اسکندریہ میں اور کوئی علمی ذخیرہ مہیا ہوگیا ہو +
اگر مناظرہ کا معقول طریقہ اختیار کیا جاتا تو ہمارے مضمون نگاروں کو بہت آسانی تھی - قاعدہ
استدلال کی رُو سے بارِ ثبوت اون لوگوں پر ہے جو ایک واقعہ کا وجود بیان کرتے ہیں
ہمارا صرف یہ کام ہے کہ ہم اون لوگوں سے جو کتب خانہ کا جلایا جانا بیان کرتے ہیں دلیل طلب
کریں یہ ظاہر ہے کہ دعوے کرنیوالے کوئی ایسی شے پیش نہیں کرسکتے ہیں جو اثبات مدعا کے
لئے کافی ہو - لیکن غلطی سے ہم نے اس دعوے کو نفی کی صورت میں خود اپنے ذمہ
لے لیا ہے - جسکو ہم کسیطرح ثابت نہیں کرسکتے احتمالات کا سلسلہ ہنوز قایم ہے اور جب تک
وہ منقطع نہ ہو دعوے ثابت نہیں ہوسکتا -

دوسری دلیل یعنی دو تین مورخوں نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا ہے - اوّل ہی ضعیف ہے
یورپ کے مورخ جس کثرت سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں اوسکے مقابل میں منکرین کی
تعداد عشر عشیر بھی نہیں گبن صاحب اور اونکے پیرؤں کا انکار خود قیاسات پر مبنی ہے

اسکے علاوہ گبن کے بعد اور مصنفون نے اوسکے انکار پر حقارتانہ تعجب ظاہر کیا ہے۔ اخبار اسپکٹیٹر مین اس بحث کے متعلق دو یورپین فاضلون کا مناظرہ چھپا ہے جس مین فریق مخالف نے متعدد لایق مصنفون کے نام گنائے ہین جنھون نے گبن کے طرز استدلال کو باطل کیا ہے۔ مسٹر رینان جو فرانس کا ایک مشہور پروفیسر ہے اوسنے اپنے لکچر مین اگرچہ اس واقعہ سے انکار کیا ہے تاہم وہ تسلیم کرتا ہے کہ یورپ کی عام روایتون مین یہ واقعہ بار بار بیان کیا گیا ہے۔

مین اس وقت اس بحث پر کچھ لکھنا نہین چاہتا لیکن یہ بیان کرنا چاہتا ہون کہ کسطرح اس بحث کا قطعی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے یہ طے کرنا چاہئے کہ اس روایت کا اصلی مخرج مسلمانون کی تاریخین ہین یا عیسائیون کی۔ جہان تک ہم کو معلوم ہے رسول اللہ کی آغاز نبوت سے بنو امیہ کے عہد تک اسلام کی کوئی تاریخ عیسائیون نے بطور خود نہین لکھی۔ یورپ کی تاریخین جو اس عہد کے متعلق ہین وہ تمام تر عربی تاریخون سے ماخوذ ہین اس لئے یہ واقعہ بھی یورپ مین پہونچا تو اسلامی ہی روایتون کے ذریعہ سے پہونچا ہوگا۔ لیکن ایک انگریز مضمون نگار نے دعوے کیا ہے کہ یحییٰ اسکندری عیسائی جو حضرت عمر کے عہد مین تھا اوسنے اسکندریہ کی تاریخ مین اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ اس روایت کا اصلی ماخذ عربی تاریخین ہین تو ہم کو ان قدیم عربی تاریخون کو پڑہنا چاہئے جو محدثانہ طرز پر لکھی گئی ہین کیونکہ بعد کی تصنیفین یا اونمین سے ماخوذ ہین یا ناقابل اعتبار ہین۔ اس قسم کی تصنیفات مین سے جو ہم معلوم کر سکے ہین مفصلۂ ذیل

تاریخیں ہیں۔ تاریخ بخاری۔ فتوح البلدان بلاذری۔ جو خلیفہ متوکل باللہ کے عہد میں لکھی گئی۔ تاریخ کبیر ابوجعفر جریر طبری۔ فتوح مصر تاریخ یعقوبی۔ اگر ان کتابوں میں اس واقعہ کا ذکر نہ ہو تو اوسکو محض ایک افسانہ خیال کرنا چاہیے۔

ہمکو امید ہے کہ ناظرین میں سے کوئی صاحب طراقیہ بالا کے موافق اس بحث کو طے فرماوینگے۔ اور اگر کسی صاحب نے تکلیف نہ کی تو مجبوراً نہ ہم کو اپنی محدود واقفیت سے کام لینا پڑے گا۔

راقم
شبلی۔ نعمانی

فلسفی لاک کی یادگار

"اگر لاک نے جدید تحقیقاتیں کی ہیں تو سقراط نے کچھ نہیں کیا۔ پھر بھی دونوں نے
دعوت عقل انسانی کی علاوہ اشاعت علوم میں بہت کوششیں کی ہیں۔ مگر
مسٹر لاک ہمیشہ انگریزی قوم کے ایک درخشان زیور خیال کئے جائیں گے"
سر جیمس میکنٹاش

سے گر وہان ذہب۔ اور مصلحان قوم کی سوانح عمریاں لکھنے میں مشرقی اور زمانہ سابق کے
مورخین سے ایک قابل افسوس غلطی کی ہے۔ اون لوگونکو جنہوں نے انسانونکو ناقابل تلافی
فیض پہونچائے ہیں وہ یاد کرتے ہیں کہ اپنا جیسا خطاکار انسان سمجھیں۔ اسلئے ہمیشہ اونھوں نے
اپنے ہیروکو دائرہ انسانیت سے باہر سمجھکر اوسکے تمام کاموں اور اصولونپر محض اعتقاداً نظر کی ہے
یہی وجہ ہے کہ اوس زمانہ کے کتب سیر میں اصلی کیریکٹر کے لحاظ سے بڑے آدمیونکی کوئی روح نہیں
پائی جاتی ہر تصویر دیوتا اپنے ہیرو کی اوتارتے ہیں وہ نہ خود اوسکی ہوتی ہے اور نہ کسی شخص غیر
کی۔ لیکن موجودہ زمانہ میں اور ترقی یافتہ انسانی نسل نے اپنے دائرہ حکومت سے ایسے
مصورونکو خارج کردیا اور صرف اونہیں کو عزت دی جو ایک بھی خال وخط نہیں چھوڑتے۔

کچھ شبہ نہیں کہ راہ زندگی کامیابی وعزت ملنے کے لئے اون لوگونکے
سفرنامے نہایت کارآمد ہوسکتے ہیں جو ہوشیار اور معزز رہ نورد ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن
وہ ہیوگر فرجو مبتلائے مرض استعداد ہے ہرگز اپنی ہدایت میں معقول اور اپنی خدمت گذاری میں

صادق نہین۔ پس ہم تو توبہ نصوح کرتے ہین۔

جان لاک جو اس مختصر روزنامچۂ زندگی کا مہیرو ہے ایک فلسفی تھا جسکے دماغ وقلم نے اہم صیغہ جات علوم پر دوامی احسانات کئے ہین۔ اور جو ۲۹۔ اگست ۱۶۳۲ء مین بمقام رنگٹن واقع سومرشائر مین پیدا ہوا تھا۔ نہایت ابتدائی زمانہ عمر کا تھا کہ وسٹ منسٹر اسکول مین ایک ابتدائی تعلیم حاصل کرکے وہ کرائسٹ چرچ کالج (آکسفورڈ) مین بھیجا گیا تھا جہان کہ وہ بلحاظ علمی ہوشیاری کے بہت جلد ممتاز ہوگیا۔ اس امتیاز کے ظاہر کرنے کے لئے بھی ایک بات کیا کم ہے کہ اوسنے بجائے فلرنیٹ وکیمپ ہمشیونکے اپنے ہم مدرسہ نوجوانون مین بہت سے علمی احباب تلاش کر لئے تھے۔

وہ اسٹک فلاسفی کی (جو اوس زمانہ کے تمام انگریزی دارالعلومون کی باعث توہین ہو رہی تھی) پیچیدہ بیانیونکو زحمد ناپسند کرتا تھا۔ اسلئے اوسنے گریک اور رومن کلاسکس اور بعد کو سائنس اور خصوصاً طب کی جانب ایک شایان توجہ میلان دل کی جنمین وہ عالم ہوگیا۔ کلب مین یہ پایہ حاصل ہوگیا تھا کہ اوسنے بطور پیشہ ترقی دینا چاہا۔

تیزی ذہن نے لاک کو اوس زمانہ کے ملکی معاملات کا بھی کوئی غیر متعلق اور بے واسطہ تماشائی نہ رہنے دیا اوسنے اس مسئلہ پر کہ آیا سول مجسٹریٹون کو معاملات وعبادات مذہبی مین کوئی قانونی استحقاق مداخلت حاصل ہے یا نہین، اوس رسالے کے جواب مین لکھا تھا جسمین نفی کی تائید کی گئی تھی گو یہ رسالہ شایع نہین ہوا۔ لیکن شاہی طرفدارون نے پسند کیا تھا۔

سنہ ۱۶۶۵ء مین لاک کو جسنے پہلے بھی اپنی عالی دماغی اور معلومات

کو عالم کر دیا تھا سر والٹر وین کی جانب سے جو الکٹر آف برنڈنبرگ کے دربار مین سفیر مقرر ہوئے تھے عہدۂ مستمد سفارت کی دعوت کی گئی جسے اوسنے قبول کیا جب تک وہ بحیثیت عہدہ سفارت رہا اوس ملک کے اداب معاشرت اور طرز تمدن کی نسبت اپنے اون دوستونکو نہایت مفید اطلاعین دیتا رہا جنسے سلسلۂ کتابت جاری تھا جب وہ واپس بلایا گیا تو سفارت آسپین کی بھی دعوت کی گئی تھی جو اوسنے منظور نہین کی۔

اب اوسکی حالت صحت ایسی نہ تھی جس سے وہ کسی کاروباری زندگی کا آغاز نہین کر سکتا تھا اسلئے اوسنے ایک سب سے زیادہ مفید سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابل فخر روش اختیار کی جسنے اوسکے انتخاب مشاغل کا آخری مبارک فیصلہ کر دیا۔ یعنے اکسفورڈ مین تحقیقات فلسفیانہ اور اصولی تراشس خراش مین اوسکے مستقبل دن گذرنے لگے۔

۱۶۷۵ء مین نیورض تبدیل آب وہوا فرانس مین گیا۔ جہانکہ وقت کا بڑا حصہ مونٹ پلیر کی صحت بخش آب وہوا مین گذرا۔ وہ پیرس بھی گیا تھا۔ دارالسلطنت فرانس کی شیرین زبان اور علمی جماعت شمدنی نے نہایت مودبانہ اور مستقبلانہ برتاؤ کیا۔

لاک کے پیرایشین مراسلات کا بڑا حصہ ثابت کرتا ہے کہ اخلاقی فلسفے کی چالاک نظر بانتدونکی خصوصیات اور مذہبی حالت کی تہ کو پہونچ گئی تھی۔ عالم حالت فرانس پر بھی اوسکے تجربے مفید و دلچسپ تھے۔

ادہر انگلستان مین ملک اور درباری پارٹیون یعنی کانسٹیٹیوشنلسٹ

اور وسیع اختیارات چاہنے والون مین ایک جنگ زرگری قایم تھی جسنے اوسے
پولیٹکل میدان مین ایک بار قدم رکھنے پر اوزمجبور کیا۔ اس جنگ مین اوسنے عملی شرکت کی
اور خود کو دربار کا مخالف ثابت کیا۔
لیکن اب اوسکی جان خطرے مین پڑگئی تھی اسلئے وہ ہالینڈ چلا گیا۔
جہان سے وہ ۱۶۸۸ء کے رولیوشن تک واپس نہین آیا۔
دربار نے اوسکی غیر حاضری مین معاوضے سے دل کی تسکین کرلی —
بادشاہ کا ایک بے ضابطہ حکم صادر ہوا جسکی رو سے لاک کرائیسٹ چرچ کالج کی فلوشپ
سے خارج کردیا گیا۔
اب اوسکے لئے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ وہ پولیٹکل رفتار زمانہ کا ساتھ
نہ دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
اپنی خانہ نشینی کے زمانے مین وہ سائنٹفک اور علمی سوسائٹی سے
فائدہ اوٹھاتا رہا جو بلاشبہ اوسکی غیبت مین معاوضہ لینے والے بادشاہ سے کہین
زائد اوسکی قدر کرنے والی تھی۔ اسی زمانے مین اوسنے چند مضامین "مذہبی تحمل" پر
لکھے اور یہ مضامین وہ تھے جنکو وہ ایک مدت سے سوچ رہا تھا۔
غیر حاضری انگلستان کے زمانے مین ولیم من نے جسکا دربار اوز
جیمس ثانی کے مزاج مین بہت کچھ اثر تھا لاک کے مقاصد کی حمایت کی اور شاہی معافی کا
ایک فرمان حاصل کیا جسکو لاک نے ایک قابلِ شایش حیثیت سے اسلئے قبول نہین کیا
کہ وہ خود کو بے گناہ محض سمجھتا تھا۔

مگر آخر کار وہ انگلستان واپس آیا۔ اور واپس آتے ہی اوسکو سفارت برلن کی دعوت کی گئی جسے اوسنے علاوہ اور اسباب کے اسواسطے بھی منظور نہین کیا کہ وہ شراب سے پرہیز کرتا تھا۔

اس زمانے مین اوسنے "انسانی عقل" پر اپنا مشہور مضمون جسپر اوس نے اٹھارہ برس محنت کی تھی۔ شائع کیا۔ اس قابل قدر تصنیف پر مسٹر جیمس میکنٹاش کی یہ رائے نہایت درست ہے کہ اُس تصنیف کے مقابلے مین چند ہی کتابین تعصبات کے مٹانے۔ دلنشین غلطیونکے دور کرنے۔ ٹھیک طرز غور و تامل کی اشاعت۔ اور بلا خوف و تحقیق کا جوش پیدا کرانے کا باعث ہوئی ہین۔ اور اسپر یہ خوبی بھی شامل ہے کہ حدود فطرت انسانی سے باہر نہین" اس کتاب پر خطرناک اختلافات ہوئے تھے اصول پر بحث پر الحاد اور دہریت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اور یہ ایک ایسا الزام تھا جسکی مصنف نے فوراً تردید کردی۔

گو لاک کی حالت صحت قابل تسلی نہ تھی پھر بھی اوسکے ہاتھ سے قلم نہین گرا تھا۔ اوسنے اپنا سب سے عمدہ مضمون جو "گورنمنٹ" اور "مذہبی تحمل" کا دوسرا حصہ جو لکھا تھا شائع کیا۔

اس عرصے مین اوسکو نیوٹن سے واقفیت پیدا ہوئی جو بذریعہ خط و کتابت دوستی کی حد کو پہونچ گئی تھی۔

۱۶۹۵ء مین اوسنے ۲ رسالے "سود کی کمی اور سکہ کی زیادتی قیمت" پر شائع کرائے جنسے وہ خرابیان رفع ہوگئین جنکی شکایت کی گئی تھی۔ اور

اور اسی سال اوسنے دو رسالے اور لکھے جنمین سے ایک مین "عدد و آزادی" اور دوسرے مین "عیسائیت کی دانشمندی" پر بحث کی گئی تھی۔

پھر الزام دہریت قایم کیا گیا جو بعد کی صدیان بتدریج واپس لیتی گئین۔

اوسنے اپنے ڈلفیس مین ایک رسالہ لکھا جسمین تمام واجب غلط فہمیونکی تردید تھی۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی گفتگو ہر قسم کے لوگونکے لئے دلچسپ تھی کیونکہ عورتین بھی پسند کرتی تھین۔ لاک سے بڑھکر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اوس زمانے کی مجلسون مین اخلاق و محبت سے بلایا جاتا ہو۔ یہانتک کہ امرائے سلطنت جو سب کمین ظریف اور تفریح خواہ ہوا کرتے ہین اس بڑے اخلاقی فلسفی کی باتون سے محظوظ ہوتے تھے اوسکے متقد حیران رہجاتے تھے جب صفات خوش مذاقی و ظرافت کو اوسکے اجنبیانہ مشاغل سے متحد دیکھتے تھے۔ اوسکی عادت تھی کہ وہ کبھی ایسا سخن زبان پر نہین لاتا تھا جو اوسکے مخاطبین کے لئے مضر ہو۔ وہ نہ کسیکی بدقسمتی پر مضحکہ کرتا تھا اور نہ خوش قسمتی پر ملول تھا وہ عاجزین کے طرفدارون مین تھا۔ وہ مستحق مقاصد کے ساتھ عملی سلوک کرتا تھا وہ مواقع نہین ضائع کرتا تھا۔ اور گناہگارون اور پرہیزگارون کا سخت معتبر رازدار۔ اپنے اصول مین سخت۔ اور اپنے اظہار یقین مین دنیا کے جھک مارنے کی پروا نہین کرتا تھا۔

لاک کی سب سے بڑی تفریح نوجوانی سے لیکر عمر کے آخری حصے تک یہ رہی کہ وہ معقول اور سنجیدہ لوگونکا ہمسخن اور ہمنشین تھا۔ جو حصہ عمر کہ خانہ نشینی مین گذرا اور جو اصل اہم تھا ہم معلوم کرسکتے ہین کہ اوسمین انسانی بزرگی کے چند اجزاء موجود

جلدِ سوم　　حسن　　نمبر ۶

وہ طبعی ذہن۔ حسین اور عظیم الشان چیزونکو دیکھکر پرجوش۔ عالی دماغ۔ اور مستقل مزاج تہا اور یہی اجزا تھے کہ بعد کی صدیان اوسپر صدائے تحسین و آفرین بلند کر رہی ہین ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ ہم انہین اجزائے بزرگی کو اپنے لوگون اور ہم وطنون مین ترقی یافتہ دیکھین بجائے اسکے کہ اسوقت مسٹر لاک کے فلسفہ اخلاقی پر کوئی مفصل نکتہ چینی شایع کرین۔ فقط

(محمد اصغر حسین)

انسانی صفات

کا

پہلا حصّہ - قدرتی عطیے

نمبر (۱)

شرافت

انسان - خدا کی اوس پاک مخلوق کا نام ہے جس کو اپنے تمام انواع مخلوقیہ پر افضلیت حاصل ہے +

قدرت نے نہ صرف صورت محسوس انسان کو عطا فرمائی ہے بلکہ عقل کا بیش بہا جوہر ایسا عنایت کیا جسکے ذریعے سے علاوہ ترجیح انواع کے خداشناسی مذہب معتقیت کے سامان معاد کی افکار کا موقعہ ملا - اور اسی ایک عظیم الشان جوہر کے ساتھ اوسے اشرف المخلوقات کا خطاب دیا گیا پس یہ خطاب ایسا نہیں کہ جس پر ہم پورا فخر نہ کریں - کیونکہ ہماری روحوں نے اس جسم حاصل کرنے سے قبل کوئی ایسا کام خدا کا نہ کیا تھا جسکی وجہ سے اونکو اس اعلےٰ لباس کے پہننے اور اس معزز خطاب کی حاصل کرنے کا استحقاق تھا -

ظاہر ہے کہ ایسے غیر مستحق روحوں کو جو یہ رتبہ عطا فرمایا گیا اوسمیں کوئی

خاص سر ہے جسکو ہماری نقد و عقل متکل سے معلوم کر سکے گی۔
شاید ایسا ہو کہ ارواح کی پیدائش کے وقت خدا نے ہر آدم کے لئے ایک جسم تجویز کر لیا ہو اسیطرح وہ خوش قسمت روحین جو اسس مغز جسم مین بھیجی گئین ہین پہلے سے تجویز کر لی گئی ہون اور کیا عجب ہے کہ اس انتخاب مین ارواح کی شرافت و رذالت کا لحاظ کیا گیا ہو اور اسی اعتبار سے دنیاوی صورتین عطا کیگئی ہون۔ پس اسجگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانکو صرف جسمی شرافت حاصل ہے بلکہ روحی بھی۔ جسمی شرافت کیونکر اور کسطرح حاصل ہے۔ مخلوقات خدا مین ہر قسم کی مخلوق ہے حسین اور بدرو۔ ہزارون ایسے جانور نظر آتے ہین کہ جنکی صورتون سے نفرت جنکی اوازون سے تنفر پیدا ہوتا ہے اور کتنی صورتین جانورونکی ایسی موجود ہین کہ جنکو اونکے حسن یا خوش آوازی کے لئے ہر دلعزیز بنا رکھا ہے۔
اسمین شک نہین کہ قدرت کی ہر کاریگری اپنی اپنی جگہ پر اشرف المخلوقات کی صنعت حاصل کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ غلطی ہے صرف انسان ہی وہ پیاری تصویر ہے جسکے ذریعہ سے خدا نے دنیا مین اپنا جلوہ دکھایا ہے یا یون کہئے کہ انسان وہ آئینہ خانہ ہے جسمین خدا خود اپنا جلوہ ملاحظہ فرماتا ہے۔
انکھ ناک کان منہ ہاتھ پاؤن جس خوبصورتی سے انسان کو عطا فرمائے گئے کسی مخلوق کو اسطرح نہین دیے گئے پس جب تناسب اعضاء کے اعتبار سے انسان کو تمام مخلوق کی صورتون سے ترجیح ہوئی تو جسمی شرافت بھی حاصل ہوگئی۔ قطع نظر ان باتون کے وہ بیش قیمت نعمت جو انسان کو عطا کیا اور جسنے

تمام افراد مین اوسے مختار بنا دیا عقل ہے ۔ اور یہ ایک ایسا عطیہ ہے کہ اگر علیحدہ کیا جائے تو انسان کی ساری شرافت خاک مین ملجائے کیونکہ جسمی اور روحی شرافت سوائے اسکے کہ وہ انسان کو سب مین مختار کر دے اور کوئی فائدہ نہین ۔ بہرحال خدا کا کمال تک ہے کہ جسنے اپنی تمام مخلوقات پر ہم کو برتری عطا فرمائی ۔ اوسکے بعد ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ برتری ہم کو کس قسم کا فائدہ پہونچا سکتی ہے اور وہ کونسے نقصانات ہین جنکی بدولت اس لیے ہمارا بہر کی آب و تاب مین فرق پیدا ہو جاتا ہے ۔

یہ امر ظاہر اور بالبداہت ثابت ہے کہ خدا کا کوئی کام بے مصلحت اور بے نتیجہ نہین ہوتا ہے کیونکہ اسکے خلاف ماننے سے ایک بہت بڑا اعتراض پیدا ہوتا ہے یعنی خدا کا فعل فعل عبث سے اور چونکہ فعل عبث کا ارتکاب عبث ہے اسلئے خدا کا کام فضول اور بے نتیجہ ہوجاتا ہے اور ایسا باور کرنا مذہب کے علاوہ ہر دانشمند کی عقل کے خلاف ۔

پس معلوم ہوتا ہے کہ ہماری شرافت بھی خدا نے کسی خاص مصلحت سے قایم کی ہے ۔

خدا کے کاموں کے نتایج پر غور کرنا ممکن ہے لیکن اون نتایج کو ضرور سمجھ ہی لینا ناممکن ۔ کیونکہ ہماری عقل محدود اور خدا کے کام اور اونکے نتایج غیر محدود پس غیر محدود کا محدود مین داخل ہونا محال ۔ یا یون سمجھا جائے کہ خدا کی وہ باتین جنکے نتایج عقل بشری سے مخفی رکھے گئے ہین اونکا تعقل انسان سے بالکل ناممکن ہان یہ

ممکن ہے کہ خدا کے کاموں کے نتائج پر غور کرنے سے ہم اپنی محدود عقل کے مطابق کوئی تصفیہ کر سکیں مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمارا تصفیہ درست ہی ہو اور اگر درست بھی ہو جائے تو محل تعجب نہیں۔

ممکن ہے کہ انسانی شرافت کے نتائج ہم سے مخفی ہوں اور ہمارا غور و فکر مطابق واقع کے فیصلہ نہ کر سکے تاہم جو نتائج اپنی عقل کے موافق ہم پیدا کر سکیں گے وہ ہمارے مدعا کے لئے کافی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ شرافت انسانی کے مصالح ہم سے مخفی نہ رکھے گئے ہوں اور تھوڑے سے غور میں خدا کے مصالح ہم ظاہر کر سکیں پس کچھ بے موقع نہیں جو ہم اس امر میں کوئی رائے زنی کریں۔ کیا عجب ہے کہ خدا نے اپنی تمام مخلوقات پر حکومت کرنے کے لئے دنیا کے نظم و نسق کے واسطے اور نعمات عقبادی کے تقسیم کے لئے انسان کو شرافت عطا فرمائی ہو۔

پہلی صورت یعنی ہماری حکومت کا اندازہ دنیاوی حالات پر نظر کرنے سے پورے طور پر ہو جاتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ وحوشی حیوانات جو ہم سے زور و قوت میں بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں اور جنکے کبھی کبھی ہم کو خود بھی خائف ہونا پڑتا ہے۔ ہماری ایک عقلی قوت جو نہایت زبردست ہے سب کو مغلوب کئے ہوئے ہے۔

ہاتھی اور گھوڑے ہماری سواری ہیں۔ شیر اور تمام درندے ہمارے شکار گائے اور بیل ہماری زراعت کا ذریعہ۔ الغرض بہت سے وحشی روح ہمارے قبضے میں ہیں جنسے ہمارے دنیاوی کام بآسانی نکل سکتے ہیں۔ ان باتوں سے قطع نظر ہماری

حکومت کا سب سے پہلا نمونہ وہ ہے کہ جس وقت ہمارا پہلا جسم تیار کیا گیا شیطان کو جو اوس زمانے مین تمام فرشتون پر حاکم تھا سجدہ کا حکم ہوا مگر اوس نے سرتابی کی۔ مردود ہوا۔

پس اگر خدا کو ہماری حکومت پسند نہ ہوتی اور ہمارا رتبہ اعلےٰ کرنا منظور نہ ہوتا تو شاید ایسا کیا جاتا کہ وہ معزز جسکو ایک عالیشان گروہ کی افسری دیدی گئی تھی اس طرح ذلیل کیا جاتا۔

دوسری صورت یعنی دنیا کا انتظام یہ بھی ظاہر ہے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک کی تمام ولایات اور ممالک کا نظم ونسق ہمارے ہاتھ مین ہے اور تمام دنیا کا سیاہ وسپید موت وزندگی سب ہمارے قبضے مین۔

تیسری صورت یعنی تقسیم نعمت یہ بھی مخفی نہین کیونکہ خدا کی کتاب اور اوسکے رسول کی تصدیق ایک بین ثبوت ہے علاوہ برین عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جب ہمارے دنیاوی اختیارات کو اسقدر وسعت دیگئی ہے اور اتنے انتظامات ہم سے متعلق ہین تو کوئی وجہ نہین کہ ہم اپنی کارکردگی کا صلہ یا نہ کرنے کی شکایت پاوین۔

خدا نے جسوقت انسان کے پیدا کرنے کا قصد فرمایا فرشتون نے رائے دی کہ اے خدا ایسی قوم مت پیدا کر جو دنیا مین ظلم کرے تیرے وعدونکو فراموش کرے تیرے گناہونکی مرتکب ہو۔ خدا نے جواب دیا کہ مین جو کچھ کرونگا وہ مناسب کرونگا۔ تم کو اس قدر عقل نہین کہ میرے معاملات مین اس قسم کی رائے دو۔

پھر کیا ہم ایسے نمونے نہ دکھا سکین گے جنسے فرشتونکی صریحی غلطی ثابت ہے اور ہماری

شرافت و استعداد مسلم۔

ہم کو ہاروت و ماروت کا واقعہ یاد کرنا چاہیئے کہ کس آزادی سے دنیا میں آئے تھے اور کیا کیا۔ انتظام دنیا بالا کے علاق ساری عبادت اور خدا پرستی بھی خاک میں مل گئی۔ گناہ و نگاہ کا ارتکاب بھی ہوا ظلم بھی ہوا آخر کار قید کے صدمے میں مبتلا کئے گئے۔ اور ایک انسان ہے کہ جو باوجود دنیا کے پُر آشوب آب و ہوا کے خواب اثر کے اکثر ایسے امتحانات میں ثابت قدم رہا کیا ہے جو بنظر طوالت اسجگہ بیان نہیں ہو سکتے اور نہ کوئی ضرورت ہے کیونکہ ہر شخص واقف ہے۔

علاوہ اس سچی شرافت کے جو نوع انسان کو عطا کیگئی خود انسان نے بھی اپنی جماعت میں فرق مقرر کر لیا ہے۔

مختلف مذاہب مختلف اقوام اور ایک ایک مذہب کی تقلید کے مختلف طریقے اور ہر طریقہ والے کا یہ خیال کہ ہم مذہبی یا قومی شرافت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

یہ ایک دوسری قسم کی شرافت ہے جسکا نام ذات کی شرافت کہا جاتا ہے۔

یہ بات ایک حد تک خیال میں آتی ہے کہ جسطرح انسان کو تمام انواع پر شرافت حاصل ہے اسیطرح انسان کی مختلف جماعتوں میں کسی خاص جماعت کی مذہبی یا ذاتی شرافت میں خدا نے زیادتی فرمائی ہو لیکن اسکا تصفیہ کہ وہ کون جماعت ہے گو انسان ہو مگر مناسب موقعہ نہیں۔ علاوہ بریں ہم کو اس سے کوئی مطلب نہیں۔ ہندو مذہبی یا ذاتی شرافت میں اپنے کو بڑھا ہوا سمجھیں۔ بے تکلف انگریز اپنی شرافت کو سب سے اعلےٰ تصور کریں کہ پروا نہیں۔ مسلمان اپنے خیال پر کاربند ہیں۔ خوش رہیں۔

اصل صرف یہ ہے کہ یہ محض دھوکے کی باتیں ہیں ورنہ یہ شرافت محض ایک اعتباری شرافت ہے قابل فخر نہیں کیونکہ وہی ایک درخت ہے جسکی مختلف شاخیں ہیں اور وہی ایک تخم ہے جسکے مختلف اشجار حقیقت میں شرافت جس صفت کا نام ہے وہ ذات سے متعلق نہیں بلکہ حرکات سے متعلق ہے۔ اگر ہمارے عادات واطوار وغیرہ وہی ہیں جو انسان کے لئے درکار ہیں تو ہم شریف ہیں اور اگر نفس پرستی ایذا رسانی ظلم وجنگ وغصہ وجہالت ہمارا طریقہ ہے تو ہرگز شریف نہیں اور یہ کلیہ علی العموم انسان کے تمام فرقوں کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

پس جہاں تک ممکن ہو ہم لوگوں کو اپنی عادات درست کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور بہت جلد وہ شرافت حاصل کرنا چاہیے جسکو ہم بالکل کھو بیٹھے ہیں اور اگر یہ ناممکن ہے تو اختلاف صورت کے باعث جانوروں میں تو شریک ہونا ناممکن ہے اپنے ہی وحشی بنی نوع میں جو ہمالیہ آسام اندمان وغیرہ میں زندگی بسر کرتے ہیں ملجانا چاہیے اور وہی سہی شرافت ہی خاک میں ملا دینا چاہیے۔

(شریف الدین)

سیر و شکار

قدرت نے ہم کو ابتدا ہی سے سیر و تفریح کی ہدایت کی ہے اور اپنے بے انتہا غیر مصنوعی سامانوں سے اسکے فوائد صاف طور سے بتلا دئے ہیں جسطرح ہر ملک کے لئے اقسام سیر و تفریح علیحدہ علیحدہ ہیں اوسیطرح سے میری دانست میں انسان کے ہر طبقے کے لئے مابہ الامتیاز فرق روا جاری ہے گو قضا و قدر کی ازلی تعلیم نہ ہو انسان کے مختلف منازل عمری پر جب لحاظ کیا جاتا ہے تو ہر وقت کی ایک نئی شان قدرت کی طرف سے معلوم ہوتا ہے بچہ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیکر اور اکثر آنکھوں سے آنسو بہا کر جو جسمانی قوت اور روحی فرحت حاصل کرتا ہے وہی کیفیت ایک جوان کو دوڑنے وغیرہ کرنے اور پسینے بہانے پر ہوتی ہے۔ مگر دونوں کے طریق عمل میں بوجہ فرق منازل عمر بے انتہا امتیاز ہے۔ مگر مقصود اصلی دونوں کا ایک ہی ہے اور جب تک ایک انسان ان قدرتی سبقوں پر عملاً عمل درآمد کرتا رہتا ہے اور سکے فوائد میں فتور کی تحریک سے ضعف بیت دیر کو آتا ہے اور مقصود حیات یعنی لمبی سی تندرستی ہاتھ سے جاتے نہیں پاتی۔ ہم مسٹر گلیڈسٹون سابق وزیر اعظم انگلستان اور مشہور مدبر پرنس بسمارک وغیرہ کے قوسے میں باوجود کہولت سن شبابی کیفیت صرف ہاتھ پیر کو قدرت کی خواہشوں کے موافق کام میں لانے سے پاتے ہیں۔

حسن۔ یہ مضمون منشی جناب محمد حسن صاحب بہادر نے بوجہ حوصلہ افزائی دیگر احباب کے ہمارے رسالہ کیلئے ارسال فرمایا ہے امید ہے کہ ابتدائی حالت سے ہمارے نوجوان مراد دوسرے لفظ میں ترقی کرتے ہیں گے اور ملک میں اپنا اثر پھیلائیں گے جن مخصوص وجوہ سے منشی صاحب کا یہ مضمون لکھنؤ گذشتہ کے درج رسالہ ہوا ہے وہ دقیقہ دوسرے اہل منصب میں کے لئے نہیں ہو سکتا۔

اسلئے انسان کو اپنے اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی کی طرقی کے لئے بلکہ درازیٔ عمر کے لئے مفید تفریحات ضروری ہیں۔

اب رہا یہ امر کہ کس قسم کی تفریحات کسکے لئے چاہئے مختلف فیہ مسئلہ ہے جو بہت کچھ ملکی رسم و رواج اور تہذیب پر منحصر ہے سوائے اسکے آب و ہوا کا بھی ہمارے کھیل تماشوں میں بڑا لحاظ کیا گیا ہے سرد ممالک میں جہاں خون کی گردش تخفیف کے ساتھ ہوتا اقتضائے آب و ہوا ہے وہاں کے عموماً کھیل تماشوں میں ہر شخص کو زیادہ تر تمام اعضا میں جنبش پورے درجے تک پہونچانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ خون کی کافی گردش سے بدن میں چستی چالاکی اور قوت و فرحت حاصل ہو اور یہی ایک بڑی وجہ ہے کہ اہل یورپ بخلاف اہل ہند کے کام کرنے کیطرف بالطبع مائل ہوتے ہیں جسطرح ہم ہندوستانیوں اور دیگر باشندگان ایشیا کو جہاں تمازت آفتاب اپنا معتدبہ اثر رکھتی ہے آرام کی خواہش ہوتی ہے اوسطرح اہل یورپ اپنے اعضا کو حرکت میں لانا چاہتے ہیں اور یہی بڑی وجہ ہے کہ یورپ کی محنت نے آج تمام دنیا پر فوقیت حاصل کر لیا۔ اور انواع و اقسام کے مصنوعات سے مٹی کو سونے سے زیادہ قیمتی بنا دیا۔

گو تقاضائے ملک کچھ ہو مگر اسمیں تو کلام نہیں کہ ہمارے اور تمام دیگر ممالک کے لوگوں نے اس ضروری مسئلہ کیطرف وقتاً فوقتاً پوری توجہ کی ہے اور بمناسبت آب و ہوا و قوائے اہل ملک سیر و تفریح کے جدید سامان مہیا کرتے گئے ہیں۔ ہمارے اس ملک میں جہاں شروع زمانہ سے امتیازی حدود بلحاظ مدارج سوسائٹی قایم ہیں اوسی لحاظ سے مختلف قسم کی سیر و تفریح رواج پذیر ہیں اور سب میں مقصود اصلی مدنظر رکھا ہے۔ گو ایک سوسائٹی

کے کسی ممبر نے دوسری سوسائٹی کے کسی فرد کو کسی قسم کی تفریح دینا خلل
کی ممانعت نہیں کی اور نہ خود ایک سوسائٹی نے اپنے افراد کے لئے کوئی تفریح
اور مختص قانون بنایا ہے مگر خود سوسائٹی نے بلحاظ اپنی حیثیت کے قدرتی میلان سے
اپنے مناسب حال جو کچھ سمجھا اوس پر عملدرآمد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں
اس قسم کے کام کرنے کی تحریک مصنوعی نہیں ہے بلکہ محض قدرتی ہے جو مختلف
شکلوں میں ہر طبقے میں رائج ہے اور بغیر اوسکے خود زندگی دشوار ہو گیا ہے۔

جب دنیا کے مختلف الاقسام طریق عمل پر غور کیا جاتا ہے تو مصالحت ملکی کا لحاظ
بہت کچھ پایا جاتا ہے اسلئے ان طریق تفریحات کو جو اپنے حرکات کیوجہ سے مخصوص
ایک ملک کی آب وہوا سے مخصص کر دئے گئے ہیں ایسے ملک میں رائج دینا جو بلحاظ
آب وہوا کے قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتے غلطی سے خالی نہیں کیونکہ جیسا کہ اوپر
بیان ہوا ہے خون کی گردش مقصود اصلی ہے اور اس گردش کی رفتار آب وہوائے
ملک پر منحصر ہے اسلئے گرم ملک کے آدمیوں میں بلا کسی قسم کی زائد تحریک کے خون کی
گردش ایک مناسب حالت تک جاری رہتی ہے اگر انمیں کسی خارجی تدبیر سے اور زیادتی
گردش چاہی جائے گی تو اپنی ضروری حد سے بڑھکر ضرور اخراق پیدا کرے گا جو ضرر
سے خالی نہیں اور اسلئے ان تفریحوں سے جو محض سرد ملک کے باشندوں کے لئے ہیں
جہاں خون کی کمی گردش سے زیادہ حرکت کی ضرورت پڑتی ہے ہندوستان ایسے گرم
ملک کے باشندوں کو فائدہ کے بدلے نقصان کا خوف ہے۔

ہر ملک میں مختلف مدارج عمر و سوسائٹی کے لحاظ سے مختلف قسم کے تفریحات

ہین بے شک وہ زمانہ اب بہت دُور گیا جبکہ یورپ کے امراء گھوڑدوڑ پر بندون کے ذریعہ پرندون کا شکار کرتے اور بہت بڑا وقت ضائع کیا کرتے تھے یا ہندوستان کے لوگ مرغبازی اور شیربازی مین جو جسمانی قوت کو نقصان پہونچانے والا نہا تضیع اوقات کرتے تھے اس قسم کے مشاغل روزمرّہ مہذب سوسائٹی مین نفرت کی نگاہ سے دیکھے جارہے ہین - اور بہتر ہے کہ جلد ممکن ہو اسکا استیصال ہوجائے جسمین بے زبان جانورون کی تکلیف دہی کے سوا اور اس سے جو کچھ جھوٹی مسرت ہوتی ہے کوئی فائدہ نہین -

تفریح کے ضروری اصول مین اعضائے جسمانی اور قوائے روحانی کی ترقی ہے جس سے جسمانی صحت اور روحانی قوت ہوتی ہے شامل ہے اور یہ بھی مدنظر رہنا ضرور ہے کہ اس قسم کے مشاغل سے کس قسم کے اوصاف پیدا ہونگے بارکر نے چاہئے - جو ذاتی مفاد کے سوا عام نگاہون مین موثر ہون انہین ضروری امور کا لحاظ کرکے میری عمر جب قریب گیارہ برس کے پہونچی - میرے جد مرحوم - راجہ نرندر بہادر نے مجھے بنوٹ اور بندوق بازی اور تیراندازی - سیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا - چنانچہ اس تعلیم کے لئے دو اوستاد مقرر ہوئے - ایک خاص بنوٹ کے لئے - میر وزارت فرزند مراد شاہ کے جنکو اکثر عوام مراد شاہ دھونی کے لقب سے پکارا کرتے تھے - اوسکی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ پاجامہ کی عوض دھوتی باندھا کرتے تھے مقرر ہوئے - اور تیراندازی - اور بندوق بازی کے لئے میر عظمت علی خانصاحب پٹھان جو اس فن مین نہایت دستگاہ رکھتے تھے مقرر پائے - تین چار برس تک مین نے ان فنون کے حاصل کرنے مین بہت کچھ سعی کی جسکے باعث سے اس عرصے

مین بنوٹ کے چند ہاتھ سیکھے - اور بندوق کا نشانہ بھی ٹھیک لگا یا کیا - مگر چونکہ میرا شوق زیادہ تر تیر اندازی حاصل کرنے پر تھا اور میرا سب رجحان اوسیطرف تہا الحمدللہ رفتہ رفتہ اوس شوق نے مجھے اس فن کے حاصل کرنے مین یہان تک یدطولے دیا تہا کہ اندنون میرا نام بھی مشہور قدر اندازون مین پکارا جاتا تہا اور یہ امر بلا تکلف بیان کرتا ہون کہ کئی بار مین نے اڑتے ہوے پرند کو نشانہ تیر قضا بنایا تہا اور میرے جدمرحوم نے اسکا امتحان اپنے روبرو کئی اقسام سے لیکر میری کامیابی مین مجھے مبارکباد دے تھے - اوسوقت کے اکثر لوگ واقف حال میرا نشانہ تیر دیکھے ہوے موجود ہین - الغرض جبکہ میری عمر پندرہ برس کی ہوئی میرے اوستاد یعنے میر عظمت علی خانصاحب نے جنکے باعث سے مین نے فن تیراندازی مین کیقدر مہارت حاصل کی تھی - مجھے شکار کی ترغیب دی اور ہفتے مین دو بار شکار کے لئے مقرر کئے تھے - جمعہ - اور پیر - ہر چند کہ مجھے شکار چرند و پرند کا بھی شوق تہا مگر سوا ے پرند کے اور کوئی شکار کا موقعہ کمیوقت ہاتھ نہ آیا - اسلئے کہ اکثر اس ہی شہر کے اطراف واکناف مین یعنے بابا شرف الدین صاحب قدس سرہ کی پہاڑی - اورنگ آباد - اور کھیتوگری وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے صحراؤن مین شکار کیا کرتا تہا - سنہ ۱۳ ہجری ماہ جمادے الثانی مین اپنے جدمرحوم سے اجازت حاصل کی کہ موضع منگل پلی جو میرے جدمرحوم کی جاگیر کہلاتی ہے - دو ہفتے کے لئے وہان جاؤن - چنانچہ بعد حصول اجازت جدمرحوم و خداوند نعمت بندگانی کے حضوری سے مرخص ہوا - اوس ایک ہفتے کے وائدے یعنے روز نامچہ جو صرف

شکار ہی مین گذرے - اسکو بطور یادگار شایع کئے جانے کیغرض سے درج ذیل کیا ہون -

وہو ہذا

۱۶ - روز چہارشنبہ ماہ جمادی الثانی

صبح کے سات بجے گھوڑے پر سوار ہوکر معہ اپنے چند ہمراہیونکے موضع منگل پلی کو راہی ہوا یہ گانون شہر سے قریب آٹھ کوس کے فاصلے پر بجانب شمال واقع ہے - اسکا راستہ پتھرون اور سنگریزون سے نہایت خراب ہے اسلئے دو گھنٹے کے عرصے مین وہان داخل ہوا - ٹھیک نو بجے صبح کے وقت ایک چھوٹا سا مکان سفالہ پوش کا جو وہان کے رسوم دار کا ہے اور خاص میرے رہنے کے لئے خالی کیا گیا تہا وہان فروکش ہوا بہت سی رعایا اور رسوم دار اور نائب وغیرہ کی نذرین لین - دس بجے کے قریب کھانا کھایا - گیارہ بجے وہانکے باشندونکو جنکو اکثر دیہاتی کولی کہا کرتے ہین حکم دیا کہ اطراف واکناف کے جنگل مین دریافت کرین کہ کسی قسم کا شکار دستیاب ہو سکے - بارہ بجے قیلولہ کیا - دو بجے چند مستعیثونکے عرائض پر توجہ کین - سوا تین بجے معہ اپنے ہمراہیونکے ناشتہ کیا - چار بجے کے قریب اون کولیون نے جو شکار کی تلاش مین تھے خبر دی کہ ابراہیم پٹن کے تالاب کے قریب خرگوش وغیرہ کا شکار اچھا ملتا ہے - فوراً پانچ بجے عنان عزیمت ادسطرف پھیری اور معہ بہادر سنگہ و شجاعت خان و شہاب الدین وغیرہ ہمراہیان تالاب کی سمت روانہ ہوا - شجاعت خان شکار کے فن مین نہایت مستعد شخص ہین - اور بندوق کو نشانہ اچھا لگاتے ہین - اور نہایت طباع اور ظریف ہین

کبھی کبھی اشعار بھی کہتے ہین - شہاب الدّین بہوت اچھی کرتے ہین - پونے پانچ کے قریب وہان پہونچا - جب تالاب کی توم کے قریب پہونچا گھوڑے سے اُتر کر اوپر چڑہا اوس توم کے بازو مین کسیقدر گنجان جہاڑی تہی اوسمین سے سَن سَن آواز آئی - شہاب الدّین بھکیتی نے آہستہ سے مجہہ سے اشارہ کیا کہ یہان خرگوش معلوم ہوتا ہے غرض ہمنے تو رًا نشانہ جمایا - تہوڑی دیر کے بعد جب وہ آواز موقوف ہوئی - ببول کے جہاڑ کے قریب ایک خرگوش دکہائی دیا فورًا مین نے اوسپر بندوق چلائی پہلے ہی بار مین وہ شکار ہوا - وہان سے تہوڑی دور آگے جب بڑہا دیکہا کہ بہادر سنگہ جو میرے ساتھ تہے دور سے آواز دے رہے کہ ہمنے بہی ایک شکار کیا ہے مین نے جب دوڑکر دیکہا تو معلوم ہوا کہ ایک خرگوش کا بچہ زندہ لئے آرہے ہین - سیدہے ہاتہہ کو بھیگا ہوا کپڑا بندہا ہوا ہے - کچہہ خون بہی نکل رہا ہے مجہے نہایت تعجب ہوا کہ یہ بچہ خرگوش زندہ کیسے ہاتہہ آیا مین نے اوسسے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس بچے کی ماں سوا اپنے دو بچونکے کسی بودے مین بیٹہی تہی انکی کہین نگاہ پڑی انکے پاس بندوق تو نہی اونہون نے پتہر سے اوسکو نشانہ کیا جس سے وہ مجروح ہوا کچہہ ضعف فوراً کچہہ تکلیف زخم سے بہاگ نہ سکا چنانچہ اونہون نے گرفتار کیا - مگر وہ مادۂ خرگوش اور اوسکا دوسرا بچہ جو اس سے بڑا تہا بہاگ گئے جب اونہون نے وہان پہونچکر اوسے نکالنا چاہا - ببول کا کانٹا ایسے بُرے طور سے انکی ہتیلی مین چبہا گویا چاقو سے زخم ہوگیا ہے غرض مین نے اوس خرگوش کو حفاظت کے ساتہہ رکہنے کی تاکید کی - مگر اوسکے پاؤن مین چوٹ زیادہ آئی نہی - تہوڑی دور آگے چلا

تو تالاب کے کنارے بگلے بیٹھے ہوئے نظر آئی - بندوق فیر کی نشانہ خالی گیا - اس عرصے میں سانبھر بچ گئے - شب اندھیری تھی اسلئے جلد وہاں سے پیادہ پا واپس ہوا قریب آٹھ بجے شب کے اپنے مکان پہونچا - تبدیل لباس کی - معہ ہمراہیوں کے کھانا کھایا - دس بجے شب تک شہاب الدین سے شطرنج بازی ہوتی رہی - قریب دس بجے شب کے استراحت کی -

(۱۷ روز پنجشنبہ ماہ جمادی الثانی)

آج پانچ بجے بیدار ہوا - ایک پیالی چائے پی - چھ بجے شکاری لباس پہنکر معہ اپنے ہمراہیوں کے پیادہ پا اوسی تالاب کیطرف روانہ ہوا - لیکن بہادر سنگھ آجکے روز ساتھ نہ آئے انکی طبیعت بسبب سوء ہضمی کسیقدر بدمزہ تھی - کل جس جگہ خرگوش کا شکار ہوا تھا اوس جگہ کی آج بھی امید تھی مگر کچھ نہ پایا - جب قریب تالاب کے پہونچے چند لوگونکی چیخ اور رہا ہو کی آواز آئی - اس آواز کے سنتے ہی شجاعت خان بہت ہی تیزی سے توم کے اوپر ہو گئے - اور بطور ظرافت اوپر پہونچتے ہی کہنے لگے خدا خیر کرے یہ ڈوبا اور وہ ڈوبا مجھے اس آواز کے سننے سے نہایت ہی تشویش ہوئی کہ خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے فوراً اپنی بندوق محمد شہاب الدین کو دیکر دوڑا ہوا شجاعت خان کے قریب جا پہونچا کہ خیر یا شگون ڈوب رہا ہے اونہون نے اشارے سے بتلا کر کہا کہ دیکھو وہ ڈوب رہے ہین میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند شخص کمر برابر پانی مین کھڑے ہوئے کسی چیز کو جلدی سے کھینچ رہے ہین اور چیخ رہے ہین - ہر چند شروع مین میں بھی کسیقدر متفکر ہوا کہ خدا جانے یہ کیون چیخ رہے ہین کیونکہ وہ کسیقدر دور تھے - جب دوربین

منگو اکر انکی حالت دیکھی معلوم ہوا کہ ماہی گیرہین مین نے شجاعت خان کہا لاحول ولا آپ نے اچھا دہوکا دیا شجاعت خان کے غلطی رفع کرنے کے لئے مین نے کیفیت واقعی بیان کی۔ اسقدر گفتگو کے بعد ماہی گیرون کے قریب جا پہونچے جب ہم وہان پہونچے وہ بہت ہی خوشی کے ساتھہ دام کھولکر ایک بڑی مچھلی جو قریب ایک گز کے ہوگی نکال رہے تھے۔ اپنے کام مین اسقدر مشغول اور محو تھے کہ اونکو ہماری آمد کی خبر نہوئی۔ مین نے شجاعت خان سے کہا کہ لیجئے آج یہ شکار ہی صحیح اونہون نے تلنگی مین ان سے دریافت کیا کہ کیا یہ ماہی فروخت کروگے اونہون نے کہا کہ ہان۔ قیمت دریافت کیگئی۔ اوسکے دس روپے قیمت تبلائی۔ ہرچند وہ اسقدر قیمت کی نہ تہی مگر اون بیچارونکی محنت اور مشقت سے حاصل کی ہوئی چیز اور دوسرے ادہر سے شوق کی ترقی اور سب سے بڑہکر حسن موقع سے غیر معمولی زیادتی قیمت کا لحاظ نہ کرکے اونکو بطور انعام بارہ روپے دیکر وہ مچھلی لی گئی۔ وہان سے شادان و فرحان اور تہوڑی دور تک شکار کی خواہش مین چلے گئے۔ اور اکثر پرندجانور دن پر بھی فیر ہوئے مگر کوئی نشانہ نہ لگا۔ طبیعت نہایت دق ہوئی قریب ۹ گھنٹے کے وقت پہونچگیا۔ چونکہ ساڑہے سات بجے میرا کہانے کا وقت ہے طبیعت مضمحل ہوئی۔ فوراً فرودگاہ کو وہان سے واپس ہوا۔ دس بجے نہاکر کھانا کھایا۔ وہان کے پٹیل اور پٹواری حاضر ہوئے ساڑہے گیارہ کے قریب قیلولہ کیا۔ نائب سے کہدیا کہ آج تین بجے یہان کا دفتر دیکھا جائے گا۔ اڑہائی بجے بیدار ہوا۔ ٹھیک تین بجے کچہری مین دفتر کا معائنہ کیا یہانکے دفتر کی اکثر کارروائی مرہٹی ہے مگر دفتر بے تہذیب ہے۔ اسلئے حکم دیا کہ

آئندہ سے اس دفتر کی کارروائی اردو مین جاری کی جاوے - نائب نے درخواست دی کہ بعد محرم کے شروع سال سے یہ کارروائی شروع کیجاوے گی - نائب کی درخواست کے موافق منظوری دی گئی - چونکہ آج صبح کو شکار نہین ملا اور طبیعت پست تھی اسلئے دوبارہ شکار کو جانے مین تامل ہوا - نائب نے چند دیہاتی طوائف جو فقط ٹلنگی گانا جانتی تھین حاضر کئے تھے - اونکا گانا سنتا رہا - ساڑھے پانچ بجے فقط سیر کے لئے معہ اہلمیونکے قریب دو میل کے پیادہ پا چلا گیا - قریب سات بجے کے واپس ہوا - آٹھ بجے شب کے کھانا کھایا - دس بجے تک شطرنج بازی رہی - ساڑھے دس بجے آرام کیا -

(۱۸ - روز جمعہ ماہ جمادی الثانی)

آجکے روز پانچ بجے جب مین بیدار ہوا تو تھوڑی سی چائے پینے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوکر تنہا ہوا خوری کے لئے گیا - سات بجے واپس ہوا لباس بدلی آٹھ بجے کھانا کھایا - مجرائیون کا سلام لیا - چند مستغیثونکے عرائض پر دستخط کئے - دس بجے بھرو پونکا طائفہ آیا - بہت دیر تک انکا مجرا ہوا - واقعی بھرو پئے تبدیل صورت مین کمال کرتے ہین - ایسی ایسی عجیب نقلین تعجب خیز تھین جنکا خلاصہ اظہار اس جگہ غیر ممکن ہے - دو بجے کے قریب ایک شخص لمتانی نامی گاڑوری آیا جو شعبدہ بازی اور سحر مین کمال رکھتا تھا - چنانچہ اکثر لوگ جو اوس شعبدہ باز ہین اور ساحرونکا سحر دیکھے ہوئے ہین یہ کہتے تھے کہ یہ شخص اس فن مین بہت کامل ہے - ایک شعبدہ اوسنے نہایت ہی عجیب و غریب دکھایا - ایک ستون چوبی جسکا طول چھ فیٹ اور عرض دو فیٹ تھا اوسکو زمین مین نصب کیا - وہ ستون اندر سے خالی

تھا - ایک ٹہنی لکڑی کی مثل دروازے کے اوس ستون کو لگی تھی - اوسنے حاضرین جلسہ سے اجازت چاہی کہ اوس ستون مین مقید ہونا ہون - یہ کھکر اوس ستون کی ٹہنی نکالی اور آپ اندر کھڑا ہو گیا - دوسرے بازیگرون نے اوس دروازے کو مقفل کر دیا - پانچ منٹ کے بعد اوس ستون مین خود بخود جنبش ہوئی اور ایسے زور کی آواز آئی گویا کسیشے فراہین چھوڑی - پھر وہ آواز کے وہ ستون غرق گیا - دیکھا تو اوسمین ایک درخت آم کا بار دار لگا ہوا ہے - اور اوس شعبدہ باز کا پتہ نہین - چنانچہ اوس درخت کے آم اکثر تماشائیون نے کھائے - جس جسنے وہ آم کھائے سب نے بالاتفاق ایسا کہا کہ کہ ایسے شیرین آم ہم نے آجتک نہین کھائے - مین بھی اس عجیب و غریب شعبدے سے نہایت ہی متحیر ہوا - تھوڑی دیر کے بعد ایک عورت روتی ہوئی آئی - اور واویلا مچانا شروع کیا - سب تماشائی حیران تھے کہ یہ کیون اسقدر چلاتی ہے اور واویلا کرتی ہے - سبھون نے دریافت کیا وہ تھوڑی دیر تک آہ وزاری کرتی رہی پر کسیکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور نہ کچھ جواب دیا - اوس جماعت کے ساتھ ایک اور شخص یعنی دوسرا گاڑوری نے حاضرین سے دست بستہ یون کہا کہ وہ شخص غائب شدہ اس عورت کا خاوند ہے یہ اوسکو طلب کرتی ہے - سبھون نے بالاتفاق کہا کہ وہ کیونکر آوے گا - اُس کو طلب کرو اوس عورت نے جواب دیا کہ اگر میرے طلب کرنے سے وہ آتا تو مین روتی ہی کیون - یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ ایک لڑکا اوس غائب شدہ کا آ پہونچا اور بہت ہی غصے کے ساتھ کہا کہ اگر میرے باپ کو نہ دوگے تو مین نالش کرونگا محمد شہاب الدین جو میرے ہمراہی تھے اونہون نے کہا کہ تیرا باپ کیا کوئی چیز

یا پند ہے جو اوسکو کینے چھپا رکھا ہے آخر انسان ہے بفرض محال اگر بھنے چھپایا بھی ہے تو ہین ہوگا خود دو ہوتے ہے۔ اوسنے کہا کہ اگر مین اوسکو نکالون تو کوئی مزاحم نہ ہو۔ مین اسکی یہ گفتگو سنکر نہایت ہی متعجب ہوا۔ مگر مجھے یہ معلوم ہوگیا تہا کہ یہ ہوا ہے اسلئے اوسکی کیفیت دیکھنے کے لئے اجازت دی اور کہا کہ ہان جہان سے تیرا باپ ملے نکال لے اوسنے فوراً ایک حجرہ کیطرف جانے کا قصد کیا جہان میرا توشک خانہ تہا۔ وہانکے پھرے والے اوسے حجرے مین جانے کے لئے مزاحم ہوئے۔ تب اوسنے فریاد کی اور کہا کہ دیکھو مجھے میرے باپ سے ملنے نہین دیتے۔ شجاعت خان آئے اور اوس لڑکے سے کہا کہ اگر یہان سے تو اپنے باپ کو نہ نکالے گا تو تجھے معقول سزا دینگے۔ چل کہان ہے۔ یہ کہکر دونون شخص اوس حجرے مین داخل ہوئے۔ شجاعت خان کا یہ بیان ہے کہ جب ہم دونون حجرے کے اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ وہ انیری چیر پر شکین گہا ہوا پڑا ہے۔ اور ایک سکتے کی سی حالت ہے۔ یہ دیکھکر نہایت حیران ہوئے۔ اور وہ لڑکا اوسکی شکین کھولکر اوسے باہر لایا اور چہرہ پانی دم کرکے پلایا جس سے وہ ہوش مین آیا۔ شناسائی یہ دیکھکر نہایت خوش ہوئے۔ واقعی یہ ایک ایسی چیز ہے کہ یقین آنا ایک تعجب ہے۔ ناظرین خدا بھی ممکن ہے کہ ضرور متعجب ہون گے۔ مغرب تک اوسنے ایسے بہت سے تعجبے دکہائے۔ ساڑہے چھ بجے کے قریب تماشا موقوف کیا گیا۔ پچاس روپے ایک دوشالہ اوسکو انعام دیا۔ وہاکی رعایا جو تماشے مین شریک تہی۔ سب نے چاندی آنہ اپنی خوشی سے

دئے۔ وہ بہت خوش ہوکر چلا گیا۔ اسکی سکونت جو دریافت کی گئی تو اوسنے اپنے کو ملکپور کا باشندہ بیان کیا۔ مگر اسنے یہ عمل اور شعبدے بنگالے مین جاکر حاصل کئے۔ آخر بین نے شب کو حسب عادت آٹھ بجے کھانا کھایا دس بجے استراحت کی۔ فقط باقی آئندہ۔

راقم
کشن پرشاد شفیعہ

اسبابِ ترقی و تنزلِ مسلمانان

تلك الايام نداولها بين الناس

تاریخ عالم پر نظر رکھنے والوں پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ رب العباد نے کبھی کسی قوم کو برتری دی۔ کبھی کسی قوم کو نیچا دکھایا۔

وفضلنا بعضكم على بعض

مگر ہر قوم کی ترقی کے بھی اسباب ہیں اور تنزل کے بھی اسباب ہیں۔ نہ کوئی بے وجہ ترقی کرتا ہے نہ کسی کا بے وجہ تنزل ہوتا ہے۔

یوں علوم و فنون تو ہر قسم کے اپنی اپنی جائے دلچسپ ہیں۔ مگر قوموں کی ترقی و تنزل کے اسباب کا علم جیسا دلچسپ ہے ویسا کوئی اور علم دلچسپ نہیں ہے۔

پھر جو قوم کہ کسی زمانے میں سب سے زیادہ ترقی کر گئی ہو۔ مگر پھر اتفاق سے سب سے زیادہ پست ہو گئی ہو اس کی ترقی و تنزل کا علم اور بھی زیادہ دلچسپ ہوگا۔

جو اقوام اس نوع میں داخل ہوتی ہیں از انجملہ ایک یہ مسلمانوں کی قوم بھی ہے۔

انکو عروج بھی کسی زمانے میں ایسا ہوا کہ یہ آسمان کے تارے بن گئی اور پھر گری بھی تو ایسی کہ سیدھی اسفل السافلین کو چلی گئی ؎

بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز
ہم بھی اس باغ میں تھے سرو سے آزاد کبھی

اسلئے اس قوم مسلمان کی ترقی و تنزل کے اسباب کی تفتیش و تحقیق سب سے زیادہ دلچسپ

ہوگی۔
جسطرح کسی مرض کا علاج نہیں ہوسکتا جب تک کہ اوّل اوسکی صحیح صحیح تشخیص نہ ہوجائے اسیطرح کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اوسکو اپنے تنزل کے اسباب معلوم نہ ہوجائیں۔

پہلے تو ہمیں ہم مسلمانوں کو اپنے تنزل کا یقین ہی نہیں آیا۔ ہمارا وہی حال رہا جو کسی افیونی کا ہوا تھا۔ جو سقف پر سے گرنے کے بعد اپنے نوکر سے پوچھنے لگا تھا کہ

"میاں نوکر ہم گرے یا تم"

اور جب نوکر نے کہا کہ "میں نہیں گرا آپ گرے"

تو آپنے فرمایا کہ

"ہم گرے تو ہا ے رے"

اب شکل سے ہمیں اپنا گرنا معلوم ہوا ہے۔ مگر یہ اب بھی معلوم نہیں ہوا کہ اوّل ہم کیونکر بلند ہوگئے تھے پھر اب کیونکر اتنے نیچے گر پڑے۔

جہاں تک میرا علم ہے اس بارے میں شور و غل تو قوم نے بہت مچایا۔ مگر اب تک کوئی ایسا مستقل رسالہ یا کتاب اس بارے میں نہیں لکھی جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ ہم کیونکر بڑھے تھے اور پھر کیونکر گھٹے۔

اوس مریض کا اچھا ہونا مشکل ہے جسکے معالج کو معلوم نہ ہو کہ مریض کیونکر بیمار ہوا۔ کیا مرض اور کیا اسباب اسکے مرض کے ہیں۔

صرف اتنا معلوم کرلینا کہ مریض کو بخار ہے۔ مگر یہ معلوم نہ کرنا کہ بخار کس قسم کا ہے

کیونکر عارض ہوا جسدان فائدہ نہیں رہتا - ہماری قوم کو یہ تو خدا خدا کرکے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ بیمار ضرور ہے - مگر یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ اوسکو بیماری کیونکر لاحق ہوئی اور وہ بیماری کس قسم کی ہے - جب تک یہ معلوم نہ ہو علاج محال ہے ؎

این خیال است و محال است و جنون -

تندرستی کے متضاد حالت کا نام مرض ہے - اور اگر مین غلطی پر نہ ہون تو اصلی حالت انسان کی تندرستی ہے اوسکے زائل ہونے سے بیماری آتی ہے - یہ نہین ہوسکتا کہ آن واحد مین انسان تندرست بھی ہو اور بیمار بھی ہو - یا یون کہو کہ عدم صحت کا نام مرض ہے -

جب تک حالت صحت کو انسان نہ سمجھا ہو کہ وہ کیا شئے ہے - اوسوقت تک علاج سے اوس حالت پر پھر پہونچنے کی امید کرنی فضول ہے -

صحت و مرض تو ام ہین - جب تک انکے حالات متضادہ سے واقفیت نہ ہو - انکے مابہ الامتیاز کا علم نہین ہوتا - اور جب تک یہ علم حاصل نہ ہو فن طب بین نہین ہوتا -

اسیطرح ترقی و تنزل قومی بھی تو ام ہین - یا یون کہو کہ تنزل عدم ترقی کا نام ہے جب ترقی سے انسان بے خبر ہو تو تنزل سے وہ کیا واقف ہوگا -

اسی لحاظ سے مدت سے میرا یہ ارادہ تھا کہ مسلمانونکی ترقی و تنزل کے اسباب پر ایک ایسے جواب مضمون لکھا جاوے - اور سب قومون نے اپنی اپنی ترقی و تنزل کے اسباب معلوم کرلئے ہین - مگر ہا - ئے ہماری قوم ہم مین سے کسیکو اب تک اپنی قوم کی ترقی و تنزل کے اسباب معلوم نہین ہوئے - وہ جانتے ہین کہ کبھی ہم ترقی کے اوج فلک پر تھے

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۷

مگر معلوم نہین کہ وہ کیون اس قدر بلند ہو گئے تھے ۔ وہ جانتے ہین کہ اب ہم تنزل کے تحت الثرے مین گر پڑے مگر نہین معلوم کہ کیون یہ پستی ہمارے اعدا کو نصیب ہوئی قاعدہ ہے کہ جو قوم جسقدر زیادہ ترقی کر گئی ہو اور پھر بعد اوس ترقی کے جس قدر زیادہ پستی ہو گئی ہو اوسقدر اوسکی ترقی و تنزل کے اسباب دریافت کرنے مشکل ہون گے ۔

ہماری قوم کا بھی یہی حال ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کے کروڑون مسلمانون مین سے ایک بھی اسطرف توجہ نہ کرے ۔

قاعدہ ہے کہ جو شے زیادہ مشکل ہو اوسکے حصول کے لئے اور زیادہ کوشش کرنی چاہئے لیکن ہائے ہماری قوم اگر وہ اس قاعدہ پر چلتی رہتی تو تنزل اوسکے اعدا کو کیون نصیب ہوا ہوتا ۔

مین نے اعتراف کیا ہے کہ یہ مشکل کام ہے مگر اسکے مشکل ہونے سے خواہ مخواہ یہ لازم نہین آتا کہ جسطرح یہ مضمون صدیون سے یون ہی اچھوتا پڑا ہوا ہے اب بھی اوسے یون ہی اچھوتا پڑا رہنے دین نہین ہرگز نہین بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس مضمون پر ساری قوم مغرب سے لیکر مشرق تک اور شمال سے لے کر جنوب تک غور کرے اور جو اسباب معلوم ہون اونکو ضبط تحریر مین لاوے ۔

جس قوم نے پستی سے بلندی پر آنا چاہا ہے اوسنے ایسا ہی کیا ہے ۔ اگر ہماری قوم بھی پستی سے بلندی پر آنا چاہتی ہے تو ہم کو بھی ایسا کرنا چاہئے ورنہ ؎

وماغ بیہودہ پختہ وخیال باطل بست

کی بھیتی ہمیر صادق آئے گی۔

اس مضمون کا دقیق ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ اسپر جواب مضمون لغام بکر لکھوائی جاوین۔ پیش از انکہ جواب مضمون لکھنے کے لئے کوئی خط ربط تجویز ہوون۔ اوّل اس مضمون کو چند عنوانون مین تقسیم کر دینا چاہیئے تاکہ تحریرین وہ شعبے نظر انداز نہ ہون۔

"اسباب ترقی و تنزل قوم مسلمانان"

اوّل (الف) مسلمانون کی ترقی و تنزل کے اسباب کیا تھے۔

(ب) کب سے مسلمانون نے ترقی شروع کی۔

(ج) کب تک وہ ترقی کرتی چلی گئی۔

(د) کب اونکی ترقی کی رفتار ٹھیر گئی۔

(ہ) کب تک وہ اس سکون کی حالت مین ٹھیری رہی۔

(و) کب سے اونکو تنزل شروع ہوا۔

(ز) کب اونکا تنزل درجۂ انتہائی کو پہونچا (یا سے درجہ انتہائی کو پہونچا۔)

(۱) یا یون کہو کہ مسلمانونکی ترقی کا آفتاب کب طلوع ہوا۔

(۲) کسوقت سے کسوقت تک اوسمین روشنی بڑہتی گئی۔

(۳) کسوقت وہ نصف النہار پر پہونچا۔

(۴) کتنی مدت وہ نصف النہار پر ٹھیرا رہا۔

(۵) کسوقت سے اوسکو زوال شروع ہوا۔

(۶) اور آخر کو وقت وہ غروب ہوگیا (ہائے غروب ہوگیا)

دوم - اسبابِ ترقی و تنزل پر بحث کرتے وقت یہ امور مدِ نظر رہیں -

(۱) ترقی و تنزل کی تعریف کیا ہے -

(۲) کن کن امور دینی و دنیاوی میں کون کون سے علوم و فنون میں مسلمانوں نے ترقی کی تھی -

(۳) کون کون سے علوم و فنون میں وہ موجد و مخترع مانے گئے ہیں -

(۴) کون کون سے علوم و فنون میں اونہوں نے اصلاح کی تھی -

(۵) ترقی زمانہ حال اقوامِ یورپ کے اور مسلمانوں کی اوس ترقی کا کچھ اثر تنزل پا بعد پڑا یا نہیں - یا یوں کہو کہ وہ ترقی اوس زمانہ حال کی ترقی کے کارآمد ہوئی یا نہیں ہوئی -

یا یہ کہ اگر مسلمانوں نے وہ ترقی نہ کی ہوتی تو یہ ترقی اس زمانہ میں بھی پیدا ہوتی یا نہیں -

(۶) مسلمانوں کی اوس ترقی کو زمانہ حال کی ترقی اقوامِ یورپ سے آج کیا نسبت ہے - مقابلہ کرکے دکھانا چاہیئے -

(۷) مذہب اسلام کو مسلمانوں کی ترقی اور تنزل میں کچھ دخل اور تعلق تھا یا کچھ دخل اور تعلق نہ تھا - مطلب یہ کہ مذہب اسلام مسلمانوں کی ترقی کا معاون تھا یا مانع - یا نہ معاون - نہ مانع یعنے نیوٹرل -

---

نوٹ - یہ امر مسلم مان لیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے ضرور ایک زمانے میں ترقی کی تھی =

یا مانع یا معاون نہ مانع یعنی نیوٹرل۔
جیسی صورت ہو بیان کرنی چاہیئے۔

(۸) مسلمانوں کی ترقی اور تنزل کے اسباب کی تفتیش اور تحقیق میں کل عالم اسلام پر نظر رکھنی چاہیئے اور مقابلہ کر کر بتانا چاہیئے کہ جب اسلامی دنیا کی فلاں قطع میں مسلمانوں کی ترقی و تنزل کا یہ حال تھا تو بقایا اور سکے دیگر اقطاع عالم کے مسلمانوں کی ترقی و تنزل کا کیا حال تھا۔ مقابلہ ہر خطے کے مسلمانوں کا ہو اسلام سے تا دم حال ہوتا چلے۔ اگر ایک خطہ عالم کے مسلمانوں کا حال دوسرے خطہ عالم کے مسلمانوں کے حال سے کم و بیش یا برعکس ثابت ہو تو اس حال کم و بیش یا برعکس کی وجہ بتانی چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ تمام اقالیم عالم کے مسلمانوں کے اسباب ترقی و تنزل غور کرنے کے واسطے (یونیورسل ہسٹری) تاریخ عالم سے ایک وسیع واقفیت درکار ہے مگر اس سے ہمیں چارہ نہیں اگر ہم یہ نہ چاہیں تو ہمارا کام ادھورا رہ جائے۔ ہمیں ایک محدود اقلیم کے مسلمانوں کے اسباب ترقی و تنزل کی تلاش نہیں ہے۔ بلکہ ہم کل عالم کے مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ عرب میں رہتے ہوں یا مصر میں شام میں یا افریقہ میں۔ ایران میں یا اندلس میں چین میں یا جاپان میں۔ ترکی میں یا ہندوستان میں وغیرہ وغیرہ۔

سوم کیا مسلمانوں کی ترقی فی زمانہ کے واسطے ضرور ہے کہ وہی اسباب

ہو جیسے ہون جنسے اونکی ترقی اوّل ہوئی تھی یا اونکی اپنے زمانہ کی ترقی کے واسطے ان اسباب سے مغائر اسباب کی بھی فی زمانا ضرورت ہے - یا یہ کہ کچھ تو وہ پہلے اسباب ہون اور کچھ اور اسباب ہونے چاہئین -

ب - ترقی زمانہ حال کی راہ مین مذہب اسلام سد راہ ہوگا یا نہ ہوگا - یہ واقعات بیان کئے جاوین وہ بے سند نہ ہون اور جو رائے قایم کیجاوے وہ بے دلیل نہ ہو -

چوتھا رکن - یہ ارادہ تھا کہ کل علماء کے مسلمان اہل الرائے سے اور دیگر اقوام کی اہل الرائے سے بذریعہ اشتہار کے عرض کیا جاوے کہ وہ اس مضمون پر اپنے جواب مضمون لکھین - چنانچہ اب وہ ارادہ تو ہے فعل مین آیا اپنے نویسی کے متعلق امور ذیل پر لحاظ رہے -

(۱) جو کا اپنے سب سے عمدہ ہوگا اور سے پانسو روپیہ انعام ملے گا اور جو کا اپنے دوم درجے پر رہے گا اور کو ۲۰۰ روپیہ انعام ملیگا -

(۲) مضمون نگار کو اختیار ہے کہ خواہ انگریزی مین خواہ فارسی مین خواہ اردو مین اپنا مضمون لکھے -

(۳) جملہ جواب مضمون ایک سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہونگے اور وہ اپنی رائے دیگی کہ سب مین سے کونسا جواب مضمون اوّل درجہ کا ہے اور کونسا دوم درجہ کا ہے - سلیکٹ کمیٹی کا انتخاب بعد مین اہل الرائے کے مشورہ سے اوسوقت ہوگا جب وہ اس مسودہ کو پسند کرینگے -

(۴) سلیکٹ کمیٹی جملہ جواب مضمون کا ایک خلاصہ بھی جمع کرے گی اور ان دونون رسالونکو بھی اپنے خرچ سے چھپوا کر مشتہر کرے گی۔

(۵) ان دونون انعامی رسالون کا حق تصنیف کمیٹی کو حاصل ہوگا۔ مصنفون کا حق تصنیف سے کچھ واسطہ نہ رہے گا۔

(۶) جواب مضمون فولس کیپ کاغذ کی تقطیع پر لکھا ہوا ہوگا اور سکا حجم ۱۰۰ صفحہ سے کم نہین ہوگا اور ایک صفحہ مین ۱۲ سطرون سے کم نہ ہونگی۔ سلیکٹ کمیٹی کا ممبر اگر ایسے لکھے گا تو وہ انعام کا مستحق نہ ہوگا۔

(۷) اس کام کے واسطے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا ۲۰۰۰ اعـ جس مین سے ۱۵۰۰ نو انعام کے واسطے اور ۵۰۰ ہر دو رسالون اور سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ چھپوانے کے واسطے۔

(۸) چالیس خیر خواہان قوم ۵۰ ۵۰ روپے دین۔ اس تھوڑے سے کام کے واسطے سارے مُلک سے چندہ مانگنے کی ضرورت نہین ہے جو صاحب ۵۰ روپے چندہ دین وہ کمیٹی ترقی خواہ مسلمانان کے ممبر تصور ہونگے جو کمیٹی یہ کام کرے گی اوس کا یہی نام ہوگا۔

(۹) اور اونہین کے مشورہ سے ان مین سے خواہ اور اشخاص مین سے ۹ آدمی واسطے سلیکٹ کمیٹی کے منتخب ہونگے۔

اور سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کی فروخت سے ہوگی۔ وہ اس کمیٹی کو اختیار ہے جسطرح چاہے مسلمانوں کی بہبود و فلاح میں خرچ کرے۔

(۴) چونکہ میں مجوز ہوں اسلئے سب سے پہلے میں اس کام کے واسطے ۵۰ دیتا ہوں اور جو صاحب چاہیں اس کل رقم میں شریک ہوں اگر کوئی صاحب اپنی خوشی سے زیادہ چندہ دینا چاہیں تو انہیں اختیار ہے۔

(۵) قوم کے ہر فرد و بشر کو اس مسودہ کی ترمیم و اصلاح کا اختیار ہے۔

(۶) جب تک کہ ۵۰ اشخاص کا چندہ جمع نہ ہو جائے اس کی اصلاح اور ترمیم جاری رہے گی۔ پھر ان چالیس اشخاص کی اکثریت رائے سے ترمیم کے بعد مسودہ چھاپ دیا جاوے گا اور پھر اوس کے بموجب جواب بعضون لکھنا ہوگا۔

(۷) اگر سر سید احمد خاں صاحب بہادر مظہر فرماویں اور امید ہے کہ وہ ضرور مظہر فرماوینگے تو یہ چندہ اونکے پاس جمع ہو اور اونکے مشورے سے یہ تجویز سرانجام پاوے۔

(۸) جو صاحب چاہیں اپنی رائے دیں کہ اگر کسی اخبار میں اسکے متعلق رائے چھپوادیں تو وہ اخبار میرے پاس بھیجدیں۔ اور جو صاحب خط کے ذریعے سے رائے دینا چاہیں وہ خط میرے پاس بھیجوادیں۔

(۹)　قومی اخبارون سے التماس ہے کہ اس مضمون کو قومی فلاح کا کام تصور فرما کر ایک دفعہ ضرور اس اشتہار کو اپنے اپنے اخبار میں پورا پورا چھاپ دیں۔

المجوّز

المفتخر الی اللہ الرفیع
عبد احمد شفیع
تحصیلدار منڈی گھیب ضلع راول پنڈی۔ پنجاب

حسن۔ تجویز مصرحہ بالا سے مجھکو پورا اتفاق ہو باوجود اسکے کسیقدر توسیع چاہی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تجویز میں زیادہ تر پچھلے کارناموں کی از سر نو تشریح چاہی گئی۔ ازالہ مرض کے لئے تشخیص مرض لازمی ہے مگر بعدہ معجون مقوی کی ضرورت ہوتی ہے جو نسخہ کے لئے فرض ہے۔ اب چونکہ مسلمانوں کی حالت بحیثیت قوم یکساں نہیں ہے بیشک تنزل سب جگہ ہی لہذا صدود تنزل بمناسبت ملکی نہ کہ قومی مقرر کرنی چاہئے اور اسی لحاظ سے مضمون کو بیماری مخصص المقام مکمل الوقوع علاج تلاشنا چاہئے مسلمانوں کو کہیں تنزل کرنا اور کہیں ترقی کرنا اور کہیں اپنی حالت پر قایم رہنے کی کوشش کرنا ہے پولیٹکل اور سوشیل بیماریوں کا ایک علاج ممکن نہیں اور یہ بھی مسلم مسئلہ نہیں کہ ایک کی اصلاح سے دوسری کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ گرکے سنبھلنا کیونکر ہوتا ہے کوئی قومی مثال تلاشی جائے اور موجودہ حالت کو اوس قوم کی اوس حالت سے جب گر کر سنبھلنا ہوا تھا موازنہ کیا جائے۔ اور دونوں کی ترقی کے سامان دکھلائے جائیں۔ مسلمانوں کا قومی تنزل انتہائی کو پہونچا ہے میرے ہمدرد میں ہر فرقہ مسلمہ نہیں ہے۔ سلغ پچاس روپے کی شرکت اس تجویز میں دفتر کی جانب سے کیجاتی ہے۔

اسپیچ

جنابِ نواب عماد الدولہ بہادر بموقع تقسیم انعام مدرسۂ عالیہ

واقع ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۹۰ء

حضرت بندگان عالی سٹر فنلیز ٹرک لیڈیز اینڈ جنٹلمین !

اسموقع پر رسم و عادت کے بموجب اور حسب اجازت حضرت بندگان عالی ہاڈسن صاحب کی سالانہ رپورٹ کی نسبت جسکو آپ ابھی سماعت فرما چکے ہین۔ مجھ کو دو کلمے عرض کرنا ضرور ہین۔ ہاڈسن صاحب اپنی رپورٹ مین جن مطالب کو بیان کر چکے ہین اونکا بار دگر آپ کے سامنے اعادہ کرنا غرض سامعہ خراشی ہے۔ رپورٹ مین جسقدر واقعات بیان ہوے ہین اور اون کی تفصیل اور توضیح مین جہان تک ہندستے دکھائے گئے ہین وہ خود اپنی حقیقت آپ بتاتے ہین شرح و بیان سے کیا فایدہ نہین اور ان واقعات اور ہندوستے جو نتایج مسٹر ہاڈسن نے نکالے ہین اونکی نسبت میں اپنے علم و یقین سے ایکتا ہون وہ سب درست ہین اب میرے ذمہ فقط ایک نا تمکو کام یہ باقی رہگیا ہے کہ مسٹر ہاڈسن کی بعض نکتہ چینیون کی طرف سامعین کو متوجہ کرون۔ اگرچہ صاحب موصوف نے اپنے خلق و ملاحظہ سے اون

حسن ۔ عالیجناب نواب عماد الدولہ بہادر سو کہ یہ حسین صاحب کی اپنے نام صاحب کی خاطر خواہ ترجمہ نہ ہونے کی اب چھپ رہی تھی نفس مضمون کی قابلیت اور پیچھے دلسوز الفاظ کی صلاحیت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے

شکایتوں کو زیادہ وقعت کے ساتھ یاد نہیں کیا ہے۔ اوّل شکایت کثرت کار کی ہے
میں افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ ہمارے سررشتہ نے یکے بعد دیگرے متعدد
مدارس ہاڈسن صاحب کے حوالے کردئے ہیں مگر اس علیحدگی کے تحمل کے مقابل اونکو مدد
دینے سے ہم مجبور رہے۔ آپ حضرات بمشکل یقین فرماویگے کہ آج سٹر ہاڈسن چار مختلف
مدرسوں کے صدر مدرس ہیں جن میں سے ایک کالج ہے اور ان چارون مدرسوں کی نگرانی
کے علاوہ تمامدن درس میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ چونکہ اس سال سے میں ہاڈسن صاحب
نے مسئلہ نکاح میں بہت خوض غور کیا ہے اور اس دلچسپ بحث پر لکچر دیا کئے ہیں اسواسطے
شاید خالی از شائبہ مناسبت نہ ہوگا اگر میں تشفیاً عرض کروں کہ صاحب موصوف کی مثال
اوس مرد مسلمان کی ہے کہ جسکی چار بیویاں ہوں اور ہر ایک عدل شرعی کے متوقع ہو آپ
خوب تصور فرما سکتے ہیں کہ ایسے (بصیغہ مبالغہ) متاہل شخص کی کیا حالت ہوگی اور میں آپکو
یقین دلاتا ہوں کہ چار بڑے رویہ ترقی مدرسوں کی صدارت کرنا اور اوسکے ساتھ درس کی
مزدوری بھی کرنا ضیق اور تنگی میں اوس سے کم نہیں ہے میں صاحب موصوف کے ساتھ
پوری ہمدردی کرتا ہوں کیونکہ مجھکو تجربے سے تعدد درس (نہ تعدد نکاح) کی مشکلیں

کہ وہ نظر انداز نہیں ہو سکتی بلکہ جو خط و خال حیدرآباد کی موجودہ حالت کا انہوں نے اپنی یادگار اسپیچ میں کھینچا ہے
وہ ہرگز ہرگز اہالی دکن کی نظروں سے بے اثر کئے ہوئے گذر جانے والے نہیں ہیں اور اسلئے ہماری
نظر میں یہ اسپیچ صرف ایک نہیں بلکہ آئندہ بھی کئی مانہ ہیں موجودہ ہر جانبوالی نہیں ہے اور ہم نے مناسب
نہ سمجھا کہ یہ اسپیچ بغیر اس ریمارک کے جگاکر دنیا ہمارا فرض بھی ہے گذر جائے۔ نواب عماد الدولہ بہادر کی
اسپیچ میں جو اجزو تحریر کی تعلیم ہے اور انہوں نے بطور اعلان عام بیان کر دیا ہے کہ اسلئے خدمات کے لئے

معلوم ہین - مگر مجھے افسوس ہے کہ ہاڈسن صاحب کو تخفیف کار کی اوسوقت تک امید نہین دلا سکتا
جبوقت تک طبیعیات کے مدرسی پر جسکی منظوری مدار المہام سرکار عالی فرما چکے ہین کوئی
شخص ولایت سے مقرر ہو کے نہ آجائے -
مسٹر ہاڈسن کی دوسری شکایت یہ ہے کہ بعض شاگردون کی حاضری برابر نہین ہوتی یا
دوسرے لفظون مین اسطرح کہا جائے کہ بعض شاگرد ایک خاص درجے تک ترقی کرنے کے
بعد توجہ کم کر دیتے ہین اور اکثر غیر حاضر رہتے ہین - یہ عادت طلبہ کی نہ فقط برہم زنی نیج انتظام
ہے بلکہ اگر وہ سمجھین تو اونکی ساری عمر کی صلاح و فلاح کو برباد کرتی ہے -
ہمارے رئیس وقت حضرت بندگانعالی ہزارون روپے اس غرض سے صرف کرتے
ہین کہ امراء و اعزہ جتنے ملک کے دانشمند مدبر ملک کے انتظامی کامون مین مدد لینے
کی آرزو رکھتے ہین دولت علم سے فیضیاب ہون -
اگر حیدرآباد کے امراء و اعزہ دیدہ و دانستہ اس چشمۂ فیض سے بہرہ یاب نہ ہون - اگر اونکے
آئینۂ دل مین یہ خیال متمکن ہوا ہو کہ تبتلی و تن آسانی و جہالت و بے قیدی کے باوجود بھی
عمر نام آوری یا کامیابی کے ساتھ انجام کو پہونچ سکتی ہے تو اونکو جاننا چاہیے کہ یہ اونکا
محض خیال خام ہے - امراء و اعزہ و منصب داران و جاگیر داران حیدرآباد کو یاد رکھنا چاہیے

علمی تعلیمون کے اور کوئی شے معیار نہین قرار دیجا سکتی اور وہ سمجھ گئے کہ جب محض بہم سلطان بود
کے بھروسے پر اعلے خدمت مل سکتی تھی یہ ایک ایسا مفید سبق تھا جو تعلیمات نے دیا ہے جب اگر ارکان
وطن نے غور کیا اور کچھ بھی سمجھے اعزاز کا لحاظ کیا تو حیدرآباد کی دنیا کا رنگ تبدیل ہو جائے گا اور نہ
بقول ناظم صاحب جو ابدہ عمدہ ان کی باگ رفتہ رفتہ لائق اور موزون ہاتھون مین نکل جائے گی اور کسبی پہ
کے بعد دیگرے جاتی رہیگی کیونکہ محال است کہ ہنرمندان بمیرند و بے ہنران بجائے ایشان بگمارند -

کہ رنگ انتظام ملک کا بدل گیا ہے۔ جو کل حالت تھی وہ آج نہیں ہے۔ اور جو حالت آج ہے کل نہ ہوگی۔ کایا پلٹ رہی ہے۔

حاکمان وقت و مدبران ملک روز بروز باقاعدہ کارپردازوں کی جست و جو میں زیادہ تر حریص ہوتے جاتے ہیں۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ شے جسکو عوام الناس معمولی انتظام سے تعبیر کرتے ہیں مثل خواب و خیال کے مفقود ہو جاوے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو جوانان حیدرآباد کو ضرور ہوگا کہ اپنے آپ کو عمدہ اور باقاعدہ طور پر سرکاری کام کرنے کے لایق بنائیں ورنہ بمجبوری ایسے لوگ جنہوں نے عمدہ اور باقاعدہ طور پر کام کرنے کی لیاقت حاصل کی ہے باہر سے آئیں گے اور جوانان حیدرآباد منہ دیکھتے رہجائیں گے۔ شاید یہ کلمہ جو میں عرض کرتا ہوں بعض سامعین کو تلخ و ناگوار گذرے گا۔ مگر حق دوستی اور جذبہ خیر خواہی یہی ہے کہ کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ کلمہ حق سے دریغ نہ کیا جائے۔

اکثر سنا جاتا ہے کہ علم کو محض علم کیلئے غرض سے طلب کرنا چاہئے۔ حکیم کی زبان پر یہ کلمہ زیبا ہے ہم کو بگوشہ ہوش سننا چاہئے۔ مگر ہماری زبانوں پر جو ایسے لوگوں کی تربیت میں مصروف ہیں جنمیں سے اکثر کا ذہن شبانہ تحصیل علم پر موقوف ہے یہ نصیحت لایق قبول اور پذیرائی نہیں۔ مجھے بمجبوری اظہار کرنا پڑتا ہے کہ بعد تجربہ اپنے ملک کی عام تعلیم کو میں جلب منفعت اور دفع مضرت کی نظر سے دیکھنے لگا ہوں۔ ہماری اصلی غرض یہ ہے کہ جو علم ہم سکھاتے ہیں وہ ہمارے شاگردوں کے کام آئے۔ زمانہ ہم کو اسقدر فرصت نہیں دیتا کہ ہم فیلسوف اور حکیم بنانے کی کوشش کریں۔ ہم کو تو سردست یہ ضرورت درپیش ہے کہ ہم صوبہ دار تعلقہ دار متصرف افسران کو توالی اسٹیشن مہیا کریں۔ پس میری نصیحت ان جوانوں کو جو اسکے

جلسے میں حاضر ہیں یہ ہے کہ مدرسے کا زمانہ فکر فردا میں صرف کرو۔ اس جنگ زرگری میں جسکا نام معیشت دنیا ہے فتحمند ہونے کے لئے سلاح پیدا کرو۔ اپنے حافظہ کو کارآمد معلومات سے مالا مال کرلو۔ عرفان نفس۔ تحمل۔ وقار پیدا کرو۔ اپنی خواہشوں پر حاکم بننے کی کوشش کرو۔ یہ وہ تمہیار ہیں جو کبھی خطا نہیں کرتے۔ یہ وہ یار و مددگار ہیں جو کبھی دغا نہیں دیتے یہ بھی یاد رکھو کہ کیا مدرسہ اور کیا دنیا میں گنج کامیابی کی فقط ایک کنجی ہے اور وہ ڈسپلن یعنے تربیت ہے۔ ڈسپلن اور تربیت سے مراد ہے کہ ہمیں مربی یا اوستاد ایک قاعدہ و قانون مقرر کرکے شاگرد کو پابندی پر مجبور کرتا ہے اور کسی حیلے سے اوسکے ضوابط کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔ اور خلاف ورزی جائز نہیں رکھتا۔ مگر آج میں اس معنی کو زیادہ وسعت دیکر دوسرے پیرایہ میں تمہارے سامنے بیان کیا چاہتا ہوں سب جانتے ہیں کہ اگر دنیا کیطرف آنکھ اوٹھاکے دیکھو تو اس بوقلموں تماشا گاہ میں ایک تماشا جو سب سے زیادہ کثرت سے ہماری نظروں سے گذرتا ہے وہ انسان کی خطاکاری اور گنہگاری ہے اور پھر خطا کی بھی ہزاروں صورتیں ہیں۔ بعض وہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہیں جنکو دیکھکر تماشائی سکرا دیتے ہیں اور بعض وہ جانگداز خطائیں ہیں کہ جنکے مرتکب کو خون رونا اور جان کھونا پڑتا ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ جس شخص نے دنیا میں زندگانی کرنے کے لئے اوّل سے تربیت نہیں پائی ہے وہ دنیا کی کچ راہوں کو اندھوں کی طرح طے کرتا ہے۔ بھولتا ہے۔ بھٹکتا ہے۔ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ وہ صدمے اوٹھاتا ہے جنکے نشان تا ابد اوسکے پوست و استخوان سے نہیں مٹتے۔

عمدہ اور عاقلانہ تربیت کا یہ کام ہو کہ بچونکو کم سنی مین اسطرح پرورش کرے کہ جوانی کی خطاؤن سے بچتے رہین - بالکل تو کیا بچ سکتے ہین مگر ہان اون کی تعداد مین کمی اور اون کی شدت مین خفت ہوجائے جس طرح ٹیکا لگانیوالا دو چار خفیف چرکے نشتر کے لگا کر چیچک کی سخت اور خوف ناک اذیت سے بچونکو محفوظ کر دیتا ہے - مین نے خفت کا لفظ قصداً استعمال کیا ہے کیونکہ یہ تو خوب معلوم ہے کہ انسان بغیر کھوئے نہین سیکھتا - بغیر تکلیف اوٹھائے دنیا کا تجربہ نہین حاصل کرتا -

پس مین جوانان مدرسہ سے کہتا ہون کہ بخوشی اوستادون کی سختی سہو - تربیت کی تلخیان جھیلو - یاد رکھو کہ جو پند کی باتین جو عمدہ عادتین یہان تھوڑی زحمت اور تکلیف گوارا کرنے سے سیکھ سکتے ہو ان مین سے ہر ایک آگے چلکر تمہارے آڑے آئے گی اور تم کو جانکاہ مصیبتون سے بچائے گی -

اب آخر مین مجھے ایک فقرہ اور کہنا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ مین کبھی باور نہین کرسکتا کہ کسی مدرسے مین ڈسپلن کی سختی ممکن ہے بغیر اسکے کہ اوستادون کی طرف سے اغماض ہو - یہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس ملک مین اور نیز دوسرے ملکون مین بعض مہتمان مدرسہ اس خوف سے کہ کہین حاضری مدرسے کی کم نہ ہوجائے - انتظام مین ہر طرح کی سستی جائز رکھتے ہین - اگرچہ یہ خطا اکثر اس سبب سے ہوا کرتی ہے کہ لوگ تعداد طلبہ کی کثرت کو مدرسے کی خوبی کا معیار ٹھیراتے ہین جو ہرگز لائق اعتبار نہین ہے مگر اسمین شک نہین کہ یہ خطا خود ایک بڑی سخت خطا ہے - جو اسکے انتظام کی سختی سے مدرسہ چھوڑ دیتے ہین اونکا مدرسے سے باہر رہنا بہتر ہے - ایک

طالب علم جسکی تربیت درست اور باقاعدہ طور پر ہوئی ہو۔ دنیا مین ہزار درجہ زیادہ اعتبار حاصل کرے گا بہ نسبت دس بے تربیت طالب علمون کے جنہون نے طوطی کی طرح سبق یاد کر کے یونیورسٹی کے امتحانون مین کامیابی حاصل کی ہو۔ اوّل الذکر سے ہمیشہ یہ امید ہے کہ وہ مردانہ وار اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتا رہے گا۔ ثانی الذکر شاید عبارت آرائی کر لیگا شکسپیر کے اشعار صفحہ کے صفحہ زبانی سنا دین گے مگر اون کو نہ کبھی اپنے اوپر اور نہ دوسرے پر حکومت کرنے کی لیاقت حاصل ہوگی فقط۔

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل میں اجوائی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن

تدبیر نوجوانی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتادہ سالہ تک کو یکسان نفع ہوا ہے اسکے استعمال میں کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورنگ ونیچہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض تا مرد کو خواہ وہ کسی سبب سے ہوں بیخ خلقی اور مادر زاد نامردی کے اپنی معجزنما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے قیمت فی شیشی صد محصول ۴ اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے۔

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو ہاجو اناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر بھر پچیس یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے **خواص آن** یعنی ہر قسم قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید دافع جریان۔ مقوی دماغ واعضا ورئیسہ وارواح وضیق النفس وسرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں تیر حکم اکسیر رکھتا ہے یعنی کیسی ہی مرض کی حالت ردی ہو کر خواب ہو گئی بفضلہ صحت ہو گی۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف بصر ودماغ وصفائی خون وانواع درد واقسام تپ جڑیا۔ چوتیا۔ تپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک سوزاک جریان سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی وبادی اور سرانجری اور چاندو نوشی سی جوشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

عجیب چیز تحلیل بواسیر خونی وبادی وتحلیل درد سر کے لئے عجیب چیز ہے۔ پہلے ہی روز میں ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں بفضلہ درد سر بالکل رفع ہو جاتا ہے

اور پھر کبھی عود نہیں کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت ۵ محصول ۴ر

جہاں کشما۔ اس عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہر پیوے درد دہند سرخی چشم جلد بیمار یہ تکدر دفع کرتا ہے قیمت ۵ محصول ۴ر وزن عرق ۶ ماشہ۔

خضاب نایاب

بے مثل رنگ و ہنگ ہر نادر خضاب ہے گویا کہ آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام میں خضاب سے دقتیں واقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں یعنی جو تھے آٹھویں روز مہندی لگا کر باندھے اور بعد تین گھنٹہ کے پھر سمہ لگا کر باندھا اسمیں قریب چھ گھنٹے کے وقت ضائع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونے کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور سمہ کا بالی جیسا باغ میں جذب ہو گا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ آیام سرما میں تیل سردی وغیرہ کے جسقدر کیجئے بجا ہے ناظرین سے امید کہ قیمت بھیجکر طلب کریں۔ اسمیں کوئی مبالغہ نہیں تھوڑی تعریف اسکی اخوا کی ظاہر کرتا ہوں۔

فوائد بالخوذہ۔ عادت ہر نصف دانگ۔ علاوہ بریں خوشبو میں منبظیر تیل کیوڑہ۔ باعث درازی عمر۔ مقوی دماغ ہے۔ بالوں کو سخی نہیں دیتا ہے بلکہ ملائم کرتا ہے۔ سیاہی میں بالوں کو مقابل اصل بالوں کے کرتا ہے دوسرے روز بعد دھونے کے بھی بالوں کا رنگا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے کی ضرورت نہیں دوسرے مہینے دھونے سے رنگ تیل اصل بالوں کے سیاہ ہونگے کوئی تمیز نہ کر سکے گا کہ یہ خضاب ہے ایک بوتل میں ۳۰ روپے بھر یعنی ۱۲ پاؤ ہوتا ہے قیمت فی بوتل عدا عادہ محصول نصف شیشی عدا چہارم شیشی عدا اس سے کم غیر ممکن ہے مہر سے شفاخانہ میں ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری۔ واضح ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادران نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائے ہیں اور نیز ہندوستانی خطوط صحت سقریب ہزار بارہ سو کے موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونگے۔ چاہیے کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری آدویہ سے ہزاروں نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکوں کے سارٹیفکیٹ ہے ہیں آدہ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کریں کیونکہ بعض حکیموں نے اپنے شہر کے رئیسوں کی خوشامد کر کے

سارٹیفکیٹ بنائے ہیں۔ بس میرے سرٹیفکیٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں طبع کی گنجائش نہیں رکھتی اور جس سے لطف زندگی تادم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانے سے طلب کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر۔ حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم مفید حسین صاحب شہر بنارس محلہ دالمنڈی۔

مجرب و آزمودہ شربتیہ دوائیں

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکما ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور میں ۱۸۷۲ء سے جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست و سارٹیفکیٹ ٹکٹ آدہ آنہ سے مل سکتی ہے۔

طلاء۔ جو استعمال بچپن سے نقص رگوں کی رطوبت و بگاڑ کو دور کرتا ہے فی تولہ ۱۰ صہ

ضعف اعضائے رئیسہ و معدہ۔ تاریکی چشم۔ دردسر وغیرہ جو کثرت سکرات اقسام خواہش سے کمی اشتہا و ضعف جگر و سستی لاحق ہو دور کرتا ہے فی بوتل ۱۰ صہ

سوزاک۔ نیا ہو یا پرانا علی العموم ۲۰ گھنٹہ میں اپنا اثر سرٹن ریم وغیرہ کو دور کرتا ہے فی تولہ ۱۰ صہ

ہیر ایتل خوشبودار۔ بالوں کو سیاہ رکھتا ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ ریزش۔ دردسر مشف دماغ و بصر کو مٹاتا ہے فی شیشی ۔ ۷ روپیہ۔

حب آتشک۔ بلانہ آئے تے دوست دور کرتا ہے ہر ہفتہ تا تین دو ہفتہ ۱۰ صہ

کحل الجواہر۔ سرمہ مقوی بصر حافظ بینائی دافع نزول و ہند و جالا خارش پانی جانا ۳ ماشہ ۱۰ صہ

عجیب الاثر سنون۔ دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو میل خون جانا مسوڑوں کی خرابیاں ۔ ۱۰ صہ۔

حب بواسیر - بادی خونی مسوکی ٹیلیسن قبض کو مفید دو ہفتہ عاں

حب ذیابطیس - بار بار آنا پیشاب کا پیاس و کمزوری و لاغری کو دافع ہے فی تولہ ۵

حب قایم مقام - افیون و چاندو بلا ضرر و ہرج نشہ چھوٹ جائے فی تولہ ۵

عرق ماء اللحم - انگوری - سفرجل - مولد خون - مقوی دماغ - ضعف جگر و دل و دماغ و معدہ و درد سر و تاب تپ و جع مفاصل و لاغری و ضیق النفس - سرفہ کہنہ - بنیاعدگی ایام حیض لقوہ فالج رعشہ فی بوتل عصاں ۲ بوتل سے کم -

روغن اعجاز - ناسور - بہکنار - تالو کا سوراخ - خنازیر - بد - کیڑے زخموں کے کالی کھانسی - سے فی ایام حل رعشہ و چیچک کو دفع کرتا ہے - ۲ تولہ - عصاں

رسالہ دافع آتشک و سوزاک رسالہ ہیضہ - رسالہ بواسیر - مضرات و مسکرات

عصا ۱۰ ر ۱۰ ر ۰۹ ر

رسالہ حافظ صحت -

عصا ۰۳ ر

المشتہر

زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور +

اشتہار

فروخت مقطعہ

نیرآباد مین ایک مقطعہ دوسو بیگہ کا فروخت ہونے کو ہے جسمین دو کنٹے اور تین باولیان ہین خشکی کی زراعت - گھانس کا کنجہ اور چوبنیہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی سترہ ہزار روپے ہے - جو صاحب خریدنا - دیکھنا - یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہین دستخط کنندۂ ذیل سے رجوع کرین نہ بصورت تعویق یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جاے گا فقط

المشتہر

محمد عبدالصمد متراجی

افضلگنج حیدرآباد دکن

اشتہار کتب

زراعت دکن — مولفہ نواب عماد نواز جنگ بہادر — سے

بچونکی پرورش بنکے طریقے — مصنفہ ڈاکٹر ڈنکیم مترجمہ [illegible]

درخواست بنام منیجر سالار جنگ حیدرآباد

ملاحظہ طلب

۱ جن حضرات نے ہنوز قیمت رسالہ بابت ایام گذشتہ عنایت نہین فرمائی۔ امید ہے کہ جلد ترعنایت فرماکر شکر گذاری کا موقع دینگے۔

۲ مقامات کے تبدل و تغیر سے دفتر کو براہ راست اطلاع ہونی چاہیئے تاکہ آسانی سے رسالہ پہونچا کرے ورنہ دیر یا عدم رسی کی شکایت معاف۔

۳ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی کتنی تاریخ کو شایع ہوجاتا ہے۔ اگر احیاناً کوئی رسالہ تا اختتام ماہ انگریزی نہ پہونچے تو دفتر کو فوری اطلاع ضروری ہے تاکہ عدم رسی کا تدارک ہو وبشرط گنجایش دوسری کاپی بھیجی جائے۔

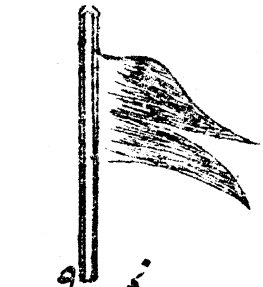
۴ مضامین نویس حضرات کی توجہ اپنی تحریرون کی جانب خاصکر اس معنی کی ہونی چاہئے کہ تحریر صاف دوسرونکے بے تکلف پڑھنے کے قابل ہو۔ اور جتنے الوسع الفاظ وعبارت جابجا قلمزد نہ کیجائے۔

۵ ہر ایک مضمون معمولاً رسالہ کے بارہ صفحون مین ہونا چاہئے کوئی مضمون جو بہت طول نہ ہو برآیندہ نہ اوٹھا رکھا جائے۔ ایک سلسلہ کا کل مضمون یکبارگی دفتر پر پہونچ جانا چاہئے۔

۶ مضامین مین غیر مانوس یا غیر ضروری انگریزی الفاظ کا استعمال ناواقفین کی زبان پر ثقالت پیدا کرتا ہے۔ امید ہے کہ اس واجبی شکایت پر مضامین نویس حضرات خیال رکھینگے۔

۷ دفتر کے انتظامی امور سے احباب مطلع فرماتے رہین ہر اصلاح پیش کردہ پر شکر گذاری سے توجہ کیجاتی ہے۔

۸ نیچر بان سے اب کوئی واسطہ نہین لہذا کل خط وکتابت وترسل مضامین وزر سالم عالیجناب نواب عماد نواز جنگ بہادر خواہ راقم ہونی چاہیے۔ محمد یوسف نیچر۔ بنگلہ نواب عماد نواز جنگ بہادر



جلد سوم　　حسن　　نمبر ۹

اعیونی اذا اسنت امراً
وان اخطأط فاتونی صلاحا +

ماہ ستمبر سنہ ۱۸۹۰ء

مضامین

بقیہ سوانح عمری شاہ بابر غازی ..... از مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی　صفحہ ۱

نادرشاہ اور اسکی تعجب انگیز کامیابی .... از مولوی سید آغا حیدر صاحب سکنڈ ایرکلاس مدرسۃ العلوم علیگڈھ　۱۱

بقیہ سیر و شکار ..... از راجہ بھگوان داس راجن پرشاد بہادر پیشکار حیدرآباد دکن　۵۹

مطبع حسن مین چھپا

شاہ بارغازی

(سلسلہ کے لئے نمبر گذشتہ ملاحظہ ہو)

آخری ریمارک

بابر کے مختصر احوال ہم نے اوپر بیان کر دیے۔ لیکن ابھی کچھ اور کہنا اور بیان کرنا باقی ہے، اوس تصویر میں بابر کے چند اندرونی صفات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ کچھ صفات کی چمک اس بیان سے ہویدا ہوگی +

علم و تحقیق

بابر نے اونچاس (۴۹) برس کی عمر میں انتقال کیا۔ ۱۲ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اور تخت و تختہ کے مابین ۳۷ برس کا زمانہ ہے۔ یہ ۳۷ برس راحت یا زحمت سے جس طرح بسر ہوئے آپنے دیکھ لیا۔ یہ ماجرا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ۱۱ برس کی عمر سے ۴۵ برس کی عمر تک ایک جگہ متواتر اوسنے دو عیدیں نہیں کیں یا بالفاظ دیگر سال بھر کسی تمام پرچین سے نہیں بیٹھا۔ علم اور کمال سے کچھ ازلی مناسبت اوسکو تھی اور مبدء فیاض سے ذوق سلیم اوسکو عطا ہوا تھا۔ ان ملکی افکار اور تشویشوں میں بھی اوسکو علم کی طرف ایک خاص توجہ رہی۔ ابتدائے زمانہ میں اوسکو بہت کم فراغت حاصل ہوئی جو طالب علمانہ تحصیل علم کرتا۔ لیکن متواتر توجہ نے اوسکے واسطے علمی شان بھی حاصل کر لی۔ فقہ حنفی میں اوسکو خاص مہارت حاصل تھی۔ محمد قاسم فرشتہ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ مجتہدانہ قوت رکھتا تھا۔ ترکی نظم میں ایک فقہ کی کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام

مثنوی مین ہے - واقعات بابری مین کچھ اشعار اوسکے نقل کیے ہین - بابر کی مادری زبان چغتائی ترکی تھی - ترکی مین اشعار بہت کہے ہین اور واقعات مذکور مین جابجا کثرت سے درج ہین - مگر افسوس عدم قابلیت کے سبب ہم اونکی نسبت کچھ نہین لکھ سکتے - اپنی سوانح ابتدائی تخت نشینی سے آخر عہد تک اسی زبان مین اونسے قلمبند کیے ہین - محمد قاسم فرشتہ کہتا ہے کہ "بنوعے نوشتہ کہ فصحا قبول دارند" - عبدالرحیم خانخانان نے اپنے آقا اکبر شاہ کی فرمایش سے اوسکا ترجمہ فارسی مین کیا جو واقعات بابری کے نام سے مشہور ہے - اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین لکھی گئی ہے الحق کہ نہایت راستبازی اور حق پرستی سے اس کتاب کو لکھا ہے - اوسکے راستباز قلم نے نہ بابر کے باپ کے عیوب چھپائے ہین اور نہ اوسکے جانی دشمنونکے ہنرون سے چشم پوشی کی ہے - ہمنے اوپر بابر کی رائے اوسکے باپ کی نسبت لکھی ہے اوس سے اوس کی آزادی رائے کا اندازہ ہوسکتا ہے - جس بحث کا پہلو آپڑا ہے نہایت بسط اور تحقیق سے - بیس صفحے کے صفحے لکھدیے ہین - ہندوستان کے بیان مین ۴۴ صفحے لکھے ہین - یہانکے حیوانات - نباتات - رسوم و عادات - سب باتونسے بحث کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے نہایت کوئی ہندوستانی ہی نہین کہہ سکتا کہ یہ بات غلط لکھی ہے - انگریزی مین بھی اسکے دو ترجمے ہوئے ہین - اور مسٹر ربیل کی شہادت کے مطابق تمام عالم نے اس کتاب کی تعریف کی ہے - خواجہ مولنا اوسکے اوستاد کی تربیت سے اوسمین سلامت روی و سادگی کا ایک مادہ پیدا ہوگیا تھا - اور یہی دو صفتین ہین جو طالب کو اپنے مقصودین کامیاب کرسکتی ہین

ماوراء النہر اور خراسان کا ہر شہر و قریہ اوسوقت علمی کیفیت اور کیف کمال سے سرشار ہوتا تھا۔ بابر جہان گیا۔ خواہ کسی حال میں تھا اہل کمال سے ضرور مستفید ہوا کسی بات کو محض رواج اور تقلید کی بنا پر وہ کبھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ تاتاری مغلوں کی تاریخ جن صاحبوں نے پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے پیشرو چنگیز خان کے قواعد کو احکام الٰہی سے بھی زیادہ واجب العمل خیال کرتے تھے۔ اہم امور درکنار نشست برخاست خورد و نوش میں بھی اونہیں قواعد کے پابند تھے۔ بابر کہتا ہے کہ "ہمارے باپ اور بھائی تورہ چنگیز خان کی نہایت ہی رعایت کرتے ہیں۔ تورہ چنگیز خانی کو کبھی آبتہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اوپر عمل کیا جائے جس کسینے اچھی بات نکالی ہو اوسپر عمل کرنا چاہیے۔ اور اگر باپ نے کوئی روش بدجاری کے ہو اوسکو نیکی سے بدل دینا چاہیے۔ جب وہ غزنی آیا تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک مزار ہے جسپر درود پڑھنے سے قبر خوش کرنے لگتی ہے۔ بابر وہاں گیا۔ اور درود جب پڑھی گئی تو قبر واقعی متحرک محسوس ہوئی۔ جب تفتیش کی تو سمجھ گیا کہ مجاوروں کا فریب ہے۔ قبر پر ایک جھولا سا باندھ رکھا تھا۔ ایک مجاور چپکے سے اوسمیں بیٹھ جاتا تھا جھولا ہلتا تھا تو لوگ خیال کرتے تھے کہ قبر ہلتی ہے۔ جیسے اہل کشتی کو کنارہ چلتا نظر آتا ہے بابر نے مجاوروں کو اس حرکت شنیع سے منع کر دیا۔ فارسی شعر سے بھی ایک خاص لگاؤ تھا۔ خود بھی کم کم کہتا تھا۔ لیکن جو کچھ کہتا تھا داد تحسین اور صاف۔ قلعہ بیانہ کے حاکم کو ایک فرمان استمالت بھیجا اوسمیں یہ شعر فی البدیہہ درج ہے +

باترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ　　چالاکی و مردانگی ترک عیان است
درزر و دنیائی و نصیحت نکنی گوش　　ہر لاکہ عیانست چہ حاجت بہ بیان است

محمد قاسم فرشتہ نے یہ شعر بابر کے نام لکھا ہے

از آنی ای ہمائے کہ بے لوث خلعت　　نزدیک شد کہ زاغ بدستور ما من۔

گو یہ غلطی ہے۔ بابر نے خود یہ شعر حسن یعقوب کا بتایا ہے۔ خواجہ آصفی کے کلام کی نسبت اور نے یہ ریمارک کیا ہے "شعر او از رنگ و معنی خالی نیست اگرچہ از شوق و حلاوت بے بہرہ است" اگر کوئی مشاق شعر فہم خواجہ آصفی کے کلام پر اسے ظاہر کرے تو اس بیان سے شاید متجاوز نہ ہوگی۔ فن عروض میں بھی خوب ماہر تھا۔ ترکی کا ایک شعر کہا ہے جو پانسو چار وزن میں تقطیع ہو سکتا ہے۔ اس مبحث پر ایک رسالہ [illegible] لکھا ہے۔ عیش پرستی نے فن موسیقی میں بھی کامل کر دیا تھا خوب سمجھتا تھا اپنے معاصر موسیقی دانوں کی لیاقت نکتہ سنجی سے بیان کی ہے اور جو شعبہ میں فائق تھا یا جس میں جو نقص تھا سب بیان کرتا ہے۔ خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور بالکل خوشنویسی کے رقعت خوشنویسانہ انداز ہوتا تھا مسطر اپنے ہاتھ سے بناتا تھا۔ ایک شب کو بنگالہ سے [illegible] وقت باد و باران کا طوفان اوٹھا۔ اور تمام خیمے سر بسجود ہو گئے۔ بابر اپنے خیمے میں بیٹھا لکھ رہا تھا کہ ڈیرہ اوسپر آرہا لیکن کچھ ضرر نہیں پہونچا۔ اوراق پریشان اور پانی میں شرابور ہو گئے۔ بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے اکٹھے کئے اور چارپائی کے نیچے رکھکر اوپر سے کمل ڈال دیا۔ جب بارش موقوف ہوئی تو اونکو نکالا اور صبح تک آگ سے اونکو خشک کرتا رہا۔ بابر میں یہ صفت تھی کہ جس بزم میں ہوتا تھا تب ہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسکے لیے موزون ہے۔ دربار میں بادشاہ۔ جنگ میں سپہ سالار اور بزم میں ایک یار باش رند۔ محمد قاسم فرشتہ نے اوسکے علم کی نسبت یہ لکھا ہے "در علم فقہ حنفی مجتہد بود و در علم

موسیقی و شعر و انشا و املا از نظیر نداشت و قوائم سلطنت خود را در ترکی نوشتہ نوشتہ تر فصحا قبول دارند +

امرائے شاہی

بابر نے اس جہان مین جو کچھ ترقی و عروج حاصل کیا - وفادار - بلند حوصلہ اور دانشمند امرا کی مدد اور سعی بھی اوسکے واسطے ایک زینہ تھی + وقت پیکار بہادر سپہ سالار تھے امن کے زمانے مین دانا مشیر اور صلاحکار اور مصیبت مین یار غمگسار امراء کا ایک چیدہ گروہ تھا جنکو اس بادشاہ کے محاورہ مین کونسل کہنا چاہیئے - جنگی اور ملکی سب معاملات اس کونسل مین بحث کے بعد نفاذ پذیر ہوتے تھے - اکثر سباحثون مین مشیرونکی رائے بادشاہ کے خلاف ہوتی تھی اور بادشاہ کو اونکی رائے ماننی پڑتی تھی - بعد مغرب یہ کونسل جمع ہوا کرتی تھی اور قابل غور امور زیر بحث لائے جاتے تھے - دربار سے علحدہ بابر کا برتاؤ اپنے امیرونسے محض بارانہ تھا - شاہی مے پرستی کے جلسون مین وہ بے تکلف شریک ہوتے تھے - بابر اونکے یہان دعوتون مین جاتا تھا - کبھی دعوت افطار ہوتی تھی اور کبھی بزم نشاط کا سامان ہوتا تھا - اکثر اوسکے سردارون نے اوس سے بغاوتین کین مگر وہ کبھی در پے آزار نہین ہوا اور ہمیشہ اونکی لغزشونکو عفو کرتا رہا یونس علی - عبداللہ کتاب دار - قاسم حسین - محمد علی - شاہ منصور برلاس - درویش محمد نظام الدین خلیفہ - خواجہ کلان - امرا مین زیادہ سربرآوردہ تھے - ایک مرتبہ خواجہ کلان کو باجوڑ کا حاکم کر کے بھیجا تھا - چند روز کے بعد مفارقت شاق ہوئی - اور یہ شعر تصنیف کر کے

اوسکو لکھہ بھیجے ؎

قرار وعہد بیار این چنین نہ بود مرا
گزید ہجر مرا کرد بے قرار آخر
بعشوہ ہائے زمانہ چہ چارہ سازد کس بجور کرد وجدا یار را زیار آخر ++

عیش ونشاط

بابر ابتدائے شباب مین بہت ہی زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ مشتبہ کھانے سے قطعاً پرہیز تھا۔ اوراس قدر احتیاط تھی کہ دسترخوان۔ چھری وغیرہ کھانے کے متعلقات پر بھی خاص نظر رہتی تھی یہ خواجہ مولانا کے انفاس قدسی کا اثر تھا۔

باپ نے اوسکو شراب پینے کی ترغیب دی لیکن اوسنے نہین مانا۔ آخر خواجہ مولانا جنکے فیض صحبت کی برکت تھی شہید ہوگئے۔ اور بابر کو ہوائے نشاط نے اوڑی۔ ۱۴ برس کی عمر مین ڈاڑھی اُسترہ کی نذر کردی۔ اور گویا عیش کی اسٹیج پر آنے کے لئے روپ بدل لیا۔ دختر رز کے عشوے بھی اوسکو اپنی طرف مائل کرنے لگی مگر بے تحریک انتہی جرأت نہ تھی۔ تحریک کون کرے۔ ہرات جاے فتک تائب تھا۔ ہراتی سوسائٹی اوسوقت عیش وعشرت مین ڈوبی ہوئی تھی۔ میزبان شہزادون نے اس سے بھی بادہ نوشی کی فرمایش کی اسنے ہاتھہ بڑہایا لیکن پھر کھینچ لیا۔ ہم کو معلوم نہین پھر کہان اوسنے جام ارغوانی لب سے لگالیا۔ کابل مین ہم اوسکو اس رنگ مین دیکھتے ہین کہ ایک دلفریب سبزہ زار مین سنگ مرمر کا ایک حوض شراب کابلی سے پر ہے اور گرد یہ شعر کندہ ہے ؎

نوروز دلنوبہار مے دلبری خوش است
بابر بعیش کوش کہ دنیا دوبارہ نیست

زمان پری پیکر اور ساقیان گل اندام ساقی گری اور غارت ہوش پر کمر بستہ ہین۔ بابر اپنے یاران باصفا کے حلقہ مین بے تکلف بیٹھا اس دلکش سمان مین محو ہو رہا ہے ایک جانب مطرب خوش نوا مخدوم حافظ شیراز کا یہ شعر باندک تغیر گا رہا ہے ؎

اے خوش آن روز کہ بے پا و سرا یار مے چند
ساکن گلگشت بودیم بہ بدنا مے چند

کسی ہمت سے یہ روح پرور صدا آرہی ہے ؎

بخور در ارک کابل مے بہ پیمانہ پیالے در
کہ ہم کوہ است و ہم دریا و ہم شہرست و ہم صحرا

بابر کے یہ ایک عیش کا نمونہ ہے کابل کے بہارستان مین یہ لطف اوسنے خوب اوٹھایا۔ کبھی درخت چنار کے نیچے دور چلتا تھا اور کبھی شفاف چشمے مین کشتی پر بادہ پیمائی ہوتی تھی۔ ایک روز ایک قاضی صاحب کا مکان بزم کے واسطے پسند ہوا اور تمام سامان نشاط قرینے سے لگا دیا گیا۔ قاضی صاحب بہت گھبرائے مگر کیا کرین بادشاہ تھا اگر کوئی بیچارہ غریب ہوتا تو کبکے دبکے پڑ گئے ہوتے آخر جراءت کرکے کہا کہ اس مکان مین کبھی انتیا ہوا نہین آیندہ اختیار ہے۔ بابر بھی سمجھ گیا اور فوراً حکم دیا کہ سب سامان وہان سے اوٹھ جائے۔ بابر ان جلسون مین ایک سادہ دل رند کی وضع پر شریک ہوتا تھا۔ ادا

کابل کے اوس سواد کا نام جہان یہ بزم نشاط گرم ہوتی تھی۔ اصل متن مین سکیدہ ہے فقط

شاہی اور داب سلطنت کا کہیں ڈھونڈے نشان نہیں ملتا تھا۔ ایک روز اپنے امیر کے ساتھ شغل مدام کو دل چاہا۔ گھوڑے پر چڑھکر اکیلا چلدیا۔ یہ امیر حد درجے کا قلاش تھا اور بادشاہ بھی اونکی قلاشی کو خوب جانتا تھا ایک توڑا انعل مین دباتا لے گیا۔ آبادی سے باہر ایک ٹیلہ پر بیٹھ گیا اور اوس امیر کو وہان بلوا بھیجا وہ آیا تو ترتیب بزم کی فرمائش کی وہ تو بقول زندہ دل غالب کے قرض کی پیتے تھے گھبرا گئے۔ بابر نے بغل سے توڑا نکالکر حوالہ کیا اور تھوڑی دیر مین جنگل مین منگل ہوگیا فتحپور سیکری مین یک لخت شراب سے توبہ کرلی اور پھر کبھی اس کا ذکر منہ نہین لگایا +

شاہی حرم

بابر نے پانچ شادیان کین اوّل۔ عائشہ سلطان بیگم سے۔ یہ بیگم بابر سے کچھہ مرتبط نہین ہوئی۔ آخر مفارقت ہوگئی۔ ایک لڑکی اسکے بطن سے تھی مگر بچپن مین مرگئی۔ دوم معصومہ سلطان بیگم یہ نکاح کے بعد تھوڑے روز زندہ رہی۔ ایک لڑکی ہوئی اور اسی مرض مین یہ بیگم رحلت کرگئی۔ عائشہ سلطان بیگم کے بعد یہ شادی ہوئی تھی۔ سوم زینت سلطان بیگم۔ سلطان محمود میرزا کی بیٹی تھی اور نہایت بدمزاج۔ بابر اس سے بہت تنگ رہا۔ مگر اجل کی عنایت سے دو تین برس کے بعد اس بلا سے اوسکو نجات ملی۔ چہارم۔ ماہم بیگم۔ پنجم والدہ عسکری و کامران۔ ان دو بیگمون کی نسبت ہمین نہین معلوم کہ کس خاندان کی بیٹین۔ افغانستان مین یوسف زئی خاندان کی ایک لڑکی کی بابر نے ملکی مصلحت سے خواستگاری کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے منظور کیا اور لڑکی کو

بادشاہ کے پاس بیجد یا مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ نکاح ہوا یا ملتوی رہا۔ حرم کے ناجائز
[illegible] سے اور سخت نفرت تھی اور اس سے تمتع اوٹھانے والونکو اور سنے بہت ملامت
کی ہے۔ اس مجموعی کیفیت سے یہ رائے شاید پیدا ہو سکتی ہے کہ ایشیائی بادشاہون
کی طرح بادشاہ عورت پرست نہیں تھا

راقم
محمد حبیب الرحمن خان شروانی

نادرشاہ اور اوسکی تعجب انگیز کامیابی

نادر کا ذلیل حالت سے رفتہ رفتہ ترقی کر کے بڑی سلطنت کا خودمختار بادشاہ ہوجانا اور پھر اوسکی جہانگیری اور نادرشاہی ایسا عجیب وغریب واقعہ ہے جو علاوہ محققین کے عوام الناس کو بھی اوسکے حالات دریافت کرنے کا شوقین بنا دیتا ہے۔

شروع زمانہ اسلام میں عرب کے پرجوش مجاہدین نے قدیم سلطنت ایران کے جو آس زمانے میں ساسانیوں کے تصرف میں تھی برباد کی۔ عرصے تک یہ ملک خلفائے کبار کے ماتحت رہا۔ پھر ایک بہادر اور لایق سپہ سالار (عربیت) نے خلفا کے حکم سے سرتابی کر کے اپنے ملک کو غیر قوموں کی ماتحتی کی بدنامی سے بچایا اور ایک مختصر خودسر سلطنت قایم کردی۔ اوس زمانے میں تاتاری سردار جو وطن مالوف چھوڑ کے اس سرزمین میں آباد ہو گئے تھے حکومت اور آب وہوا کی تاثیر سے بندۂ عیش بن گئے تو سلطنت کا مالک ایک گوشہ نشین (شاہ اسمٰعیل) ہوگیا اور اس گھرانے کے بادشاہ صفوی کہلائے۔ خاندان صفویہ کے شاہان اولین مثل خاندان مغلیہ (ہندوستان) کے سعد اور نہایت لایق ہوئے مگر ۱۷ صدی میں اونکی حالت ۱۸ صدی کے شاہان دہلی کے موافق ہوگئے اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ جو لوگ جہانبانی کرتے تھے ظالموں کے حکم سے نہایت سفاکی سے قتل ہوئے۔

جن ممالک میں بادشاہ خودمختار ہوتے ہیں بسا اوقات خلق اللہ کی رائے

نہین سنی جاتی بلکہ اونکے افعال سے ظاہر ہوتی ہے۔ جب کہ کم طاقتی۔ ظلم۔ عیاشی وغیرہ وغیرہ خصلتین حاکم مین نامردی۔ کمینہ پن۔ نا اتفاقی۔ عیوب اور بدعادتین اہل دربار مین پھیل جاتی ہین۔ رعایا پر بیجا تعدی اور سختی ہونے لگتی ہے اور چالاک آدمی موقع پاکے خلایق کو بادشاہ سے ناراض کر دیتے ہین۔ نادر کی پستی خاندان۔ ناستودہ افعال۔ بہادرانہ کام۔ مجرمانہ حرکات۔ سب اسبات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ اسی قابل تہا جو اوسنے خاندان صفوی کے ساتھہ برتاؤ کیا اور جسطرح ایران کے شرفا اور رعیا کے ساتھہ پیش آیا۔

نادر کا باپ امام قلی قبیلۂ افشار مین سے تہا اگرچہ وہ اپنا نسب نامہ صفویون سے ملاتا مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم مین بھی نام آور شخص نہ تہا۔ مگر میرزا مہدی لکھتا ہے کہ اس ہیرو کا باپ اپنی قوم مین سرآور دہ تہا لیکن کنایتاً اوسکی اصل کو اسطرح ظاہر کرتا ہے" کہ ہیرو کو اپنے ذاتی جوہر سے ناز ہے نہ کہ اوس کان سے جس سے نکلا ہے۔ امام قلی کوٹ۔ ٹوپی۔ اور پوستین وغیرہ بنا کے بسر کرتا تہا۔ نادر بھی اپنے آبا واجداد پر فخر نہ کرتا تہا کیونکہ جب اوسنے اپنی لڑکی کی شادی محمد شاہ بادشاہ دہلی کی بیٹی سے کی اور دولہن والونکی طرف سے یہ پیغام آیا کہ اپنے باپ دادا کا نام بتاؤ تو اوسنے کہا کہ "بگو داماد شما پسر نادر است و نادر شاہ پسر شمشیر و ہم چنین تا ہفتاد بار بشمار"

نادر خراسان مین ۱۱ نومبر ۱۶۸۸ء/۱۱۰۰ھ کو پیدا ہوا اوسکے ڈکین کا حال کچھہ لکھا نہین اور ایرانی مورخ بھی اوسکی تاریخ یا لائف ۳۱ دین سال سے جبکہ رضا قلی پیدا ہوا شروع

کرتے ہیں اسمیں شک نہیں کہ وہ آغاز عمر ہی میں زمانے کی اونچ نیچ دیکھ بھال کے نہایت تجربہ کار ہوگیا۔ اور نیز شجاعت اور دانائی کا ثبوت دیا۔ سترہ برس کی عمر میں وہ اوزبکوں کے ہاتھ میں معہ اپنی والدہ کے جو خراسان کو ہر سال لوٹتے آتے تھے گرفتار ہوا۔ لیکن چار سال کے بعد قید سے کسیطرح نکل بھاگا۔ اوسکی بان قید ہی میں قید ہستی سے آزاد ہوئی۔ جب اپنے وطن میں آیا اوسکا حال جب تک کہ شاہ طہماسپ کی خدمت میں پہونچا یکساں رہا۔ اوّل ہی اوّل اپنے ملک کے سردار بابل بیگ کے یہاں نوکر ہوا۔ اوسکو قتل کر کے اوسکی لڑکی کو لے بھاگا۔ اسکے بعد قزاقوں کا سردار ہوگیا۔ اور لوٹ مار سے گذر کرنے لگا۔ یہ سب شہرت اور جرات کے جو اس پیشے میں حاصل ہوئی سنکر حاکم خراسان نے اپنے یہاں نوکر رکھ لیا۔ اور اوزبکوں سے لڑایا۔ اس جنگ میں ایسی مردانگی دکھائی کہ سپاہی سے افسروں میں ترقی پائی۔ مگر نامناسب حرکتوں سے والی خراسان نے غضب میں آکر ڈنڈوں سے مار کر نکال دیا +

نادر اس بے عزتی سے خفا ہوکر مشہد سے قلات میں اپنے چچا کے پاس جو طائفہ افشار کا سردار تھا چلا گیا۔ وہاں تھوڑے دنوں رہا لیکن چچا جان بھی بھتیجے کی تعدی اور حد سے تنگ آئے اور خیر باد کہکر رخصت کیا۔ اور نے پیروی پہلا پیشہ اختیار کیا۔ افغان اصفہان کے مالک ہوگئے تھے دولت صفویہ پر زوال آرہا تھا جبکی لاٹھی اوسکی بہبود نہی ایسے وقت میں تجربہ کار اور مضبوط لیڈر کے کوبہت سے سانہیو نکی ضرورت نہ تھی۔ لیکن نادر نے تھوڑے عرصے میں تین ہزار ڈاکو جمع

کر لئے اور خراسان کو تاراج کیا۔ جب چچا سنے دیکھا کہ بھتیجے کا روز افزون اقتدار اور اختیار بڑھتا جاتا ہے تو اوسکو ایک خط لکھا کہ تمکو مناسب ہے کہ شاہ طہماسپ کی ملازمت اختیار کرو اور اوسکو ایران سے افغانونکے نکالنے مین مدد دو۔ نادر نے جواب لکھا کہ اگر بادشاہ میرے پہلے جرمونکو معاف فرماے تو مین خدمت بجا لانے کو موجود ہون۔ بادشاہ نے قصور ونکو معاف فرمایا اور نادر ۱۱۳۹ھ مین طہماسپ کے لشکر مین داخل ہوا اور پھر خلات کو چلا گیا۔ نادر نے یہانکے گورنر (چچا) کو اپنی ترقی کا حارج سمجھکر اوسکے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور فتح کر کے چچا کو بھی قتل کیا۔

۔اور خراسان سے افغانونکے نکالنے مین کامیاب ہوا۔ پھر تھوڑے دنون بعد لڑ بھڑ کر افغانونسے نیشاپور بھی لے لیا۔ بادشاہ نے یہ جرات اور دلاوری دیکھکر اوسکے دوسرے قصور (قتل چچا) سے بھی درگذر کی۔ نادر کے پاس اس پانچہزار۔ اور فتح علی خان کے پاس صرف تین ہزار سوار تھے۔ جب اس سردار کی شہرت تمام گرد نواح کے صوبون مین پھیل گئی تو رنگروٹ دور دور سے اوس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور ایران کو حکومت بیگانہ سے بچانے کے لئے سب نے وعدہ کئے۔ نادر نے اپنے حریف فتح علی خان کو دھوکہ سے مار ڈالا اور دشمنونکو شکست دی۔ بادشاہ نے فوج کا جنرل مقرر کیا۔ مشہد اور ہرات فتح کر کے خراسان مین بھی شاہ ایران کا سکہ جمایا۔ نادر کو بادشاہ نے خلعت اور لقب طہماسپ قلی کا عطا کیا۔ اشرف (حاکم افواج افغانہ) بعد فتح یزد کے خوب عیش کر رہا تھا لیکن جب اوسکو

طہماسپ کی کامیابی کی خبریں معلوم ہوئیں بڑی تیاری اور حتے المقدور لشکر کے جمع کرنے میں سعی کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی بے ڈر نہ تھا۔ ۳۰ ہزار کا جم غفیر لیکر میدان جنگ کیطرف روانہ ہوا۔ خاص خاص شہروں اور قلعوں کی حفاظت کے لئے کچھ فوجیں متعین کیں اور ہزاروں بے گناہ ایرانی اس خیال سے کہ شاید موقع پاکر بغاوت کریں تہ تیغ بے دریغ کئے۔ اس احمقانہ تدبیر نے صرف اوسکو کمزور اور ظالم ہی مشہور نہیں کیا بلکہ دشمن کے قوی اور رحیم ہونے کا کافی ثبوت دیا۔ نادر نے طہماسپ کو اصفہان جانے سے روکا۔ افغان روز افزوں دشمنوں کی طرف یلغار کر کے روانہ ہوئے اور دم غان کے قریب پہونچکر ایرانی سپاہ پر حملہ کیا۔ اگرچہ پٹھانوں نے بوقت جنگ ایرانیوں کے ڈرانے کو جانوروں کی طرح نہایت شور و غوغا کیا اور خفیف صدمہ بھی دیا لیکن نادر کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ بلکہ ڈیرہ ڈانڈا چھوڑکر بھاگتے بنی (۱۲۔ اکتوبر ۱۷۲۹ء) ایرانی سپاہ نے دور تک اونکا تعاقب کر کے ہزاروں سپاہی قتل کئے۔ کچھ تو مرتے کھپتے طہران کیطرف جو میدان سے دو میل کے قریب تہا روانہ ہوئے اور باقی کو اشرف لیکر دارالسلطنت اصفہان میں پہونچا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ معہ اہل و عیال کے دوسرے قلعہ میں جا کے رہو۔ اور خود بہت سا خزانہ اور فوج لیکر ایک مستحکم جگہ موضع مرچاکپور کے قریب اصفہان سے ۳۰ میل شمال کو ہے چلا گیا اور لشکر کو ہر طرح آمادہ بجنگ کر کے دشمن کے دلمیں خوف پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا +

طہماسپ نے بعد وفات اپنے باپ کے بقصب شاہی اختیار کر لیا تھا اور بعد فتح دم غان کے اصفہان میں جاکر تخت نشین ہوا چاہا لیکن شمشیر زن (نادر) نے ایسی تدبیریں کیں کہ وہ اپنے ارادہ سے باز رہا اور دم غان سے بھی پانچہزار آدمی لیکر اشرف سے لڑنے کی تدبیر کی۔ نادر اس فکر میں تھا کہ نوجوان شہزادہ میرے قابو سے نہ نکل جاوے۔ لیکن سادہ لوح شہزادہ اسپر پورا اعتماد کئے بیٹھا تھا۔ نادر نے بادشاہ سے تازہ دم فوج کی امداد لے کے افغانوں کو لڑکر بڑی بھاری شکست دی۔ نادر کو اسبات کا بڑا خیال تھا کہ کسی نہ کسیطرح اپنا رعب ایرانیوں کے دلوں میں جاکر بخوبی فائدہ حاصل کرے۔ اشرف اگرچہ مستحکم جگہ پناہ گیر تھا لیکن نادر نے اوسپر حملہ کیا۔ افغانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن حملہ آوروں کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ وہاں سے شکستہ حال ہوکر اصفہان پہونچے۔ جب وہاں بھی بجز حسرت و یاس کچھ نظر نہ آیا تو اسباب وغیرہ لیکے شیراز کا قصد کیا۔ اشرف نے نہایت غیض و غضب میں آکر شاہ حسین گورنر شیراز کو قتل کیا۔ اگر موقع ملتا تو ضرور اہل شیراز ہی کو عدم آباد روانہ کرتا لیکن فرصت نہ ملی +

نادر نے جب افغانیوں کے بھاگ جانے کی خبر سنی تو نہایت عقلمندی سے ایک دستہ شاہی محلات کی حفاظت کے لئے روانہ کیا اور باشندگان شہر کی دلداری اور خاطر جمعی کرکے تیسرے روز معہ فوج کے داخل شہر ہوا اور افغانیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر شمار عام میں قتل کیا مگر چند لوگ جنکی سفارش ہوئی رہا کئے گئے

جب طہماسپ اصفہان میں داخل ہوا تمام مکانات شعراء اور کے باپ نے بنائے تھے شکستہ اور منہدم دیکھکر افسوس کرتا رہا لیکن اپنی بوڑھی ماں کو پاکر جو لونڈی بنانے سے بچ گئی تھی خوش ہوا۔

نادر جو کہ خراسان کا پہلے ہی گورنر ہو چکا تھا اب خراج تشخیص کرنے کی بادشاہ سے سند حاصل کرکے موسم سرما میں پرسی پولیس کی طرف جہاں اشرف نے افغانوں کو جمع کیا تھا روانہ ہوا اور حملہ کرکے سب کو پریشان کر دیا۔ اشرف نے خوف زدہ ہوکر اس امر کی اجازت چاہی کہ اس سے اپنے ملک کو چلا جاوے۔ اور تمام عورات اسباب شاہی جو اصفہان سے لوٹ لیا تھا معہ خزانہ وغیرہ واپس کرنے کا بھی وعدہ کیا مگر نادر نے افغانوں کا مجبور کیا کہ وہ سردار کو ہمارے حوالہ کریں۔ افغان اس بیعزتی کی صلح پر راضی ہو گئے۔ لیکن اشرف معہ دو سو آدمیوں اور جورو وغیرہ کے بھاگ گیا اب افغانی فوج بالکل پریشان اور منتشر ہو گئی جہاں کہیں کوئی افغانی ملتا اوسکو لڑکے بھی ڈھیلوں اور لکڑیوں سے مار مار کر بے دم کر دیتے شیخ علی حزین نے اس جانکاہ واقعہ کو نہایت عمدہ طرح سے بیان کیا ہے کہ ایرانی افغانیوں کا پیچھا اونٹوں گھوڑوں اور عورات کی لاشیں چھوڑ اونہوں نے لونڈی غلام بنانے کے ڈر سے خود ہی قتل کرڈالنا شروع کیا تھا۔ اشرف نے اپنے بھائی کو کچھ آدمی دیکر گورنر بصرہ کے پاس روانہ کیا کہ رشوت دیکر کچھ فوج یا مدد حاصل کرے مگر یہ آدمی لار کے ملک میں ڈاکوؤں کے ہاتھ سے قتل ہوئے +

نادر کی کامیابی ممالک اور صوبوں کے خودسری اور رعایا کی بغاوت سے اشرف دشکستہ ہوکر اپنے ملک کو چلا جبطرف جاتا ایرانی اوسپر حملہ کرنے آخر کار غیر مشہور راہون مین ہوتا ہوا بلوچستان مین پہونچا۔ زمانے کی گردش دیکھو کہ وہ سردار جسکے ساتھ ہزارون آدمی جان لڑانے کو موجود تھے اب صرف دو مفلس نوکرون کے ساتھ دشوار گذار ریگستان کو طے کر رہا تھا کہ عبد اللہ خان بلوچی نے اوسکو قتل کر کے اوسکا سر معہ ایک بڑے ہیرے کے جواہر کے کپڑون مین سے نکالا اور شاہ کی خدمت مین ہدیتاً روانہ کیا۔ اشرف کے کچھ ساتھی جان بچاکر اپنے وطن کیطرف چلے مگر وہ یا تو بھوک سے مرے یا جنگلی درندون کے لقمہ بن گئے ایک گروہ لاسہ کو جو عرب کے کنارے پر بحرین کے مقابل مین واقع ہے سمندری راستے سے بھاگ کر چلے گئے مگر وہان بھی بموجب حکم حاکم مسقط کے جانبر نہ ہوئے اور ایک تیسرا گروہ مکران اور سندھ مین داخل ہوا اونکو بھی موت نے ساتھیون سے ملا دیا۔ اضافیون کی اسیری۔ بربادی۔ اور تباہی ایرانیون کی تسلی بخش نہ تھی کیونکہ جو جو ظلم و تعدی سات برس مین اونھون نے ایران مین کئے ناقابل بیان ہین۔ اس متعصب وحشی فرقے نے تقریباً دس لاکھ آدمی قتل کئے۔ صوبے کے صوبے بے چراغ ہوگئے۔ زراعت جاتی رہی۔ بڑے بڑے شہر خاک مین ملگئے۔ شاید بجز نہ ہونے عہد گورنمنٹ کے اب تک بھی وہ کمی پوری نہ ہوئی ہو۔ اس عجیب و غریب حملہ کے طلسم کو تھوڑے دنون مین نادر نے توڑ پھوڑ کر برابر کیا اور برائے نام حکومت جو اسپ کر عاصل تھی اسکے تابعدار ہوگئے فتوحات نے بالکل دماغ پر قبضہ کرلیا

کو پہلے ہی سے حسد تھا اب نادر کی فتوحات سے شاہی مہمات کو خوب رونق حاصل ہوتی جب کہ وہ ایک مہم میں مصروف تھا تو بادشاہ نے اوسکی طلبی کا حکم دیا لیکن اوسنے برافروختہ ہوکر آنے سے انکار کیا مجبوراً بادشاہ کو اوسکے موافق بھکنا پڑا۔ اور بادشاہ ایسا مغلوب ہوگیا کہ جو وہ کہتا وہ کرنا پڑتا اسنے مشہور اور نامی حملے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ملک کے سوتے لوگوں کو جگا دیا اور تہور و جرأت کا عمدہ سبق پڑھایا۔

نادر کمزور اور ضعیف العقل بادشاہ کی بظاہر ویسی ہی عزت کرتا رہا اور وقت کا منتظر تھا کہ کسطرح ملک کا مالک بن بیٹھے بعضے مورخوں کی رائے ہے کہ وہ پہلے ہی سے جب کہ خراسان کی مہم میں کامیاب ہوا تھا مثل آردشیر کے جسنے خاندان ساسانی کی حکومت قایم کی اگلی عظمت و شان کی خواب دیکھا کرتا تھا اور سنے (نادر نے) ایک دفعہ خواب میں ایک مرغابی اور چار سینگوں والی ایک مچھلی خواب میں دیکھی بعد شکار پرندکے اگرچہ معدا سینے ساتھیوں کے ناکامیاب رہا۔ لیکن تنہا ہوکر اوس عجیب مچھلی کو پکڑ لایا۔ نجومیوں اور رمالوں نے اسکی تعبیریں بیان کیں کہ وہ (نادر) ایران۔ حوالہ ہندوستان اور تاتار (ترکستان) کی مہموں میں فتح حاصل کرے گا۔ اس بیان سے شرقی لوگوں کے خیالات کی وسعت اور اونکے ہاں جو سنے نجومیوں اور رمالوں کی باتیں بنانا۔ پیرجوں کے رمل قافیہ خوشامدیوں کی مدح سرائی کا رنگ معلوم ہوتا ہے خواب پر یقین کرو یا نکرو لیکن اتنا ضرور ہے کہ کبھی ہی فعفل اور لایعنی خیال کیوں نہ ہو پھر بھی انسان کے دل میں جگہ پا ہی جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ خواہش کے مطابق ہوتا ہے تو اوس سے

ویسی تاویل کی جاتی ہے ۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ "جرأت اور خفیف باتونکو پوشیدہ رکھنا نہین چاہیے ۔ کیونکہ اکثر اوقات اونسے ایک قوم کے رسوم اور عادات اور ذہن و ذکاوت کے باب مین صحت کے ساتھہ راسے قایم کرنے مین بڑی بڑی باتون کی بنسبت زیادہ مدد ملتی ہے +

نادر کی شہامت اور جلادت اور جلد جلد ترقی دیکھکر عقل دنگ ہوتی ہے سب سے اول عظیم الشان کام اوسکا یہ تہا کہ ۱۷۳۲ء مین ٹہانونکو ایران کے صوبون سے خارج کردیا اور اس کے بعد طہماسپ نے اپنا نصف ملک یعنے چار صوبے غزنین مازندران سیستان ۔ اور کرمان اوسکو عطا کئے ۔ اور یہ بہی اجازت دی کہ سر پر تاج رکھے اور نام کے ساتھہ لفظ سلطان کا اضافہ کرے ۔ نادر نے سب غزنونکو سوائے "سلطان" کے قبول کیا ۔ اس غزت کے چہوڑنے سے شاید اوسکی یہ غرض تہی کہ لوگونکو معلوم نہوگا ۔ تاہم اوسنے اس عطیہ سے بڑا نفع حاصل کیا اور یہ تجویز کی کہ سپاہ کے خواہ سے فوج کو تنخواہ دیجاوے ۔ اور اس بہانہ سے خود مختار حاکمونکی طرح دارالضرب قایم کی اور اپنا سکہ جاری کیا +

ترکون سے مقابلہ

اتوابخ اتراک نے عراق اور آذربائیجان کے زرخیز حصص پر قبضہ کرلیا تہا ۔ نادر نے فوراً ہی بعد دم لیئے تہمات افغانیہ کے ترکون سے لڑنے کی ٹہانی ۱۷۳۰ء / ۱۱۴۳ھ مین دو ترکی پاشاؤن کی متفقہ فوج سے ہمدان کے میدان مین لڑائی ہوئی اونکو شکست

دیکر ہمدان اور اوسکے آس پاس کے صوبونپر قبضہ ہوگیا اور کامیابی کے ساتھ آذربائیجان مین داخل ہوا - تبریز - آردبیل اور تمام خاص شہرونپر عمل دخل ہوگیا - جب کہ نادر ازدوان کی دارالخلافہ آرمینہ کے محاصرہ کے تیاریان کر رہا تھا ایک خط مین اوسکے بھائی نے لکھا کہ خراسان مین اندیشہ ہو کہ افغان علم بغاوت بلند کرین - اوسنے جلدی ہی خراسان کی راہ لی - باغیونکی سرکوبی کر کے قلعہ قزہ اور ہرات بھی قبضے مین لایا - نادر نے ایک بڑے افغانی گروہ کو شکست دی - بڑا حصن کیا - جب کہ مغز قتیدی بھی مدعو تھے - اس اثناء مین تین سو سر مقتول ٹہیا لونگے نیزونپر بلند کئے گئے - اس دردانگیز واقعہ کو دیکھکر افغانون نے آنکھین نیچی کرلین اور عرصے تک اوپر نہ اوٹھائین +

جبکہ نادر ہرات کے محاصرے مین مصروف تہا ایرانی امرا نے طہماسپ کو فوجکا سردار مقرر کر کے ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء مین ترکونسے لڑنے کو جو کہ سرحد پر جمع ہو رہے تھے روانہ کیا - جب کہ ترک ایران مین فتح کر رہے تھے قسطنطنیہ مین حسد اور بغاوت پھیل پڑی - باغیون نے وزیر کو قتل کیا اور سلطان احمد ثالث کو تخت سے اتار کر اوسکے بھتیجے احمد نجمی کو تخت نشین کیا - اسی بادشاہ کے پاس نادر نے ایک ایلچی روانہ کیا کہ ترک آذربائیجان کو واپس کردین اور طہماسپ نے دوسرا ایلچی معہ ایک خط کے جسمین نئے بادشاہ کو مبارکباد لکھی تہی روانہ کیا - نادر کی درخواست کا نتیجہ معلوم ہونے سے پہلے طہماسپ نے اردوان کا محاصرہ کیا - قریب تہا کہ شکست کھاکر جو کہ بہادر جنرل (نادر) نے حاصل کیا کھو دے - مگر جلدی ہی ایک صلحنامہ لکھا گیا اور

دریائے ارکسنر سے پرے کے پانچ ضلع متعلق کرمان شاہ ترکی پاشا کو جو بغداد مین حکومت کرتا تھا سپرد کئے اس بے غرتی اور ایرانی قیدیونکے نہ چھوڑانے سے اور بھی بدنام کیا - جبکہ نادر کو اس صلح کا حال معلوم ہوا اوسکو عمدہ موقع عصائے شاہی کے ہاتھہ مین لے لینے کا ملا - مگر ایسے شاہانہ خاندان کی بربادی جسکی عزت کرانیوگونکی عادت ہوگئی تھی دانائی سے بعید سمجھکر چپ ہورہا مگر ایک اشتہار اس مضمون کا جاری کیا کہ سلطنت کو دریائے ارکسنر سے محدود کرنا اور ایرانی رعایا اور قیدیونکو ظالم دشمن کے ہاتھہ مین چھوڑنا قرین مصلحت نہین اور نیز یہ صلح خدا کی مرضی کے خلاف اور حضرت علی سے شیعیان علی کو آزادی کے واسطے مدد طلب کی - کسی سلطنت کو اگر وہانکے باشندے کتنے ہی سفلہ اور کمینہ طبیعتونکے کیون نہ ہون کوئی بہادر اور طاہ بادشاہ غصب کرنے کی جرات بغیر رضامندی عوام الناس کے نہین کرسکتا اور اس امر مین کوئی مثال نادر سے بہتر نہین مل سکتی - اگرچہ اوسنے سپاہیانہ جوش تمام ملک مین پھیلا دیا عیش طلب اور سست قوم کو جگایا تاہم اوسکی کامیابی اور طمانیت کی کم ہمتی اوسکی شہرت اور عقلمندی اور اسکی کم عقلی اسکی متقاضی نہ ہوئی کہ نادر شاہ اپنے خاص منصوبے مین جلدی کرے - یہان تک کہ اوسنے اہل دربار اور رعایا کے دلونمین بادشاہ موجودہ کی حقارت اور اپنی عظمت جاکر اونکو اس قابل کردیا کہ وہ اوسکی خواہشونکے موافق اسکی تخت نشینی کی وقت معاون و مددگار رہون +

جبکہ اشتہار مذکورہ بالا مشتہر کیا گیا اور تمام سرداران افواج کو نامہ روانہ کئے

ایک خط جو کہ گورنر فارس کے نام لکھا گیا اوسمین کامیابی برخلاف افغانون کے اور ہرات کا فتح کر لینا نہایت مبالغہ سے تحریر کیا اور لکھا کہ مجھکو صلح کی کیفیت سنکر جو ایران اور ترکون مین قرار پائی نہایت رنج اور تعجب ہوا۔ مین یقین کرتا ہون کہ تم اس بے عزتی کی صلح ہرگز پسند نہ کرو گے۔ مین خدا کے فضل سے جنگ آزما فوج لیکر جلد پہونچتا ہون تمکو انتظار کرنا چاہیے۔

اسی خط کے اخیر مین شیعونکے برباد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا خصوصًا اون شیعہ سردارون کو جو اسموقع پرست اور صلح سے خوش تھے اور کہتا ہے کہ یہ بے وفا گروہ (اہل اسلام) سے نکال دے جاوینگے اور اونکا قتل موجب ثواب اور زندہ رکھنا باعث عذاب ہوگا۔ اور ایک قاصد دربار قسطنطنیہ مین روانہ کیا کہ یا تو ممالک ایران واپس کرو یا لڑنے کی تیاری کرو اور ایک قاصد احمد پاشا بغداد کے پاس بھیجا کہ آزاد کنندہ ایران زمین آپہونچا اور زار کے ساتھہ بھی صلح کر لی اور ایران کے صوبے واپس لے لئے۔

نادر نے ان امور سے فراغت پاکے اصفہان کی راہ لی پہلے تو طہماسپ کو صلح کرنے پر ملامت کی اور پھر بہ ظاہر فرمانبردار بن گیا۔ ایک روز دعوت کے حیلے سے شاہ کو خیمے مین بلاکر قید کر لیا اور خراسان روانہ کیا۔

۲۶۔ اگست ۱۷۳۳ء (۱۱۴۶) میرزا مہدی نے لکھا ہے۔ اگرچہ طہماسپ قید کیا گیا لیکن بیگلربیگی۔ خزانچی۔ سامان محلات شاہی وغیرہ وغیرہ سب ساتھہ روانہ کیا گیا اور

عیش و نشاط کے اسباب مہیا کرنے کی ہی اجازت دیدی - اب تک بھی نادر نے تاج سر پر رکھنے کی دلیری نہ کی - چند افسران سپاہ اور ارکان سلطنت نے اس سے درخواست کی کہ حضرت ہی قابل حکمرانی ہیں - اونکی درخواست کو نامنظور فرما کے ارشاد کیا کہ یہ بزرگی صرف خاندان صفوی کا حصہ ہے - اور ایک آٹھ ماہ کے لڑکے کو عباس سوم کے نام سے تخت نشین کیا اور خود زمام سلطنت ہاتھ مین لیکر کارکن بنا - بعد رسوم تخت نشینی کے بغداد کی سمت روانہ ہوا - احمد پاشا بی جو لائق پولی ٹیشن اور بہادر جنرل تھا شہر کے بچانے کی تدبیرین کرنے لگا اگر قوپال پاشا ایک لاکھ فوج لئے ہوے وقت پر نہ پہونچتا تو نادر کے سامنے کچھ پیش نہ جاتی دونو فوجین سائرہ پر دریائے دجلہ کے کنارہ پر مقابلہ ہوا (۱۱ جولائی ۱۷۳۳ / ۱۱۴۶) یہ خونریز لڑائی جو ترکون اور ایرانیون مین ہوئی سب سے بڑی لڑائی تھی - اول مین تو فوج نادری نے ترکونکی صفین پریشان کردین لیکن عربونکی فوج نے جنسے نادر امداد کی امید رکھتا تھا عین لڑائی کے وقت نادر ہی پر حملہ کرکے بہت سے آدمی قتل کئے اور جوانمرد ترکون نے حملہ کرکے میمنہ و میسرہ کو شکست دی - سورجکی تیز کرنین اور گھوڑے کے زخم کاری نے نادر پر ظلم کیا - آٹھ گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار توپال کا پلہ بھاری نظر آنے لگا - بغداد مین باقیماندہ ایرانی قتل کئے گئے تب تو نادر کے لشکر مین کچھ ایسی بھاگ پڑی کہ وہان سے بھاگ کر ہمدان کے میدان مین جگہ سے دو سو میل پر پناہ لی - عجیب ترکی تحفہ سے اس لڑائی مین

۶۰ ہزار ایرانی کام آئے اگرچہ مخالف کا بھی نقصان کثیر ہوا لیکن فتح نے پورا کردیا فرار شدہ دانا جنرل نے سپاہیون اور افسرونکو بجائے ملامت کے دلداری کی انعام تہیار اور گھوڑے عطا فرمائے - بدلہ لینے کے واسطے آمادہ کیا - اس مہربانی سے بیگانی کی شہرت پھیل گئی اور دور دراز جگہو سے فوجین نئے سوار بھرتی ہونے کی غرض سے آنے لگے - دوبارہ پہلے سے زیادہ فوج لیکر ادسی میدان کی جانب روانہ ہوا - گر توپال کی کامیابی نے دربار قسطنطنیہ مین اوسکے ہزارون دشمن کھڑے کر دیے - سازشون اور روپے کی کمی سے فوج بھی کم کردی - اس مہم کے واسطے بخوبی اسباب مہیا نکر سکا مختصر سی فوج دشمن کے دو سکنے کو روانہ کی مگر بالکل برباد ہوئی - پھر تو تمام لشکر سے مقابل ہوا - بدنظمی سپاہ کی وجہ سے صف بندی بھی نہ کر سکا - چالاک ایرانی نے جلدی سے ہلا کیا - ترکی جنرل جان بچانے کے لئے پالکی سے گھوڑے پر سوار ہوا ایرانی سپاہی نے زرین کپڑونکے لالچ سے نیزہ سے ہلاک کیا اور سر قلم کر کے افسر کی خدمت مین حاضر ہوا - نادر نے اوسکے سر کو لیکر جسد کے ساتھ عزت سے روانہ کیا اور ترکون نے مناسب رسمین ادا کر کے مدفون کیا - نادر بغداد کے

نوٹ مسٹر جنس ہانوی دلچسپ حکایت اس جنرل کی اس طرح لکھتے ہین کہ توپال عثمان کو اول مین ایک ہسپانیہ والے نے قید کیا مگر فرانسیسی افسر وسنیٹ ارڈ ناڈ نے مول لیکر آزاد کر دیا - توپال نے اوسکا

لوسٹنے کی فکر مین تہا کہ فارس سے بغاوت کی خبر آئی - نادر اسطرف روانہ ہوا اور گورنر بغداد نے یہ تجویز کیا کہ دونون مملکتونکے حدود جیسا کہ سلطان حسین کے عہد مین افغانونکے حملے سے پہلے تہے مقرر کئے جاوین - مگر دربار قسطنطنیہ نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور عبداللہ پاشا قاہرہ کو بڑے بہاری لشکر کا سپہ سالار مقرر کرکے لڑائی یا صلح کرنے کو جیسا موقع ہو بہیجا - نادر نے جلدی سے آرمینیا اور جارجیا کو (۱۱۴۲ھ / ۱۷۳۰ء) قبضے مین لایا اور دریاے ارکسینز پر پل باندہ کر پار اترا - اور قفلیس گنجاہ اور ازدان دارالملک ارمینیا کو ترکون کو خوف زدہ کرنے کی غرض سے لوٹا - عبداللہ اپنی سپاہ پر جو شمار مین ایک لاکھ سے زیادہ تہی بڑا بھروسہ رکھتا تہا - میدان بغاوند مین اروان کے قریب ایرانیون سے لڑائی ہوئی اسوقت نادر نے اپنی فوج کو نہایت موثر اسپیچ اس مضمون کی دی کہ "تم ہوجری اور تہاذر لوگ جو قوم کو غلامی اور ملک کو بدنامی سے بچاؤگے - تم ہوجری اور شیر دل کرسنم اور اسفندیار کے معرکون کو بہلا دوگے اور تم مین ایک ایک دشمن سے آٹہہ آٹہہ کے برابر ہے اے اہل عجم پروردگار فتح کی جد وجہد کرو اور ہم نے اس رات خواب دیکہا ہے کہ غیبی

شکر یہ حسین اوسکی بربادی تالف کی عمدگی پائی جاتی ہے ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء اسطرح ادا کیا جیکہ وہ دولت عثمانیہ کا وزیر اعظم مقرر ہوا اوسنے فرانسیسی سفیر کو لکہا کہ میرے محسن کو لکھنو کو "جلدی آؤ" کیونکہ کبھی کبھی دیر عرصہ دراز تک اس عہدہ پر قایم رہ سکتا ہے" جب ارناؤ آیا اوسکو دس گنا

جانور شاہی خیمے میں گھس پڑا اور تنہا میں نے اوسکو قتل کیا۔ اس فال سے یقین ہے کہ خدا مغرور اور ظالم دشمن کو نیچا دکھاوے۔ یہ کہکر نادر نے فوج لیکر حملہ کیا اور دم بھر میں پرے کے پرے صاف کر دے۔ ہزاروں سوار پیادہ ہو گئے پیادہ کنار دامن میں جا گزین ہوئے۔ بازار موت گرم تھا اور لڑائی خوب گرم تھی ایک سپاہی ستم نامی عبداللہ پاشا کا سر لیکر نادر کے سامنے حاضر ہوا اوسنے حکم دیا کہ نیزہ پر رکھکر مشتہر کریں کہ عبداللہ مارا گیا۔ اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی ترک حیطۂ کوہستان سا بھاگ نکلے اور میدان میں کشتوں کے پشتے چھوڑ گئے۔ گنجاہ، طفلیس، کارس اور اردان پر نادر کا پورا عمل دخل ہو گیا اور دربار قسطنطنیہ نے ایسی مصیبت اور خونریزی کے بعد موافق تجویز احمد پاشا بغداد کے ملک واپس دیکر صلح کر لی۔

۱۱۴۶ھ ۱۷۳۳ء میں عباس سوم کا انتقال ہوا اور تخت خالی رہگیا۔ نادر نے ارادہ کیا کہ اب تاج شاہی سر پر رکھے۔ تمام شاہان ایران معہ رعایا کے موافق رسم قدیمی کے نوروز کو موسم بہار میں خوشی مناتے جشن کرتے ارکان سلطنت نذریں گذرانکر اور بسا خلعت اور ملازم انعام پاتے۔ نادر نے بھی اوسی دستور کے مطابق موگام ماکا دل موگام میں جو کہ آردبیل سے دریائے قاراون کے کنارہ تک پھیلا ہوا اور طول میں ۷۰ فرسنگ اور عرض میں ۲۰ فرسنگ ہے۔ عمدہ مناظر خوشگوار آب و ہوا سبل پھول کی کثرت

جواد سے خرچ کیا بنا دیا اور اہل دربار کے سامنے اوسکی بڑی تعریف کی جیکر تو یا اس وزارت پر علیحدہ ہوا فدا کا شکر بجا لایا۔ اور آخر میں خبر اس مقرر ہوا اور لڑائی میں جیطرح یہ ان ہوا مارا گیا۔

سے قدما اوسکو دنیا کی چار بہشتون مین سے گنتے تھے اور اب بھی سرزمین ایران تو کیا سنٹرل ایشیا مین اپنا نظیر نہین رکھتا - دربار کرنے کی تجویز کی - عارضی متعدد مکانات اور ہزارون قسم کے ساز و سامان تمام سلطنت کے روساء اور امرا کی مہمانداری کے لئے مہیا کئے گئے - کہتے ہین کہ اس شاہانہ دربار مین علاوہ شاہزادیون کے ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جمع تھے - جن لوگون نے دربار قیصری دہلی دیکھا ہے بخوبی اندازہ کر سکتے ہین - نادر نے جشن کے صبح کو امراء اور افسران فوجکو جمع کر کے اپنے سپیچ دی کہ "تمھارے اور عباس تمھارے بادشاہ تھے اور اوسی خاندان کے شاہزادہ تخت کے وارث ہین اونمین سے کسی ایک کو یا کسی دوسرے کو جسکو عقیل - صاحب رعب - جرئی منتظم اور نیک نیت خیال کرتے ہو - بادشاہت کے واسطے انتخاب کر لو اور یہ میرے لئے بہت ہے کہ مین نے ایران کو - افغانون - ترکون - اور روسیون سے ازاد کر کے پہلی شان و شوکت کو پہونچا دیا - یہ کہکر وہ علیحدہ ہوگیا تاکہ وہ مشورہ کر کے مرحلے کو طے کرین مگر فوراً لوگون نے اوسکو چلا کر کہا کہ جسنے ملک کو بچایا - بیگانہ حکومت سے آزاد کیا وہی سلطنت کے لائق ہے - پھر اونسے کہا کہ ایران کے تخت بیٹھنے کا خیال مجھکو کبھی نہین ہوا پھر وہ مصر ہوئے - یہان تک کہ بعد ایک ماہ کے تاج شاہی سر پر رکھکر تخت نشین ہوا اور اونکو مخاطب کر کے اسطرح کہا کہ "امن قایم رکھنے کی غرض سے بہت لڑائیون مین بے شمار جانین تلف ہوئین - اسلئے ہمکو وہ مذہب جو باعث فتنہ و فساد ہے اور شاہ اسمعیل صفوی نے داخل کیا ہے چھوڑنا چاہیے - جب سے یہ مذہب شیعہ پھیلا ہے خونریزی اور بربادی

ہونے لگی ہمکو لازم ہے کہ سنی مذہب اختیار کرین تاکہ سب جھگڑے مٹ جاوین چونکہ ہر مذہب کا پیشوا ہوتا ہے اسلئے ہمکو چاہیے اپنا پیشوا امام جعفر علیہ السلام کو جو اہلبیت سے ہین اپنا ہادی اور امام مقرر کرین (۱۷۳۶ء / ۱۱۴۹ھ) یہ سنکر کسی ملا نے اونکو نادر کو نصیحت کرنی شروع کی کہ تجکو دنیاوی نہ کہ دینی معاملات مین دست اندازی کرنی چاہیے وہ فوراً قتل کیا گیا پھر جان کے خوف سے کوئی نہ بولا اور تمام جماعت نے بظاہر تبدیل مذہب اختیار کر لیا تو ایک شاہی فرمان اعلان کیا گیا۔ اور نادر نے اونسے کہا کہ سلطان قسطنطنیہ سے اس معاملے مین کتابت کی جاوے گی کہ اہل اسلام کے چار فرق مین ایک فرقہ جعفری نام پانچوان زیادہ کیا جاوے اور پانچوان مصلے حرم کعبہ مین تعمیر کیا جاوے۔ اگرچہ اس تدبیر سے اوسکو بڑا فائدہ نہ ہوا لیکن نقصان بہت پہونچا کہ تمام ایران کی رعایا باغی اور اوسکی دشمن ہوگئی +

بہت سے لوگ علیحدہ علیحدہ وجہ بتلاتے ہین کہ نادر نے کیون ایرانیونکو جدید مذہب کی دعوت کی۔ شروع مین وہ مذہب شیعہ کا نہایت متعصب پیرو تھا اور ہر طرح اس مذہب کے شیعون مین سے تھا جسکے اوٹھانے کا مصمم عزم کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار بادشاہ کسی مذہب اور دین کا پابند نہ تھا بلکہ جس سے کام نکلتا وہی اختیار کر لیتا پہلے اپنے آپ کو صفوی بادشاہونکا غلام ظاہر کرنے اور افغانیونکو نکالنے کی غرض سے تشیع کو فروغ دینا چاہا۔ اور اب جب کہ صفوی خاندان کا خاتمہ کرنا تھا ہندوستان اور افغانستان کو ایک مین طاقت قایم کرنے کا وقت آیا تو وہابی مذہب مطلب کے موافق

اختیار کر لیا۔

نادر نے ۲۶ فروری ۱۷۳۹/۱۱۴۹ کو بوقت صبح جبکہ رمالون اور نجومیون نے بڑی تحقیق اور فکر سے ساعت مقرر کی ۸ بجے پر ۲۰ منٹ گذرنے کے بعد تاج شاہی سر پر رکھا۔ تخت نشینی کی رسمیں بڑی شان و شوکت سے ایک بڑے مکان میں جو کہ اسیواسطے تعمیر کیا گیا تھا ادا ہوئیں۔ اور اسیوقت مختلف سکے طیار ہوئے جنپر لکھا تھا ؎

سکہ بر زر کرد نام سلطنت دار جہان
نادر ایران زمین و خسرو گیتی ستان

اور چند پر الخیر ماوقع منقش تھا جبکو ظرفا نے الخیر ماوقع پڑھا۔ نادر چند روز بعد اصفہان میں گیا اور افغانونکی بیخ کنی کرنے کی تدبیرین سوچنے لگا۔ اسی سال جزیرہ بحرین تو کے خان گورنر صوبہ فارس نے عربون سے چھین لیا۔ دار الملک کے قوام سے شمشتنگ پہاڑون میں ایک قوم "بختیاری" بسیلی ہوئی تھی جو کہ قوبکنی کے وقت بلند پہاڑونکی چوٹیون اور غارون میں پناہ لیتی تھی اور موقع پاکر ملک تاخت و تاراج کرتی تھی۔ نادر نے اس خیالی امن کی پروا نہ کرکے جرار سپاہ کو چوٹیو پر سے اور کچھ سپاہ کو دیگر قافون سے اس جنگلی قوم کو شکار کرنے کے واسطے روانہ کیا۔ ایک ماہ کے عرصے مین اوس قوم کا سردار علی محمد پکڑا گیا اور قتل ہوا اس گروہ کو اور جگہ کاشت کرنے کے لئے دی اور بہت اونمین سے سپاہ مین بھرتی کئے جو قندہار کے محاصرہ مین بڑی بہادری سے لڑے۔ یہ قوم گورکھ سے بہت مناسبت رکھتی ہے جو کہ کابل مین سرکار کے واسطے

خوب جانبازی سے لڑی +

نادر موسم بہار میں خراسان اور سیستان میں ہوتا ہوا قندہار پہونچا لیکن یہاں پٹھانوں نے اسقدر فوج اور سامان جمع کیا تھا کہ اوسکے جلدی فتح کر لینے کی امید جاتی رہی۔ اوسنے نواح قندہار میں چھاونی نادر آباد کے نام سے آباد کی اور ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا ایک سال کے بعد ایرانیوں نے مجبور ہو کر پہاڑیوں کی بلندی پر جو شہر پناہ کے قریب تھی قبضہ کر لیا اور آہستہ آہستہ دیوار کو توڑتے رہے۔ بختیاریوں نے ایک مضبوط برج کو توڑ کر داخل شہر ہو کر لڑنا شروع کیا۔ گورنر نے اپنے کو دشمنوں کے حوالے کیا۔ نادر نے اوسکی جان بخشی کی اور بہت سے افغانوں نے ہتھیار لے لئے اور وہی فرمان جو شیعہ مذہب کے مخالف تھا منسوخ کر کے اونکو اپنی سلطنت کا خیر خواہ بنا لیا اور بہت افغانوں کو فوج میں معزز عہدے دیکر سرافراز فرمایا +

جبکہ قندہار کے محاصرے میں مصروف تھا خبروں نے قرب وجوار کے قلعے تابع کر لئے تھے اور رضا قلی نے تھوڑے عرصے میں وہ شہرت حاصل کی جو ایسے شاہزادے کے شایان تھی۔ قندہار کا حاکم بادشاہ بلخ سے مدد کی امید رکھتا تھا مگر رضا قلی نے اوسکو شکست دیکر دارالخلافت لیلیا اور دریائے جیحون (آکس) کو عبور کر کے اوزبکوں نے جبکہ بخارے سے آئے تھے لڑنے کی تیاری کی نادر نے بیٹے کے نام واپسی کا فرمان ارسال کیا اور اوزبکوں کے پاس اسمضمون کا مراسلہ بھیجا کہ میں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا ہے کہ وہ شاہ اوزبک اور دیگر سرداران توران

سے جنگ نہ کرے اور اون ممالک میں جہان کہ چنگیز کی اولاد حکمران ہے دوستانہ
برتاؤ کرے۔ بعضے مورخ لکھتے ہین جب کہ رضا علی واپس آیا تو نادر اس سے
رشک کرنے لگا نگر نادر نے اوسکا استقبال نہایت مہربانی اور محبت سے کیا اور
پورے اختیارات دیکر ایران کا گورنر مقرر کیا اور آپ جہانگیری ہین مصروف ہوا
یہ واقعہ اوس خیال کی تردید کرتا ہے +

جب کہ نادر افغانونکو فتح کر رہا تھا ایک نامہ بادشاہ دہلی کے نام ارسال کیا۔
کہ تم اپنے شمالی صوبہ داروں کے نام حکم بھیجدو کہ ایران کے دشمنونکو پناہ نہ دین نہایت
کوئی تسلی بخش جواب ہی نہ ملا۔ اور نہ خیر سے ایرانی ایلچی اپنے بادشاہ کے دربار
مین لوٹ کر گیا۔ نادر نے غصے مین اگر کابل پر حملہ کیا اور تمام ملک کا مالک
مین ہوگیا۔ نادر نے دوسرا نامہ جسمین اتحاد اور دوداد قدیم کی باتین لکھین ارسال کیا۔
لیکن نامہ بر کو ولیعہد عباس گورنر جلال آباد سردار افغانان نے قتل کیا۔ اب نادر
کو کچھ تامل ہندوستان پر حملہ کرنے مین باقی نہ رہا۔ یہ ملک سنٹرل ایشیا کے فاتحون
کا زمانہ قدیم سے جسکا پتہ تاریخ سے ہی نہین مل سکتا ۱۷۶۱ء تک رمنہ بنا رہا لیکن
سلسلہ وار حالات مسلمان فاتحونکے مل سکتے ہین۔ اور سب سے بڑا حملہ محمود غزنوی
کا تھا جس سے سلطنت اسلام یہانسے قایم ہوئی۔ پھر شہاب الدین غوری نے راجپوت
اور راجپوت خاندانونکو برباد کیا۔ اسکے بعد چند خاندانون نے حکومت کی۔ اگرچہ
اسی اثنا مین چنگیز خان نے وسط ایشیا مین نہایت فساد برپا کیا مگر اوس شر سے

ہندوستان محفوظ رہا لیکن ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے ایسا بے چراغ کیا کہ الاماں اوسکی اولاد نے ۱۵۲۶ء میں پھر بنیاد سلطنت قایم کی اور ایسی رونق دی کہ کبھی پہلے شاید ایسی نہ ہو اکبر نے نہایت عظیم الشان مملکت قایم کی۔ جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں کچھ تغیر و تبدل ہوا سوائے متوسل لائق کے نہیں ہوا۔ مگر آخری بڑے بادشاہ اورنگ زیب نے نئی جان ڈالدی اور سلطنت کو عروج کے آسمان پر پہونچا دیا۔ جب عصائے دولت اس تجربہ کار اور منتظم بادشاہ کے ہاتھ سے چھوٹا اوسکا سنبھالنا ایسے ہی شخص کا کام تھا جو اورنگ زیب ثانی ہوتا اور مرہٹوں کے دبانے کی لیاقت رکھتا۔ مرہٹوں میں چار جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ اور محقق اونکے نام کے اصل مالک مہاراشٹر انے جسکو زمانہ حال کے جغرافیہ دان دکن کہتے ہیں بنا تے ہیں۔ اونہوں نے تاریخی نام شاہجہان کے عہد میں حاصل کرنا شروع کیا۔ اورنگ زیب نے ۲۰ سال اونکے مغلوب اور برباد کرنے میں صرف کئے۔ لیکن بعد وفات اوسکے جانشین جنکی عزت و ہمت اتنی ذہن و ذکاوت کا پورا جواب تھی ہوسے اور روز افزوں مرہٹوں کی طاقت کا کچھ انتظام نہ کر سکے یہاں تک کہ صوبہ دار بھی خود مختار ہونے لگے اور درباریں ارکین دولت اپنی اپنی شہرت اور مال و دولت کے لالچ سے رقابت کرنے لگے بادشاہ کو کٹھ پتلی کیطرح خوب نچایا۔ رہی سہی عزت اٹھارویں صدی کے تیمور نے خاک میں ملادی اور بڑی سلطنت کا دیہچہ بحر بحر کر دیا اور ہندوستانیوں کو دست درازی کی جرات دی۔ جب کہ اس بلائے ناگہانی نے ہندوستان پر نزول کیا۔ محمد شاہ رنگیلے دہلی میں

بادشاہ تھے۔ عیش و عشرت کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ من آسانی اور نفس پرستی زندگی کا خاص مقصود تھا ہر وقت ہاتھ میں جام بغل میں دلارام تھا کسکو دماغ تھا کہ کچہری دربار کا کام کرے انتظام دوسروں کے سپرد تھا۔ وزیر اعظم خان دوران خان اقا کیطرح بندۂ عیش تھا جب ہر طرح انتظام خراب ہوتا گیا اور بہبودگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو پورانا خیر خواہ نظام الملک صوبہ دار دکن طلب کیا گیا مگر افسوس ہے کہ ایسے وقت پر بھی اس عقیل اور جہاندیدہ مرد کے اوپر باعث مخالفت خان دوران کے اعتماد جب تک خطرہ حد اعتدال سے نگذرانہ کیا گیا۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ اسی نے نادر کو لالچ دیکر بلایا مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ خیال میں آسکتا ہے کہ ایسا پورانا امیر الامرا خیر خواہ ایسی نامسعود حرکت کا مرتکب ہوتا۔ لیکن کمزور اور ضعیف العقل ہمیشہ کمزور و نزدیر سے اپنے بچانے کی فکر کیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی درباریوں نے یہ فقرہ تراشا۔ جیسا کہ ارکان سلطنت عقل و دانائی میں بے تدبیر تھے ویسا ہی فوج بہادری میں بے عدیل تھے۔ خیالی گھوڑدوڑ کی جولانگاہ کے واسطے میدان وسیع تھا یہ سوچکر تسلی کر لیتے تھے کہ بھلا ایرانی اُنکا قندھاریوں اور افغانیوں سے بچکر کہاں آسکتا ہے اور پھر جب یہ خبر اوڑی کہ وہ کابل تک آگیا تو یہ سوچکر دل خوش کر لیتے کہ کوئی نہ کوئی وجہ ایسی ہوجاوے گی کہ وہ یہاں سے لوٹ جاوے گا جب کوئی خاندوران سے کہتا "نادر ہندوستان کے نواح میں آگیا تو یہ سنکر کہدیتا کہ تمہارے گھر بہت بلند ہیں۔ لہذا نادر قزلباشوں اور مغلوں کے سامنہ دور سے دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی بادشاہ سلامت سے عرض کرتا تو وہ فرماتے کہ ہمارے ملک پر بزرگوں کی دعا ہے

کو دریائے اٹک سے اوپر کوئی نہیں آسکتا۔ دلی کا وربار ابھی تک خواب غفلت میں سرگران تھا کہ نادر نے جلال آباد میں قتل عام کیا اور نومبر ۱۷۳۸ء / ۱۱۵۱ھ کو دریائے اٹک سے عبور کرکے داخل پنجاب ہوا۔ دریائے روانی پر گورنر لاہور نے خفیف سا مقابلہ کرکے فرمانبرداری اختیار کر لی۔ نادر بلا روک ٹوک کرنال تک جو دہلی سے ایک درجہ شمال کو دریائے جمنا کے کنارے پر واقع ہے چلا آیا۔ اور مورچہ بنا کے لشکر کے چاروں طرف خندق بنا دی۔ یہ خبر سنکر محمد شاہ بھی ٹوٹی پھوٹی فوج اکٹھا کر کے بہت دنوں میں چار منزلیں طے کر کے اوسکے مقابلے کو جا پڑے اور برہان الملک سعادت خان صوبہ دار اودھ کا انتظار کرنے لگے ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۵۱ ہجری کو وہ بھی آگیا۔ ایرانیوں نے یہ چاہا کہ اوسکے لشکر کو شاہی عسکر سے نہ ملنے دیں۔ لڑائی شروع ہوگئی اور خاندوران بھی فوج لیکر اوس سے جا ملے۔ نادر کی سپاہ نے حملہ پر حملہ کیا۔ کبھی ایران کے آبدوزہ کار سپاہی کبھی دلی کے جوانمرد دو گھنٹہ لڑائی ہوتی رہی۔ دلی کے بڑے بڑے سردار کام آئے جنمیں خان دوران بھی تھا۔ تمام لشکر ڈیرا ڈنڈا چھوڑ کر چلتا بنا۔ بے شمار خزانہ۔ ہر قسم کی بیش بہا غنیمت۔ بہت سے ہاتھی۔ بہت قیدی ہاتھ آئے۔ مگر برہان الملک لڑتا رہا۔ آخرکار اسیر ہو کر لشکر فرلباش کے ساتھ لشکر گاہ میں پہونچا۔ چونکہ دن ایک گھنٹہ رہگیا تھا اور شاہی مورچے مستحکم تھے اسلئے اوسپر حملے کئے بغیر نادر خوگاہ کو لوٹ گیا برہان الملک نے نادر کو اسپر راضی کرلیا کہ حضور دو کرور لیکر یہیں سے تشریف لے جائیے وہ اس بات پر راضی ہوگیا۔ بادشاہ نے دوسرے سردار کو

اوسکی خدمت مین روانہ کیا - دوسرے دن خود بے قرار ہوکر ۱۷ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو ۱۹ فروری ۱۷۳۹ء
خود چلا آیا - جب نادر کے کیمپ کے قریب پہونچا تو اوسنے اپنے بیٹے ناصر علی خان
کو اوسکے استقبال کے واسطے روانہ کیا - جب بادشاہ دہلی خیمے مین داخل ہوا تو
نادر شاہ نے تعظیم کی اور مسند پر بٹھایا (اور اپنے نام محمد شاہ کو ہی جیسا کہ سکے کے وقت
ملنے مین دینے کا دستور رہا ہے) اور دوستی کی باتین ہونے لگین - نادر نے کہا
کہ آپنے میرے خط کا جواب نہ دیا اسلئے مجھے خود یہان آنا پڑا اور ایسا تغافل ہرگز بادشاہ کو
کرنا مناسب نہین - محمد شاہ نے جواب دیا کہ اگر یہ تغافل نہ ہوتا تو ملازمت کیونکر نصیب ہوتی
اس جواب سے نادر مسکرانے لگا اور کہا کہ تم اسباب جنگ اور جواہرات کو معہ عملہ فعلہ کے یہان
بلالو اور بیفکر سے یہان آرام کرو - الغصہ دونون بادشاہ ۳ جمادی الثانی کو دہلی مین داخل ہوے
نادر شاہی محلون مین اوترا اور جابجا حفاظت کے لئے اپنے سپاہیونکو مقرر کر دیا اور
حکم دیا کہ کوئی رعایا پر دست درازی نکرے -

چونکہ اتفاق سے اس سال نوروز اور عید الفطر ساتھ ہی ساتھ واقع ہوئی اسلئے
بڑی دھوم دھام سے جشن ہوا اور خطبون مین نادر کا نام پڑھا گیا - مشہور ہے کہ ایک
بہنگڑ خانے مین کسی بہنگڑی نے بھنگ کے رنگ مین چلاکر کہا کہ "واہ رے محمد شاہ رنگیلے
تیرے کیا کہنے" نقل بچہ کو ایک قلماقنی کے ہاتھ سے مروا ہی ڈالا" یہ ہوا تمام شہر مین
اوڑ گئی اور دہلی کے بدمعاش قزلباش نیر پل پڑی جس جگہ اور جہان ایرانی نظر پڑا قتل
کیا گیا - امرائے دہلی کا باجی مین اس قدر بڑھ گیا تھا کہ جن سپاہیونکو نادر نے حفاظت کیلئے

بشمن شہزادہ کا نام سرجان بیلکم ناصر علی خان اور مولوی محمد ذکاء اللہ نصر اللہ لکھتے ہین -

تانگ لائے تھے یا تو خود اونکو حملہ کر کے تہ تیغ کیا یا اور دونکے سپرد کیا۔ جب نادر کو اس قضیے کی اطلاع ہوئی اوسنے چند آدمی منادی کے لئے شہر مین روانہ کئے۔ یہ خبر (اصل) سہتے اور نادر زندہ ہے۔ وہان طوطی کی آواز نقار خانہ مین کون سنتا تہا۔ اونکے یہی جان پر آبنی۔ تمام رات نادر صبر کئے بیٹہا رہا مگر خلاف حکم نادر کسینے ہاتہہ پیر بھی نہ ہلائے صبح کے وقت نادر نے خود سوار ہوکر شہر کے کوچون مین پھرنے کا ارادہ کیا۔ جب اوسپر بھی پتھرونکی بوچہار شروع ہوئی کسینے فیر ہی کر دیا۔ اگرچہ وہ بچا لیکن ایک ملازم اوس کے پہلو مین مارا گیا۔ جب تمام راہون مین قزلباشونکی نعشین دیکہین تو نادر نے قتل عام کا حکم دیا کہ جہان ہندوستانی نظر پڑے زندہ نہ بچے پہر تو دم بہر مین ہوا پہر گئی۔ شہر والونکا ہاتہہ کا کام رہگیا۔ عزرائیل کے بھی اوسان خطا ہو گئے۔ خوف سے خلقت خود بخود گلا کاٹ کاٹ دینے لگے دوپہر تک گلی اور کوچون مین مردون سے رستے بند ہو گئے ادہر تو تیغ جہان سوز نے متاع جان کو جلاکر خاکستر کر دیا۔ ادہر آتش غضب نے مال واسباب کو خاک سیاہ بنا دیا۔ نادر تنگی تلوار کئے روشن الدولہ والی مسجد مین بیٹہا تہا کسیکا مقدور نہ تہا کہ شفاعت کے لئے زبان ہلاتا۔ سارے امراء اور ارکان دولت ہاتہہ باندہے نیچے نظر کئے کھڑے تہے اوسکے غضب کو قہر خدا تصور کرتے تہے۔ جب بادشاہ دہلی کو معلوم ہوا کہ رعایا قتل ہوئی جاتی ہے تو روتا ہوا آصف جاہ اور قمرالدین خان کو لیکر نادر کے پاس آیا اور رعایا کے قصور معاف کرنے کی التجا کی۔ نادر نے کہا کہ بادشاہ ہند کی درخواست سے کبھی خونریزی نہین ہوئی یہ کہکر

تلوار نیام مین کرلی - پھر تو دفعتاً تمام شہر مین امن کی منادی ہوگئی - جہان جسکی تیغ تھی وہین رک گئی - اس معرکے مین مورخون نے آٹھ ہزار سے لیکر دیڑھ لاکھ ہندوستانی اور سات سو سے ہزار تک ایرانی مقتولون کا تخمینا کیا ہے - بہرصورت یہ ہنگامہ دونونکے لئے زوال کی لڑائی سے زیادہ خونریز تھا کیونکہ اسمین ہندوستانی بیس ہزار اور ایرانی صرف تین ہی کام آئے تھے - جو امیر بھاگ کر دہلی سے چلے گئے تھے نادر کے غضب سے جان بر نہ ہو سکے - معلوم ہوتا ہے کہ نادر کا ارادہ اسطرح قتل عام کا نہ تھا مگر اوسکو اوس وحشیانہ حکم پر حضرات ہندوستانیون ہی نے مجبور کیا +

چند روز کے بعد نادر نے اپنے بیٹے کی شادی محمد شاہ کی بیٹی سے کی - تمام سوگ و ماتم کی مخلین بیاہ رنگ کے جلسون سے بدل گئین - جاننا چاہئے کہ باشندگان ہند کیسے کمینے ہوگئے تھے - بادشاہ سے لیکر امیر و وزیر سب ایک رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے - ایرانی ابھی دلی سے بھی نہ گئے تھے کہ محفلون مین نقلین کیجاتین - ایرانیونکے چہرے غضبناک اور خونخوار بنائے جاتے اور ہندوستانی جان و مال کے واسطے اونکے پیر و نیز گڑگڑاتے ظاہر کئے جاتے - اسپر اہل مجلس خوش ہوتے -

نادر دہلی مین ۵۸ روز ٹہرا محمد شاہ سے خلوت مین ملاقاتین رہین اور انتظام سلطنت و نظام دولت کی تدبیرین بتاتا رہا - وزرا و امرا کو خیرخواہی کی تاکید کی - آس پاس کے

حاکموں کے نام گشتی حکم بھیجا "تمکو چاہیئے کہ خاندان تیمور کے فرمانبردار رہو اور اخیر کا فقرہ یہ تھا کہ "من و محمد شاہ یک روحیم و دو قالب اگر خدانخواستہ جنبش طغیانی شما بانسبت بادشاہ گوشزد من شود نام شما از صفحہ خلقت محو خواہم کرد" آگرچہ نادر دربار دہلی کی عزت کرتا لیکن بادشاہ اور اوسکے عیاش ملازموں کو حقیر خیال کرتا تھا۔ ایک روز قمرالدین خان سے پوچھا کہ آپکی کسقدر بیبیاں ہیں اوسنے جواب دیا کہ سات ہے آٹھ سو نادر نے اپنے نوکروں سے کہا کہ ڈیڑھ سو قیدی عورتیں وزیر کے یہاں بھیجدو تاکہ وزیر صاحب کو منصب باندی (یعنے افسری ہزار آدمیوں کی) حاصل ہو +

اب نادر نے اپنے آنے کا خاص مطلب نکالنا چاہا۔ یعنے مال وصول کرنا۔ شاہی خزائن پر قبضہ کرکے بیگمات کا زیور اور نقد اپنا تخت طاؤس کچھ نہ چھوڑا۔ بڑے بڑے امراء کے گھر بھی ضبط کر لئے۔ چھوٹے رکابدار نیز عورتوں تک کے گہنے چھین لیا۔ خوشحال رعایا سے اپنا پانچ طلب کیا۔ سوائے دفائن کے جو نیزرگوں سے جمع ہوتے چلے آئے تھے اور بیش بہا جواہرات قسم قسم کے قیمتی نیز بادشاہ نے اور نیز سرداروں نے بادشاہ کی سپردی کرکے تمام اندوختہ اور ہیبت سے گرانبہا نذرانہ جبراً قہراً نادر کے سامنے پیشکش کئے اور دور و دراز صوبوں سے باقی محصول بھی طلب کیا گیا۔ جب کہ قمرالدین خان وزیر کے ایلچی نے سرفراز خان صوبہ دار بنگال کے

لہ نادر کی دو بیبیاں تھیں ایک سفر میں ہمراہ اور دوسری شاہی محلوں میں رہتی۔ نادر اوس امیر کو جسکی ایک سے زیادہ زوجہ ہوتی ملامت کرتا +

دو مابین نادر کی آمد بیان کی تو اس نے بموجب نصیحت حاجی احمد خان کے تین سال کی مگذاری دہلی کو روانہ کی اور خطبہ مین نادر کا نام پڑہا۔ اس روپے کے وصول ہونے کی مصیبت کو ہندوستانی عاملون نے بہت ترقی دی یعنے اگر نادر نے دس ہزار طلب کئے تو اونہون نے چالیس پچاس ہزار وصول کئے۔ ہزارون پور اسنے رئیس ورّون سے پٹے۔ بہت سے قیدی غلام بنائے گئے۔ خصوصاً یہ وقت ہندو مالدارون کے لئے نہایت سخت تہا جو کہ روپے کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تہے خود کشی کرکے اپنے اہل وطن سے جا ملے یا۔ بلے غرقی کے ڈر سے گھرون مین کچہہ کھاکر سو رہے۔ دلی کے کنوئین چاہ بابل ہو گئے۔ آخر کار جب کوئی ٹھکانا روپیہ لینے کا باقی نہ رہا تو عزم مراجعت کیا اور بادشاہ کو زیور پہنا تخت پر بٹہایا اور عہدنامہ لکہا گیا۔ جسمین دریائے سندہ کی مغرب کی طرف کا ملک ایران کی قلمرو مین ملایا گیا۔ اس غنیمت کو کوئی پندرہ کوئی تیس کوئی ستر کرور کا لکہتا ہے اور بے شمار جواہرات بتاتا ہے جنکی قیمت کا اندازہ نہین ہوسکتا۔ جب نادر کو معلوم ہوا کو سپاہیون نے جواہرات چہپا رکھے ہین۔ اسباب کی تلاشی لی جو کچہہ ملا ضبط کرلیا۔ مگر سپاہی اس سے ناراض نہین ہوئے کیونکہ قندہار کی فتح کی خوشی مین تین ماہ کا انعام تمام سپاہ کو دیا تہا اور ایسا ہی فتح کرنال کے بعد کیا۔ اور جب ہندوستان سے لوٹا خوب انعام اکرام اور سرداروں کو خلعت دیے بعضے یہ کہتے ہین کہ نادر نے یہ جواہرات اسواسطے لیلیے کہ سپاہی دولتمندی سے عیش پسند نہ ہوجاوین۔ چونکہ دربار دہلی نے دوستی کے حقوق پر کچہہ بھی

لحاظ نہ کیا اور فراری افغانونکو اپنے ملک مین پناہ دی اور وے سہارا پاکر اپنے ملک کو حاصل کرنیکو مستعد ہوئے اور ایران کو اونسے پھر ٹرنا پڑا اور سکے ایلچیون کو جواب سے ہی جواب نہین ملا بلکہ جان بھی نہ بچی اور یہ سبب اول اوسکی مہم کا ہے دوسرا باعث یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو نقصان افغانون سے لڑنے مین ہوا اور خزانہ ایران خالی ہوگیا اوسکو کسی زرخیز ملک کی غنیمت سے پورا کرے ماسوائے اسکے نادر نے جو سپاہ جوش ایران مین پیدا دیا اور فوجکو ملک گیری کا خیال ہوا اگر دوسری سلطنتونکے فتح کرنے مین صرف نہ کیا جاتا تو باہمی تکرار سے کٹ مرتے اس لحاظ سے یہ حملہ خالی از دانشمندی نہ تھا۔ جب ہم پڑھتے ہین کہ ہندوستان کو فتح کیا اور پھر تاج بخشی کی تو اوسکے اولوالعزم اور صاحب ہمت ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ لوگ قتل عام دہلی سے نفرین کرتے ہین مگر قتل عام غدر سنہ ۵۷ یہ ثابت کرتا ہے کہ جبار بادشاہ اکثر ایسا کر گذرتے ہین جو نادر کا خط ذیل مین درج ہے اوس سے مختصر و دلچسپ حال معلوم ہوگا۔[1]

---

[1] نادر نے اپنے بیٹے رضاقلی کو لاہور سے لوٹتے وقت لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے

اول خبر سے از جنگ فوجے ارباب ایران با سعد خان سنکر سند قلیہ ایرانیان سیدہد و بعد از کشتنے کہ برائے منع ملحق شدن لشکر سعادت خان بہ لشکر محمد شاہ نمود و فائدہ بران مترتب نشدہ بود سے [illegible] و بسیاران سے گوید بدین مضمون کہ چون این مدبر محمد شاہ رسید منتظر گشت و سنکر خود را با نمودہ در سیدان صف محاربت آراست و ما کہ در آرزوے چنین بودیم قرار دل بہ جہت صیانت اردو گذاشتہ

نادر کی سپاہ کو جاتے وقت اس ملک کی گرمی نے سخت تکلیف دی اور پنجاب کے دریاؤں اور اٹک کے پار اترنے میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں کیونکہ عارضی پل کے بنانے میں بہت دیر ہوئی اور ڈاکو لوٹ مار سے تنگ کرنے لگے جیسا چند صدی پیشتر محمود کو سومنات سے پھرتے وقت دق کیا تھا جب ہندوستان کی حد سے نکلا کابل کی پہاڑی قوموں نے حملہ کرنے کا عزم کیا۔ راستہ کی ناہمواری نے لشکر کو دو چند کر دیا +

ایرانی اپنے محمد بادشاہ کے واپس آنے پر بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اس فتح کا ثمرہ جلدی پالیا۔

۱۷۴۰ء = ۱۱۵۳ھ میں نادر نے ایران میں جاتے ہی ہر قسم کا سہ سالہ محصول معاف کر دیا اس سبب سے تمام رعایا مالا مال اور خلقت خوش حال اور فراغبال ہوگئی۔ جو کچھ اوسنے غنیمت میں حاصل کیا تھا اوسکو خوب سا لغہ سے بیان کیا ہے۔ نادر ہزاروں کاریگروں اور ماہران علم موسیقی کو ہندوستان سے لیگیا جسکے باعث لوگوں نے خیال کیا کہ اب نادر عیش و عشرت سے باقی زندگی بسر کرے گا۔ ایرانی کیا محقق کیا جاہل سب کے سب عجیب الخلقت جانور (ہاتھی) کے دیکھنے کے مشتاق تھے۔ کیونکہ اونہوں نے اس جانور کی صرف تصویریں ہی دیکھی تھیں۔ اس دفعہ اہل ایران نے نادر کا ایسی شان

واز قادر متعال استعانت جستہ بر دشمن حملہ بردیم تا دو ساعت تمام تنور حرب گرم بود و آتش توپ و تفنگ خرمن سوز عرصہ را بعد ازان بعون الٰہی بہادران شیر شکار صف خصم را بر ہم زدہ

وشکست سے استقبال کیا کسر سے وجم کے قصے افسانہ ہو گئے اور اس ہیرو کی توریف میں لوگوں نے ہزاروں قصیدے لکھے +

ناور کی سپاہ بعد مہم ہندوستان کے آرام کی طالب ہوئی اور ناور نے بھی اوسکو منظور فرمایا۔ ناور بعد عبور دریائے اٹک کے سندھ کے ایک صوبہ دار کو باجگذار بنا کے کچھ فوج دے گیا۔ اس میر نے پیچھے ناور کو ہندوستان میں آنے کی ترغیب کی اس سے یہ غرض تھی کہ بعد شکست شاہ دہلی کے خود مختار سلطنت قایم کرے مگر جب دیکھا کہ یہ تو ناور کے قبضہ میں گیا تو اپنا تمام مال و اسباب لیکر امرکوٹ[1] میں چلا گیا اور مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اوسکا دار الخلافہ فتح ہوا اور لوٹا گیا لیکن وہ ناور کی خدمت میں حاضر ہوا ناور نے خطا معاف فرما کر اوسکو بحال کیا اور اوسنے باجگذاری کا عہد نامہ تحریر کیا...

انیان را مستغرق کردند۔ ازین مقام تفصیل تا ہائے اعاظم امرا کہ کشتہ و زخمی و اسیر شدند نوشتہ از جملہ مقتولین خاندوران، از امرین سعادت خان را ذکر سے کند و بعد سے گوید کہ این جنگ دو ساعت طول کشید و دو ساعت دیگر صاحبقران غنایم را تاراج کردند ہنوز یک ساعت از روز باقی بود کہ معرکہ حرب بکلی از دشمن پاک شد و چون احکامات اردو سے انیان محکم و مضبوط بود فرمان دادیم

---

[1] یہاں سے ہمایون نے شیر شاہ کے ڈر سے پناہ لی اور ۱۵۴۲ء میں اکبر پیدا ہوا۔

نادر نے ۱۱ مئی سنہ ۱۷۴۰ء کو ہرات میں داخل ہو کر تمام جواہرات اور عمدہ اسباب اور نفائس ہندوستان کو سجا کے نمایش کی حسین تخت طاؤس بھی رکھا تھا یہ شاندار جلسہ ۱۴ جون سے شروع ہوا اور کئی روز تک رہا - درباری عیش کرتے تھے سپاہی تاج رنگ میں مشغول تھے ہر طرف سے صدائے رقص و سرود بلند تھی ہر شخص نے اپنے مقدور بھر عیش کے سامان مہیا کئے غرض اس جشن شاہانہ کی شوکت و عظمت کی افواہ ممالک اور دشت میں پھیل گئی - یہاں سے نادر جانب بلخ روانہ ہوا (یہاں سے رضا قلی کو انعام اور بدایا عنایت فرمائے) اور دریائے جیحون کے عبور کی طیاری کی شاہ بخارا کو سزا دینے کا ارادہ کیا - کیونکہ جب ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا اوزبک نے خراسان میں کئی حملے کئے - اس مہم سے نادر کا مقصود سلطنت کا وسیع کرنا نہ تھا بلکہ وہ باشندگان ترکستان کو سزا دینا چاہتا تھا - ابوالفیاض خان حاکم قوم ازبک اگرچہ چنگیز خان کی اولاد میں ہونے کا دعوے کرتا لیکن اوسمیں سکت باقی نہ تھی نادر نے اپنا وزیر اوس کے پاس روانہ کیا کہ اگر تم بربادی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو فرمانبرداری اختیار کرو اس عرصے میں لشکر بھی جلدی جلدی منزلیں طے کرتا ہوا ۲۳ - اگست کو بخارا میں

کہ از یورش دست بدارند خزانہ بسیار و چند فیل و قدرے از توپ خانہ پادشاہ ہندوستان و نفائس غنایم از ہر قسم بہ سبب این فتح بدست افتاد و از بیست ہزار متجاوز از دشمن بخاک ہلاک افتادند و سیصد پیش ازین نیز در قید آسار در آمد بعد ازین جنگ فی الفور لشکر

داخل ہوا اور شہر سے ۱۲ میل کے فاصلے پر چھاؤنی کی۔ ابوالفیاض خان معہ اہل دربار کے حاضر ہوا نادر نے دربار میں اوسکو عزت کی جگہ بٹھایا اور چند روز بعد تخت نشینی کی اجازت دی۔ صلح نامہ لکھوالیا۔ دریائے جیحون دونوں سلطنتوں کے درمیان حد مقرر ہوئی۔ حاکم بخارے کی لڑکی سے نادر کے بھتیجے کی شادی ہوئی۔ نادر نے بہت سے تاتاری لوگونکو اپنی فوجمیں بھرتی کیا۔

پھر نادر نے اپنی فوج کارخ ملک خوارزم کی جانب کیا جو کہ دریائے جیحون پر واقع ہے اور بحر خضر (لیسین) تک پھیلا ہے۔ یہاں کا حاکم البرز نام نہایت سفلہ تھا اسنے سرحد ایران پر بہت ظلم کئے تھے ابوالفیاض خان نے اوسکو چند آدمی نصیحت کے لئے روانہ کئے کہ بخراطاعت کے چارہ نہیں مگر اوسنے اُن لوگونکو قتل کیا اور اپنے قلعہ پر بھروسہ کئے بیٹھا رہا جب نادر سے لڑائی ہوئی تو فوج قتل کیگئی اور خود اسیر ہوا۔ نادر نے البرز کو معہ ۲۰ سرداروں کے قتل کر کے اوس جگہ کا حاکم طاہر خان زیدی چنگیزی کو جو کہ حاکم بخارے کا بھتیجا تھا مقرر کیا۔ اس سال نادر نے

محمد شاہ را احاطہ کردہ راہ مراودت با اطراف وحوالی را بر ایشان مسدود ساختم وتوپہا وخمپارہ ہا را بجہت باخاک یکسان کردن احکامات مہیا نمودیم چون اختلال واعتشاش غلیے درارد وے ہندیان راہ یافتہ بہیچ وجہ آوارہ پذیر نبودند۔ محمد شاہ از درو ے اضطرار لابد شدہ بعد از یکروز در پنجشنبہ ہفتدہم ذیقعدہ نظام الملک را بارد وے ما فرستادہ روز دیگر خود با اعیان ملک حضور رسید

قلات کا ارادہ کیا وہان جاکر اوسکی ترقی کے اسباب مہیا کئے شاہی محلات بنوائے اور تمام خزائن وہین جمع کئے اور آرام سے بسر کرنے کا قصد کیا قلات مشہد سے ایک درجہ شمال کو اور درکوہ مین واقع ہے درہ کوہ نہایت سرسبز اور شاداب ہے اسمین دو کوٹ اور ایک سنگ مرمر کا محل بادشاہ کے لئے تعمیر ہوئے قلعہ کوہ سنگ ۵ میل کی چڑہائی ہے - پہر ایک میدان ملتا ہے اگرچہ یہ اسقدر شاداب نہین لیکن فرحت بخش ہے - یہان ہی دو کوٹ جو قلعہ قلات کے نام سے مشہور ہے واقع ہین اور کوہ سفید کے موافق مضبوط خیال کئے جاتے ہین - یہ ایسی مستحکم جگہ ہے کہ اگر ایک آدمی اوپر سے پتھر لڑکاتا رہے تو دشمن کی بڑی بھاری فوج بھی شکست سے کامیاب ہو

نادر چند روز بعد مشہد مین داخل ہوا اور اوسکو ۱۷۴۱ء / ۱۱۵۴ھ مین پایہ تخت بنایا اور تین ماہ تک خوب عیش کرتا رہا - پانچ سال مین پانچ بادشاہ مغلوب ہوئے (دو افغان سردار اشرف اور حسین - محمد شاہ بادشاہ دہلی - ابوالفیاض خان شاہ بخارا

در وقتے کہ محمد شاہ روبابدوے آمد بملاحظہ انیکہ با ترکانیم و او نیز از سلسلہ ترکانیہ و خانوادہ گورکانیہ است فرزند عزیز نصر اللہ میرزا را تا بیرون اردو بہ استقبال فرستادیم - وارد خیمہ پادشاہی ما گشت بملاحظہ قرابت ایلی آنچہ لازمہ احترام پادشاہی وے بود معمول داشتیم و او مہر سلطنت جہندا با سپردہ و ما حکم کردیم کہ کسے متعرض سرپردہ شاہی و متعلقان سرائے سلطنت و امرا و اعیان

البرز والی خوارزم) سلطنت ایران صرف دشمنون سے ہی نہین بچائے بلکہ اوسکے حدود وسیع کئے شمال مین دریائے جیحون مشرق مین دریائے سندہ اور مغرب مین دریائے ارکسیز قایم ہوئی اور نادر نے یہ ارادہ کیا کہ ترکون کو دجلہ اور فرات کے وادی سے نکالدے۔ اس سے پہلے اوسنے اپنے بھائی ابراہیم خان کے خون کا بدلہ قوم لیزگی سے لینا چاہا۔ جبکہ نادر داغستان مین گذرا تھا ایسا حادثہ واقع ہوا جس سے دفعتًا ایران کی تمام امیدین برباد ہوگئین اور وسیع مملکت کی مستقیم بنا متزلزل ہوگئی۔ جب کہ نادر معہ فوج کے قوم لیزگی سے ملنے کو جاتا تھا دشت ارزندان مین ایک شخص نے درخت کی آڑ سے ہو کر اوسپر گولی چلائی۔ نادر کا ہاتھ زخمی ہوا اور گھوڑا مر گیا۔ شاہزادہ رضا قلی اور اوسکی فوج نے بہت تجسس کیا۔ لیکن وہ گمنام جنگلون مین گم ہوگیا چند روز بعد وہ پکڑا گیا میرزا مہدی نے اوسکا نام آغا میرزا پسر فلاور لکھا ہے جسکو نیک قدم نے بادشاہ کے جان لینے کیواسطے مقرر کیا تھا نادر نے اوسکی صرف آنکھین نکلوا کر چھوڑ دیا۔ اس حادثے سے یہ نامور ہیرو ایسا پژمردہ دل ہوگیا

مملکت نمود و در نیوقت پادشاہ وحوم پادشاہی وجمیع اکابر و اعاظم ہندوستان کہ از اردو حرکت کردہ اند بدہلی رسیدہ اند و انیز در بیست و نہم ذیقعدہ بجانب دہلی حرکت خواہم کرد ارادہ این ہست کہ نظر بہ اخلاص نسب محمد شاہ و قرابت اعلی کہ نیا بین است اورا دوبارہ بر پادشاہی ہندوستان مقرر نمودہ تاج سلطنت بر سرش نہیم حمد خدایرا کہ با نجام چنین کار ما را قدرت داد۔

کہ پھر کبھی خطرناک لڑائی مین شامل ہوا - اس پہاڑی قوم نے بہادری سے مقابلہ کیا اور بسبب ناہموار کوہستانی راہون اور گھاٹیونکے انکا مغلوب ہونا دشوار تھا - جبت کارآمدہ ایرانی رسالے کام آئے - اور فوج روس نے جو استراخان مین جمع ہو رہی تھی پہاڑی قوم کو اور بھی بہت دلائی کیونکہ سردار قوم لیسغی نے ایک خط خوشامد آمیز روسی جنرل کو لکھا کہ آپ ہماری مدد کیجیے اور ہم بھی ۶۰ ہزار آدمی میدان جنگ مین لا سکتے ہین آخرکار نادر کو فتح حاصل ہوئی لیکن نقصان بھی بہت ہوا -

جس روز سے نادر پر وحشی قوم کے قاتل نے حملہ کیا تھا اوسکو رضا قلی پرتنگ گذرا اوسکو طلب کرکے باز نجیر کیا اور پھر نور بصر باپ کے نظر کیا (۱۱۵۶ھ ۱۷۴۳ء) مسٹر ہانوی جو دو سال بعد اس واقعہ کے ایران مین گیا بیان کرتا ہے کہ اس قاتل کو رضا قلی نے سفر کیا تھا اور آپ جبکہ نادر ایران مین تنہا خود مختار بننا چاہتا تھا اور مظلوم بادشاہ طہماسپ صفوی کو جو سبزوار مین قید تھا قتل کیا لیکن بادشاہ بموجب حکم نادر قتل کیا گیا - نادر نے پھر رضا قلی سے بہت ملایمت اور نرمی سے گفتگو کی اور معاف کرنے کا بھی ارادہ کیا - اگر رضا قلی جرم سے توبہ کرتا - لیکن غضبناک نوجوان نے کہا میں چاہتا ہون کہ دنیا کو ایک سفاک ظالم کے پنجے سے بچاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہرحال اس مصنف نے کسی ایسے شخص سے سنا جو حکم ان بادشاہ کے گناہ چھپا رکھنے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اسوجہ سے زیادہ قابل اعتبار نہین لیکن میرزا مہدی — برایوٹ سکریٹری اس چیار بادشاہ کا لکھتا ہے کہ اوس قاتل نے رضا قلی کا نام براہ مکاری نادر کے سامنے بیان کیا حکیم باطن (۱۱۵۶ھ)

جو نادر کے دربار میں بہ مقام دربند ۱۷۴۱ء میں حاضر ہوا اور اوسکے ساتھ ۱۷۴۳ء تک جنگ قتل کرتا رہا۔ کہتا ہے کہ رضا قلی بالکل بے گناہ تھا اور نادر اس حادثہ کے بعد درد فرزندی سے دیوانہ کیطرح اظہار غم کرنے لگا اور پچاس امراء کو جو اوسوقت موجود تھے ایسا کہا کہ تمنے اپنے ملک کے چشم و چراغ کی آنکھوں کے واسطے کیوں نہ جان قربان کی۔ نادر اس حادثے سے ہر وقت غمگین اور رنجیدہ رہنے لگا اور بعد کامیابی جنگ لیسنی سے کسیکی خوشی کا خواہان نہ ہوا اور باقی زندگی غم و اندوہ میں بسر کی اور جو تین سال تک جنگ ترکان میں مصروف رہا وہ جوش و خروش جو اوسمیں بدقدرت تھے کوٹ کوٹ کر بھرا تھا ظاہر نہیں کیا۔

جلدی جلدی ایرانی بصرہ بغداد موصل فتح کرتے چلے گئے اور دوسری سال اردن کے قریب اوسی میدان میں جہاں ترکوں کے مقابلے میں پہلے فتح حاصل کی تھی مقابلہ کیا۔ ترکوں کا سردار خوف زدہ ہو کر بھاگا قتل ہوا اور نادر کامیاب ہوا۔ یہ اسکی اخیری فتح تھی جو نام کے خوف سے حاصل ہوئی۔

۱۷۴۵ / ۱۱۹۵ھ میں صلح ہوگئی اور اس روحانی مصیبت میں گرفتار ہو کر اوس دعوے سے کہ پانچوان مصلے حرم کعبہ میں بنایا جاوے دست بردار ہونا پڑا اور جانبین کے قیدی رہا کئے اور نیز یہ بھی عہد کیا گیا کہ ایران کے حجاج عرب میں نہ ستائے جائیں عراق اور آذربائیجان سوائے ترکی مقبوضات کے سلطنت ایران میں شامل کئے جائیں۔ اخیر عمر میں نادر نے اپنی رعایا پر بہت ظلم و ستم کئے جسکی نظیریں

دنیا کی تاریخ مین بہت کم ملینگی

نادر خوب آگاہ تہا کہ مذہبی حملہ اور تلوار کے قتل سے اور بہی بدنام ہوگیا اسیوجہ سے وہ تمام اہل تشیع بلکہ کل باشندگان ایران کیطرف سے شک کرنے لگا اوسکو افغانی رعایا اور افغانی سپاہیونپر اعتماد تہا جو کہ سنی المذہب تہے - ایرانی امراء اور سردارونکے قتل کی فکر اور تدبیرین ہونے لگین اور ہر جگہ آتش فتنہ وفساد بھڑک اوٹہی - دفعتاً - فارس - شروان - اور مازندران مین بغاوت پہیل گئی اور نادر کے دیوانہ پن کے حکمونسے شہر کے شہر قتل کر کے بے چراغ کردئے گئے - رعایا نے آبادی چہوڑکر ویرانونمین رہنا اختیار کیا - اور جب نادر اپنے باغی بھتیجے علی قلی خان کی سرکوبی کے واسطے چلا تو ہر ایک ایرانی سپاہی کو قتل کیا چند بڑے افسرونکے قتل کرنے کے واسطے ایک فہرست مین نام لکھے گئے اتفاقاً اونکو بہی معلوم ہوگیا اونمین سے چار - محمد قلی خان سردار اقوام افشار - صالح بیگ کپتان باری گارڈ - اور دو اور سردار جب کہ اپنی جگہ پر متعین تہے رات ہوتے ہی جب بادشاہ سوتا تہا خیمے کے اندر گھس پڑے - گو بادشاہ اس شور وغل سے چونک اوٹہا اور دو کو اپنی تلوار سے قتل کیا - لیکن صالح بیگ کی ضرب نے اوسکا کام تمام کیا ۵

بیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند نہ نادری

کسی شخص نے مرنے کی تاریخ فی النار والسقر　　معہ الحجد والبلد
لکھی ہے۔ اگرچہ پدر داں کی ترکیب غلط ہے۔

اس عجیب و غریب شخص کے افعال اور عادات پر
مختصر ریمارک

نادر نہایت پست حالت مین پیدا ہوا وحشی قوم مین اپنی جبانی طاقت۔ جرامردی فطرت انسانی سے جو کہ بعد مین تجربہ سے بڑ گئی نام آور ہوا اوسکی وطن کی ذلیل حالت نے اوسمین شریفانہ خیال اور علو ہمتی پیدا کر دی اور اشرف کے مقابلے مین۔ کامیابی سے بادشاہی کے رتبہ کو پہونچا دیا۔ افغانونکو نکالکر ترکونکو شکست دیکر اور روسیونسے صلح کر کے ایران کو پہلی عظمت و شوکت پر پہونچا دیا اور بعد فتح قندہار اور کابل کے بہادر دشمنونکو مطیع اور فرمانبردار کر حامی اور مددگار بنانا چاہا اور مہم ہندوستان کا سبب بخوبی بیان کیا گیا۔ یہانکی دولت اور غنیمت سے ایران کی سلطنت عظیم الشان نظر آنے لگی اور بخارے کا حملہ ہی حذاقت اور دانشمندی سے خالی نہ تہا کیونکہ اوسکو تابع کر کے ہمسایہ کے واسطے سرحد ایران مین امان قایم کیا اور اوسکی طاقت شہرہ شہرل ایشیا مین پہیلگیا اور جو سلوک ابوالفیاض خان اور بادشاہ ہند کے ساتھہ کیا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ بے سبب غیر ملکون کو قبضے مین لانا نہ چاہتا تہا بلکہ صرف مقصود رعب بٹہانے سے تہا۔ اسکی حب الوطنی

رفتہ رفتہ کامیابی - شاہانہ اوصاف - شریفانہ حرص - بزرگ اور عظیم مقاصد قابل تعریف ہین - اور پھر کیونکر وقتاً اوسکے خصائل بدل گئے یہ بھی عجیب واقعہ ہے - جب سے اوسپر حرص اور شک نے غلبہ کیا وہ نہایت سفاک اور بے رحم ہوگیا - اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ جس ملک نے اوسکے ہاتھ سے دوبارہ جان پائی برباد ہوجاوے گا - جب کہ آخر اضطراب اور مجنونانہ حالت مین تھا اون مصور پیشہ خلکو ایام خوشی مین سوجھا تھا کام کرنے لگا - تجارت کو ترقی دیا چاہا اگرچہ جہازون سے ملک کو دولت تو ملتی لیکن مملکت نہایت طاقتور ہوجاتی - ایک جانباز مگر بیوقوف انگریز ایلٹن نامی شخص کی مدد سے بحر احضر مین پیرونکا کام جاری کیا لیکن اونکو کچھہ نفع نہ ہوا اور روسیون نے حسد کرکے تجارت کے شروع ہی مین خاتمہ بالخیر کردیا - پھر بحر عمان (خلیج فارس) مین جہازونکی تیاری کا حکم دیا اور لکڑی ماژندران کے جنگل سے لانے کی تجویز ہوئی جو کہ ساحل سمندر سے ۷ سو میل ہے نہ ریل - نہ نہر - نہ سڑک اور نہ اعرابہ (چھکڑے) دریائی ملکون کے باشندون سے اس کام مین مدد لی گئی مگر کچھہ نہ ہوسکا چند بدصورت ستون اور دیگر آلات اٹھارہین صدی کے اخیر مین انگریزی تاجرون نے ابوشہر مین دیکھے - خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اوسیوقت کے باقیات الصالحات مین سے ہے اور ایسے ہی بے سود سعی صوبہ آذربائیجان سے قلات مین شاہی محلات کے واسطے سنگ مرمر لانے مین کی - سرجان ملکم کہتے ہین کہ ہمنے سنہ ۱۸۱۰ء مین اس کان کو دیکھا

جو جیل عمریہ کے کنارے پر واقع ہے اور موضع مرغان سے ۱۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہان بہت سے انگلستہپرون کی سلین پڑی ہین جو غالباً نادر کی وفات کے بعد سے نہین چوئی گئین نادر کا مصمم ارادہ واسطے ترقی تجارت کے مسٹر ہانوی کی حکایت سے بخوبی ذہن نشین ہوسکتا ہے۔ جب کہ ہانوی (ایک انگریز سوداگر) لٹ ٹاکر شاہی دربار مین پہونچا اور سنے حکم دیا کہ نقصان کا معاوضہ بلجاوے۔ ایک عجیب نقل ایک کتاب مین لکھی ہے کہ کوئی تاجر جو کابل مین لٹ گیا تہا نادر کے حضور مین گیا اور کہا کہ میرا اسباب چورون نے چہین لیا نادر نے پوچہا کہ کوئی وہان تہا؟

تاجر سوائے لٹیرونکے کوئی نہین۔

نادر وہان پتھر یا درخت یا جہاڑی ہے۔

تاجر صرف ایک درخت جسکے نیچے مین لوٹا گیا۔

نادر نے حکم دیا کہ اوس درخت کے ڈرے گئے جائین جب تک کہ اوسکا مال برآمد ہو۔ جلاد روانہ ہوئے اور درخت کو مارنے لگے۔ چند روز کے بعد اوسکا اسباب اوسی درخت کے نیچے سے ملا۔ جب نادر کو یہ افسانہ معلوم ہوا اوسنے کہا کہ مین خوب جانتا ہون کہ جو نا زبانونسے درخت پر اثر ہوا۔ ممکن ہے کہ چورون نے اس جابرانہ حکم سے ڈرکر اسباب رکھدیا ہو۔

نادر کے تبدیل مذہب کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیعہ اصولون کے

ساتھ ہی ساتھ خاندان صفوی کی عزت و توقیر بھی جنہوں نے اوسکو شاہی اور قومی مذہب قرار دیا تھا اوٹھادی جاوے اور نیز اوسکو یہ خیال تھا کہ اہل اسلام مین سے مذہبی تفرقہ جاتا رہے جو اوسکی کامیابی مین مدد دے اور یہ سب بیاعث اور وجوہ سے زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے ۔ درحقیقت وہ کسی مذہب کا پابند نہ تھا ہندوستان سے لوٹتے ہی جارون انجیلونکی فارسی ترجمہ کرنے کا حکم دیا ۔ روم اور آرمینیا کے پادریون نے میرزا مہدی کے زیر نگرانی اس کام کو ختم کیا پادری ۔ یہودی راہبون اور مسلمان ملاؤنکو جمع کرکے "سنئے عہدنامہ" کو سنا اور قواعد انجیل پر مذاق اوڑایا ۔ یہودیونکے اصول اور مسلمانونکی روایتونکی بھی عزت نہ کی اور تمام جماعت کو رخصت کرکے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو ان مذہبونسے بہتر ہم نیا مذہب ایجاد کرینگے اور یہ سانحہ مئی ۱۵۸۲ء مین ہوا ۔ ایسا ہی علاؤالدین خلجی کے دماغ مین بھی فتور سمایا تھا پہلے پیغمبر اور پھر سکندر ثانی کی سوچی لیکن جب کام نہ چلا تو روزہ نماز ترک کیا اور یہ کہا کہ "مذہب کو سلطنت کے کاموں سے کچھ واسطہ نہیں ۔ مذہب فقط گھر کی باتین اور دل بہلانے کے ڈھکوسلے اور چونچلے ہین ۔ اور ایسے ہی خیال جلال الدین اکبر کے مشہور ہین کہ اوسنے ایک مذہب "دین الٰہی اکبر شاہی" کے نام سے جاری کرنا چاہا خود اوسکا رسول بنا اور ابوالفضل کو خلیفہ مقرر کیا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ مقرر کیا ۔

شاہان صفوی نے ایک طاقتور صوبہ قایم کیا تھا جسکا سردار صدر الصدور

یا کوئی مجتہد تھا۔ مذہبی جماعت ضعیف العقل اور متعصب شاہ سلطان حسین کی ماتحتی
مین پہین کرتے تھے۔ اسکی بدخلقی سے لوگ نفرت کرتے تھے۔ آخوکار
نادر نے خانقاہون اور دینی عمارتون کو بھی لوٹا۔ ملاؤن اور عوام الناس
کو جمع کرکے کہا کہ یہ روپیہ کس جگہ صرف کرنا چاہیے۔ اونہون نے کہا کہ کالجون
اور مسجدون مین۔ کیونکہ یہ لوگ بادشاہ کی عمر درازی اور دوام دولت کی دعا
کرین گے۔ نادر نے جواب دیا کہ کیا تمہاری دعائین بے اثر ہین کیونکہ
جب تم کثرت سے تنخواہین اور وظیفہ پاتے تھے اوس سلطنت کو خدا نے
زیر و زبر کر دیا اور میری فوت بازو کی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ میرے
سپاہی برگزیدہ ہین اور اس سے اونکو ہی مدد ملنی چاہیے۔ نادر نے تمام
اوقاف ضبط کر لئے اور مجتہدین کی تنخواہین بند کر دین۔ برائے نام روزینہ
یا پنشن مقرر کر دی۔ اگرچہ اسوقت کچھہ ہر بونگ نہین ہوا لیکن یہ امر خلاف دوراندیشی
تھا۔ اس گروہ نے فتنہ اوٹھانے کی تدبیرین کین اور رفتہ رفتہ کامیاب ہوتے
گئے۔ مگر نادر بھی ان فتنہ انگیزون سے خوب آگاہ تھا جب کہ اوسنے ایک
امیر کو دور کے صوبے کا گورنر مقرر کیا تو اوسکو نصیحت کرتے وقت کہا کہ جب تو
ملاؤن سے ملے گا تو وہ میری نسبت کہین گے کہ نادر شاہ تمام دنیا کے بادشاہوں سے
برا ہے۔ لیکن یاد رکھنا کہ ان سفاک اور اونکے حق مین نامنصف ہون"۔
نادر مذہبی فقیرون درویشون کی چالاکیون اور عیاریونکی بھی قدر نہین کرتا تھا

شیعہ لوگون کا اعتقاد ہے کہ حضرت **امام رضا** علیہ السلام سے جنکا مزار اطہر مشہد مقدس مین ہے ہزارون معجزے ظاہر ہوتے ہین اور بہت سے نابینا اور مریض نعرض شفا وہان جاتے ہین - ایسا ہی ایک نابینا شخص عرصے سے وہان مجاور تہا - نادر اودہر سے گذرا اوس سے پوچہا تو کسقدر عرصے سے یہان خلوت نشین ہے اوسنے عرض کیا" دوسال سے" نادر نے فرمایا کہ" تو اعتقاد نہین رکھتا کیونکر اچہا ہوگا اگر تجھکو اعتقاد ہوتا تو اچہا ہوجاتا - اگر تو اس رات مین اچہا نہ ہوگا تو تیری گردن اڑادونگا" جب کہ نادر لوٹ کر آیا تو اوسکی آنکہین صحیح پائین - تب تو غل مچگیا کہ معجزہ! معجزہ!! معجزہ!!! اسے الفور خلقت ٹوٹ پڑی اور اوسکے کپڑے بہی تبرک سمجہکر لے گئی - نادر نے یہ ملاحظہ کرکے فرمایا کہ" اعتقاد سے سب کچہ ہوجاتا ہے -

نادر کا عقیدہ تہا کہ خدا کا ارادہ کبھی تغیر پذیر نہین - ایرانیونکا یقین ہے کہ جب سے نادر نے مخلوق کو برباد کرنا شروع کیا تو وہ اپنے آپ کو خدا کی طرف تعجب خیال کرتا تہا - اور ثبوت کے لئے ذیل کی حکایت بیان کرتے ہین -

حکایت

ایک مرتبہ علم پر رقعہ لگا ہوا پایا جسمین لکہا تہا کہ" اگر تو بادشاہ ہے تو رعایا کی محافظت کر اگر نبی ہے تو نجات کا رستہ دکہلا - اگر خدا ہے تو اپنی مخلوق پر رحم کر - اگرچہ نادر نے کاتب کی تجسو کی لیکن کچہ پتہ نہ چلا تو اوسکے جواب کی تقلین تمام لشکر مین منتشر کی گئین" نہ مین بادشاہ ہون کہ رعایا کی محافظت کرون - نہ نبی ہون جو نجات

کارستہ بناؤن نہ خدا ہون جو رحم کرون بلکہ مین تمہارے خدا کا آدمی ہون جو تمہارے اعمال سے تمکو بدلہ دیتا ہے"

شاید نادر کے خصائل پر ٹھیک ٹھیک یہ لکھا گیا جو کہ اوسکے افعال اور اعمال سے اخذ ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے واسطے نجات دہندہ اور برباد کنندہ تھا جب کہ اوسکے عظیم الشان کام فخر و مباہات کے ساتھ بیان کئے جاتے ہین ساتھ ہی اوسکے اخیر عمر کے فعلون پر تاسف اور حسرت کی جاتی ہے جو اوسنے مذہب مین دست اندازی کی وہ ایسے ہیرو کے لئے چندان کم نہین ہو سکتی اگرچہ اوسنے ظلم کیا لیکن اپنے اہل وطن کے دلون مین حب الوطنی اور عظمت کا مادہ پیدا کر دیا اور ایران کی سلطنت کو خود مختار کر کے پہلی شان و شوکت پر قایم کر دیا

راقم
سید آغا حیدر

بقیہ

سیر و شکار

سلسلہ کے لئے نمبر (۷) ملاحظہ ہو

۱۹- روز شنبہ

آجکے روز مین پانچ بجے بیدار ہوا - ساڑھے چھ بجے ایک پیالی چا پی - بعدہ گھوڑے پر سوار ہوکر معہ شجاعت خان تھوڑی دور تک ہواخوری کے لئے گیا - ساڑھے سات بجے واپس ہوا - جب اپنی فرودگاہ پر پہونچا - ایک جوڑا تازی کا جو کمپنی مین خریدا گیا تھا اور میرے حسب الطلب اسوقت بلدہ سے یہان آیا تھا مین نے اوسے بندھا ہوا دیکھا - اس جوڑے کی مادہ نہایت تیز دو اور شکاری ہے اسکا نام **برق** ہے - اسکا نر بھی البتہ تیز ہے مگر جثہ کسیقدر بھاری ہونے سے کم دوڑتا ہے - اور اسکی آواز بہت بلند اور بھاری ہے لہذا اسکا نام **رعد** رکھا گیا - مین نے اپنا لباس بدلا اور آٹھ بجے کھانا کھایا - مجرائیونکا سلام لیا - چند خطوط جو بلدہ سے آئے تھے اونکے جواب لکھے - ایک خط سے معلوم ہوا کہ میر الشکار راجہ چندہ پرشاد روز عید الصیام گاڑی مین ہواخوری کیا کرتا ہے

اور کبھی کبھی گھوڑے کی سواری بھی کرتا ہے۔ میرے جد بزرگوار نے میرے لڑکے کو ایک چھوٹا سا پالو مرحمت فرمایا ہے۔

جہان میں فروکش ہوں یہاں سوائے چرند اور پرند کے جو وہ بھی کمیاب ہیں کوئی شکار نہیں ملتا اسلئے میرا ارادہ ہوا کہ اس چھوٹی سی جاگیر کی حالت کما حقہ دریافت کروں۔ اور ایک دو روز اسکے انتظام وغیرہ کے لئے وقف کروں میں نے نائب کو طلب کیا اور حکم دیا کہ آجکے روز ٹھیک ایک بجے کل دفتر دیکھا جائے گا۔ معہ اہالیان عملہ کچہری میں حاضر رہو۔ چنانچہ حسب الحکم سب لوگ حاضر ہوئے اور تنقیح شروع کیگئی۔ موضع مزبور کا حساب دفتری قاعدے پر تلنگی میں لکھا ہوا تھا پنجسالہ جمع وخرچ اور لاوٹی تبھرک زمین جہاڑہ تخمۃ نظر انداز انعام تبھرک وغیرہ کا غذات دیکھے گئے اور بمقابلہ دفتر کلکرنی ومقدمان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ البتہ سعی سے نائب کی اس سال میں وجہ بہ نسبت سالہائے ماضیہ کچھ افزائش آمدنی عین مال ہوئی ہے۔ اور دہارے کے بارے میں رعایا وغیرہ کو شکایت نہیں۔

تلنگان کا قدیم قاعدہ تیاری مال کا پختہ کرکے ٹائی لینے کا جو بعض زراعتوں پر جاری ہے۔ اسکا بھی نرخی اور قرارداد دہارے کی تجویز میں کرنے نائب کو کہدیا۔

بعض رعایا کی جوتی زمینوں کی تنقیح ہر ایک فراغ کو روبرو بلوا کر کرنے

یہ بات ظاہر ہوئی کہ بہ سبب ناداری رعایا کے سال حال کے جین مال میں سے رقم وصول طلب رہگئی ہے۔ اسکو جلد حکمت عملی سے وصول کرنے اور آیندہ ایسی رعایا کو تقاوی وغیرہ دلوا کر تائید دینے سے ناداری دور ہونے کی تجویز بتلائی گئی۔ اس موضع کا اکثر زمینی رقبہ چو فصلہ اوّل درجے کا اور بعض دوم وسوم درجے کا قابل نصل آبی دنابی اور ربیع وخریف ہے۔ مگر بعض جائے زمین مرم لوک اور افتادہ اور بنجر بھی ہے۔ اسکے آباد اور مزروع ہونے کے لئے تجاویز قول معافی چند سالہ دینے وبعدہ دہارہ اور استاوہ کا قول دینے کے لئے نائب کو کہا گیا۔ اور چند کنٹے وبادلیان افتادہ ہونے سے زمین لائق زرعی خشکی کے دہارے سے دی گئی۔ بادلیوں اور کنٹوں کی مرمت کی برآوردا ور نقشہ مرتب کر کے بذریعہ معتمد صاحب جاگیرات جدّ امجد کے منظوری اور ملاحظے میں بھیجنے کے لئے نائب کو ہدایت دی اور چند نمونہ جات تختہ جات حسابی بھی مختصر طور پر مفید مدعا رکھنے کے لئے تبلائے گئے۔ یہانکا نائب سمجھا ماہورا و منوجہہ ہوشیار اور صاحب فہم اور علے ہذا کلکرنی بھی تیز فہم ہے۔ کلکرنی مزبور نے ایک دفعہ گوشوارہ اور جمع خرچ جو بتلائے وہ قاعدۂ قدیم کے موافق درست تھے بظاہر اسمیں کوئی سقم دیکھا نہ گیا۔ لیکن دفتر بے ترتیب اور نا مہذب رکھا ہوا پایا۔ چونکہ موضع مزبور چند ان کلان نہیں ہے ایسے بالوں کا اہتمام درست نہیں تنہا صرف کسیقدر سمجھہ کے موافق دیکھا گیا

اس موضع مین آبکاری اور مخرفہ کی آمدنی بھی من وجہ ٹھیک ہے۔ لیکن اہل حرفہ آسودہ نہین دیکھے گئے۔ اج تک کسی نے اس بات پر توجہ نہ کی کہ اہل حرفہ کو ترقی ہر طرح دی جائے۔ کیونکہ یہ ایک نہایت ہی بڑا اصول افزائش آمدنی کا ہے بندوبست اور پیمائش کا بھی قاعدہ جاری نہین ہوا تھا اسی پیمائش قدیمہ سے عمل حسابی رقبے کا جاری ہے۔ انعام متبرک کے دیکھنے سے اور زمین انعامات کی طرف کچھ تھوڑا سا غور کیا گیا تو فرق نے سے یہ بات پائی گئی کہ البتہ انعامات کی زمینون مین کسی نوع کی گنجائش دریافت ہے مگر چونکہ فرصت کم تھی اور مین پورا امجاز بھی نہ تھا اسلئے اسکی مختصر کیفیت حضور گوار کی خدمت مین بالمشافہ عرض کرنے پر موقوف رکھدی۔

اس موضع مین چند پتیہ ور لوگ بھی ہین نگران کے پتیون اور نہرون کی افزائش کی جانب کسی نے آج تک التفات نہ کی۔ عدالتی امور دیوانی و فوجداری کی دریافت نائب لوگ بطور سرسری زبانی کر لیا کرتے تھے جسکا کوئی داخلہ دفتری نہین ملتا۔ لہذا وہ کارروائی بھی دفتر مین تحریراً جاری رکھنے کی صورت نہ نکلائی گئی۔ اس موضع مین ایک نہر بھی جاری ہے اور اکثر اسکا پانی بیجا کار جاتا ہے۔ اسکے اطراف وجوانب کی زراعتون مین باغات اور امرائی لگانے کی کوشش نہ کی گئی۔ اور رعایا کو ترغیب دلائی گئی کہ جو کوئی شخص کچھ اپنا صرف کر کے زمین خشکی کو ترقی اور باغات بنائے گا

چند سال زمین کا دہارہ بطور رعایت معافی خشکی کے نرخ سے دلوایا جائے گا۔ اسموضع کا کل زمینی رقبہ پچاس جاپور ہے + اور تعداد مردم شماری تخمیناً دو ہزار ہے۔ اسموضع کی کل آمدنی فی سال تخمیناً تین ہزار کے قریب ہے اور اخراجات صادر سہ بندی وحق رسومداران و زمینداران و انعامداران تخمیناً سات سو کے قریب ہے۔

چونکہ اون روزون مین تحصیل اور آمدنی وصول نہ ہوئی تھی اسوجہ سے خزانہ کردی وغیرہ کے دیکھنے کی نوبت نہ آئی۔ اور نہ پورے طور پر اسکی تنقیح کا خیال تہا کیونکہ مین تو صرف ہوا خوری اور شکار کے لئے گیا تہا۔ اتنے امور بہی جو سرسری طور پر دیکھے صرف اس خیال سے کہ اکثر جدامجد کی تاکید اسجانب تعلیم اور رجحان دلانے پر مائل تھی۔ اور خود مجھے بہی مدت سے ایسی باتون کا شوق ہے۔ بہرحال معائنہ دفتر وغیرہ مین ۵ گھنٹے کامل صرف ہوئے اور طبیعت بہی پسند پا ہوگئی۔ لہذا کہین سیر شکار کا اتفاق نہ ہوا۔ خالی اوقات اسی قسم کی گفتگو اور دریافت حالات مین گذری۔ چنانچہ اسکا تھوڑا سا جغرافیہ بہی معہ کیفیت مجملی درج ذیل ہے۔

یہ موضع منگل پلی بسمت شرق بلدۂ حیدرآباد تعلقہ ابراہیم پٹن ضلع ناگرکرنول مین واقع ہے اور ملک تلنگانہ ہے۔ یہانکی کنکر شالی زار کی قسم سے ہے۔ سال مین دو فصل

ایک آبی اور دوسری تابی

اسموضع کی جانب شرق ایک ٹیلہ کوہ ہے۔ اسکی سرحد تعلقہ ابراہیم پٹن سے ملحق ہے۔

جانب غرب دو موضع ہین - اڑ ٹیلہ - و یا مجال - یہ دونون علاقہ صرف خاص ہین + اور ایک تالاب بہی ہے - جو کالا تالاب کے نام سے مشہور ہے - جسکا طول تخمیناً تین سو گز ہوگا -

جانب شمال بادون پلی - کوہیڑہ - جاگیرات علاقہ لطیف الدولہ مسلم جنگ بہادر سے ملحق ہے اور ایک نہر روان ہے -

جانب جنوب - لوجوارم - بلمپر بڑا - کونگیرا - جاگیرات غالب جنگ و راجہ لچما راؤ وغیرہ - اور ایک نہر ہے -

اسکی آبادی عرض و طول تخمیناً -

طول ۶۰۰ گز عرض تین سو گز

بشکل مربع و مستطیل ہے -

اکناف موضع مین درخت تمر ہندی و ببر - و ذات آبادی موضع مین درخت نیم بکثرت لیکن - سیندی - و مڑی سب سے زیادہ ہے - زراعت و کاشت کا دارو مدار باولیو نکے پانی سے بذریعہ موٹ کشی ہے - اکثر اراضی اہل ابادی کے قبضے مین بطریق مقطعہ جو مقطعہ ہین کے نام سے وصول ہوا کرتا ہے - لیکن بعض مقطعے جو بنبہ کے امراؤ نکے ہین اُسکا پن معاف ہے - مثلاً صاحب گوڑہ - و دیوڑہی گوڑہ نواب سر خورشید جاہ شمس الامرا امیر کبیر بہادر کے قبضے مین ہین - ایرا کنڈ - نواب وقار الامرا بہادر کے علاقے کا ہے - اور کٹاری گوڑہ مصاب خان افغانی کے علاقے کا ہے و چکم کنٹہ - محمد شکور جمعدار

کے علاقہ کا ہے۔ ٹیپل گوڑہ ۔ دیوان باغ ۔ میرے جدامجد کے علاقے میں ہیں اس موضع کی زیادہ حصہ آبادی مسلمانوں کی ہے ۔ یہاں کی آب وہوا نہایت درست ہے خصوص مرطوب مزاج والونکو نہایت ہی مرغوب و دلکش ہے ۔ جتنے روز میں رہا بہت ہی مزاج درست رہا ۔ اور انتہا ہی خوب رہی ۔ فضائیت اسموضع کی نہایت خوش وضع ہے ۔ اگر پورے طور پر باغات کے ذرائع نکالے جاوین تو یہ موضع قابل رشک وہ ہر خاص و عام ہوگا ۔

۲۰ ۔ روز یکشنبہ

آج صبح میں کسیقدر دیر سے یعنے ساڑھے سات بجے بیدار ہوا ۔ اسوجہ سے کہ شب میں قریب ایک بجے کے جس مکان میں میں رہتا ہوں اوسکے عقب میں ایک ہنگامہ ہوا تھا جسکے باعث تمام گاؤں میں ہل چل ہوئی اور لوگ سب مضطرب ہوئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کسیکے مکان کو آگ لگی ہے ۔ دوبارہ چور اور ڈکیتوں کی خبر معلوم ہوئی ۔ غرض مختلف خبروں کے بعد یہ ثابت ہوا کہ بورنچے نے کسی کنبی کے بیل کو ہلاک کیا ۔ اور اوسکی عورت جو کھیت کی حفاظت کیلئے سوئی تھی اوسکو بھی کچھ صدمہ پہونچایا ہے یعنے اوسکی ران پر خفیف سا زخم آیا ہے جس سے ہلاکت کا اندیشہ نہیں ۔ پانچ بجے صبح تک اوسکا بھی شور و واویلا رہا ۔ ٹھیک سوا پانچ بجے مجھے نیند آئی ۔ میں نے سونے سے پہلے شجاعت خان سے کہدیا تھا کہ اس بورنچے کا پتہ لگاوین ۔ اور چند لوگ اوسپر معین کیجین ۔ بعد چار بجے کے دہانکے تھسلدار نے

نے کیفیت دی کہ ابراہیم پٹن کے تالاب کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے اور وہان جھاڑی ہے ایک بور بچہ وہانپر موجود ہے۔ مین یہ سنتے ہی فوراً شکاری لباس پہنکر گھوڑے پر سوار ہوا اور شجاعت خان اور دو چار باقاعدہ سوارا پنے ہمراہ لیکر اودھر روانہ ہوا۔ جب قریب اوس مقام کے پہونچا تو مین نے وہانکے کنبیونسے دریافت کیا کہ بور بچہ کہان ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ واقعی اوس پہاڑ پر موجود ہے۔ یہ پہاڑ موضع مذکور کے سمت مغرب مین بطور ایک مختصر سے ٹیلے کے واقعہ ہے۔ اسکے اطراف مین سیندرن بی کثرت سے ہے۔ اور مختلف قسم کے درخت بھی موجود ہین۔ ایک چھوٹی سی نہر موضع مذکور کے سمت جنوب مین جاری ہے اور پہاڑ کے داہن سے نکلکر کسی اور موضع کیطرف جسکا نام اسوقت یاد نہین چلی گئی ہے۔ اس پہاڑ کی قریب ایک بہت بڑا نیم کا درخت ہے۔ مین اور شجاعت خان دونون فوراً اوس جھاڑ پر چڑھ گئے۔ اور شرف الدین نامی سوار جو ہمراہی مین تہا مین نے اوسکو حکم دیا کہ چند دیہاتی اور کولیونسے ہانکا کرائے شجاعت خان اس ہانکے کا بندوبست رات ہی مین کر چکے تھے۔ سب لوگ وہان حاضر تھے اونکو ہانکے کا حکم دیا۔ ایک شخص (راما) نامی کولی نہایت شجیع اور دلاور شخص ہے وہ بذات خود ایک نیزہ تیز لئے ہوئے اور چھوٹی سی سپر بائین ہاتہہ مین دابے ہوئے اوس پہاڑ پر نہایت آہستگی سے چڑہا اوسکی کمر مین ایک تفنگچہ بھی گوبکا

بارہ برا ہوا موجود تھا۔ مین اور شجاعت خان اوس درخت پر سے اوس کو بی کا تماشا دیکھہ رہے تھے۔ ہر چند کہ یہ پہاڑ بلندی مین۔ مین۔ مین۔ تھا مگر پہاڑ پر پہاڑ ہی ہوتے ہے کے باعث کچھہ ہمین دکھائی نہین دیتا تھا۔ جو قت کو بی اوپر پہونچگیا اوسنے چارو طرف دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دفعتًا وہ بہت گیا اور ہمکو اشارہ کیا۔ اوسکے اشارے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شی وہان ہے تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے پتھر پر وہ شخص دکھائی دیا اور اوسنے ہاتھہ کے اشارہ سے ہمین بلایا کہ ایک چیونا ہے اور ایک بڑا مین اوسکے اشارے سے نہایت ہی خوش ہوا اور یقین کیا کہ آج ضرور شکار سے کامیاب ہونگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہانکا شروع ہوا (دف) کی آواز سے اوسکی مادہ جسکو اب تک بوریچہ خیال کرتے تھے جانب شمال ایک درہ مین بھاگ کر چلی گئی اوسکا بچہ جسکا قد (بلڈاگ) کے برابر ہوگا وہ ہمارے مقابل کے پہاڑ سے اس مضطرابی کے ساتھہ کودا کہ زمین پر گر پڑا۔ اور صید اجل ہوگیا جبکہ کوئی نے خبر دی کہ وہ مادہ ایک درہ مین گھس گئی فورًا مین اوسکے دیکھنے کیلئے معہ شجاعت خان درخت سے اوترا۔ اور اوس درہ کے قریب گیا۔ ہر چند سب نے اوس درہ کے اندر بغور دیکھا مگر اوسکا پتہ نہ ملا۔ یہ درہ چھہ سات گز طول مین ہوگا۔ وہان کے ایک بوڑھے کبنی نے جو اوس ہانکے مین شریک تھا یہ کہا کہ اس درہ مین اسکا مسکن ہے دو بوریچہ پانچہ برس کے قبل کسی راجپوت سپاہی نے مارے تھے۔ مین نہایت مایوس ہوا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس درہ کے مقابلہ مین ایک جال جس سے شیر وغیرہ گرفتار کرتے ہین رکھدو اور اوسکو زندہ گرفتار کرکے

سے آوانعام دیا جاویگا - ہرچند میرا ارادہ تھا کہ اسکا نشکار کرون مگر میری رخصت کا صرف ایک ہی روز باقی تھا اسلئے میں نے رہنے کا ارادہ فسخ کیا - قریب ایک بجے کے واپس ہوا راستے مین ایک ہرن کا لیبٹ کا نشکار ہوا - غرض محنت کا نتیجہ پایا مگر وہ خوشی حاصل نہ ہوئی - آٹھ بجے شب کے میرے والد کی چٹھی سے میری نانی صاحبہ کی علالت ظاہر ہوئی - اوسمین یہ بھی لکھا تھا کہ جسقدر ممکن ہو جلد آؤ - آجکے روز بسبب راستہ خراب ہونے کے شب وہین بسر کی مگر طبیعت نہایت ہی سراسیمہ اور مضطرب رہی - دس بجے کہانا کہا کر گیارہ بجے آرام کیا - چار بجے شب کے بیدار ہوکر تمام اسباب روانہ کیا - آٹھ بجے کہانا کہا کر نو بجے دنکے گاڑی پر سوار ہوا - اسوقت مین بلدہ سے ایک سوار نے چٹھی میرے والد کی لاکر دی جس سے ظاہر ہوا کہ شب مین بارہ بجے مریض کا مزاج بالکل حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا مگر الحمد للہ کہ دو بجے شب کے کسیقدر مزاج سنبھل گیا - مصری معالج ہو رہا ہے اگر آج نہین آسکتے ہو تو مضائقہ نہین - صحت مزاج کی کیفیت سنکر اللہ لگائے کا نشکر ادا کیا - چونکہ مین سوار ہی ہو چکا تھا رہنا سہنا سب نہ سمجھا جلد رعایا وغیرہ کو خدا حافظ کہکے روانہ ہوا فقط

راقم

راجہ کشن پرشاد عفی عنہا

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۰



اعینونی باذا احسنت امرا

وان اخطات فاتونی صلاحا

ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

مضامین

		صفحہ
انسانی صفات	ازجناب مولوی شریف الدین احمد صاحب کاکوری	۱
شہر کے بنانیکا تاریخی بیان	ازجناب مولوی محمد امیر محمد خانصاحب دوم تعلقدار ضلع میدک	۱۱
خلق اور اوس کا حسن و قبح	ازجناب منشی محمد غیر اللہ صاحب ملازم محکمہ صدر محاسب سرکار عالی حیدرآباد	۲۵
توکل	ازجناب قاضی سید حامد علی صاحب بی اے کلاس اگزامنر	۳۳
انتخاب تاریخ طب	ازجناب مولوی سید جلال صاحب میدرآباد	۴۹

حیدرآباد دکن

مطبع حسن مین چھپا

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۰

انسانی صفات

پہلا حصّہ - قدرتی نعمات

نمبر (۲)

عقل

(سلسلہ کے لئے نمبر (۱) ملاحظہ ہو)

یہ وہ بیش قیمت جوہر ہے جو سب سے نوع انسان سے کسی مخلوق کو نہیں عطا کیا گیا - اور ذات انسان سے ایک ایسا مستحکم تعلق رکھا گیا کہ کوئی کام بلا امداد اس کے انجام نہیں پا سکتا - دنیاوی ترقی معاش و معاد کے سامان خدا شناسی علم و اخلاق ہمت و شجاعت تمام اوصاف انسانی اسی ایک اعلیٰ قوت سے وابستہ ہیں - انسان اپنی غلطی سے جس کام میں اسکی مدد نہیں لیتا وہ کام اوٹھاتا ہے اور جس کام کی انجام دہی میں عقل سے کام لیتا ہے کامیاب ہوتا ہے - عقل کا صرف یہی کام

نہین ہے کہ وہ انسان کو بالضرور ارادہ مین فائز المرام کرے بلکہ کبھی کبھی اسکے ذریعہ سے ایسے نتائج بھی ظاہر ہوتے رہتے ہین جو آدمی کو تباہی و بربادی و گمراہی کا باعث ہوتے ہین - اس جگہ پر یہ شبہ ہوتا ہی کہ عقل کا کام ترقی دنیا کے راستے دکھانا و نجات و نصرت کی راہین بتانا ہی تو منزل راست سے بہکا دینا یہ کیونکر ممکن ہے - اسمین شک نہین کہ قدرت نے جو نعمتین انسان کو عطا کی ہین وہ ہر حالت مین اوسکے لیے مفید ہین وہ بالارادہ انسانکو نقصان پہونچانا پسند نہین کرتی - یہ محض انسان کی فطرتی خطا ہی جو قدرت کے عطیون پر لغو کی نظر نہین ڈالنے دیتی اسیوجہ سے اوسکو اکثر دھوکا اوٹھانا پڑتا ہے اور اپنی غلطی سے اوسکا التزام عقل کے سر رکھتا ہی -

عقل ہر شخص کو مساوی درجہ کی تقسیم کیگئی ہے اور ہر انسان کو ایسی قوت دیگئی ہے کہ جسکے ذریعہ سے وہ اپنی عقل کو ترقی دیکر ایک ایسے مقام محمود تک پہونچا سکتا ہے جہان تک قدرت نے اوسے اختیار دیا ہے اور اوس حد معینہ سے آگے اوسکو بالکل رسائی نہین بچہ جب پیدا ہوتا ہے تب اوسے اسقدر عقل ہوتی ہے کہ وہ اپنے آرام و آسایش کی جگہ سے علیحدہ ہونے اور دنیاوی تکالیف کو خیال کرنے سے رہتا ہے رفتہ رفتہ اوسکی عقل کو علم و تجربات کے ساتھہ وسعت ہوتی جاتی ہے اور وہ کھانے پینے پہننے اوڑھنے کہنے سننے کی استعداد حاصل کرتا ہے - جب اس حصہ عمر سے اور آگے بڑہا معاش کی

ندبیرین ترقیات دنیا کے وسائل تعلیم کے فوائد پر غور کرنے لگتا ہے ان سب باتون کا دارومدار اسی ایک عظیم الشان قوت پر ہے۔

عالم شباب مین جب کہ تمام انسانی قوتین زور اور رنگ پر ہوتی ہین عقل کی تیز روشنی مثل آفتاب نصف النہار کے ہوتی ہے دنیا و دین کے تمام کام اوس روشنی مین انجام پاسکتے ہین۔ یہ ایسا وقت ہے کہ اگر عقل کا آئینہ علم کی صیقل سے مجلی کیا جائے تو سات آسمانون کو توڑ کر عالم لاہوت کا عکس حاصل کرسکتا ہے اور پیش آیندہ مضامین خدا کے کارخانون زندگی کے فرائض کو بخوبی دکھا سکتا ہے بڑھاپے مین عام خیالات کی بناء پر عقل کو زوال ہوتا ہے اور یہ خیال غالباً اس بناء پر مبنی ہے کہ تمام قوائے انسانی اوسوقت ضعیف ہوجاتے ہین اس لیے عقل کو بھی زوال ہوتا ہے مگر یہ غلطی ہے۔ انسان کے ظاہری حواس خمسہ وغیرہ مین ضرور ضعف ہوجاتا ہے لیکن عقل کو ہرگز زوال نہین ہوتا بلکہ یہ وہ وقت ہے جب کہ انسان اپنی عقل کو علم و تجربات کی وسعت کے ساتھہ انتہائی درجہ تک پہونچا سکتا ہے اور جوانی سے کئی حصہ زائد عقل کو روشن کرسکتا ہے۔ اسوقت عقل اپنی حد معینہ تک پہونچنے کی کوشش کرتی ہے کہ ضعیف قوائے انسانی علی الخصوص انسان کا یہ خیال کہ ہم بوڑھے ہوگئے عقل بھی بوڑھی ہوئی زور کے حملے کرکے اوسے پیچھے ہٹا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر عقل کو ضعف لاحق ہوتا ہے حالانکہ حقیقتاً عقل اوس عمر

کا نام ہے جسکے لیے ضعف محالات سے ہے وہ ہرگز ضعیف نہین ہوتی بلکہ ہر وقت ترقی کی راہین ڈہونڈتی رہتی ہے لیکن اوسکے دشمن آدمی کی جہالت اوسکو آگے نہین بڑہنے دیتی - البتہ اگر انسان ابتدا سے اپنی عقل سے کام لیا کیا ہے اور اوسکو علم و تجربات کے تہیاردن سے آراستہ کر رکھا ہو تو وہ ایک وار مین تمام مخالفون کا قلع قمع کر ڈالتی ہے اور آگے قدم بڑہاتی ہے +

اسمین شک نہین کہ قدرت نے عقل کی تقسیم مین نا انصافی نہین کی ہے کہ کسیکو کم دی ہو اور کسیکو زائد - حقیقت مین ہر شخص نے مساوی درجہ کا حصہ پایا ہے لیکن اوس سے مستفید ہونے کا مادہ کسیکو کم ہے اور کسیکو زیادہ -

بیوقوف و کم عقل وہی شخص ہے جسنے اپنی عقل کی قدر نہ کی اور اوسے ایک فعل معطل قرار دے لیا ہے کسی کام مین اوس سے مدد نہین لیتا اور عقلمند وہی ہے جو اپنے تمام کامونکو عقل کی صلاح و مشورہ کے بغیر نہین کرتا +

انہین قوم کو اوسیقدر عقل دیگئی تہی جس قدر ہم لوگونکو عطا کی گئی ہے - مگر اونہون نے جو ترقیان کین اور بجو جو فائدے اور تجربے اسکی بدولت حاصل کیے وہ محض اتہنی کی خاک کی قسمت تہی - اونمین ترقی و تجربات کے حصول کا مادہ زیادہ تہا اسیوجہ سے اونہون نے اپنی عقل کو وہ رتبہ نہایت تک پہونچا دیا - مگر ساتھ ہی اوسکے جب اونہونے

اوس حد سے آگے بڑہانے کا قصد کیا اور قوّت بشری سے تجاوز ہوکر نیچر کے نتایج کو اپنی قوّت و امکان کا نتیجہ تصور کرنے لگے۔ راہ راست سے علیحدہ کر دیے گئے اور فرعونِ بے سامان بن بیٹھے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوصف عاقل و ہوشیار بدرجۂ کمال ہونے کے کیون زمین سے اوٹھکر عرش پر بیٹھنے لگے۔ کیا اونکی عقل مین کسی قسم کا نقص تہا جو اپنی فضیلت کو بھول گئے۔ اِس کی وجہ صرف اِس قدر ہے کہ جب عقل اپنی نہایت تک پہونچ گئی اور اِن لوگون نے آگے بڑہنا چاہا تب عقل نے ساتہ چہوڑ دیا اور وہ اپنے مقام نہایت سے آگے نہ بڑہ سکی۔ اسی سبب سے گمراہ ہوگئے ؛

مگر باین ہمہ یونانی حکماء کی زندگی ہمکو اونکی عقلمندیون کا اسدرجہ معتقد بنادیتی ہے کہ ہم صاف طور پر یہ کہینگے کہ جو نتایج اور تجربات اِس صنفِ انسانی کے ذریعے سے اونہون نے حاصل کیے وہ ایسے بڑہے ہوئے ہین کہ یورپ باوصف تمامتر ترقی کے اوس میدان مین جسمین یونانیون نے گھوڑے دوڑائے ہین اون کے گھوڑون کی ٹاپون کی خاک بھی نہ پاسکا۔ اِسمین شک نہین کہ اِس آخری دور مین یورپ تمام دنیا سے گوئے سبقت لیگیا ہے مگر ہنوز اوس بلند حوصلہ اور عالی خیال قوم سے جسکا قتل زمانے نے دوسرا پیدا نکیا بہت پیچہے ہے۔ یہ خیال محض غلط ہے کہ یورپ نے یونان سے زائد ترقی کی۔ وہ موجب تہا اور یہ مقلد ہے۔ مگر پھر بہی ہمارا کانشنس ہمین

مجبور کر رہا ہے کہ ہم یورپ کی قدر کریں اور اوسے دعا دیں جسکی بدولت ہم کو بھی اپنے پچھلے علوم کے سیکھنے کا موقع ملا۔ خدا کرے بہت جلد یورپ اپنی عقلی ترقیات کے دعوے میں بہت جلد یونان سے قابل ترجیح ہو +

عقل کے کارناموں پر اگر ہم کچھ ریمارک کی غرض سے قلم اوٹھانا چاہیں تو دو سطر بھی نہیں لکھ سکتے کیونکہ گذشتہ اور موجودہ کارنامے اور اوسکے سلوک واحسان جو تمامی بنی نوع کے سر میں اس قدر طویل ہیں کہ غیر محدود زمانے اور غیر محدود عمر میں تحریر پاسکیں گے لیکن چونکہ عمر و زمانہ دونوں محدود ہیں اسلیے عقل کا شکریہ ادا کرنا اور اوسکے نتائج کا دکھانا امکانات سے خارج ہے۔ عقل کے بڑھے ہوئے نمونے دیکھنے کے لیے اگر ہم اون نتائج پر نظر ڈالتے ہیں جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہر وقت موجود رہتے ہیں تو کچھ اوسکے حالات وصفات دریافت کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ رات دن کے سیکڑوں ہزاروں کام جنمیں ہم اوس سے مدد لیتے ہیں کہاں تک ظاہر کر سکتے ہیں +

فلسفہ منطق طب طبیعات ریاضی ہندسہ ہیئت وغیرہ وغیرہ ایسے عالیشان نتائج عقل ہیں جنکی ہمکو دل وجان سے قدر کرنی چاہیے۔ انمیں سے کوئی علم ونیز علاوہ انکے دیگر علوم جنکی ایجاد عقل کی تیز قوت کے ذریعے سے ہوئی ہو ایسے

نہین ہین کہ جنکو ہماری زندگی سے ایک بہت ضروری تعلّق نہو۔ ہماری صحت وتندرستی قایم رکھنے کے لیے طب جس قدر ضروری ہے اوسکو ہر شخص جانتا ہے۔ طبیعات کے ذریعے سے ہمکو وہ تجربات حاصل ہو سکتے ہین جو روزانہ پیش نظر رہتے ہین اور جنکی ماہیت کا ادراک اس علم پر موقوف ہے۔ اسیطرح مختلف علوم وفنون جنکے ذریعے سے ہمارے مختلف کام بآسانی نکل سکتے ہین اور جنکی بدولت اپنے کامونکی انجام دہی مین ہم دوسرے کے محتاج نہین رہ سکتے سب ایسی ایک اعلےٰ قوّت سے جسکا نام عقل ہے وابستہ ہین۔

ریل کے ذریعے سے ہم دور دور از سفر کوسون منزلون کا فاصلہ گھڑیون اور پلون مین طے کرتے ہین۔ تار کے باعث لاکھون کرورون کوس کے اخبار گھر بیٹھے دریافت کرتے ہین اسیطرح سیکڑون ہزارون آلات اس قسم کے تیار ہوگئے ہین جنکے ذریعے سے اپنی دنیاوی ضرورتین بآسانی رفع کر سکتے ہین یہ سب عقل کے کارنمایان ہین +

ان سب باتون پر نظر وفکر کرنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے عقل کی عالیشان صفت ہمکو ایسی مفید عطا کی ہے جسکا ہر وقت ہمکو شکر کرنا چاہیے عاجز اس سے کہ ہمارا شکر اس بیش بہا عطیہ کے مقابلے مین کافی ہو یا نا کافی +

یاد رکھنا چاہیئے کہ عقل ہمکو صرف دو ضرورتون سے عطا کی گئی ہے اوّل خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے اور اپنی دنیاوی ضرورتین رفع کرنے کے لیے۔ پس ہمکو لازم ہے کہ ہم اوسکے ذریعے سے سوا ان دو کامونکے اور کوئی کام نہ لین +

یعنے دنیا کے وہ کام جنکی انجام دہی قوّت بشری مین ہے اوسکے رفع کرنے کے لیے عقل کو ذریعہ قرار دین اور وہ کام جنکی انجام رسانی قدرت نے اپنے ہاتھون مین رکھی ہے اونکے لیے مطلق کوشش نہ کرین بلکہ اونہین کامونکو خدا کی حقیقت کا ذریعہ ادراک تصوّر کرین۔ واضح ہو کہ یہی ایسا مقام ہے جہان پر انسانی عقل کا خاتمہ ہے اور اسی جگہ سے آگے قدم بڑہانا باعث خرابی ہے۔ وہ کام جو قدرت کے زبردست ہاتھون سے انجام پاتے ہین اور جنکا سر انجام قوت بشری سے باہر ہے اوسکے لیے ہمکو ہرگز کوشش کی ضرورت نہین ورنہ چونکہ عقل اپنی حد معینہ تک پہونچ چکی ہے اور آگے کام نہین دیسکتی۔ ہمارا کام بے عقلی سے خالی نہ ہوگا اور یقیناً ہمکو خطا اور ٹھوکر پڑیگی +

مسٹر اڈیٹر! میری غرض اس وقت ناظرین رسالہ کی سمع خراشی سے صرف اس قدر ہے کہ ہماری قوم مین جہالت کو جسقدر ترقی ہے اوسیقدر ہماری عقل کی آنکھون پر پردہ پڑگئے ہین۔ ہم بالکل نہین دیکھ سکتے کہ زمانہ کس گھبراہٹ

کے بہا گا جاتا ہے اور ہم اپنی ضرورتین رفع کرنے کا مطلق سلیقہ نہین رکھتے۔ کیا یہ بات شرم وحسرت کی نہین ہے کہ ہم نہ صرف علمی ترقیات مین تمام دنیا سے پیچھے ہین بلکہ تعلی ترقیات مین بھی۔ اور عقل کی ترقی علم کی ترقی پر موقوف ہے اسیوجہ سے ہماری جہالت ہمکو ترقیات سے بھی روکے ہوئے ہے +

ہماری قوم کے وہ لوگ جو سرکاری کالجون سے بڑی بڑی ڈگریان حاصل کرکے نکلتے ہین اور فوراً صیغہ ملازمت کیطرف جھک پڑتے ہین۔ خدا جانے کس خیال مین اور علوم مختلف کی تعلیم سے کیا فائدہ اوٹھاتے ہین۔ اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ کالج مین صرف کرتے ہین اور کوئی معقول فائدہ اوٹھانا نہین جانتے جسطرح وہ لوگ اپنی موجودہ ضرورتین رفع کرنے کے لیے ضروری وسائل سے غافل ہین اسیطرح اونکو اسکی بھی پروا نہین کہ آیندہ نسل اگر شایستہ ہوگی تو اونہین اعلے درجہ کا بیوقوف قرار دیگی۔ ہمارے لیے بہت بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم جس علوم کو سیکھین اور جسے اوسی قوم کے تجربات حاصل کرین اور اون تجربات سے اپنی فلاح اور اپنی قوم اور ملکی بہائیو نکے فوائد کی کوشش کرین فقط

راقم
شریف الدین

جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱

تمہید

جب کہ مین سنہ ۱۲۹۵ فصلی مین عہدہ دوم تعلقداری پر ضلع ایلگندل مین مامور تھا میرے سچے دوست عالی جناب حسن بن عبداللہ صاحب المخاطب بہ نواب عماد الدولہ بہادر مالک رسالۂ حسن نے مجھسے واسطے مرتب کرنے رپورٹ کاشت ٹھسر کی فرمایش کی تھی اور چونکہ میرے مفوضہ تعلقات چنور اور مہادیو پور مین ٹھسر پیدا ہوتی اور بنائی جاتی ہے لہذا مین نے اسکی طرف توجہ کی اور رسمیان گندم نرسلو اور جٹا بونیہ یلو کاشت کاران ٹھسر کو جو اس فن کے اوستاد اور خاص پیشہ ور ہین بذریعہ اپنے دوست گوبند راؤ حیو تحصیلدار وقت تعلقہ چنور کے طلب کرکے اپنا اوستاد بنایا اور خود اپنی ذات سے از ابتدا تا انتہا اسکا تجربہ کیا اور جہانتک اونکو حالات اور تجربات معلوم تھے اونسے دریافت کرکے لکھا۔ اگرچہ مین نے بہت زیادہ کوشش اس امر کی بھی کی کہ کوئی تاریخی تحریری حال ٹھسر کا مجھکو ملے مگر افسوس ہے کہ اس مین کامیابی نہ ہوئی جس لحاظ سے مین دعوے نہین کرسکتا ہون کہ میری رپورٹ بالکل اغلاط سے مبرا اور کامل تحریر ہے بلکہ مجھکو یقین کرنا چاہیے کہ بالضرور بہت سی فروگذاشت ہوئی ہونگی جیسا تالیف مین ہونا ممکن ہے۔ بالآخر مین نے اوسیوقت اس رپورٹ کو مرتب کرکے جناب ممدوح المناقب کی خدمت مین پیش کردی تھی مگر چونکہ اوسوقت رسالۂ حسن جاری نہین ہوا تھا

اس تحریر کو اب تک عزت اشاعت حاصل نہ ہوسکی - بعد جاری ہونے رسالۂ حسن کے
مین نے جناب ممدوح کو یاد دہانی کی مگر چونکہ وہ کاغذات مین مل گئی تھی جسکا ڈہونڈنا خالی
از دقت نہین تہا لہذا اوسکی دوسری کاپی مرتب کرنے کی ہدایت ہوئی پس بتعمیل حکم
نواب صاحب موصوف کے اور بلحاظ سچی محبت کے جو میرے ساتہہ ہے اور سچی ہمدردی
کے جو ملک کے ساتہہ ہم تحریر ہذا دوبارہ بازدیاد مراتب ضروریہ مرتب ہوئی +

ٹہسر کے بنانے کا تاریخی بیان

تعلقہ چنور اور رہاڈلپور ضلع ایلگندل مین عرصہ دوسو برس سے ٹہسر پیدا ہوتی ہے
مگر چونکہ اقوام ہنود مین تاریخ لکہنے کی عادت نہین لہذا معلوم نہین ہوسکتا کہ کون شخص اور
کس سنہ مین اس تجارت کا موجد اور بانی ہوا ہے +

اقوام کولی اور تایک پٹرار وغیرہ ٹہسر کے پیدا کرنے کی تجارت کرتے ہین اور
نوم کو شک اور دیانڈ اواڑ ٹہسر کا دہاگہ بنانے اور رنگ دینے کا کام کرتے ہین -

چونکہ یہ تجارت کثیر الحاصل ہے لہذا سرکار نظام سے اسپر ٹکس لیا جاتا ہے اور
اس ٹکس کا نام اس ملک کی اصطلاح مین کوس گنتہ ہے وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ ٹہسر کے بنانے
اور اوسکے کیڑون کی پرورش کرنے کے واسطے وسیع قطعات جنگل کوسون کی رقبہ مین

خاص قسم کے درختون کا (جنکا بیان آیندہ آے گا) درکار ہوتا ہے اسواسطے بحساب کوسون کے نیلام کی مقدار کا تخمینہ کیا جاتا ہے اور گتہ کے معنی ستاجری کے ہین لہذا کوسگتہ مشہور ہوگیا ہے +

ٹہسر کے پھل کا بیان

ٹہسر کا پھل بیضاوی شکل کا مرغی کے انڈے سے کچھ چھوٹا اور کبوتر کے انڈے سے کچھ بڑا خاکی رنگ کا ہوتا ہے اور قریب چہار انگشت کے اسکے سر پر مثل دوسرے پھلونکے ڈھٹیا (ڈیٹ) لگا ہوتا ہے حقیقت مین یہ پھل ایک قسم کے کیڑے کا گھر ہے اور اس ملک مین مخصوص لہ وندی کے درختون پر کیڑا گھر بناتا ہے اور اگرچہ شاذ و نادر بیر کے درخت پر بھی گھر بناتا ہے مگر اسواسطے وہ گھر کارآمد نہین ہوتا ہے کہ اسکے اندر کے کیڑون کے بچے دستون کی بیماری سے مرجاتے ہین اور آیندہ کو سلسلہ افزایش نسل کا قایم نہین ہوسکتا۔ گھر بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ کیڑا انڈکور شکل مکڑی کے اپنے منہ سے ایک تار نکالکر اپنے گرداگرد لپیٹا جاتا ہے اور تیس گھنٹہ کے عرصے مین جب شکل مذکور بالا تیار کرلیتا ہے اور بعض صورتون مین چار روز مین گھر بنا چکتا ہے (جسکا تذکرہ آیندہ کیا گیا ہے) اور کیڑا تار کو اپنے جسم پر اس ترکیب سے لپیٹتا ہے کہ اپنے جسم کو ایک جگہ شکل مرکز کے

قایم کر کے منہ سے تار نکالتا ہے اور صرف گردن کی حرکت پرکاری سے اپنے تمام جسم پر تار لپیٹ کر اوسمین بند ہو جاتا ہے اور پہل شل انڈہ کے درخت مین لٹک جاتے ہین پہل آم کی گٹھلی سے کچھہ ملایم ہوتا ہے اور کیڑا اسکی یحلی (مغز) کے اسکے اندر بند رہتا ہے +

کیڑونکی شکل اوسکی پیدایش اور نرومادہ کے شناخت کا بیان

یہ کیڑا انڈے دیتا ہی اور انڈے سے بچے نکلتے ہین اور وہ بچے جب عمر طبعی کو پہونچتے ہین تو بلا نکالنے بال وپر کے پہر اپنے اوپر گھر بنانا شروع کر دیتے ہین جب گھر تیار ہو جاتا ہے تب اوسمین سے پرواز ہو کر شل تتلی کے نکلتے ہین اور نرومادہ آپسمین جفت ہو کر انڈے دینا شروع کرتے ہین اور اسی دور تسلسل سے انکی پیدایش ہوتی رہتی ہے اور اگرچہ کیڑے کی مادہ بلا جفتی کے بھی انڈے دیتی ہے مگر اون کل انڈون سے بچے نہین نکلتے ہین بعض گندے ہو جاتے ہین اور بعض سے بچے نکل آتے ہین مگر اب تک یہ تحقیق نہین ہوا ہے کہ جو کیڑا اپنے اوپر گھر بناتا ہے آیا وہی کیڑا گھر کے اندر سے پرواز ہو کر نکلتا ہے یا

یا وہ کیڑا مرکر اسکی مادہ سے دوسرا کیڑا پرواز ہوتا ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان اسی رسالہ مین آیندہ لکھا گیا ہے ۔

کیڑے کا انڈہ مثل دانہ باجرہ کے سفید رنگ اور گول شکل کا کسیقدر چٹیا ہوتا ہے اور نہایت سخت مثل جوار کے غلہ کے ہوتا ہے اگر اسکو دانت مین دبا کر توڑا جاوے تو اسمین سے ایسی ہی آواز آتی ہے جیسے جوار کے دانہ کے توڑنے سے آتی ہے اور از روے امتحان ثابت ہوا ہے کہ ایک کیڑا ایک سو انڈے دیتا ہے اور نوروز کے عرصے مین انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے مگر ابھی تک یہ بات تحقیق نہین ہوئی کہ ایک وقت مین یا ایک دن مین سو انڈے دیچکتا ہے یا کہ نوروز تک برابر دیتا ہے اور کامل نوروز کے بعد تعداد سو کی پوری ہوتی ہے ۔ علے ہذا القیاس یہ امر بھی تحقیق نہین ہوا کہ خاص نوین روز ہی بچہ نکلتا ہے یا کچھ عرصے کے بعد سے بچہ نکلنے شروع ہوتے ہین اور نوروز مین علے الترتیب کل بچے نکل آتے ہین ۔ وجہ اوسکی یہ ہے کہ جو کیڑے جنگل مین بطور خود پیدا ہوتے ہین اونکے انڈے بچے نظر نہین آسکتے اور جو بغرض بنانے ثمر کے پنیہ ور لوگ اپنے گھرون مین انڈے بچے پیدا کرتے ہین اونکو معمولاً فوراً انڈا دیتے ہی معہ مادہ کیڑے کے ایک پتے کے دونا (ڈوپہ) مین بند کر کے فوروز تک نہین کھولتے ہین اور اگر بخلاف اسکے کھولدیا جاے تو تو لید انڈے بچونکے واسطے مضر

ہوتا ہے - مین ناظرین سے اس امر کی معافی چاہتا ہون کہ مین نے تعداد انڈونکے پوری ہونے اور بچونکے نکلنے کے وقت کی تصریح کو ناکامل چھوڑ دیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ تجربہ ابتدائی کے وقت تو یہ امر مناسب نہین تہا کہ معمولی قاعدے مین کمی وبیشی کیجاوے اور مین نے ان تجربات کے تجربہ کو سال آئندہ پر موقوف رکہا تہا مگر دوسری سال مین بوجہ اسکے کہ سرکاری ضرورتون سے میرا تبادلہ دوسرے ضلع پر ہوگیا مین اپنے ارادے کو پورا نہین کرسکا -

جسوقت کیڑا انڈے سے نکلتا ہے بمقدار ایک دانہ زیرہ سفید کے سبز رنگ کا ہوتا ہے اور اپنا گھر بنانے کے وقت تک پینتالیس روز کے عرصے مین بقدر چہہ انگشت کے لمبا اور اڈہائی انچہ کے موٹا سبز رنگ کا ہوتا ہے اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ یہ سبزی درخت کے پتونکے کہانے کے سبب سے پیدا ہوتی ہے اور اوسکے دونون جانب پہلون پر چار چار نشان چکدار مدور ہوتے ہین اور بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابرک کے ٹکڑے جاوے ہین - مگر جسوقت کہ کیڑا گھر بنانا شروع کرتا ہے اوسکو عموماً و عادتاً دست آتے ہین اور وہ بہت دبلا ہوجاتا ہے اور کل مادہ اوسکا تحلیل ہوکر صرف پوست باقی رہجاتا ہے اور جب وہ کیڑا گھر بنا چکتا ہے اور اوس سے باہر نکلتا ہے تو بالکل مثل تتلی (پاتی) کے بقدر ڈیڑہ انچہ لمبا اور سوا انچہ موٹا ہوتا ہے اور اسکے چار پر ہوتے ہین اور ہر ہر

مین ایک ایک نشان مدوّر چنے کی دال سے کچھہ بڑا نہایت چمکدار شل ابرک کے ہوتا ہے اور یہ وہی نشان ہے جو کیڑا ہونے کی حالت مین پہلون پر دکھائی دیا کرتا ہے اور اسکے چھہ پاؤن ہوتے ہین اور سُنہ پر دو دو پرشل موچھونکے باریک باریک سرو کے پتّے کی مانند ہوتے ہین ماده کا رنگ زردی مائل اور نر کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ مادہ بہ نسبت نر کے زیادہ موٹی اور تازی مگر بھدی اور سست ہوتی ہے اور نر دُبلا پتلا مگر چالاک ہوتا ہے۔ اور نر کے پرونکے داغ بھی بہ نسبت مادہ کے چھوٹے ہوتے ہین۔ مگر موچھین بڑی بڑی اور خوشنما ہوتی ہین۔ اور یہ کیڑا نہایت خوبصورت اور خوشنما قابل دیکھنے کے ہوتا ہے۔ قدرت نے اسکی صورت اور سیرت دونون نہایت عمدہ پیدا کی ہین جیسے اسکی صورت اچھی ہو ویسے ہی اوسکے پیٹ مین گن بھی اچھے ہین۔

مین نے ازراہ تجربہ قبل ازوقت کیڑے کے گھر کو کاٹ کر دیکھا تو اوسمین کا کیڑا قبل نکلنے بال و پر کے سوا انچہ لمبا اور ڈیڑھ انچہ موٹا سرخ رنگت کا مخروطی شکل شل بیر کے برآمد ہوا اور اوسمین کہنداد (ناب) بھی موجود تھی اور اگرچہ ہاتھہ پاؤن نہین تھے مگر شل جونک (زلو) کے اسمین حرکت ہوتی تھی اور گھٹتا بڑھتا تھا جب اس مضغہ کو گھر سے علیحدہ کرکے رکھا گیا اور تجربہ کیا گیا تو ایک ہفتہ کے بعد اسمین سے پروار کیڑا پیدا ہوا مگر ناقص الاعضا پیدا ہوا خصوصاً پر اوسکے بہت چھوٹے تھے۔ اور اوسکے

اپنی سرخ رنگت کے خول (پوست) کو سالمًا مثل سانپ کی کینچلی کے چھوڑ دیا تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسقدر عرصے مین وہ کیڑا معمولًا بہ وار ہوکر اپنے گھر سے از خود نکلتا ہے اگر اوسی پہلے گھر کو کاٹ کر کیڑا نکال لیا جاوے تو بعد تکمیل مدت بقیّہ کے پروار کیڑا پیدا ہوتا ہے مگر چونکہ گرمی باقی نہین رہتی اسواسطے کامل اور صحیح الاعضا نہین بنتا اور وہ اوپر کا سرخ خول مثل لفافہ کے ہوتا ہے اور دراصل اوسکے اندر کیڑا ایک جاندار چیز ہوتی ہے اور اوسمین کچھ کچھ علامت اعضا بھی ہوتی ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ پہلا کیڑا گھر بنانے کے بعد مرجاتا ہو اور اوسکے مادّہ سے یہ دوسرا کیڑا پیدا ہوتا ہے یا یہ ہوگا کہ مثل سانپ کی کینچلی کے اوسپر سے پوست اوترتا ہوگا مگر از روے معائنہ کے امر اوّل کا گمان زیادہ ہوتا ہے۔

ٹھسر کے بنانیکے واسطے کیڑون کے فراہم کرنیکا بیان

ٹھسر کے کیڑونکے گھر سال مین تین وقت پیدا ہوتے ہین اوّل ڈیڑھ مہینہ کے عرصے مین تقریبًا بیچ اپریل آ ۱۵ اجون لغایتہ ماہ جولائی دوم دو مہینے کے عرصے مین تقریبًا لغایتہ ماہ ستمبر سوم تین مہینے کے عرصے مین لغایتہ ماہ دسمبر مگر فصل اوّل و دوم کے گھر صرف بطور تخم کے کام آتے ہین اور انکے ذریعے سے دوسرے کیڑے پیدا کیے

جاتے ہین ان سے شہد نہین نکالا جاتا ہے اور اگر ان کیڑون کا شہد بنایا جاوے تو کمزور ہی ہوتا ہے اور بہت کم نکلتا ہے البتہ فصل سوم کے کل گھر شہد بنانے کے کام آتے ہین اور اگر اونکو لبور تخم کے بھی رکھا جاوے تو تاہم سال آیندہ تک قایم نہین رہ سکتے اور ان کے کیڑے قبل از وقت نکلکر اوڑ جاتے ہین اسواسطے ہر سال جنگل سے تلاش کر کے نئے گھر لانے پڑتے ہین اور یہ گھر جنگلون مین ناواقفی کے درختون پر بہت تلاش سے ملتے ہین چنانچہ باوجود کوشش کے اس وسیع جنگل مین جہان کا مین تجربہ لکھ رہا ہون پچاس سے زیادہ نہین مل سکتے ۔ آگے چلکر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پچاس سے زیادہ گھرون کی کچھ ضرورت بھی نہین ہے کیونکہ ایک بیل سے صدہا ہزارہا بیل بنائے جاتے ہین +

گھرونکے تلاش کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ یا تو ماہ چیت مین بوقت پت جھڑ ہوجانے درختونکے جنگل سے تلاش کر کے لائے جاتے ہین یا قبل از بنانے گھر کے جسوقت یہ کیڑا درختون پر رہتا اور پتے کھاکر پیٹ (پس افگندہ) کیا کرتا ہے اوس وقت درختونکے نیچے بیٹ دیکھکر پتہ معلوم کر لیتے ہین اور موسم پر جاکر اون درختونسے گھر اونا رلاتے ہین مگر واضح رہے کہ بڑا جنگل مین ہی اوسیوقت گھر بناتا ہے جسوقت کہ فصل سوم مین غایتہ ماہ دسمبر پرورشی کیڑے گھر بناتے ہین مگر چونکہ یہ گھر خود رو کیڑے بنائے ہوتے ہوتے ہین شاید اسوجہ سے مضبوط اور دیرپا ہوتے ہین ۔

ماہ چیت مطابق اپریل میں جب کہ درخت بالکل پت جھڑ ہو جاتے ہیں کیڑے انکے گھروندوں کو جنگل سے لاتے ہیں اور تا وقت پختہ برگ سرا (آغاز موسم بارش کے) مٹی کے کورے برتنوں یا غلہ بھنانے کی دبا کر یا گلہری کے گھونسلے میں رکھکر مکانوں میں ٹھنڈی جگہ حفاظت سے رکھ چھوڑتے ہیں اور چونکہ اوسوقت تک اس کیڑے کے بال و پر پیدا نہیں ہوتے ہیں اسواسطے گھروں سے نکلکر اڑ جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے لیکن اگر احتیاط سے ٹھنڈی جگہ نہ رکھے جاویں اور اونکو گرمی دھوپ کی یا موسم کی پہونچ جاوے تو سب مر جاتے ہیں۔ بفور شروع مرگ کے ایک ہی دو روز کے بعد پانچ پانچ چار چار انتہا پندرہ تک گھروندے ٹنٹلون (ڈویٹ) کو آپسمیں باندھکر ایک لکڑی میں جو بقدر چار پانچ گز کے بلند ہوتی چاہیئے باندھکر صحن مکان میں تخت اسما اس لکڑی کو گاڑ دیتے ہیں اور دھوپ و بارش سے محفوظ رہنے کے لیے پلاس وغیرہ کسے قسم کے پتونکی چھتری لکڑی کے اوپر باندھی جاتی ہے بعد تین روز کے خود بخود اون گھروں میں سے ٹنٹلی (ڈویٹ) کیطرف سوراخ کرکے وقتاً فوقتاً پروانہ کیڑے باہر آجاتے ہیں اور زیادہ آپسمیں خود بخود جفت ہوتے ہیں صبح شام اون کیڑونکی نگرانی کیجاتی ہے جو کیڑے صبحکے وقت جفت ہو جاتے ہیں اونکو چار بجے شام کے اور جو شام کو جفت ہوتے ہیں اونکو بھی بعد ایک شب و روز کے اوسیوقت چار بجے شام کے علیحدہ

کرتے ہین اور جسوقت کہ کیڑا جنتی کرتا ہی اوسوقت اوسکو اوس لکڑی سے اوتار لاتے ہین
اور صبحکے جنت شدہ کیڑونکو علٰحدہ کرنے کے وقت تک پتّونکے ڈوپہ مین اور شام کے
جنت شدہ کیڑونکو بانس کی لکڑی کی ٹہنی پر (جو مخصوص اسی کام کے واسطے بنائی جاتی ہی)
بٹہا دیتے ہین اور اگر قبل از وقت کیڑے خود بخود علٰحدہ ہوجاوین اور انڈے بھی دیوین
تو کچہہ مضائقہ نہین ہی لیکن جو کیڑے جنت رہین اونکو قبل از چار بجے کے علٰحدہ نہین
کرنا چاہئے یہ وقت مخصوص اس کام کے واسطے مفید ثابت ہوا ہے اور از روے تجربہ
کے انڈا دینے کا مادّہ اوسوقت کامل تیار ہوجاتا ہے۔

علٰحدہ کرنے کی ترکیب یہ ہی کہ جو جنت شدہ کیڑے دونا (ڈوپہ) یا ٹٹی پر بیٹہے
ہوئے ہوتے ہین اوسکو خوب ہلاتے ہین اس حرکت سے کیڑے خود بخود علٰحدہ ہوجاتے ہین
مادہ کو کیڑی کی نر سے علٰحدہ کرنے کے بعد نصف نصف بازو کے پتہ توڑکر پنکہ کی
ہین اور دونون بازو پکڑکر تہوڑی دیر تک (ایک منٹ) خوب ہلاتے ہین - اس عرصے
مین وہ ایک انڈا دیتی ہے اور پہر پے در پے انڈے دینا شروع کرتی ہے بعدہ اس
مادہ کیڑے کو مع انڈون کے ایک دونی (ڈوپہ) مین بند کرکے نو روز تک رکھہ چہوڑتے
ہین اور کیڑے کے کہانے پینے کی کوئی چیز اسمین نہین رکہی جاتی ہے۔
واضح ہو کہ بازو توڑنے سے یہ فائدہ ہے کہ کیڑا دونا (ڈوپہ) کے اندر اوڑنے

اور پھر کھنے سے باز رہتا ہے اور انڈون کو اتیر نہین کر سکتا۔ اور وہ دونا (ڈوپہ) تاڑ یا چوڑ یا
یا ساگوان کے پتون سے مثل ٹبڑہ کے مثلث شکل کا بناتے ہین اور چار و نطرف سے اوسکو
تنکون سے سیدیتے ہین اور جب جفتی سے علحدہ کرتے ہین اور مادہ کیڑے کو ہلاتے
ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر پہلا انڈا اوسکے مخرج سے نہ نکالا جاوے تو یقین ہے کہ وہ
اوسکے مخرج مین پھنس جاوے اور وہ ہلاک ہوجاوے۔ جب کہ پہلا انڈا نکل آتا ہے پھر کوئی
اندیشہ باقی نہین رہتا اور پے در پے انڈے ہونا شروع ہوتے ہین۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جسوقت کیڑے اپنے گھروندے نکلتے ہین آپسمین جفتی کرتے
ہین اتفاقیہ اگر وہ کل کیڑے مادہ پیدا ہون تو دوسرے کیڑے جنگل سے اگر اون سے
جفتی کرتے ہین مگر اب تک یہ تحقیق نہین ہوا کہ جنگل سے کیڑے کس سراغ سے یہان پہونچ
جاتے ہین اور اگر بخلاف اسکے کل نر پیدا ہون تو کوئی ترکیب مادہ کے بہم پہونچانے کی
اوسوقت نہین ہوسکتی اسواسطے اوّل ہی سے اوسکا بندوبست کر لیا جاتا ہے کہ جنگل
سے مادہ کیڑونکے گھر تلاش کر کے لاتے ہین جنکی شناخت یہ ہے کہ بہ نسبت نر کے مادہ
کا گھر بڑا ہوتا ہے۔

بعد نوروز کے دونہ کو کھولنے کے وقت مادہ مردہ پائی جاتی ہے اور انڈون
مین سے بچے نکل آتے ہین اون بچونکو جنگل مین لیجاکر نارمندی کے درخت پر اس ترکیب

سے چھوڑتے ہین کہ درخت کی چند شاخونکو ایک جگہ باندہ کر اوسکے بیچ مین ڈوپہ کو باندہ دیتے ہین اور چند ٹہنکے (کاڑیان) اوس ڈوپہ مین رکھدیتے ہین اوسکے ذریعے سے کل بچے درخت پر چڑھجاتے ہین اور پہیل جاتے ہین اور درخت کے پتون کو کہاتے ہین جب ایک درخت کے پتے بالکل تمام ہوجاتے ہین اور اون بچونکو غذا باقی نہین رہتی ہے تب اونکو دوسرے درخت نالندی پر اس ترکیب سے چھوڑتے ہین کہ پہلے درخت کی شاخین جن پر یہ بچے چڑھے ہوئے ہون جڑ سے کاٹ کر دوسرے تر و تازہ درخت نالندی کی شاخونکو جڑ کے قریب سے نصف نصف کاٹ کر مثل ایک سنڈوے یا چھتری کے بنا لیتے ہین اور اگر ضرورت ہو تو اوس سنڈوے کے قایم رہنے کے واسطے اوسکے نیچے لکڑیان بہی لگاتے ہین اور بچون والی شاخونکو اوس سنڈوے پر رکھدیتے ہین اور بچے بمقتضائے طبیعت اوس درخت پر چلے جاتے ہین اور پتے کھا کھا کر پرورش پایا کرتے ہین علے ہذا القیاس تا وقتیکہ اون بچون مین گھر بنانے کا مادہ پیدا ہو یہ بچے درختون پر بمقدار خواہش پتونکے حسب ترکیب مذکورہ بالا چھوڑنا پڑتا ہے اور اوس پرورش کی مدت پینتالیس روز کی ہے بعدہٗ کارتی چشمہ مین ہر ایک کیڑا تیس گھنٹہ کے عرصے مین اپنے اوپر گھر بنا لیتا ہے گھر تیار ہونے کے بعد آٹھ روز تک اوسکو درخت ہی پر رکھتے ہین تا پختہ ہوجاوے بعدہٗ

کل گھر ونکو مع ڈنٹھلون (ڈیت) کے توڑ لیتے ہین اور ٹوکرون مین بند کر کے رکھ چھوڑتے ہین اور اوسوقت پہل فصل کی کارروائی تمام ہوجاتی ہے +

دوسری فصل کا بیان

جو کیڑونکے گھر بابت پیداوار فصل اوّل کے ٹوکرون مین رکھے ہوتے ہین اون گھرون مین سے بوقت آغاز کارتی اسلیر مطابق ماہ اگست کی خود بخود کیڑے پروار مثل تلیون (پاتل) کے نکلنا شروع ہوجاتے ہین تب صبحکے وقت اونکے نر اور مادہ کو اپنے ہاتھون سے جفت کراتے ہین کیونکہ مثل فصل اوّل کے خود بخود یہ کیڑے جفتی نہین کرتے ۔

جفتی کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اول نر اور مادہ دونون کیے دم کو ناخن سے ہلاتے ہین اور منہ سے پھونکتے ہین اس حرکت سے وہ کیڑے اپنی دم کو ہلانے لگتے ہین اوسوقت دونون کی دم ملا دیتے ہین ۔ نر کی دم مین ایک باریک سا کانٹا ہوتا ہے اور مادہ کی دم مین داخل ہوجاتا ہے گویا یہ نر کیڑے کا عضو تناسل ہے ۔ جب یہ دونون کیڑے آپسمین صرف دم کیطرف سے چسپان ہوجاتے ہین ۔ اور ایک نر پانچ روز تک پانچ مادہ سے جفتی کرسکتا ہے زیادہ کارآمد نہین ہوتا اور مادہ کو صرف ایک ہی دفعہ جفتی کرائی جاتی ہے پھر کارآمد نہین ہوتی جفتی کے واسطے مخصوص صبحکا وقت ہے

جب کیڑے جفت کرا دیے جاتے ہین تو حسب قاعدہ فصل اول ایام کے چار بجے ادنکو علیحدہ کرتے ہین اور وہ انڈے دیتے ہین اور نو روز تک پتون کے دونون (ڈپون) مین رکھکر درختونپر چھوڑکر پرورش کرتے ہین ۔ مگر اس فصل دوم مین یہ کیڑے تقریبًا ساٹھ روز تک درختون پر پرورش ہونے کے بعد گھر بنانا شروع کرتے ہین اور جب گھر تیار ہوجاتے ہین درختون سے اوتارکر حسب دستور ٹوکرون مین بند کرکے رکھدیے جاتے ہین ۔ اور اسیوقت دوسری فصل کی کارروائی تمام ہوچکتی ہے

تیسری فصل کا بیان

آٹھ دس انتہا بارہ روز کے بعد پھر گھر دینے سے مثل فصل دوم کے کیڑے اوسی معمولی شکل کے نکلنا شروع ہوجاتے ہین اور نکلنے کے روز سے انتہا بارہ روز کے عرصے مین کل کیڑے نکل چکتے ہین اور حسب معمول سابقہ جفت کرائے جاتے ہین اور انڈے دلائے جاتے اور درختونپر چھوڑے جاتے ہین اور تقریبًا ساٹھ روز کی پرورش کے بعد گھر باندنا شروع کرکے ابتدائی گھر بنانے سے ایک مہینے کی مدت مین کل کیڑے وقتًا فوقتًا گھر بنا چکتے ہین مگر گھر بنانے کی مدت مین فرق یہ ہے کہ فصل اول و دوم کے کیڑے تیس گھنٹہ کے عرصے مین گھر تیار

کر لیتے ہین اور اس فصل سوم مین کم سے کم تین روز زیادہ سے زیادہ چار روز کی مدت مین گھر تیار کرتے ہین وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ تیسری فصل سردی کے موسم مین آتی ہے اور بسبب سردی کے کیڑا رات کو نا نہین نکالتا فقط دن کو گھر بناتا ہے - دوسری وجہ یہ ہے کہ بہ نسبت فصل اوّل و دوم کے گھر بڑا بناتا ہے بعد گھر تیار ہو جانے کے آٹھ روز تک درخت پر سے گھر کو نہین توڑتے کیونکہ بغیر آٹھ روز کے گھر پختہ نہین ہوتا بعد توڑنے کے دھوپ مین خشک کرتے ہین اور ٹسر بنانے والون کے ہاتھہ فروخت کر ڈالتے ہین - فصل سوم کے گھر بطور تخم کے سب آیندہ کے واسطے نہین رکھے جاتے ہین چنانچہ اسکا حال بیان ہو چکا ہے -

متفرق حالات کا بیان

تخمی پہل فصل اوّل و دوم کے فی روپیہ دو سو انہاتین سو کے نرخ سے اس مقام متجربہ مین فروخت ہوتے ہین اور فصل سوم کے پہل یعنے گھر کا نرخ بطور اوسط فی روپیہ چار سو انہا پانسو تک رہتا ہے مگر شاذ و نادر زمانہ سابق مین آٹھ سو تک بھی فروخت ہونا تحقیق ہوا ہے -

جسوقت کہ کیڑون کے بچے درخت پر چھوڑے جاتے ہین - چل - کوے - گلہری

گرگٹ - چیونٹی سے بہت حفاظت کرنی پڑتی ہے ورنہ بچونکو کہا جاتے ہین -

جو لوگ اس پیشے کو کرتے ہین وہ بطور مذہبی عقاید کے اون کیڑون مین بہ سبب اسکے ایک دور تسلسل کے طور سے اونکی پیدائش ہوتی ہے کسی باطنی تاثیر کے قائل ہو گئے ہین - ہر فصل اور ہر تغیر کے وقت مثل دوسرے دیوتاؤنکے کیڑونکی بھی ڈنڈوت اور پوجا کرتے ہین خصوصاً فصل سوم کی ابتدا مین ایک بہت بڑی پوجا اس طریقے سے کیجاتی ہے کہ کل پیشہ ور بیع اہل وعیال کے ایک شب نہین سوتے اور شب بیداری کرتے ہین اور منجملہ اونکے ایک شخص جو باعتبار ملک یا مرتبہ وغیرہ کے ممتاز ہوتا ہے اوسکو پوجا کرنے کا کام تفویض کرتے ہین اور اوسکو اوسروز برت (فاقہ) کرنا پڑتا ہے - اور پاو سیر چانول کا خشکہ شبنم کے پانی سے پکا کر اوسمین تھوڑی تھوڑی جھاڑو کی گھانس اور چرچٹے کی گھانس اور سرو الہ کی گھانس اور دودھی کی گھانس کے تخم ڈالتے ہین اور تھوڑا خون سیاہ بکری یا مرغی کا اور ایک جوڑا اٹھسر کے کپڑونکا بھی اوسمین ڈالکر پکاتے ہین اور قبل از طلوع آفتاب سب زن و مرد اور بچے اپنے ہاتھونکو پس پشت کرکے کھڑے ہو جاتے ہین اور اور اپنے دیوتاؤنکو یاد کرتے ہین اوسوقت وہ پوجا کرانے والا منوز آدمی تھوڑے تھوڑے چانول بطور تبرک کے سب کے ہاتھون مین رکھدیتا ہے اور وہ لوگ

نہایت تعظیم کے ساتھ اوسکو نشتجان کر لیتے ہین علاوہ اسکے شروع عمر یعنی ابتدائے کارروائی پرورش کیڑون سے آخر فصل سوم تک پیشہ ور لوگ مجامعت اور موتر اسی سے مجتنب رہتے ہین اور زچہ خانے مین نہین جاتے۔ کوئی عورت بحالت ناپاکی حیض و نفاس کے جہان کیڑے یا اونکے انڈے بچے رہتے ہین نہین آنے پاتی سونک (ایام تولیت) کی حالت مین کوئی شخص کیڑونکے پاس نہین جاسکتا۔ اگر اضطراراً پیشہ ورونکو سونک عارض ہوجاتا ہے تو دوسرے لوگون سے کام لیتے ہین اور خود نہین جاتے۔ اگر اصلاح بنواتے ہین تو ایک شبانہ روز کیڑون کے پاس نہین جاتے۔ اور اس ایام مین ہرگز ہرگز چھچھوندا اور پیٹہ۔ کدو۔ اور گندہ انڈہ نہین کھاتے ہین۔ مگر دوسری قسم کا گوشت یا شراب یا سیندی یا کسی ترکاری کے کھانے پینے کا پرہیز نہین ہے۔

شروع موسم سے کارتی پوہ بھانک کیڑونکو کچھ بیماری نہین ہوتی مگر کارتی اترا مین جو کہ کیڑونکے گھر بنانے کا وقت ہے اگر بادل زیادہ گرجتا ہے تو کیڑا مل جاتا ہے اور گھر کمزور اور خراب بنتا ہے اسکے دفعیہ کے واسطے لوہے کا سیل اور کودون (کودادن) کا گھانس تھوڑا تھوڑا درخت پر باندہ دیتے ہین اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسکی تاثیر سے کیڑونکو نقصان نہین پہونچتا ہے اور ایسا ہی کارتی

ویسا کہا ہین جوکہ فصل سوم کے کیڑون کی پرورش کا وقت ہے اگر بارش ہوجاوے تو کیڑونکو دست آنے لگتے ہین اور مرجاتے ہین اور اونکے حق مین یہ وبائی مرض ہے اسکا کوئی علاج بھی اب تک نہین نکالا ہے اور جس سال مین ایسی صورت پیش آتی ہے اوس سال کی فصل خراب اور پیشہ ورونکو نقصان ہوتا ہے۔

بیان کیڑون کے گھرون سے تاگہ بنانے کا

جو لوگ ٹسر کا دھاگہ بناتے ہین وہ معمولاً ہر وقت تیاری گھرونکی فصل سوم کے وقت خود جنگلون مین جاکر پیشہ ور لوگون سے ٹسر کے گھر خرید لاتے ہین اور اونکو مکانون مین لاکر فوراً اونکو جوش دیکر رکھتے ہین وجہ اوسکی یہ ہے کہ اگر جوش دیکر ٹسر کے گھرونکو نہ رکھا جاوے تو کیڑے گھرونسے نکل کر اوڑجاتے ہین چراغ کی روشنی مین بلا جوش ٹسر کے گھرونکا رکھنا اسواسطے مضر ثابت ہوا ہے کہ کیڑے اوسمین سے اوڑجاتے ہین اگرچہ مناسب حال یہ تھا کہ ٹسر کے گھر پیدا کرنے والے پیشہ ور گھرونکو جوش دیکر فروخت کرتے مگر وہ لوگ کیڑون کے نکلنے

کو مذہبی گناہ جانتے ہین اسواسطے ٹھسر کا دہاکہ بنانے والے خریداری مین
بہی جلدی کرتے ہین اور وہ فورًا اونکو جوش دیکر رکھتے ہین ۔
پہلونکو جوش دینے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک مٹی کے گھڑے مین ٹھسر
کے گھرونکو بھرکر اوسکے منہ پر بانس کی چھتری (ٹوکری) یا گھانس باندہ دیتے
ہین تاکہ اوسکو اوندہا کرنے سے پہلی گر نجاوے اور ایک دوسرے گھڑے
مین نصف پانی بھرکر ٹھسر کے گھرون کے بھرے ہوے گھڑے کو اوسپر اوندا
رکھدیتے ہین اور چولہے پر چڑہاکر آگ جلاتے ہین جسوقت نیچے کے گھڑے کا
پانی جوش ہوتا ہے اور اوسکی بہاپ اوپر کے گھڑے مین پہونچتی ہے تو
اوسکے صدمے سے تمام کیڑے اپنے گھرونکے اندر تقریبًا دس پندرہ منٹ
کے عرصے مین مرجاتے ہین بعدہ آٹھ روز تک متواتر اون گھرونکو دہوپ مین
خشک کیا جاتا ہے اور خشک ہونے کے بعد باتیہا رکھہ چھوڑتے ہین اور تجربہ
سے ثابت ہوا ہے کہ بعد جوش کے ایک مدت تک یہ پیل خراب نہین ہوتے
اور ہر وقت کام مین آسکتے ہین اونکی نگہداشت کا بہی کوئی خاص طریقہ نہین ہے
جب کہ کیڑون سے ٹھسر کا دہاکہ بنانا منظور ہو اوسوقت پھر ٹھسر کے جوش شدہ
کیڑونکو مکرر اس ترکیب سے جوش دیا جاتا ہے کہ اوّل ایک مٹی کے گھڑے مین

پانی ڈالتے ہین اور اوس پانی مین ٹھنڈی پلاس کی لکڑی کی خاک ملاتے ہین بعدہٗ پانی کے اوپر جھاڑو کے تنکون (کاڑیون) کا ایک گٹھا (گٹھا) رکھکر اوسکے اوپر ٹھسر کے گھرونکو اس ترکیب سے رکھتے ہین کہ پانی اونکو نہ لگے ٹھسر کے گھرون پر ایک کپڑا (چوڑ) کی مٹی مین لپیٹ کر بچھا دیتے ہین اور گھڑکو چولے پر رکھکر آگ جلاتے ہین۔ پانچ چھہ ابال آنے کے بعد جب اوسمین بدبو پیدا ہوتی ہے تب ٹھسر کے گھرونکو گھڑے سے نکالکر ایک ایک کو راکھہ پر اوندہا رکھتے ہین اور اوسپر چونے کا پانی چھڑکتے ہین جسکے سبب سے اون ٹھسر کے گھرون کا پہل کٹکر سفید ہوجاتا ہے بعد تیس منٹ کے جبکہ پانی خشک ہوجاتا ہے تو ہر ایک پہل کے منہ پر تھوڑا (تھوڑا) کانجی کا پانی (چانول کے دھوون کا پانی جو رکھنے سے کھٹا ہوجاتا ہے) مین پھٹکری ملاکر لگا دیتے ہین اور آہستہ آہستہ ہلاتے ہین اور پھر کھینچتے ہین تو اوسمین سے ایک تار نکل آتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس انتہا تک جسقدر منظور ہو ٹھسر کے گھرونکو ایک ٹوکری مین ڈالکر اونکے تار آستین ملاکر کھینچتے ہین اور بائین (چپ) ہاتھہ سے اونکو پکڑکے سیدے ہاتھہ سے اونکو بل دیتے ہین اور کھینچتے جاتے ہین اور تمام گھر ٹھسر کا بطور سوت کے بنڈے کے کہلاتا ہے اور تمام ہوجاتا ہے اور اتفاقاً اگر کوئی تار ٹوٹ جاتے تو پھر

دوسرا تار نکالکر جوڑ لیتے ہین اور اوس ٹھسر کے دہاگہ کا پچا ہاتھہ پر ہی بنایا جاتا ہے اور چرخہ (ایک قسم کا آلہ سوت لپیٹنے کا) پر ہی لپیٹا جاتا ہے

اگر بارہ گھر کے تار آپسمین ملاے جاوین تو اوسکا دہاگہ باریک نتل آدمی کے بال کے ہوتا ہے اور سو سو گھر کا دہاگہ علیحدہ علیحدہ رکھنے کا دستور ہے خواہ پانچ پانچ گھر کا جوڑ کر تار نکالا جاوے یا بیس بیس گھر کا ملاکر نکالا جاوے اور ایک سو گھر کا دہاگہ تخمیناً پانچ سے دس تولہ تک ہوتا ہے۔ کم و بیشی اوسکی گھر ونکی عمدگی پر موقوف ہے اور جو گھر ٹھسر کے ایسے ہوتے ہین جسمین بوقت فصل اول یا دوم یا سوم کے کیڑے نکل کر اوڑ جاتے ہین اگرچہ اونسے بھی ٹھسر کا دہاگہ نکالا جاتا ہے مگر اوسمین سے بہت کم نکلتا ہے۔ قیمت ٹھسر کے دہاگہ کی تقریباً فی سیر بارہ روپیہ ہوتی ہے ایک سیر دہاگہ سے ایک معمولی ساڑھی تیار ہوسکتی ہے اور پندرہ روپیہ قیمت کو فروخت ہوتی ہے۔

ٹھسر کی رنگت کا بیان

اصلی رنگ اس دہاگہ کا سفید مایل بہ زردی ہوتا ہے اور یہ زردی سفیدی صاف کرنے کی عمدگی سے کم زیادہ ہوتی ہے مگر ہر قسم کی رنگت اوسکو دی جانی ممکن ہے

سرخ رنگت کی ترکیب یہ ہو کہ ڈیڑھ پاؤ شہر کے واسطے ڈیڑھ سیر لاکھ کو پانی میں خواہ میٹھا پانی ہو یا کھارا تین روز تک بھگونا چاہیے بعدہ اوسکو خوب باریک پیسکر چھان لیوے اور پندرہ تولہ پسکر باریک پسکر اوس پانی میں ملا دیوے اور تین پاؤ املی (تمر ہندی) کو ایک کپڑے میں باندھکر اوس پانی میں ڈالدیا جاوے پھر شہر کے واسطے کوا دسمین ڈالکر چولھے پر چڑھایا جاوے اور ایک گھنٹہ تک ملایم آنچ سے پکانا چاہیے شہر خوشرنگ سرخ ہو جاتا ہو اور اگر احیاناً ایک دفعہ مین سرخی کامل طور سے نہ آوے تو دوبارہ یہی ترکیب کرنی ہوتی ہے۔

زرد رنگت کی یہ ترکیب ہو کہ ڈیڑھ پاؤ شہر کے واسطے ڈیڑھ سیر پلاس کے پھول کو تین روز تک پلاک کی راکھ کے پانی میں رہنا چاہیے۔ چوتھے روز اوس شہر کو پندرہ تولہ پسکری کے پانی میں بھگو دین اور بعدہ دھوپ میں خشک کرین جب قدرے نم باقی رہے شہر کو پلاس کے پھولون کے پانی میں ڈالکر معہ پھولون کے چولھے پر رکھا جاوے اور ایک گھنٹہ تک ملایم آنچ سے پکایا جاوے اس سے زرد رنگ ہو جاتا ہو۔ اگر خوب زردی نہ آوے تو مکرر حسب ترکیب مذکورہ بالا دوآتشہ کرنا چاہیے

راقم
امیر محمد خان

خُلق

اور

اوس کا حُسن و قبح

خالق عالم نے صفحۂ زمین پر ہزارون ہی قسم کی مخلوق خلق کی ہے جو ہر ایک بقدر حوصلہ اپنی زبان حال سے اوسکی یکتائی اور سچّی صنعت کا راگ گاتی ہے۔ مگر خلقت انسان جو اشرف المخلوقات کے مغز خطاب سے مشرف ہے اوس ایک صورت گر کی پاک صنعت کا مجسم نمونہ ہے۔

اگر اپنی شرافت باطنیہ پر نظر کرکے آپ ملائک آسمانی کیطرف بھی کہہ تو یہ فرمائین تو اوس عظمت کے جوش مین جو آواز کہ آپ کی زبان سے نکلیگی غالبًا وہ یہی شعر ہوگا ؎

وہ نرے پتلے ہین کافور کے بھولے بھالے
رات دن صلّے علیٰ صلّی علیٰ کہتے ہین

شرافت باطنیہ سے قطع نظر کرکے وجاہت ظاہری ہی کو لیجئے دیکھیے انّی جاعلٌ فی الارض خلیفہ اوسکے لیے کسقدر موزون و مناسب خلعت ہے۔

حضرات صوفیہ کا قول ہو کہ کل مخلوق بلحاظ نوعیت خلقت ایک ایک اسم الٰہی کا مظہر ہے جسمین جن و ملک بھی شامل ہین بجز نوع انسان کے کہ یہ جناب مظہر کل اور جامع جمیع صفات ہین یعنی سب مراتبکی قوتین قدرتاً انکی فطرت مین رکھی گئی ہین حافظ شیراز کا ایک شعر جو ایک مقدس نص قرآنی کی تفسیر ہے انکی شان کا ایک نمونہ اور انکے دعوے کا ایک ثبوت ہو ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

چونکہ ہم اپنے جوہر ذاتی سے کام لینے کے عادی بہت کم ہین اسوجہ سے اس شعر کے معنی سے جو ہمت و قدرت و عالی حوصلگی ظاہر ہوتی ہے اوسکو حیرت و تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہین مگر ہماری اصلیت ہرگز اس تعجب و تحیر کی مقتضی نہین ہے کیونکہ خدائے پاک نے اپنی تمام مخلوق مین اگر کسیکو اپنی کل قدرتونکی خوشنما تصویر بنایا ہے تو وہ انسان ہی ہو جہان اسکی فطرت مین اور بہت سی صفتین رکھی گئی ہین وہان ایک صفت خلق بھی ہو جسکی حقیقت ہم بیان کرتے ہین +

بیشک اوس حکیم علی الاطلاق ہی کا کام ہے کہ اس قالب خاکی مین اقسام کی صفتین پیدا کی ہین نہ صرف پیدا کی ہین بلکہ اوسنے کام لینے کی قدرت بھی عطا فرمائی

ہے۔

کتب اخلاق مین لکھا ہو کہ انسان دو صورتون سے مرکب کیا گیا ہو ایک صورت **ظاہر** اور دوسری **باطن** یا یون کہو کہ خلق بالفتح صورت ظاہر کو کہتے ہین اور خُلق بالضم صورت باطن کو۔

جسم صورت ظاہر ہے جو چشم ظاہر سے دیکھا جاتا ہو اور **روح** صورت باطن ہے جو بصیرت دل سے دیکھی اور پہچانی جاتی ہے۔

جیسا جسم کو ایک ہیئت و صورت نمایان ہو ایسا ہی روح کو بھی ایک صورت و ہیئت ہوتی ہے بھلی یا بری۔

الحاصل صورت باطنیہ یا ہیئت روحانی کا نام خُلق ہے۔

جسطرح صورت ظاہر کو بھلائی یا برائی یعنے حسن و جمال یا بدصورتی درکار منظری لازمی ہے اور سیطرح صورت باطنیہ یا ہیئت روحانی کو بھی حسن یا قبح ضرور ہے۔

جس ہیئت سے افعال و حرکات شائستہ جو {شرعاً و عقلاً پسندیدہ ہون} صادر ہوتے ہین تو اوسکو خلق حسن کہتے ہین۔ مگر ان حرکات و افعال کا وقوع بلا تکلف اور بغیر تصنع و بناوٹ ہونا چاہیے کیونکہ کسی غرض یا نمایش کے لیے بہ تکلف کوئی شائستہ کام کیا جاوے تو وہ خلق حسن مین محسوب نہ ہوگا بلکہ ریاکاری پر جو خلق قبیح ہے محمول کیا جاوے گا

لہذا اوس ہیئت کا نفس مین راسخ و ثابت ہونا لازمی ہے اسلیوجہ سے ہیئت راسخہ نفسانی کو خلق کہتے ہین خواہ نیک ہو یا بد +

اگر اوس ہیئت راسخہ نفسانی سے افعال و حرکات مکروہ و ناشائستہ سرزد ہونگے تو اوسکو خلق قبیح کہین گے +

ظاہر ہے کہ حسن ظاہر صرف آنکھہ ناک رخسار کے درست ہونے سے کامل نہین ہوسکتا تا آنکہ سراپا حسن نہ ہو ایسا ہی صورت باطنیہ [خُلق] کا حسن بی اوسوقت تک کامل نہین ہوسکتا جب تک کہ اربعہ ارکان ذیل سے بلا افراط و تفریط کام نہ لیا جاوے +

اربعہ ارکان

قوّتِ علم[۱] قوّتِ غضب[۲] قوّتِ شہوت[۳] قوّتِ عدل[۴]

قوّتِ علم[۱] - اس قوّت کو نفسِ عاقل اور نفسِ ملکی بھی کہتے ہین - یہ قوّت فکر تمیز اور ادراک حقائق کی مبدا ہے اسکا حسن یہ ہے کہ افعال و افعال کی بھلائی و برائی بخوبی و بلا تکلف سمجھہ سکے یعنی قول کے جھوٹہ و سچ اور فعل کے حسن و قبح مین امتیاز و افتراق کرسکے اور ایسا ہی اعتقادات کے حق و باطل مین تمیز کرے جب یہ قوّت کامل ہوتی ہے تو آدمی حکیم ہوتا ہے حکمت کے بھی دو نوع ہین -

۱ نظری ۲ عملی

نظری یعنی چیزوں کی ماہیت و اصلیت کو جیسا کہ فی نفسہ ہو جاننا۔

عملی یعنی جیسا کہ چاہیے بقدرِ طاقت و حوصلہ بشری کام کرنا +

قوتِ غضب کو نفس سبعی بھی کہتے ہیں یہ نفس سباعی ہے۔ حشم۔ دلیری۔ تکبر۔ جاہ دفع مضار سکا۔ اسکا حسن یہ ہے کہ علم و حکمت کے تابع رہے تاکہ علم و حکمت کی امارت سے ہر موقع سختی و نرمی عمل میں آوے۔ نہ سختی بیوقت اور حد سے متجاوز ہو نہ نرمی ضرورت سے زیادہ ظہور پذیر ہو + ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ ہست

اس اعتدال کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حلم پیدا ہوگا اور ساتھ ہی شجاعت نمودار ہوگی جو تابع حلم ہے۔

قوتِ شہوت۔ معروف بہ نفسِ بہیمی جو مبدا ہے شوقِ مباشرت و خواہش اکل و شرب و جلبِ منفعت کا اسکا حسن یہی ہے کہ متابعت علم و حکمت کی کرے اور پابندی عقل و حکمت کے حظوظ و لذائذ نفس کے حاصل کرنے میں میانہ پن اختیار کرے جب یہ اعتدال راسخ ہوگا صفت عفت پیدا ہوگی اور فضیلت سخاوت بھی جو عفت کی تابع ہے حاصل ہوگی +

قوّت عدل ۔ اس قوّت کی نسبت بعض حکما کے مختلف بیانات کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قوّت اور قوتوں کی طرح انسان میں نہیں رکھی گئی ہے بلکہ جب قوتہائے ثلاثہ مذکورہ سے بدرجۂ اعتدال بلا افراط و تفریط کام لیا جاتا ہے تو یہ قوت رابعہ یعنی عدل پیدا ہو جاتی ہے یا ان ہر سہ قوتوں کی ترکیب کے بعد جو حالت اعتدالیہ پیدا ہوتی ہے وہی عدل ہے +

مگر اکثر علما و حکما اس قول کی مخالفت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس طرح علم ۔ غضب ۔ شہوت ہر سہ قوتیں انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہیں ایسی ہی چوتھی قوت عدل بھی اوسکی فطرت میں موجود ہے اور وہی قوّت عدل ہے جو قوتِ غضب و شہوت کو علم و حکمت کے تابع کر دیتی ہے جس سے انسان علم و حکمت سے کام لینے کی سکت پاتا ہے اور ایک نتیجہ بلا افراط و تفریط پیدا کرتا ہے جو فضیلت عدل کے نام سے موسوم ہوتا ہے ۔

چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ اجناس و اصول و فضائل چار ہیں یعنی حکمت ۱ ۔ شجاعت ۲ ۔ عفت ۳ ۔ عدالت ۴ ۔ لہذا قول ثانی ہی زیادہ اعتبار کے قابل ہے ۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ خلق کے حسن کی تکمیل کے لیے اربعہ ارکان مذکورہ سے بلا افراط و تفریط کام لینا چاہیے پس افراط و تفریط ہی خلق قبیح ہیں ۔ اگر ان ارکان اربعہ میں افراط و تفریط ہو گی تو حسن خلق کی تکمیل نہ ہو سکے گی ۔ مثلاً

قوت علمیہ کی افراط و تفریط کیرزی و بلہ ہیں ۔ کیرزی یعنے بے ضرورت و بیجا

فکر و تردد کرنا اور عقل دوڑانا۔ بلہ۔ بوقتِ ضرورت عقل سے کام نہ لینا استعمالِ عقل نہ کرنا یہ دونوں خلق قبیح ہیں اسکا متوسط حکمت ہے جو خلق حسن ہے +

قوتِ غضبیہ کی افراط و تفریط تہور و جبن ہے۔ تہور یعنی بے موقع دلیری کرنا اور جبن یعنی نامردی و پست ہمتی یہ دونوں خلق قبیح ہیں اور متوسط شجاعت ہے جو خلق حسن ہے +

قوتِ شہویہ۔ کی افراط و تفریط شرہ و خمود و شہوت ہے۔ شرہ یعنے بلا نگہداشت حکمت حفظ نفس کی زیادہ پیروی کرنا۔ خمود و شہوت۔ یعنی شہوت کا سرد و گرم ہو جانا۔ یہ دونوں خلق قبیح ہیں اسکا متوسط عفت ہے اور خلق حسن ہے +

اسی وجہ سے اجناس اصول فضائل یہی چار ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور فروعات انکے بہت ہیں چند بیان کیے جاتے ہیں +

فروعِ حکمت۔ فہم۔ ذکا۔ سرعت۔ حسن تعقل۔ صفائی ذہن۔ تحفظ۔ سہولت تعلم

فروعِ شجاعت۔ تواضع حلم۔ بلند ہمتی۔ ثبات۔ سکونِ نفس۔ تحمل۔ حمیت۔ مہابت رقت۔

انواعِ عفت۔ صبر۔ قناعت۔ رفق۔ حیا۔ وقار۔ ورع۔ حسن۔ سخا۔ مسامحت۔ ہدیٰ۔

فروعِ عدالت۔ عبادت۔ صداقت۔ تسلیم۔ توکل۔ رضا۔ مکافات۔ الفت۔

تودّد ۔ وفا ۔ حسنِ قضا ۔ صلۂ رحم ۔ حسنِ شرکت ۔

اس تفصیل کے بعد ہم اس بیان کو اس مسرّت کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ ہمارے ہمعصر ابنائے جنس جو خوش خلقی کے خوشنما خطاب سے مخاطب ہیں اونکو زیادہ خوش ہونا چاہیے، نہ صرف اسوجہ سے کہ اونکو ایک خطاب خوش اخلاقی حاصل ہوا ہے بلکہ اسوجہ سے بھی کہ خدا کے عطیۂ معزّز نعمتوں سے متمتّع اور اونپر محیط ہوکر اپنے معاصرین کو اپنا مبارک و مقدّس نمونہ دکھاتے ہیں فقط

راقم
محمد عزیز اللہ

توکّل

گفت پیغمبر باواز بلند
بر توکّل زانوے اشتر ببند

چند اصول فی زمانہا نہایت شد و مد سے اسلام کے بعض گروہ مین جاری ہین - علی الخصوص اوس گروہ مین جسنے اپنی ناقص العقل کے باعث تعلیم سے بہت کم فائدہ اوٹھایا ہے - وہ اگرچہ دنیا کی نظم و نسق کے لیے نہایت ضروری اور لازمی ہین مگر ساتھ ہی اوسکے یہ کہنا بھی ضروریات سے خالی نہین کہ اگر اون اصولون نے رہانی اوسجھہ کے عہد مین پرورش پائی ہے تو اون سے وہ مادّہ استقلال کا پیدا ہو جاتا ہے جسسے ہر لحظہ امید بڑھتی ہے کہ سوائے کامیابی کے اور کوئی نتیجہ ہرگز پیدا نہ ہوگا - اگر برخلاف اوسکے اون اصولونکو غلط معنی پہنائے جائین تو اونسے بڑھکر مضر ترقی اور بہبودی آیندہ کی راہ کوئی چیز نہین - اس چھوٹی سی تمہید پر اکتفا کرکے ناظرین کو مضمون سے آگاہی دیتا ہون - بے شغلی جو لفظ توکّل تعبیر کیجاتی ہے - اکثر کم ہمت اور تساہل شعار جبلی سرشت مین تن آسانی اپنا قبضہ جالیتی ہے توکّل کو وہ معنی پہناتے ہین جو خلاف عقل اور مذہب ہین - تن آسانی ایک ایسی خوشگوار اور فرحدار شے اللہ نے بنائی

ہے جسکے لیے ہر مخلوق تہ دل سے جویان وخواہان رہتی ہے - یہ وہ چیز ہے جسکی جستجو اور تلاش سے کوئی ذی روح خالی نہین - گو وہ صاحب ادراک ہو یا نہین - لیکن اسموقع پر مین صرف انسان پر بحث کرنا چاہتا ہون - ہر فرد بشر کا مقصد اصلی یہ ہے اور ہونا چاہئے کہ دنیا مین آسایش سب سے بڑی چیز ہے - لیکن یہ خیال اوس حد تک درست اور بجا ہے جہان تک کہ وہ مضر خلایق اور مضر اپنی ذات خاص کے لیے نہ ہو - اسکا ہرگز یہ منشا نہین کہ کسی بنی نوع کو (خواہ وہ عزیز ہو یا غیر) نقصان پہونچا کر اپنی آسایش کے سامان فراہم کیے جاوین - دنیا کے حالات اور اسباب پر جہان تک غور و خیال کیا جاتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے صانع کا کوئی فعل خالی از حکمت اور مصلحت نہین - اور کوئی شے جسنے خلقت پائی ہے بیکار نہین - خدا نے - آنکھہ - ناک - کان - زبان - ہاتھہ - پاؤن - جو انسان مین پیدا کیے ہین ان مین کچھہ بھید ضرور ہے - اور نہ کوئی چیز دنیا مین خالی از فائدہ ہے ضرور ہر ایک شے سے کوئی عمدہ نتیجہ نکلتا ہے - ہاتھہ پاؤن اسلئے نہین ہین کہ وہ مثل فضول کاٹ کباڑ کے کسی گوشے مین پڑے رہین - اور اونسے کچھہ کام نہ لیا جائے - بلکہ وہ اسلیے عطا ہوئے ہین کہ وہ ہمارے ارتفاع ضروریات مین مدد اور معین رہین - پاؤن کا کام یہ ہے کہ وہ ہمکو اوس چیز تک پہونچا ئین جسکی ہم کو خواہش ہے اور وہ ہمارے ہاتھ قدرت سے باہر ہے - ہاتھہ کا کام یہ ہے کہ اون سے ہم اپنے مطلوب پر قبضہ حاصل

حاصل کرتے رہیں۔ انکہ۔ ناک۔ کان۔ کو خدا نے ہمارا معلّم مقرر کیا ہے اور انہیں سے ہر ایک شے کی ماہیت اور کیفیت کا ہمکو علم ہوتا ہے۔ ان سب کے اوپر خدا نے ہمکو دو قوتیں عطا کی ہیں جو اس دنیا میں ہمارے افعال و حرکات کی ہادی ہیں۔ انکا نام قوّت مدرکہ اور قوّت ممیزہ ہے۔ چنانچہ پہلی سے ہر ایک شے کا علم اور دوسری سے بُرے بھلے کا امتیاز ہوتا ہے۔ قوت ممیزہ کا صرف یہی کام نہیں ہے کہ وہ ہمکو نیک و بد میں فرق بتا دے بلکہ اوسکا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہمکو اون امور سے آگاہ کرے جنکا کرنا ہمکو قدرتی طور پر لازمی اور ضروری ہے۔ یعنی اون افعال سے جو مقتضی بشریت اور لوازمۂ انسانی ہیں جنکا نکرنا موجب اذیّت اور نقصان ہے۔ اگر ان اصولوں کی فروگذاشت کی جائے تو کچھ ہمارا ہی نقصان نہیں ہے بلکہ اوس خاندان کا بھی جسکے ہم رکن ہیں اور اوس قوم کا بھی جسکے ہم ممبر ہیں۔ اور یہ امر وہ ہیں جنکی جوابدہی ہماری گردن پر ہے اور ایک صریحی نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے کو (خواہ وہ ہمارا دوست نگر ہو یا ہم اوسکے) نقصان پہونچانا گناہ ہے خلقت انسانی پر غور کرنیوالے خوب جانتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی ذات کو اور اپنے ابنائے جنس کو نفع پہونچائے۔ اور ان سب سے بالاتر یہ امر ہے کہ غلطی کل سے نافرمانی اور نمکحرامی خدائے برتر کی ہوتی ہے جسکی احسانات سے عہدہ برائی کسیطور پر ممکن نہیں۔

جو اعضا انسانی جو عطیات رحمانی ہیں اونکو تو کل کے غلط معنی پر بیکار رکھنا حقیقت میں خدا کے مقدس ارادوں کو توڑ کر قومی اوبار کی مجسم زندہ تصویر بننا اور مرتکب کفران نعمت کا ہونا ہے۔ نقصان دینی اور اخلاقی کے سوا ایک اور نقصان ہے اور وہ ایسا ہے جس سے میں خیال کرتا ہوں کوئی انکاری نہ ہوگا۔ ہر چیز کا فائدہ ہے کہ جب تک استعمال میں رہتی ہے عمدہ رہتی ہے اور اوسکی درستی کا خیال پیش نظر رہتا ہے اور جب کوئی شے بیکار ہو جاتی ہے تو اوسکا کوئی خیال ہی نہیں کیا کرتا۔ حتے کہ مالک بھی اوسکی طرف سے نظر توجہ پھیر لیتا ہے۔ علے ہذا اگر انسان بھی ایسا ہی کرے اور اپنے تمام اعضا کو معطل کر دے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ سب بیکار ہو جائیں اور اوسکی فرمانبرداری سے سرتابی کرنے کو ہر دم آمادہ اور طیار رہیں مثلاً اگر آدمی چلے پھرے نہیں کھانا ہضم نہیں ہوگا۔ صدہا قسم کی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی اور ہزارہا نقصان اوٹھانا پڑیں گے۔ ایک مرتبہ تمام اعضائے جسمانی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کل کام پرورش اور حفظ بدن کا ہمارے سپرد ہے اور حضرت شکم کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہمکو کیا ضرورت ہے کہ ہم مصیبت اوٹھائیں اور دردسری کر کے شکم پری کیا کریں۔ بس سب نے متفق ہو کر تن آسانی اختیار کی اور کچھ کام نہیں کیا چند ہی روز میں یہ نتیجہ ہوا کہ نہ ہاتھ پاؤں میں قوت رفتار۔ نہ آنکھ میں قوت بصارت

سب کے سب معطل اور بیکار ہو گئے۔ غرض مجبور ہو کر شکم سے صلح اختیار کی اور اپنا اپنا
کام سنبھالا۔ پھر بدستور وہی کارخانہ جیسا کہ پہلے تھا جم گیا۔ انسان کی مدنی الطبع ہونے کی اس سے زیادہ
مؤثر مثال دوسری کم ملتی ہے دنیا دار المکافات اور عالم اسباب کا موزون مترادف ہے جب
انسان حسب منشائے قانون قدرت اپنے بے مثل قدرتی آلات سے کام لیتا ہے
جسمیں ہر ملکی صلاحیت ہے تو اوسکے مکافات و نتائج سے بقدر محنت بہرہ مند ہوتا
ہے۔ اگر بالفرض کوئی کم عقل کسان نہیں تردد کئے ہوئے زمین
مین تخم ریزی کرے اور مزید غور سے بلکہ واجب غور سے بباعث تساہل دست آویز
ہو جائے تو کیا وہ اپنی مزروعہ سے کسی قسم کے مفاد کی امید رکھ سکتا ہے۔
ہرگز نہین۔ وہ زمین جسکا تردد اچھی طرح ہوا ہوگا عمدہ طور پر بار ور ہوگی اور وہ مالک
جو اس ہندی مقولہ کا کاربند رہا ہوگا کہ۔ کہتی ضم ستی اور دہن اس پاس زیادہ
نفع اوٹھاوے گا۔ الحاصل جو کرے گا سو پاوے گا۔ جو سووے کا وہ کھووے گا
کوشش اور جستجو کرنے کا نام ہرگز توکل نہین۔ بلکہ توکل اوسکو کہتے ہین کہ تمام ذرائع
اور وسائل اختیار کر کے اپنے آپ کو اوس لیاقت تک پہونچائے جو کسی کام کے
اکتساب کے لیے ضروری ہو اور جب کل سامان اور اسباب ضروری فراہم
ہو جائین تب اپنے خالق کی ذات ستودہ صفات پر بھروسا کرے اوسوقت ضرور ہے

لہ وہی ایسے ہی شخص کی مدد سب سے پہلے کرے گا کیونکہ خدا اونکی مدد کرتا ہے
جو اپنی مدد آپ کرتے ہین ۔

ہر کام کو نہایت استقلال کے ساتھہ درجہ بدرجہ طے کرنے اور کسی حالت مین
نہ وہ کسی سبب سے یاس کی ہو ۔ یا کامیابی کی دست ہمّت سے نہ چھوڑنے کو توکل
کہتے ہین ۔

عنوان آرٹیکل ہذا کے مقدس لفظ کو غلط معنی مین بہت اشاعت دیگئی جو کہ بہت سے لوگون کا مستد علیہ قرار پایا اور درحقیقت الواقع خسر الدنیا والاخرہ کا سبب ہوا ۔

اس تحریر سے ہمارا ہرگز یہ بھی مطلب نہین کہ توکل بے اثر شے ہے نہین وہ سب سے بڑا تسکین اور تشفی کا آلہ ہے ۔ خدا پر بھروسا کرنا عین سعادت کی دلیل ہے اور علامت
کامیابی کی ہے لیکن اوسی حالت مین جب کہ اوسکے احکام کے مطابق کاربند ہو فقط

راقم
قاضی سید حامد علی

انتخاب تاریخ طب

یعنے

طب کا وجود اور اوسکی ابتدائی حالت

اسبات کی تحقیق کرنا کہ علم طب کب پیدا ہوا اور اوسکے پیدا ہونیکا سبب کیا ہوا چند وجہ سے بہت مشکل ہے۔

اوّلاً اسوجہ سے کہ اوسکو پیدا ہوکر ایک زمانہ دراز گذرا اس حالت مین اوس امر کا دریافت کرنا جسکے ابتدا اور زمانہ کا ٹھیک طور پر پتہ نہ لگ سکے نہایت دشوار ہے

ثانیاً اسوجہ سے کہ سچّے قدیم مورخین کا اس امر کے متعلق ایک بھی متفق علیہ قول نہین ہے جسکو ہم سچا سمجھکر اوسکی پیروی کرین۔

ثالثاً اسوجہ سے کہ جنلوگون نے اسکے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے وہ بھی مختلف الآراء اور مختلف الطبقات ہین اس صورت مین اگر ایک کے قول کو بلا ترجیح سچّا قرار دین تو کوئی تسلیم نہ کرے گا اور حقیقت مین کسیکو تسلیم بھی نکرنا چاہیے۔

حکیم جالینوس نے اپنی تفسیر مین جو اوسنے بقراط کی "کتاب الایمان" پر

کلی ہے یہ بیان کیا ہے "یہ بحث کہ سب سے پہلے علم طب کسنے ایجاد کیا کچھ آسان بحث نہیں ہے جسکو عوام کی رائے طے کر سکے۔

مذکورۂ بالا وجوہات سے یہ ظاہر ہے کہ ہم طب کے وجود کا پتہ نہ وجہ اوّل سے لگا سکتے ہین اور نہ وجہ ثانی سے اس امر کے متعلق ہمکو جو کچھ مدد مل سکتی ہے وہ وجہ ثالث ہی سے جب ہم مورخین کی مختلف رایون پر نظر ڈالین گے تو ہم طب کے وجود کے متعلق کچھ نہ کچھ اونکی مختلف رایون سے نتیجہ نکال سکین گے

وجود طب کے حکما دو فریق ہین جو فریق حدوث اجسام کا قایل ہے وہ طب کے بھی حادث ہونے کو تسلیم کرتا ہے اور اوس فریق کی یہ دلیل ہے کہ جن اجسام مین طب مستعمل ہوتا ہے وہ حادث (فانی) ہے تو طب بھی حادث ہو۔ اور جو فریق اجسام کے قدیم ہونے کا معتقد ہے وہ طب کو بھی قدیم جانتا ہے۔ اور اونکا قول ہے کہ تمام اجسام قدیم (غیر فانی) ہے تو بالفرض طب بھی قدیم ہے۔ ہمکو اس مقام پر عالم کے حدوث و قدوم کو منطقی اور طبعی مسائل کی رو سے ثابت کرنا منظور نہین ہے ہان اسبات کا تو ہم ضرور اعتراف کرتے ہین کہ جب ہم عالم کے قدیم ہونے کو تسلیم کرلین گے تو ہم طب کے وجود کا پتہ نہ لگا سکین گے۔ طب کے وجود کا پتہ تو جب ہی لگیگا جب ہم عالم کے

حدوث کو تسلیم کرین پس جو فریق حدوث اجسام کا قائل ہے اونکے بھی دو گروہ ہین +

ایک گروہ کا یہ اعتقاد ہے کہ طب انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوئی اسلئے کہ طبیعت انسانی کا صحت و علالت سے محفوظ رہنا ناممکن ہے - اور طب ہی انسان کی صحت و علالت کے لیے کافی معیار ہے -

دوسرے گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ طب انسان کے بعد پیدا ہوئی اور انسان ہی طب کا موجد ہے - چنانچہ فیلن اور ناسلس وغیرہ کی یہی رائے ہے پھر اسبات کے دریافت کرنے مین کہ پہلے پہل طب کس ملک مین ایجاد ہوئی اور اسکے پیدا ہونے کا سبب کیا ہوا - اور کسنے ایجاد کی - مورخین نے بہت اختلاف کیا ہے - اون موجدون اور قوم کے نام حسب ذیل ہین -

مصری[1] ہرامسہ ثلثہ[2] !! اہل فونوس اہل موسیا[3] - اہل افروجیا[4] !!! -

---

!! حکمائے قدیم مین تین شخص ہم نام گذرے ہین جنکا نام ہرمس تھا اور وہ ہرامسہ ثلثہ کے نام سے یاد کیے جاتے ہین ہرمس اوّل کو مورخین نے اہرام مصری بانی قرار دیا ہے +

!!! مؤرخین کا بیان ہے کہ اہل افروجیا نے مختلف قسم کے مزامیر (باجے) ایجاد کیے

حکمائے[6] فونیہ[7] بابل[8] کے ساحر۔ یمن[9] کے ساحر۔ فارس[10] کے ساحر۔ اہل[11] صفالیہ ہندی۔ اہل[12] افریطس۔ سومانی[13]۔ کلدانی[14]۔ کسدانی[15]۔ بقول علمائے اسرائیلی کے یوخال[16] بن لامخ بن متوشالخ۔ سلیمان بن[17] داؤد علیہ السلام۔ موسےٰ[18] علیہ السلام ادریس[19] علیہ السلام۔ شیث بن[20] آدم علیہ السلام۔ بقول مجوسیوں[21] کے زردشت۔ بقول صابیون (ستارہ پرستوں کے) قدیم کاہن[22] (نجومی یا غیب کی باتیں بیان کرنیوالے)

غرض کہ کسی خاص شخص یا خاص قوم کو اس فن کا موجد کہنا سخت غلطی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ فن طب کوئی اور شخص یا اور قوم نے ایجاد کیا ہو یا پہلے کسی خاص مقام میں پیدا ہوا ہو افراد انسانی کو اس علم کی جیسی حاجت ہے وہ ظاہر ہے۔ جب افراد انسانی کی کثرت ہوئی اور مختلف مقامات میں لوگ آباد ہونے لگے تو چونکہ اس مقام کی آب وہوا اور غذا انسان کی صحت کے لیے مختلف اثر تھی اسلئے کئی ایک ملک کے باشندے بہ نسبت دوسرے

جس سے نفس انسانی (مدبر بدن) کے اندرونی آلام دفع ہوئے جب اس چیز سے مدبر بدن کے آلام زائل ہوتے ہیں تو بدن کے آلام وفسادات بطریق اولےٰ دفع ہو سکتے ہیں۔

[6] فونیہ ایک جزیرہ کا نام ہے حکیم قواط اور اس کے آبا واجداد یعنے آل اسقلیبوس اسی ملک

ملک کے باشندون کے زیادہ تندرست تھے اور بعض زیادہ امراض مین مبتلا تھے اس اعتبار سے کسیکو طب کی ضرورت کم تھی اور کسیکو زیادہ بہرطور ہر شخص اسکا محتاج تھا پس کسینے مشاہدات اور تجربات سے حاصل کیا اور کسینے اتفاقات اور خواب ہی سیکھا۔ جب انسان کو مدت مدید مین متعدد اور مختلف ادویہ کے استعمال کی معلومات ہوئی تو وہ اوسمین تامل کر کے اونکی علتین اور مناسبتین دریافت کین جس سے قوانین کلیہ کی بنیاد پڑی جب اوسکو اوسمین کمال ہوا تو معرفت کلیات سے جزئیات کا علم حاصل ہوا اور استنباط جزئیات سے کلیات کا علم ہوا۔

زمانہ کے انقلابات اور بادشاہونکی ملک گیری اور غلبہ سے اسمین تبدیلیان ہوتی رہین مفتوح قوم کے فنا ہوجانے سے فاتح قوم ہی اوسکی موجد سمجھی جانے لگی کیونکہ اکثر مورخین کو ایسے واقعات کے پتہ لگانے مین غلطی ہوجاتی ہے اور

---

† کے رہنے والے تھے اور اون کا یہ بھی بیان ہے کہ پہلے علم طب اقلیم رابع کے تین جزیرون مین پیدا ہوا اون جزیرونکے نام یہ ہین۔ روذس۔ قبرس۔ قوس۔ حکیم بقراط اسی جزیرے مین پیدا ہوا۔ عیون الانبار جلد اوّل صفحہ (۵)

اور وہ ناواقفیت سے کہدیتے ہین کہ فلان قوم اس علم یا فن کی موجد ہے اسیوجہ سے عام لوگ مغالطہ مین پڑجاتے ہین - ممکن ہے کہ کسی اور قوم نے ایجاد کیا ہو -

چنانچہ امیر ابوالسوق منشر بن فاتک نے اپنی کتاب (مختار الحکم و محاسن الکلم) مین بیان کیا ہے کہ جب سکندر دارا کے ملک (فارس) پر فتحیاب ہوا تو اوسنے حکم دیا کہ مجوسیونکے دین کی کل کتابین جلادیجائین - لیکن نجوم - طب اور فلسفہ کی کتابونکی نسبت اوسکا حکم ایسا نہین تہا - بلکہ اوسنے ان علوم کی کتابونکو نہایت اہتمام سے فراہم کیا اور اپنے ملک کو لیجاکر اونکا رواج دیا - اوسی زمانہ کے لوگ اسکے موجد سمجھے جانے لگے -

جالینوس وغیرہ کا بیان ہے کہ جب بقراط نے یہ دیکھا کہ چونکہ طب مدوّن نہین ہوا ہے اندیشہ ہے کہ زمانہ کے انقلابات سے چندروز مین مفقود ہوجاوے اور اسکا مفقود ہونا آیندہ آنیوالی نسلونکے لیے ایک خطرناک امر ہے اگر یہ علم کتابون مین مدوّن ہوجاوے تو یہ اندیشہ نہین رہے گا - اس خیال سے اوسنے علاوہ اور علوم کے اس فن کو کتابون مین لکھا اور عوام کو اسکی ترغیب بہی دی - انہین واقعات کو دیکھکر ناواقف لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ اسکا موجد بقراط ہی ہے مگر حقیقت مین اونکا یہ کہنا تاریخ کے فلسفہ سے غلط ثابت ہوتا ہے لیکن یہ کہا گیا ہے کہ اس

اسقلیبوس سے بقراط سے پہلے کسیکو اس فن کی تدوین کا خیال نہیں ہوا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے طبیب کے لقب سے اسقلیبوس ہی یاد کیا گیا ہے۔

شیخ موفق الدین اسعد بن الیاس بن مسطان نے اپنی کتاب "بستان الاطبا و روضۃ الالباء" میں ابوجابر المغربی سے یہ قول نقل کیا ہے "کہ نوع انسانی بالضرور ایک مبدار کی (جس سے نوع انسانی کا سلسلہ چلا) محتاج ہے اسلیے کہ نوع انسانی معدود ہے اور ہر معدود کی ایک ابتدا ہونی چاہیے جس سے تعداد کا سلسلہ قایم ہوا یعنی واحد۔ یہ کبھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ افراد انسانی نا معدود (بے نہایت) ہیں اسلئے کہ افراد انسانی معدود ہو سکتی ہے گو اوسکو عملاً ہم نہ گن سکیں لیکن عقلاً اوسکا شمار ہو سکتا ہے"

ابوجابر یہ بیان کرتا ہے کہ جب اشخاص بالضرور ایک مبدا کے محتاج ہیں تو طب بھی ایک مبدا کی محتاج ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جسطرح مبدا انسانی اس علم کا محتاج تھا اوسیطرح تمام افراد یعنے موجودہ لاکھوں کروروں آدمی طب کے محتاج ہیں ہم کسیطرح اوسکو اس بسیط علم کا موجد نہیں کہہ سکتے کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے معلومات کی تعداد انگلیوں پر تھی پس طبی معلومات کا یہ حال ہوا تو اوسکو اس غیر محدود معلومات کا مخزن کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ اوسکی جو کچھ معلومات تھی

اوسین استباط کو دخل نہا مگر پھر بھی ظنیات کے قریب تھی اور آجکل تو طبی معلومات کا درجہ یقین کے درجے کے مقابل سمجھا جاتا ہے۔ گو آجکل کے عملی اور عقلی معلومات پر نظر ڈالنے سے عام لوگ اس مغالطہ میں پڑ سکتے ہیں کہ اب انسان اپنی تمام ضرورتوں کی تکمیل کر چکا مگر جو ہی اس امر پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ جسطرح عبد الانسانی اپنی ضرورتوں کی تکمیل نکر سکا اسیطرح کسی آیندہ غیر محدود زمانہ تک بھی تمام اشخاص انسانی اپنی ضرورتوں کو تمام نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اگر تکمیل ضروریات کا قول تسلیم کر لیا جائے تو اوسپر ایک بڑا یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کیا افراد انسانی سے ایک یا چند اشخاص کو امراض مختلفہ۔ ادویہ۔ ترکیب ادویہ۔ اونکی آمیخی قوتیں۔ اونکے امتزاجات۔ ترکیب استعمال۔ اونکی تاثیرات کے نتائج۔ جمیع بلاد۔ ان لوگونکے مختلف مزاجات۔ تفریق دیار۔ کانونکے مقامات۔ اونکی تعینیں۔ اونکی خاصیتیں حیوانات بری و بحری و ہوائی۔ اُن کی قوتیں۔ اونکی خاصیتیں۔ اون کے نتائج۔ مضار۔ وغیرہ وغیرہ کا علم ہو سکتا ہے۔ کبھی نہیں اس قول کا قابل مجنون خیال کیا جائے گا۔

غرضکہ انسان کو مختلف ذرائع سے طبی معلومات حاصل ہوئے۔ کبھی اتفاقیات۔ اور بجربات۔ سے کبھی قیاسات اور تشاہدات سے اور کبھی

خود مدبر بدن (نفس) کی امداد سے۔ اب ہم طب کے اتفاقیات۔ تجربات۔ قیاسات وغیرہ سے حاصل ہونے کی قدیم زمانہ کے لوگون کی چند نظیرین پیش کرتے ہین +

اتفاقیات

(۱) مصر مین ایک عورت تھی جو مہلک بیماریون مین مبتلا تھی یعنی اوسکا معدہ ضعیف ہوگیا تھا۔ سینہ اخلاط ردیہ کا مخزن بن گیا تھا ایام بھی بند ہوگئے تھے اتفاق سے وہ راسن کھا گئی جسکی تاثیر سے اوسکی تمام بیماریان بہت ہی تھوڑی مدت مین زائل ہوگئین۔ جب ایسے امراض کے لیے وہ دوا استعمال کیگئی تو اوس سے بہت فائدہ ہوا۔

(۲) بادشاہ بیوس کا ایک غلام نہایت ظالم۔ شریر اور غماز تھا۔ تمام امراء وزراء یہ چاہتے تھے کہ کسیطرح اوسکو مار ڈالین چونکہ بادشاہ اوسکو بہت عزیز رکھتا تھا اسلیے کسیکو اوسکے قتل کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی آخر کو تنگ ہوکر اونہون نے یہ تدبیر نکالی کہ اوسکو بقدر دو درہم کے افیون کھانے یا پانی مین ملاکر کھلا دین۔ اس سے بادشاہ کو کسی پر الزام قتل کا موقع نہ ملے گا اونہون نے ایک باغ مین جشن کرکے اوسکو مدعو کیا اور افیون پانی مین گھولکر پلا دی گئی۔ تھوڑی دیر مین

راسن ایک قسم کی گھاس ہے

قریب مرگ ہو گیا اور چونکہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا اونہون نے اوسکو باغ کے ایک کمرے مین ڈالکر مقفل کر دیا اور محافظین بھی مقرر کر دیے اور اونہون نے یہ سمجھکر کہ وہ اب چند منٹ مین مر جائے گا۔ بادشاہ کے پاس اس واقعہ کی اطلاع کی غرض سے گئے۔ ابھی یہ لوگ بادشاہ کے پاس پہونچنے بھی نہین پائے تھے کہ اوس کمرے کے قریب سے ایک سانپ نکلا اور براہ راست اوس کمرے مین گھس گیا جسمین وہ قریب الموت غلام مقفل تھا تھوڑی دیر کے بعد غلام نے آواز دی کہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا جلد دروازہ کھولو اور وہ مجھپر حملہ کر رہا ہے۔ محافظین نے فوراً دروازہ کھولدیا اور وہ صحیح وسالم نکلا۔

(۳) حکیم اندرو اخس بیان کرتا ہے کہ مقام بوبرنوس مین میری ایک زمین تھی مین کسانونکو نوکر رکھکر اوسے کام لیا کرتا تھا۔ چونکہ میرا مکان اوس کھیتی سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا ہر روز مین اپنے ساتھ توشہ لیکر جایا کرتا تھا اور کسانونکو بھی تھوڑا بہت کھانا دیدیا کرتا تاکہ وہ میرے کام مین سستی نکرین۔ ایک روز مین اپنے ساتھ شراب کی بڑی بوتل جو مدت سے میرے یہان سربند تھی لیتا گیا جب کسانونکو تشنگی ہوئی تو وہ بچال اسکے کہ اسمین پانی ہے اوسپر ٹوٹ پڑے اور اوسکا سربند توڑکر ایک چوڑا پیالہ ڈبوکر پانی لینا چاہا اتفاق سے اوسمین ایک سانپ چھپا ہوا تھا اوسنے اوپر

حملہ کیا اور کسان ڈر کر کود کر دور کھڑے ہو گئے اور سانپ نکلکر جنگل مین چلا گیا۔ اونہون نے سمجھے کہا کہ اگر یہ شراب ہمکو دیدیجائے تو ہم بہت انعام پا سکتے ہین۔ مین نے اونسے انعام کا حال دریافت کیا تو اونہون نے بیان کیا کہ ہمارے دہیان مین ایک شخص مرض لاعلاج مین مدت سے مبتلا ہی۔ طول مرض سے اوسکے عزیز و اقارب تنگ ہو گئے ہین اور وہ کہتے ہین کہ اگر اس مریض کو کوئی شخص کسی حیلے سے اڑدالے تو ہم انعام دینگے۔ مین اور مرض کی سخت تکلیف سے مریض نے بھی کئی دفعہ خودکشی کا ارادہ کیا۔ لیکن وہ اپنے ارادے مین کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ سنکر مین نے شراب کی بوتل اونکو دیدی۔ اونہون نے مریض کو وہ شراب پلائی۔ رات کو اوسکا جسم پھولنے لگا اور پھولتے پھولتے اوسکے جسم کا ظاہری پوست پھوٹنے لگا اور صبح تک تمام پوست اوسکے جسم سے نکلکر گر پڑا اور وہ ایک خوبصورت نوجوان بن گیا۔ بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

(۴) حکیم ابولیوس کا بھائی پیرایش کے ایک عہدے پر مامور تھا وہ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے کے لیے جنگل مین پھرا کرتا تھا۔ وہ ایک روز کسی گاؤں کو جا رہا تھا چونکہ موسم گرمی کا تھا تھک کر ایک درخت کے نیچے لیٹ رہا اور اوسکو نیند بھی آگئی سوتے ہی اوسکو ایک سانپ نے کاٹ کھایا اس صدمہ سے اوسکی آنکھ کھل گئی اور اوسمین اتنی طاقت بھی نہ رہی کہ اوٹھکر سانپ کو مارے۔ چونکہ اوسکے پاس کاغذ۔ دوات قلم موجود تھا

اوسنے اپنا نام ونشان ۔ مقام سکونت اور سانپ کا کاٹنا ایک رقعہ پر لکھکر درخت سے باندہ دیا اسکے بعد اوسپر زہر کا اثر غالب ہونے لگا اور بیہوش بھی ہوگیا ۔ اتفاقاً اودہر ایک شخص آنکلا اور رقعہ پڑہنے کے بعد اوسکو بہت افسوس ہوا چونکہ بظاہر شدت تشنگی سے اوسکی زبان خشک ہوتی ہوئی معلوم ہورہی تھی وہ شخص پانی کی تلاش مین نکلا اوس درخت کے پاس ایک بیلے اور گدلے پانی کا چشمہ تھا اوسی چشمہ سے تھوڑا سا اوسکو پانی پلایا پانی پیتے ہی وہ اوٹھ بیٹھا اب دونونکو بہت تعجب ہوا اور جستجو ہوئی کہ اوس پانی مین کیا شے ہے اور اس خوف سے کہ اگر بلا واسطہ کسی چیز کے پانی مین ہاتھ ڈالا جائے تو کوئی موذی جانور کاٹ لے گا اوسنے اوس درخت سے ایک شاخ کاٹ لی اور پانی مین ڈالکر ہلانے لگا اوسمین دو سانپ نکلے جو ڈستے ہوئے اوسمین گر پڑے تھے اون سانپون نے اوسپر حملہ کیا لیکن وہ نہایت سرعت سے بہاگ گیا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپ کا زہر جو ایک سم قاتل ہے بعض امراض اور ہیمیات کے دفع کرنے کے لیے اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے +

(۵) دوسرے مین ایک شخص مرض استسقا کی بیماری مین مبتلا تھا طول مرض اور طبیبونکے علاج سے دست بردار ہونے کے سبب سے وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا طبیبونکے دست بردار ہونے سے وہ اپنے عزیز واقارب سے کہنے لگا کہ اب تم مجھکو

کسی چیز کے کھانے پینے سے مت روکو جو میرے جی مین آئے کھانے دو - چاہے
مین مرجاؤن یا جیون - اونھون نے اوسکو اس امر کی اجازت بھی دیدی - ہر روز وہ
اپنے دروازہ پر بیٹھا رہتا اور اقسام کے اکولات مطعومہ اور غیر مطعومہ خرید کر کے
کھالیا کرتا - ایک شخص نمک مطبوخ (پکائے ہوئے ٹڈی) بیچ رہا تھا مستقی نے نمک خرید
کر کے کھایا جس سے اوسکو اسہال شروع ہوگئے اور تین روز تک زرد رنگ کا پانی بہتا رہا
اور پھر وہ بہت تندرست ہوگیا - یہ دیکھکر اطبا نے اون نمک کو دریافت کیا اور معلوم ہوا
کہ وہ نمک نبات مازریون کھایا کرتے ہین جو استسقا کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی
ہے - اور بلا ترکیب اطبا یونانی نے مازریون کے استعمال کو خطرناک لکھا ہے -

تجربات

(۱) جمال الدین نقاش مسعودی بیان کرتا ہی کہ شہر اسود کے پہاڑ پر اقسام کے
غیبات (گھاس) پیدا ہوتی ہے - سیاحون کی ایک جماعت کا ادھر گذر ہوا اور اونکو وہان
شب باشی کا بھی اتفاق پڑا رات کو وہ ایک گھاس پر سو رہی جسکی تاثیر سے اون کی
ناکون سے خون جاری ہوگیا - اور وہ بے خبر سو ہی رہے تھے چند اور لوگ وہان
پہونچے اور اونکو اس حالت مین دیکھکر جگایا اور اسکا سبب پوچھا اونھون نے بیان کیا -

ہکو نہین معلوم کہ کیون ہکو نکسیر شروع ہوگئی اونہون نے خیال کیا کہ یہ گھاس کی تاثیر کا سبب ہو۔ یہ سنکر مین اوس مقام پر پہونچا اور اوس گھاس کو دیکھا اوسکی شکل ہندبا (کاسنی) کی سی تھی لیکن ہندبا مین اور اوس گھاس مین صرف اسیقدر فرق تھا کہ اوس گھاس کے کنارے اولے ہوتے تھے اور مزہ تلخ تھا اور مین نے اوسکو آزمایا چنانچہ جو شخص اوسکو سونگتا تھا فوراً اوسکو نکسیر شروع ہوجاتی تھی۔

(۲) ایک شخص کے پیلی مین درم ہوگیا تھا جسکے درد سے مریض بے چین رہا کرتا ایک روز وہ نہر کے کنارے پر جا بیٹھا وہان ایک قسم کی گھاس تھی جسکو اطبا حی العالم کہتے ہین۔ مریض نے تجربہ کے خیال سے اوس گھاس پر اپنا ہاتھ رکھا اوسکے درد کو کسیقدر آرام ہوا وہ دیکھکر بلاناغہ اوسکا استعمال کرنے لگا اور چند روز مین اوسکا مرض زائل ہوگیا۔ اسی شخص کی نسبت کہا گیا ہو کہ سب سے پہلے اسنے اودیہ کی معرفت حاصل کی +

قیاسات

(۱) جبش ناعم کا بیان ہے کہ کسینے جوار* سے اونٹ کا جگر خریدا اور اوسکو لیجاکر ایک قسم کے پتون پر رکھدیا۔ تھوڑی دیر مین وہ جگر گلکر بہ گیا پھر اوسکو اوس درخت کی تلاش ہوئی چند روز کی تلاش مین اوسکو وہ درخت مِلگیا۔ اسنے قیاس کیا کہ اگر

* اونٹ کے گوشت بیچنے والیکو جوار کہتے ہین۔

اسکا پتہ کسیکو کہلایا جائے تو وہ مرجائے گا او سکے قیاس کی بدولت چند جانین
نذر اجل ہوئین !!

(۳) کسینے ایک قسم کی گھاس !!! (حرب چبا کر کھائی جس سے اوسکو قے اور
اسہال ہونے لگے اور تھوڑی دیر مین بند ہی ہوگئے - اوسکو اوسنے قیاس کیا کہ کوئی
دوا ایسی ہی ضرور ہوگی جسکی تاثیر اسکے خلاف ہوگی - چند روز کی جستجو مین اوسکو سحاق[۲]
ملگیا جو مسہول (جسکو کہ اسہال ہون) کے لیے نہایت مفید ثابت ہوا - چونکہ سحاق مین
مین جموصت (ترشی) اور قابضیت تھی اوسنے قیاس کیا کہ آیا صرف جموضت سے
مسہول کو فائدہ ہوا ہے یا قابضیت سے پہر اوسنے صرف حامض ادویہ کا استعمال کیا
مگر مسہول کو اوس سے فائدہ نہین ہوا - اس تجربہ سے اوسنے قیاس کیا کہ مسہول کے
لیے ادویہ قابضہ مفید ہونگی - پہر اوسنے اپنے خاص تجربہ سے اور سکے متعلق
قواعد مرتب کیے اور ایک مدت کے بعد "تولیف الاشیار باضداد ہا" کا کلیہ بنا یا گیا

!! - یہ واقعہ حکیم جالینوس کے وقت کا ہے - چنانچہ جالینوس نے اپنی ایک کتاب مین بیان کیا ہے
کہ بادشاہ نے اوسکے قتل کا حکم دیا جب اوسکو قتل کرنے کے لیے چلے تو اوس وقت مین ہی

!!! - اس گھاس کو اطبا رتیوعات کہتے ہین اور تیوعات کی سات قسمین ہین - عشر - تبہرم
۲ - ایک درخت کو کہتے ہوتے ہین -

مشاہدات

(۱) رازی نے اپنی "کتاب المخاصل" مین بیان کیا ہی کہ جب خطاف کے بچونکو یرقان ہوتا ہی تو وہ کہین سے حجر یرقان ڈھونڈ لاتا ہی اور اپنے گھونسلے مین گھاس کے نیچے بچھاتا ہی جسکی تاثیر سے اوسکے بچون کا یرقان جاتا رہتا ہے آخر یہ قان کا علاج انسان نے اسی سے سیکھا ہی جسکو کہ یرقان ہو جائے اگر اوسکے گلے مین یہ پتھر باندہ دیا جائے تو یرقان دفع ہو جاتا ہی۔

(۲) جب مادہ عقاب کو بعض وقت بیضہ رکھتے وقت تکلیف ہوتی ہے تو اوسکا زحجر قلقل کو جسکو حجر عقاب بھی کہتے ہین لاکر مادہ کی پشت پر رکھتا ہی جس سے اوسکی تکلیف دور ہو جاتی ہی۔ جب عورت کو ولادت کیوقت تکلیف ہوتی ہے تو اطبا اسکا استعمال کراتے ہین اور بچہ آسانی سے پیدا ہوتا ہی۔ عقاب ہی سے

اوسکے ساتھ تہا بادشاہ کا یہ حکم تہا کہ اوسکی انکھ پر ایک پٹی باندہ دیجائے تاکہ وہ کسیکو نہ تبلا سکے مگر خاص مجھے تبلانے کا حکم تہا۔

لاعیہ۔ ماہودانہ۔ عرطیثا۔ ازریون۔ خنجکشت۔

سفید رنگ کا ایک چھوٹا پتھر ہوتا ہے۔

اونھون نے اسکا استعمال سیکھا۔

(۳) حکیم ذیقورید وس کا بیان ہے کہ شہر اقریطس کی جنگلی بکریون کو جب شکارین تیر مارتے ہین تو گو تیر اونکے بدن مین گھس جاتا ہی لیکن وہ بلا تکلف چرتی رہتی ہین اور تھوڑی دیر مین وہ تیر خود بخود اونکے بدن سے نکل پڑتا ہی۔ اسکا سبب یہ ہی کہ اوس جنگل مین مشکطر الشیرا !!! بہت ہوتا ہی اور یہی اونکی غذا ہوتی ہے۔ اسکی تاثیر سے اونپر زخم کا اثر نہین ہوتا

(۴) قاضی نجم الدین عمر بن محمد الکیرندی بیان کرتا ہے کہ تقلق !!! پہاڑونکی چوٹیون اور بلند مقامون مین اپنا گھونسلا بناتا ہے ایک اور پرند اوسکا دشمن ہوتا ہی اور ہمیشہ تقلق کا شکار کرکے کھاتا ہی۔ وہ اوسکے انڈے ہی پھوڑ دیتا ہے تقلق اپنے گھونسلے مین ایک قسم کی گھانس لاکر بچھاتا ہی جسکی بو سے اوسکا دشمن اندھا ہوجاتا ہی اور پھر وہ اوسکو مار ڈالتا ہے ✦

مرایائے صادقہ

یعنی

سچّی خواب

(۱) حکیم جالینوس نے اپنی کتاب مین فصد کی بحث مین بیان کیا ہے کہ مجھکو بچپن سے

!!! جسکو اہل ہند لوشکلہ بھی کہتے ہین یعنی جنگل پورنیہ۔ !!! ایک پرند کا نام ہے

جگر کے ایک پردے مین مرض پیدا ہوگیا تہا اور مدتون تک رہا خواب مین مجھکو یہ ہدایت ہوئی کہ اوسکے ازالہ کے لیے فصد کے ذریعے سے سیاہ اور ابہام کے درمیان جو عرق ضارب (رگ متحرک) ہے اوس سے تہوڑا خون بہا دیا جائے تو آرام ہوگا مین نے اوسکے مطابق عمل کیا جب ایک رطل کے قریب خون نکلگیا تو میرے جگر کا مرض بالکل زائل ہوگیا۔

(۲) جالینوس کا بیان ہے کہ شہر فرغامس مین مین نے ایک آدمی کو دیکھا جسکے پہلو مین درد تہا اوسکو خواب مین ہدایت ہوئی کہ تہلی کی متحرک رگ کا بذریعہ فصد تہوڑا خون بہا دیا جائے اوسکے مطابق عمل کرنے سے اوسکا درد جاتا رہا۔

(۳) جالینوس نے اپنی کتاب "حیلۃ البرء" مین یہ بیان کیا ہے کہ مین نے ایک بڈہے کو جسکی عمر سائہ برس کی تہی ایک شہر مین دیکہا اوسکی زبان اسقدر پہول گئی تہی کہ منہ مین سما نہین سکتی تہی اور نہ اوسمین اتنی طاقت تہی کہ وہ فصد کے عمل کا متحمل ہوسکے۔ مین نے اوسکو ایک گولی دی جو ایلوے اور سنا و مکی اور مغز پوست اندرائین سے مرکب تہی اور مین نے اوس سے یہ بہی کہدیا کہ وہ اپنی زبان پر کوئی سبز شئے رکہے اوس گولی کے کہانے سے اوسکو بہت قائمہ

ہوا اور تمام غلیظ مادہ نکل گیا اور زبان جو پھولی ہوئی تھی پتلی ہوگئی مگر بالکلیہ مرض کو آرام نہ ہوا - خواب مین اوسکو کسیفے یہ کہا کہ اگر زبان پر عصارہ انجس رکھا جائے تو آرام ہوگا اور عصارۃ انجس کے استعمال سے اوسکو آرام ہوگیا -

(۴) حکیم اریباس نے اپنی کتاب "کناشتہ الکبیر" مین بطور استدلال کے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کے شانہ مین پتھر پیدا ہوگیا تھا جسکے سخت درد سے مریض تنگ ہوگیا تھا مین نے اوسکو بہت سی دوائین دین جنکی ایسی تاثیر تھی کہ وہ پتھر ٹکڑے ہوجائے یا گل جائے مگر میری ادویہ سے کچھ ہی فائدہ نہ ہوا - خواب مین ایک شخص اوسکے پاس آیا اور اوسکے ہاتھ پر ایک خوبصورت چڑیا بیٹھی ہوئی تھی اوسنے مریض سے کہا کہ اس پرند کا نام صفراغون[1] ہے یہ جانور بڑے بڑے جنگلون اور زمین شور مین ہوتا ہے جلا کر اسکی راکھ کھایا کر اسی راکھ کے استعمال سے اوسکے شانہ کا پتھر ٹکڑے ہوکر نکلگیا -

(۵) ممالک مغرب کا ایک خلیفہ بھی سخت بیماری مین گرفتار تھا - ایک شب کو اوس نے خواب مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اپنے مرض کی شکایت کی حضرت نے اوس سے چند الفاظ فرمائے جنمین ایک لفظ "اوہن" بھی تھا باقی الفاظ کے معنی اوسکی سمجھ مین نہ آسکے - معبرین سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی چونکہ اوس جملہ کے

[1] یہ بھی ایک جانور کا نام ہے + اوس کا پورا نام یہ ہے "ابوالمنیع صفراغون دم خیاک" ت

معنی پورے طور پر کسکی سمجھ مین نہین آتے تھے اسلئے کوئی اوسکی تعبیر نکر سکا مگر ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین حضرت نے روغن زیت کا استعمال بتایا ہے خلیفہ نے پوچھا تجھکو کیونکر معلوم ہوا اوسنے کہا قرآن کی اس آیت سے "من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار" پر خلیفہ نے اسکا استعمال کیا جس سے وہ تندرست ہوگیا۔

مزاجیات

(۱) اسٹلاڈ موی (کثرت خون سے) ایک شخص کا جسم ثقیل ہوگیا انکھین ہی سرخ ہوگئین وہ نہین جانتا تھا کہ کیونکر اسکا ازالہ کرے یکایک خون کے جوش سے اوسکو نکسیر نکلی جسکی وجہ سے وہ تندرست ہوگیا دوسرے وقت وہ پھر اوسی بیماری مین پھر مبتلا ہوا تو اوس نے اپنی ناک مین زخم لگایا خون کے نکلنے کے بعد پھر وہ تندرست ہوگیا۔

(۲) کثرت اکل سے ایک آدمی کا پیٹ پھولگیا۔ ہچکی ہی شروع ہوگئی۔ پیٹ مین درد ہونے لگا۔ بادمخالف بھی پیٹ مین کودنے لگی۔ ان تمام فسادات کے دور کرنے کے لیے خود اوسکی طبیعت ہی اوسکی معالج ہوئی اور قے یا اسہال شروع ہوگیا اس استفراغ کی وجہ سے اوسکو آرام ہوگیا۔

راقم
سید جلال

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل میں اجوائی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن

یہ روغن کرتا ہے

یہ روغن قوت باہ کے لیے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد و سالہ تک کو کیسا ہی نفع ہوا ہو اسکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہوتی نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر درگ ورشہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مردیکو خواہ کسی سبب سے ہوں بحر خلقی اور مادرزاد نامردی کے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب استعمال کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صہ محصول ۴ر اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن ہوتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے۔ خواص اُن یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ دافع جریان منوی دماغ واعضائے رئیسہ وارواح وضیق النفس وسرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہوگئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف بصر و دماغ وصفائی خون و انواع دردو اقسام تپ جڑیا چوتھیا۔ تپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی وبادی اور شرائخوارہ۔ اور جانڈس و نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں بکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صہ محصول عہ

[illegible] کیلئے محمد حسن [illegible]

مین ایک دوبار کے استعمال سے درد وجریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بفضلہ
درد مسہ بالکل دفع ہوجاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صمہ محصول

جہان نما اس عرق کے لگانے سے انکھونکی روشنی تیز ہوتی ہے پھولے درد دہند
سرخی چشم جملہ بیماریونکو دفع کرتا ہے قیمت صمہ محصول ۴ روزن عرق ۶ ماشہ

خضاب نایاب

بے نمل رنگ ڈھنگ ہے نادر خضاب ہے گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام الناس مین خضاب سے دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین یعنے جوتے اتوین
روز مہندی لگاکر باندہنا اور بعد تین گھنٹے کے پھر وسمہ لگاکر باندہنا اسمین قریب چھ گھنٹے کے وقت
ضائع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے بجائے اور کوئی فائدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے
کہ مہندی اور وسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ
نہین ہوسکتا اسلیے ایام سرما مین نمل سردی وغیرہ کے جسقدر کہنے بجا ہے۔ انہین دقتونکے سبب سے
یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جسقدر تعریف کیجائے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھیجکر
طلب کرین اسمین کوئی سبا نو نہین تھوڑی تعریف اسکے اخراکی ظاہر کرتا ہون۔

دافع بالجملہ خارشت سر ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر نمل کیوڑہ باعث دراز ی مو
مفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے۔ سیاہی مین بالونکو اصل بالونکے
کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن جنبلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندہنے کی ضرورت نہین
دوسرے تیسرے لگائے تو بال سیاہ نمل اصل بالونکے ہونگے کوئی تمیز نہ کرسکے گا۔ ایک بوتل مین
۳۰ روپے بہر لینے ڈیڑہ یا دو ہوتا ہے قیمت فی بوتل عجالہ علاوہ محصول نصف شیشی عمدہ چہارم شیشی
عجالہ اس سے کم غیر ممکن ہے بیرسے شفاخانہ مین علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط لینے سرٹیفکیٹ جو حاجان بندر پین بہادران
نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط قریب ہزار بارہ سو کے موجود
ہین جو شایقین اور کارخانون مین نمونگے چاہے کہ طلب فرماکر ملاحظہ ہون بیری اور دیرے سے ہزارون نے صحت
پائی ہے علاوہ سفارشی بہت ملکونکے سارٹیفکیٹ موجود ہین آوہ آنریبل بنکر طلب کرین کہ بنکے لفظ جلکر

سے نے اپنے شہر کے رئیسوں کی خوشامد کر کے سارٹیفکیٹ بنائے ہیں ۔ پس میرے سارٹیفکیٹ منگا کر ملاحظہ
فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو ۔ ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں طبع کی گنجائش نہیں رکھتی اور جس سے
لطف زندگی تا دم مرگ انسان نایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب
کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی ۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ والسندی ۔

مجربات آزمودہ شرطیہ دائمی

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور میں جو شعبہ سے
جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست و سارٹیفکیٹ ٹکٹ آدھ آنہ سے مل سکتی ہیں ۔

طلاء جو سفال بچہ پن کے نقص رگوں کی رطوبت و بگاڑ کو دور کرتا ہے فیتولہ للعموم ضعف اعضاء رئیسہ
و معدہ ۔ تاریکی چشم و درد سر وغیرہ جو کثرت مسکرات و اقسام فواحش سے کمی تنہائی ضعف جگر و سستی لاحق ہو دور کرتا ہے

سوزاک نیا ہو یا پرانا علی العموم ۴۸ گھنٹہ میں اپنا اثر مرض ریم وغیرہ کو دور کرتا ہے فیتولہ صمر

اکسیر اتیل خوشبودار بالوں کو سیاہ رکھتا ہے نزلہ زکام ۔ ریزش درد سر ضعف دماغ دل بھر
کو مٹاتا ہے فی شیشی ۔ لے روپیہ

حب اتشک بلا تکلیف آسانی سے دست دور کرتا ہے پرہیز تا نہیں دو ہفتہ عمر

کحل الجواہر سرمہ مقوی بصر ۔ حافظ بینائی دافع نزول و دو ہند جالا خارش پانی جانا
۳ ماشہ سے ۔

عجیب الاثر سفون دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو میل خون جانا سوزش کی
خرابیاں ۴ تولہ عمدا

حب بواسیر بادی خونی سوزشی شلیمن قبض کو مفید دو ہفتہ عمدا

حب ذیابیطس بار بار آنا پیشاب کا پیاس و کمزوری کو دلاغری کو دافع ہے فیتولہ

عرق قایم مقام افیون و چاندی بلا ضرر و مرچ نشہ چھوٹ جائے فیتولہ صمر

عرق مائ اللحم انگوری مفرح مولد خون مقوی دماغ ضعف جگر دل و دماغ معدہ و درد سر

فی بوتل عمدہ ۳ تولہ سے کم۔

روغن اعجاز ۔ ناسور۔ بیکندرتالو کا سوراخ خنازیر بدکیڑے زخموں کے کالی کھانسی سے ایام حمل خسرہ چیچک کو دفع کرتا ہے ۲ تولہ عمدہ

رسالہ دافع آتشک وسوزاک رسالہ ہیضہ رسالہ بواسیر مفردات ومرکبات رسالہ حفاظت صحت

۳ روپیہ ۱۰ آنہ ۱۰ آنہ ۱۲ آنہ ۱۰ آنہ

اشتہار فروخت مقطعہ

منیر آباد میں ایک مقطعہ دو سو بیگہ کا فروخت ہونیکو ہے جس میں دو کنوئے اور تین باولیاں پکی ہیں خشکی کی زراعت گھانس کا کچہ اور چوبینہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے قیمت اس مقطعہ کی ستر ہزار روپیہ ہے جو صاحب خریدنا دیکھنا یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہیں خط کشندہ ذیل سے رجوع کریں بصورت قبولیت یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جاوے گا فقط

ساڑھے چار روپے میں



ربڑ کا چھاپہ خانہ

کوئی دفتر محکمہ عدالت کارخانہ اس ضروری چیز سے خالی نہ رہنا چاہیے اہل قلم کا معین و مددگار رہتا سہتا سان کوئی جھگڑا نہیں۔ معمولی کاغذ پر لکھکر پریس کے ربڑ پر چسپان کر دو سب حروف ربڑ پر اوتر آوینگے فوراً بلا امداد کسی شے کے سوجاس کاغذ نیکدار مرغوں میں چھاپ لو عجیب نظر فریب سے مختصر وسبک ہر دم ساتھ رہ سکتا ہے مکمل ربڑ پیکر

ملاحظہ طلب

(۱) بن حضرات نے ہنوز قیمت رسالہ بابت ایام گذشتہ عنایت نہیں فرمائی امید ہے جلد تر عنایت فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

(۲) مقامات کے تبدل و تغیر سے دفتر کو براہ راست اطلاع ہونی چاہیے تاکہ آسانی سے رسالہ پہونچا کرے ورنہ دیر یا عدم رسی کی شکایت معاف۔

(۳) رسالہ ہر انگریزی مہینے کی کسی تاریخ کو شایع ہو جاتا ہے۔ اگر احیاناً کوئی رسالہ ۱۵ تمام ماہ انگریزی تک نہ پہونچے تو دفتر کو فوری طلاع ضروری ہے تاکہ عدم رسی کا تدارک ہو بشرطیکہ انجانب دو مرسلہ پی پہنچی جائے۔

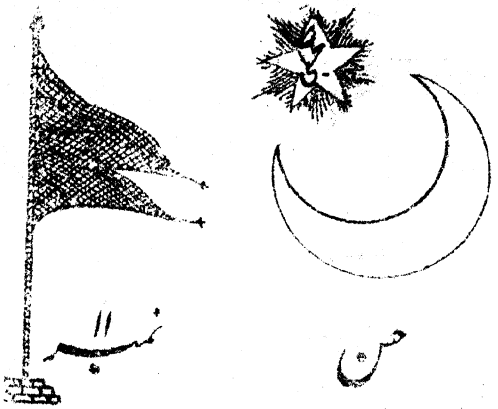
(۴) مضامین نویسی حضرت کی توجہ اپنی تحریر کی جانب خاص کر اس معنی کی ہونی چاہیے کہ تحریر صاف و سہل ہو تکلف پڑھنے کے قابل ہو اور حتی الوسع الفاظ و عبارت جا بجا نگھ دونہ کیجاے۔

(۵) ہر ایک مضمون عموماً رسالہ کے بارہ صفحوں میں ہونا چاہیے کوئی مضمون جو بہت مطول ہو برآمدہ نہ اونہار کھا جائے ایک سلسلہ کا کل مضمون یکبارگی دفتر پر پہنچ جانا چاہیے مضامین میں غیر ضروری انگریزی الفاظ کا استعمال نہ فرمائیں کی زبان پر ثقالت پیدا کرتا ہوا امید ہے کہ اس دلچسپی شکایت پر مضامین نویس حضرات خیال کریں گے۔

(۶) دفتر کے انتظامی مقام سے احباب مطلع فرماتے رہیں ہر ماہ کی پیش کردہ پرچہ شکر گذاری سے توجہ کیجاتی ہے۔

(۷) بجز مضامین کے اب کبھی واسطے نہیں لہذا کل خط و کتابت و ترسیل مضامین زر بنام عالیجناب نواب عماد نواز جنگ بہادر

عماد نواز جنگ بہادر خواہ راقم ہونی چاہیے۔ محمد یوسف منیجر۔ بنگلہ نواب عماد نواز جنگ بہادر



جلد سوم　　حسن　　نمبر ۱۱

اعینونی اذا احسنت امرا
دان اخطأت فانونی صلاحا

ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء

مضامین

صفحہ

لکچر ترکوں کی گذشتہ موجودہ اور آیندہ حالت پر۔ — از مولوی محمد احمد صاحب مدرس اول مدرسہ عثمانیہ لنگر ان لندن خلف [illegible] مستعمل سرکار عالی۔

تعلیم و تربیت اطفال۔ — از رابعہ راجگان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پشکار حیدرآباد دکن ۵۳

حیدرآباد دکن

مطبع حسن مین چھپا

جلد سوم حسن نمبر ۱۱

لکچر*

ترکوں کی گذشتہ موجودہ اور آیندہ حالت

پر

صاحب صدر انجمن و دیگر صاحبان مجلس

محمد ثانی ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو بوقت سہ پہر فتح کے پھریرے اڑاتا ہوا داخل قسطنطنیہ ہوا۔ ایوان قیصری کے عبرت انگیز اور سنسان عالم نے سلطان کے دل پر ایسا اثر ڈالا کہ اوس کی زبان سے بیساختہ یہ اشعار نکلے ؎

چشم عبرت بین کشا و حال شاہان را نگر — تا چسان از گردش گردون گردان شد خراب
پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت — چند نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

یہ وہ حسرت بار اشعار ہیں جو زمانہ موجودہ اور آیندہ کے عظیم الشان سلطنتوں کی عبرت تباہی کے لیے دلوں پر ایسا ہی اثر رکھتے ہیں کہ گویا اسی موقع کے واسطے

---

* یہ لکچر بمقام لندن انجمن اسلامیہ کے سامنے ۱۲ مارچ سنہ ۹۰ء کو دیا گیا۔

کہے گئے ہین +

ترکان عثمانیہ کی تاریخ ارتغرل کے وقت سے شروع ہوئی ہے لیکن اس فتحمند قوم کا سب سے پہلا امیر عثمان سمجھا جاتا ہی - جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا ہی تو ترک ہاتھ اوٹھاکر دعا مانگا کرتے ہین کہ "خدا کرے یہ بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ عثمان تھا" اور عثمانیہ کا لقب بھی اوسیکے مبارک نام کا پرتو ہے +

ایک دن عثمان ایک مقدس درویش ادیب علی کے یہان مہمان تھا - درویش کی باعصمت بیٹی کو دیکھکر دل سے اوس کا فریفتہ ہوگیا - جب رات کی سہانی خود فراموش تاریکی چھائی تو بستر استراحت پر آرام کیا اور عالم رویا مین کیا دیکھتا ہی کہ ادیب علی کے سینے سے بے کینے سے ماہ کامل طلوع ہوا اور خود اوس کے سینے کی طرف جھک کر غروب ہوگیا - اور جس مقام پر غایب ہوا تھا وہان سے ایک لہلہاتا ہوا پودا نمودار ہوا جو بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھا کہ اوس کی سایہ افگن شاخین دور دور نزدیک کوہ وصحرا آبادی و ویرانہ پر چھاگئین اور اوس کے پتون نے تلوار دن کی شکل پائی تھی اتنے مین آہستہ آہستہ ہوا چلنے لگی اور تلوار دن کا رخ قسطنطنیہ کی طرف پھر گیا - یہ قدیم شہر اپنے خوشنما سواد اور دلچسپ مضافات کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک خوبصورت انگوٹھی ہے جسکے بیچ مین ہیرے

کا رنگ ہے اور اوسکے دونون طرف دو لعل لگے ہوئے ہین اور دو زمرد - عثمان اس دلفریب انگوٹھی کو چھنا ہی چاہتا تھا کہ استنے مین اوسکی آنکھ کھل گئی +

درویش نے اس خواب کی بہت اچھی تعبیر دی اور چند ہی روز مین عثمان کی شادی اوسکے میزبان کی لڑکی سے ہوگئی - اس بابرکت نکاح سے موجودہ سلاطین کے خاندان کی بنیاد پڑی - محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اور اس جوہر بے بہا (یعنے قسطنطنیہ) کو دولت عثمانیہ کا پایہ تخت بنا کر عثمان کے خواب کو پورا کیا - تاریخ عالم کے اس عظیم الشان واقعہ کے ساتھ تاریخ عثمانیہ کے سات زمانون مین سے پہلا زمانہ ختم ہوتا ہے وان ہامر مورخ جرمنی نے تاریخ عثمانیہ کو سات زمانون مین سے حسب ذیل تقسیم کیا ہے -

(۱) عثمان کے خودمختار ہونے کے وقت سے ۱۵۰ برس تک - اس زمانہ مین ترقی کے قدم مستعدی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے یہان تک کہ قسطنطنیہ کی فتح کے ساتھ ترکون کے ایشیا اور یورپ کے فتوحات پورے ہوے +

(۲) سلطنت کی روز افزون ترقی جو سلیمان اول کی تخت نشینی یعنے سنہ ۱۵۲۰ء تک رہی +

(۳) عہد سلیمان قانونی و سلیم ثانی جو ۱۵۲۰ء سے ۱۵۷۴ء تک قایم رہا اس زمانے مین ٹرکی کی بحری و بری قوت کو تمام دنیا مان رکھا تھا +

(۴) مراد ثالث کے زمانے مین زوال سلطنت کا آغاز اور پھر ۱۶۴۰ء مین مراد رابع کا اپنی جرات اور دلاوری سے سلطنت کی قدیمی شوکت کو قایم کرنا +

(۵) بدنظمی اور ابتری جو کوبرلی اوّل کے زمانۂ وزارت یعنی ۱۶۵۶ء تک رہی +

(۶) اوس زمانے سے جب کہ وزیراعظم کوبرلی اور اوسکے خاندان نے سلطنت کو نئی رونق دی اوسی زمانے تک جب کہ آسٹریا سے نہایت ہولناک جنگ ہوئی اور کارلووٹز کی صلح کی گئی ۱۶۹۹ء +

(۷) زوال تیز رفتار کا آنا اور اوس سے مقام کینارڈجی پر صلحنامہ لکھنا جو صلحنامہ پروتھہ کے انتقام مین لکھا گیا تھا اور جسکے واسطے پیٹر اعظم اور اوسکی بی بی کیتھی رائن خار کھائے بیٹھی ہوئی تھی +

مین کہہ سکتا ہون کہ ایک آٹھوان زمانہ بھی ہے یعنے عہدنامہ کناردجی سے لیکر عہدنامہ برلن اور اسوقت سے اس زمانے تک۔ یہ زمانہ نیم درجا مین گذرا ہے لیکن اب اس بادقار سلطنت کی بقا کے لیے نئی امیدون نے اپنی دلربا صورت دکھائی ہے +

وقت اس قدر تھوڑا ہے کہ کتنا ہی اختصار کیا جاے لیکن ہر زمانے کا کچھ حال بیان کرنا بھی ممکن نہین معلوم ہوتا۔ اسلیے مین اسپر قناعت کرونگا کہ خاص خاص زمانون کا جنمین کچھ بڑے بڑے اہم اور سنگین واقعات ہوے مختصر بیان کرون۔ پہلے زمانے کا جو فتح قسطنطنیہ پر ختم ہوا ذکر کرنا ضرور نہین کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ قصر سلطنت کی تعمیر ہو رہی تھی +

اسکے بعد سلیمان کے زمانے کی تاریخ قابل لحاظ ہے اور آپ صاحبون کی اجازت سے اوس پر ایک نظر ڈالنا چاہتا ہون جس سے سلطنت عثمانیہ کی عظمت و شان کا پتہ لگے گا اور آخر مین برلن کے عہدنامے کا ذکر کرون گا جس سے معلوم ہوگا کہ اب اوسکا کیا حال ہے +

سلیمان کا عہدنامہ طرف ترکونکی تاریخ مین بلکہ تمام دنیا کی تاریخ مین ایک نمایان اور اہم واقعہ ہے۔ اس زمانے مین یورپ کے عیسائیون کی زور

قوت کا شباب تھا۔ اندلس مسلمانوں سے خالی ہوگیا تھا اور یورپ کی نظریں پھر بیت المقدس کیطرف پھرنے لگی تھیں۔ اعلے درجے کے ہمعصر بادشاہوں کے لحاظ سے بھی یہ زمانہ قابل وقعت تھا شہنشاہ چارلس پنجم بادشاہ فرانسیس اوّل پوپ لیو دہم ہنری ہشتم بادشاہ انگلستان ویسلی ایوار لوح روس کی آیندہ عظمت کا بانی سجس منڈ شاہ پولینڈ اینڈریس گریٹی وینس کا فلاسفر مزاج حاکم۔ شاہ اسمٰعیل مقتن فارس اور ہمارے ہندوستان کا شہنشاہ اکبر۔ یہ سب رفیع المنزلت عالی ہمت بلند حوصلہ بادشاہ دنیا کی ناٹک مین اوسوقت نمودار ہوے جب سلیمان مرکی مین ظاہر ہوا +

"مورخ دان ہیمر کہتا ہے" یہ عالی مراتب لوگ جنکے نقش قدم صفحہ ہستی سے محو نہین ہو سکتے۔ شہرت اور عظمت کے لحاظ سے عثمانیہ سلطان کے سامنے سرنگون ہین۔ اوسکی قبا سے شہرت مین جو چمک تھی وہ دیگر شہنشاہی آنکھون مین حیرگی پیدا کرتی تھی۔ کورنرک ان اشعار سے سلیمان کے مزاجکی اصل کیفیت معلوم ہوگی۔ زریج کی ناٹک مین سلیمان اپنی نسبت کہتا ہے +

اشعار

جانتا ہون مین کہ بیشک زندۂ جاوید ہون　　میری شہرت ثبت انجم ہی نہین جسکو فنا
فتح کرلیتا مین آسانی سے ہفت اقلیم کو　　گر زمانے مین نہ ہوتا مجھ سا کوئی دوسرا
پر کرون کیا تھی مری تقدیر مین بختی بہت　　اور صدی ملو تھی اون لوگون سے جنمین زور تھا
جو مقابل تھے مری تعداد تھی اون کی بہت　　اور ہر ایک زور و قوت مین بھی مجھ سے کم نہ تھا
یون تو حاصل کرنے کو حاصل کیا مینے سبھی　　پر نہ مانون گا کہ قسمت کا تھا مین کچھ لاڈلا
میری ہمت مین تھی وہ قوت کہ جسکے زور سے　　مین نے قسمت کو بھی استقلال سے پسپا کیا
اور لی وہ چیز اوس سے جس سے انکار اوسکو تھا　　گو خونشامد مین دقیقہ ایک بھی چھوڑا نہ تھا

اوسکی فوجکے سپاہی اکثر کلام اللہ کی یہ آیت پڑہا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ +

ترجمہ میرے خلاف سرتابی کرنے کی مجال نکرو بلکہ آؤ اور میری اطاعت اور سچائی اختیار کرو +

سلطان کی فوج جہان جاتی تھی فتح و نصرت علم اقبال کے نثار ہوتی تھی

اور بحری فوج جس سمندر کیطرف رخ کرتی تھی اوسکو اپنا کر لیتی تھی اور لوگ اس دعوے سے لڑائی پر جاتے تھے کہ گویا فتح کا پہلے ہی اونکو یقین ہوتا تھا۔ سلیمان کو (خداوند زمان) کا لقب دیا گیا ہے اور یہ لقب نہایت ہی موزون ہے۔ کیونکہ یورپ کے گردن افراز بادشاہوں مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جسنے سر عجز کو اوسکے سامنے نہ جھکایا یا اوس سے مدد طلب نہ کی ہو۔

فرانسیس اوّل بادشاہ فرانس اکثر اوسکی مدد کا خواستگار رہتا تھا اور سلطان نے جرمنی اور آسٹریا کے خلاف مین مدد دیکر سلطنت فرانس کو اوسکے دشمن کے پنجے سے بچایا اور بادشاہ فرانسیس کو قید سے رہائی دی۔ آسٹریا کی تو اوسوقت ترکی کے مقابلے مین ایسی ذلیل حالت تھی کہ بادشاہ فرڈیننڈ اپنے آپ کو وزیر ابراہیم کا بھائی کہنا فخر سمجھتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے مرتبے کو سلطنت عثمانیہ کے وزیرون کی برابر سمجھتا تھا۔

شہنشاہ چارلس بادشاہ فرانس پوپ اور سلطنت جمہوریہ وینس سب سلیمان کو اپنا آقا سمجھتے تھے۔ سنہ ۱۵۲۵ء مین فرانس نے سلیمان سے مدد طلب کی اسکے جواب مین جو خط سلیمان نے لکھا تھا وہ اب تک فرانس کے دفاتر مین محفوظ ہے۔ یہ خط تمر دآمیز فیاضی کے سب سے بلند تشبید مین لکھا

ہے اور بادشاہ فرانس کو اطلاع دیگئی کہ وہ چونکہ تمہاری عرضی پایہ تخت کے پاس جو منظور ہونکا مامن ہے رکھی گئی ہے اسلیے اب اوس دشمن سے ہراسان نہ ہو جسنے تمکو دہمکایا تمہارے ملک کو تباہ کیا اور خود تمکو قید کرلیا ہے" ایک فرانسیسی عالم ۔ ایم ۔ ہیلیرٹ سلیمان کا ایک دوسرا خط نقل کرتے ہیں جو اوسنے بادشاہ فرانس کے اوس خط کے جواب مین بھیجا تھا جسمین او سنے عیسائیون کے بیت المقدس کی سفارش کی تھی ۔ ہیلیرٹ کا کہنا صحیح ہے کہ اوس سے ایسی حق پرستی اور مذہبی بے تعصبی کی بو آتی ہے جو اوسیقدر قابل قدر ہے جسقدر کہ وہ کمیاب ہی خصوصًا اوس زمانے مین جسمین کہ سلیمان گذرا ہے جزیرہ رہوڈز کے محاصرے اور فتح کا واقعہ مذہبی بے تعصبی کی ایک اور نمایان یادگار رہے یہ جزیرہ سینٹ جان کے نائٹ لوگون کا ملجا و ماوا تھا سلیمان نے اوسکو ایک طول وطویل محاصرے کے بعد فتح تو کیا لیکن نائٹون نے بھی خوب داد شجاعت دی اور دل کھولکر مقابلہ کیا ۔

سلیمان نے اونسے ایسی آسان شرایط پر صلح کرلی کہ کبھی کسی محاصر نے محصورین کو عطا نکی ہونگی ۔ نائٹون کو اجازت دی کہ وہ بلا خوف وہراس جزیرے سے چلے جائین اونکے مال واسباب کے ایک تنکے کو بھی ہاتھ

نہ لگایا گیا - اور سلطان نے خود اپنی طرف سے جہاز اور دوسرا سامان ضروری دیا - گرینڈ ماسٹر - ولیرز ڈی - لائل ایڈم سے رخصت ہوتے وقت سلطان نے اپنے وزیر اعظم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا "مجھے سخت صدمہ ہے کہ اس بہادر شخص کو بیرانہ سالی میں اوسکے گھر سے نکالنا پڑا" اگرچہ اس واقعہ کو گذرے ہوئے چار صدیوں کا عرصہ ہوا لیکن ناٹوں کے مکان کے دروازوں پر جو قومی نشانات بنے ہوئے تھے وہ بدستور موجود ہیں اور ہر عالم تصور میں یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا ابھی تک سینٹ جان کے شجاع نائٹ آباد ہیں - اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سلیمان قانونی وخداوندان ایک بہادر سپاہی کے سچے دل اور متحمل ہمت کی کسقدر قدر کرتا تھا اوس زمانہ کے ترکوں کی عظمت وشان اس بیان سے معلوم ہوتی ہے کہ پہلی پہل ترکوں ہی نے قلعہ دشمن تک رفتہ رفتہ خندق کے ذریعے سے پہونچنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے - اس محاصرے میں پہلی دفعہ ترکوں ہی نے بم کے گولے چلائے - صرف ترک اور انگریز ہی وہ قومیں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے پیدل فوج مرتب کی - لیکن انگریزوں کے تیر وکمان کا ترکوں کی شمشیروں سے کبھی مقابلہ نہیں ہوا اور تمام یورپ کی قومیں رزمی

کے لحاظ سے ترکونکی قوت ایجاد کے ممنون احسان ہین - سقون کی ایک پلٹن فوج کے ساتھ رہنے کے لیے سب سے پہلے ترکون ہی نے قایم کی اور محکمہ کمسریٹ سپاہیونکی رسد رسانی - زخمیونکی خبر گیری - اور سامان جنگ کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے ترکون ہی کے یہان مقرر ہوا - اس زمانہ مین ترکی فوج ایسی جرار تھی کہ اوسکی نسبت کہا گیا ہے کہ "کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہان وہ نہ جاسکتی ہو اور کوئی ایسا کٹھن کام نہین تھا جسکو وہ نہ کرسکتی ہو" اس زمانے مین ترکون اور دوسری قومونکے کمپوؤن مین نہایت نمایان فرق ہوتا تھا - ترک توصاف ستھری اعتدال پسند تندرست اور مہذب ہوتے تھے اور دوسری قومونکا بغینہ ویسا ہی حال ہوتا تھا جیساکہ آجکل کسی جنٹیونکی چھاونی کا جہانکہ ہر شخص کو اپنے کام کی فکر کرنی پڑتی ہے اور جو کچھ ملجاتا ہے وہ کھالیتا ہے - ترکی فوج مجرمون اور بڑے آباد شہرون کے رذ و اخیل فرقون سے نہ کبھی بھرتی ہوئی ہے اور نہ اب ہوتی ہے ٭

بحری فوج کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ایک مستند شخص کا قول ہے کہ بحری فوج نے بحر روم و بحر احمر و بحر ہند کے دور دور از ساحلون

شہرت کے ڈنکے بجا دیے تھے۔ امیر البحر دنکی شجاعت اور ہنر مندی نے ترکو نکی عظمت کو سمندرون مین اوسیقدر بلند کر رکھا تھا جتنا کہ خشکی مین ،، خیر الدین پاشا جس سے اسپین اور پرتگال کے لوگ بار بروسا کے نام سے زیادہ واقف ہین۔ اس صدی مین شجاع ترین بحری سردار تھا وہ کپتان پاشا کے عہدے پر سرافراز تھا اور تمام بحری فوج اوسکے تابع تھی۔ کوئی بحری فوج ایسی نہ تھی جسکو او سنے زیر نہ کیا ہو اور اسکے علاوہ ستر ہزار مسلمانونکو اندلس سے جانکہ ظلم وستم کا بازار خوب گرم تھا الجزایر مین پھونچادیا۔ اندلس کے عیسائیونکے متعصب ظلم کی نسبت ایک معتبر مورخ لکھتا ہے کہ اونھون نے مسلمانونکو نہین نکالا بلکہ اپنے مرغ زرین کو مار ڈالا اور جو شایستگی کہ مسلمانونکے زمانے مین تھی وہ بدنصیب غرناطہ کو نصیب نہ ہوئی"

عثمانیونکی بحری قوت کی ایک مثال نہایت پر اثر ہے۔ ۲۸ ستمبر ۱۵۶۳ء مین خیر الدین پاشا نے۔ پوپ۔ اور۔ وینس۔ اور شہنشاہ چارلس خامس کے متحدہ بیڑون کا جنگ پریوسا مین مقابلہ کیا۔ پاشا نے اس موقع پر پرخطر و تعجب انگیز تہوّر سے کام لیا۔ جہازونکے بیڑے کی قطار کو توڑ کر گھس گیا یہ وہ دلیرانہ رفتار تھی جسکے نقش قدم چلنے سے پچھلے زمانے

مین راڈنی سنٹ ونسنٹ - اور نلسن نے انگریزی بحری فوجکے کو اسے بلند نامی کو سرفلک کیا - ترکی بیڑے کی تعداد بہت قلیل تھی - جہاز بھی بڑے نہ تھے اور وزن بھی کم تھا - لیکن اسپر بھی ترکونکو کامل فتح نصیب ہوئی - اور دشمن کے چند جہاز صرف رات ہوجانے سے محفوظ رہ گئے - ہند کے سمندرون مین ترکون نے پرتگیزون کو شکستین دین اور ہند کے شمالی مغربی ساحل کے کئی مقامات پر قبضہ کر لیا جنمین سے غالباً کرانچی بھی تھی - اونکے ایک امیر البحر سید علی نے بحر ہند کی جہاز رانی کی نسبت ایک کتاب لکھی اور گجرات سے جو قسطنطنیہ کو خشکی کی راہ گیا تھا اوسکا بھی ایک سفرنامہ تیار کیا - بحر شام اور بحر احمر کی نسبت بھی بہت سی سائین ٹیفک کتابین تصنیف ہوئین - عدن کے مشہور اور معروف و قابل تعریف حوض جنکی برٹش گورنمنٹ نے اب پھر مرمت کرائی ہے اور جنکی سوا سے عدن کے آبرسانی کا کوئی اور ذریعہ نہین ہے ترکونکی انجنیری ترقی اور علی قوت کی شاہد ہے - سلسٹریا شملہ - رسچک اور وارنا کے قلعے آجتک اونکی داد شجاعت دے رہے ہین - پلیونا - اور عثمان پاشا سے میرے کان بچپن ہی سے جبکہ جنگ روم - و - روس - ہو رہی تھی آشنا ہین - اور میرے ہی کیا بلکہ

سب لوگونکے کان آشنا ہونگے +

یہ مشہور ہے کہ ترکی مصنفین اوسوقت مقابلہ شروع کرتے ہین جب کہ دوسری قومونکے مصنفین مقابلے سے دست بردار ہوجایا کرتے ہین - اور مین یہ یقین کرتا ہون کہ ترکی مین اصلاح بھی اوسوقت شروع ہوتی ہے جب کہ دوسری قومون اور دوسرے ملکون مین اصلاح کی امید بھی جاتی رہتی ہے -

ترکی کی گذشتہ شان وشوکت کے ذکر مین صفحہ کے صفحہ سیاہ کردینا ممکن ہے لیکن اسسے نہ اوسکی موجودہ حیثیت کچھ کم ہونگی اور نہ ایک ایسے مضمون کا اعادہ مناسب ہے کہ جس سے آپ سب لوگ بخوبی واقف ہین اور جسکے کماحقہ بیان کرنے کے لیے مجھ سے زیادہ قابل لوگونکی ضرورت ہے لیکن قبل اسکے کہ مین ترکی کی موجودہ حالت پر بحث کرون مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگونکے ذہن نشین کرون کہ ترکون اور اونکے قدیمی دوست انگریزون مین قدیم سے کیسے تعلقات چلے آتے ہین وہ تعلقات جو بے شک سولہوین صدی مین خاندان عثمانیہ کے لیے نہایت قابل فخر تھے اب اونکا خیال کرنا بھی حسرت انگیز ہے -

مراد ثالث کے وقت تک انگلستان کو ترکی سے کوئی تعلق نہ تھا ۱۵۷۹ء مین تین سوداگر ولیم ہیرمین - ایڈورڈ ایلس اور

رچرڈ ٹیل قسطنطنیہ کو بھیجے گئے اور انہون نے ٹرکی مین انگریزے
سوداگرون کے لیے بھی وہی حقوق حاصل کیے جو کہ دوسری قومونکو حاصل
تھے ۱۵۸۳ء مین ان سوداگرون مین سے ولیم ہیرن کو ملکہ الیزبتہ نے
اپنا سفیر مقرر کیا۔ انگلستان کی ملکہ سے فلقوس ثانی والی اسپین کو نہایت
ہی نفرت تھی اسلیے ملکہ نے کوشش کی کہ بادشاہ اسپین اور اوس کے
مددگار پوپ روميہ کے مقابلے مین سلطان اور سکے شریک حال ہون
جو خطوط کہ ملکہ الیزبتہ نے باب عالی کو لکھے تھے اونکے ملاحظے سے معلوم
ہوتا ہے کہ مسلمانونکو جو بت پرستی سے مشہور و معروف نفرت ہے اوس سے
ملکہ نے فائدہ اوٹھانے کی پوری کوشش کی تھی۔ ملکہ انگلستان نے ان خطوط
مین یہ لقب اختیار کیا ہے "دو منصور اور سچے مذہب کے سبب سے
قوی حامی اون بت پرستونکے مقابلے مین جو کہ دغابازی سے حضرت عیسیٰ
کے نام کو بدنام کرتے ہین" ایک اور خط بھی ابھی تک موجود ہے جو کہ
سفیر منتخبہ باب عالی نے سلطان کو نومبر ۱۵۸۵ء مین لکھا تھا جسمین
انگلستان کو بادشاہ اسپین کے جہازونکے بیڑے سے خطرے مین ڈالا
تھا۔ اسمین سلطان سے درخواست کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی عظیم الشان

سلطنت کی کل فوج جرار کو نہ بھیج سکیں تو بھی کم سے کم ساٹھ یا اسّی جنگی جہاز اور بت پرست بادشاہ اسپین کے استیصال کے لیے بھیجدیں جنسے پوپ اور تمام بت پرست بادشاہوں کی مدد سے قوت پاکر ارادہ کیا ہے کہ پہلے ملکہ انگلستان کا قلع قمع کرے اور اوسکے بعد اپنی تمام قوت کو سلطان کی تباہی میں صرف کرے اور ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو جائے" انگریزے سفیر نے اسبات پر زور دیا کہ اگر سلطان اور ملکہ انیز بتہ شریک حال ہو گئے اور اونہوں نے اپنی بحری قوتوں کو مستعدی اور ہوشیاری کے ساتھ اسپین کے مقابلے میں استعمال کیا تو مغرور اندلس اور جھوٹی پوپ اور اونکے پیرون کا خاتمہ ہو جائیگا اور انگلستان اور ٹرکی کی باہمی امداد سے خدا اپنے خاص بندوں کی حفاظت کرے گا اور روے زمین کے بت پرستوں کو سزا دے گا۔

پہلا خط مقام وندسر سے ۵ نومبر ۱۵۸۲ء کو انیز بتہ کیطرف سے وزیر اعظم محمد کے نام لکھا گیا تھا دوسرا خط ملکہ کے سفیر کیطرف سے سلطان کے نام ۹ نومبر ۱۵۸۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ میرے علم میں دو اور خط بھی لکھے گئے تھے ایک ۱۵۸۵ء میں بعض قیدیوں کو الجزایر سے رہا کرانے کے لیے اور دوسرا سلخ نومبر ۱۵۸۵ء عیسوے کا لکھا ہوا ہے

جسمین اسپین کی شکست کا ذکر ہے اور شہنشاہ عثمانیہ سے درخواست کیگئی ہے کہ وہ اسپین پر حملہ کرین - ایک مورخ لکھتا ہے "اگر انگلش چینل مین ایک ترکی بیڑا - ریلی اور ڈریک کی عابت مین پہلو بہ پہلو اسپین سے ٹرتا تو اندلسی بیڑے کی حیرت افزا تاریخ مین یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہوتا" لیکن ترکی کا آفتاب غروب ہو رہا تھا - اگرچہ ظاہری شان و شوکت بحال تھی مگر اصلی عظمت جو کہ سلیمان قانونی اور سلیم ثانی کے عہد مین ترقی کے نصف النہار پر پہونچی تھی اوسکو گھن لگ گیا تھا - جسطرح کہ حضرت سلیمان کا مردہ جسم لکڑی کے سہارے سے برسون کھڑا رہا اسیطرح ترکی کی شان و شوکت بھی غیر قومونکی نگاہ مین ویسی ہی قایم رہی جیسی اوسوقت تھی نہ کہ جیسے کسی زمانۂ سابق مین تھی اور جسطرح کہ حضرت سلیمان کے جسم کو ساکنان آب و خاک و آتش و باد زندہ سمجھکر پرستش کرتے تھے یہان تک کہ جس لکڑی کے سہارے سے کہ جسم بے جان کھڑا تھا اوسکو دیمک نے کھا لیا اور وہ آخر کار گر پڑا اسیطرح ترکی کی بھی ہیلی ہی سی عزت ہوتی رہی - یہان تک کہ دفعتاً دنیا کو معلوم ہوگیا کہ شان و عظمت اسلبنول سے رخصت ہوگئی -

ترکونکی حماقت ہی نے روس کو اون کا اس قدر قوی دشمن بنا دیا ہے۔ جنے خاصکر روس کا ذکر دو وجوہ سے کیا ہے۔ اوّل تو یہ کہ روس ہی نے سلطنت عثمانیہ کی قوت کو یورپ مین مستاصل اور ایشیا مین ضعیف کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ روس کے حامیون کی تعداد کچھ کم نہین ہے بڑی خوشی ہو اگر ترک یورپ سے بالکل نکل جائین اور یہ اور بھی اچھا ہو اگر روس ہی کے ہاتھ سے نکلین۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ ایک دفعہ ترکون نے روس پر پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا لیکن اپنی کمزور حکمت عملی سے اوسکو خاک مین ملا دیا اور پیٹر تھ پر روس سے معاہدہ کر کے صلحنامہ لکھدیا۔ وزیر اعظم نے پیٹر اعظم اور اوسکی بی بی ملکہ کیتھی راین کو مقام کوتشی مین گھیر لیا تھا جو دریاے پروتھ کے نزدیک واقع ہے۔ اور روسی بالکل ترکی فوج کے چنگل مین آگئے تھے کہ اسنے مین کیتھی راین نے جبکو از روے انصاف روس کے "فرشتہ نجات دہندہ" کا لقب دیا گیا ہے۔ فوجین جنباز روجاہر تھا سب کو جمع کر کے وزیر اعظم کے پاس بھیجدیا اور اطاعت گزینی کا پیغام دیا۔ وزیر نے

ایسی شرائط پر صلح کو قبول کیا کہ جو زار کے لیے نہایت حقارت آمیز تھیں لیکن جنسے ترکی کو کوئی ذاتی مفاد حاصل نہیں ہوا صلحنامہ ایک جانب تو ایسا سخت تھا کہ سلطان کے فیض وکرم کا اوسپر اطلاق نہ ہوسکتا تھا دوسری جانب نرم اسقدر تھا کہ اونکو کوئی دیرپا فائدہ بھی نہ تھا۔ عہدنامہ اسطرح شروع ہوا۔ خدا کی عنایت بے غایت سے فتحمند اسلامی سپاہ نے زار روس کو مع اوسکی ساری فوج کے دریائے پروتھ کے نزدیک اسطور پر گھیر لیا کہ اوسکو سوائے امن طلب کرنے کے کوئی چارہ نہ رہا اور خود اوسکی درخواست سے مندرجۂ ذیل شرائط پر صلح کیجاتی ہے" اسکے بعد حامت آمیز شرائط درج ہین۔ عہدنامے کے اخیر مین وزیر اعظم کیطرف سے درج ہے کہ "وہ اعلیحضرت قویشوکت خداوند نعمت کی پیشگاہ عالی مین اس امر کی التجا کرتا ہے کہ پیشگاہ خداوندی سے ازراہ الطاف خسروانہ زار کے تقصیرات سابقہ کی معافی اور ان شرائط کی تصدیق فرمائی جاے۔

تھورنٹن مورخ لکھتا ہے "جب عہدنامہ پروتھ پر دستخط ہوے تو اوسوقت سلطنت عثمانیہ کی ذکاوت وفہم و فراست خواب

ادوار میں تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ پیٹر تھ کے واقعہ جانکاہ کے بعد جو اصلاحیں پیٹر نے کی ہیں جنکی بدولت روس نے موجودہ ترقی حاصل کی گو یہ ترقی ایسی ہوئی ہے کہ اسوقت بھی مدعا یہ سے کئی صدے بارہ سے زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں اور جو جو سامان جنگ کے وہ جمع ہوے جنکے زور پہلے سے روس کو کم سے کم تمام ابتدائی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اوس زمانے میں ان اصلاحوں اور سامان جنگ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ اگر اسوقت پیٹر اعظم قتل ہوتا یا گرفتار کر لیا جاتا تو سلطنت زار کو یہ دن نصیب نہ ہوتا اور وہ تعصب وحشت وجہالت میں پڑی رہتی۔

میری رائے میں اسباب کی ارزور کھنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ نرکوں کو ایسے موقع پر ذرا سوچ سمجھکر کام کرنا تھا۔ گو روس جیسے وسیع ملک کی بربادی ہو جانی لیکن اصل یہ ہے کہ سلطنت روس اپنی زبان حال سے کہے دیتی ہے کہ جزاروں شائستہ فوجیں کسی حکومت کی شائستگی اور تہذیب کا وثیقہ نہیں ٹھہرائے جاسکتی ہاں تباہی و بربادی میں اونکو دستگاہ کافی حاصل ہو جاتی ہے۔ روس میں ظلم و ستم کی کوئی

حد ہی نہین ہے ۔ حال ہی مین جو وحشت انگیز برتاؤ سا سے پیریا
مین بلیک عورتون کے ساتھہ کیا گیا ہے اوسکی وجہ سے ہائڈ پارک
مین بھی ایک پرجوش جلسہ ہوا اور پیشہ ور فرقونکے سرگروہ نے اسموقع
پر کہا تھا "یہ مشہور ہی کہ جس سر پر تاج رکھا جاتا ہے وہ نہایت ہی بے چین
رہتا ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ تاج پہننے کے لیے ایک ہی سر روس
مین موجود ہی"

مین اس موقع پر عرض کرون گا کہ یہ سمجھنا بالکل لغو ہوگا کہ وزیر اعظم
نے پرتگال مین رشوت لی کیونکہ اسبات کا خیال کرنا نادانی سے خالی
نہ ہوگا کہ جو کچھہ کیتھی رائن نے وزیر اعظم کو دیا اوس سے سو چند بھی ایک
ایسے مقام اور ایسے وقت مین لے کر وہ اسبات پر آمادہ ہوجاتا
کہ جس سے نہ صرف ملک کو نقصان پہونچائے بلکہ اپنی جان کو مبتلاے
غضب سلطانی کرے مگر اس مین شک نہین کہ اوسروز سے آجتک
زار کی یہی کوشش رہی ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی بیخ کنی کرے اور
غالباً یہ پرتگال کی مصیبت ناک شکست کا انتقام ہے +

کیتھی رائن کے دوسرا پوتا ۱۸۷۳ء مین پیدا ہوا اوس کا نام

قسطنطین رکھا گیا۔ اور یونانی دائیان دودہ پلانے کے لیے مقرر کی گئیں مشہر ایٹین روسکے کا بڑا طرفدار تھا اور اوسوقت وہین رہتا تھا لکھتا ہے کہ "قسطنطین نے دایہ کے دودہ کے ساتھہ یونانی زبان بھی پی جس کو بعدہٗ اوسنے یونانی اوستادونکی مدد سے پختہ کیا مختصر یہ ہے کہ اوسکو پوری تعلیم ایسی دی گئی تھی کہ وہ ہر طرح قسطنطنیہ کے تخت کے لایق ثابت ہوجائے اوسوقت ملکہ کے تکمیل منصوبے کی نسبت کیکو شبہ باقی نہ تھا +

اسمین شک نہین کہ ٹرکی کے حصہ کتھی رائن قہرایزدی تھی اوسکے عہد مین صوبہ **کریمیا** شرمناک طریقے سے فتح ہوا اور اس سے زیادہ شرمناک واقعہ یہ پیش آیا کہ اوّل تو اوسنے اپنے مغلوب دشمن کو امن دی لیکن تھوڑی دیر بعد بڑی بے دردی اور بے رحمی سے قتل عام کرڈالا جسمین نہ تو بچے اور بڈھے کا لحاظ کیا اور نہ عورتون کا پاس رکھا +

کون ہے جو اس عہدنامے سے واقف نہین جسکا یہ منشا تھا کہ کریمیا کی ایک خودمختار سلطنت بنائی جائے اور وہان کے۔

باشندے خود اپنے بادشاہ کو منتخب کرین - یہ عہدنامہ لکھا روس نے تھا اور روس ہی نے اوسکو توڑا - عہدنامے کے چند ہی سال بعد روس نے کریمیا کو تہ و بالا کر دیا اور صرف ایک شہر اسمٰعیل مین چالیس ہزار ترک اور دوسرے مسلمان مرد عورتین بچے قتل کیے گئے - ٹرو خود کہتا ہے کہ گو اوسنے ایک پرمضمون نشہ اسمٰعیل کے فتح ہونے کی نسبت کتھی رائن کو لکھا لیکن جب ہنگامے سے فارغ ہوکر وہ اپنے خیمے مین گیا تو اوسکو اپنے سپاہیونکی سفاکی اور خونریزی پر رونا آگیا لیکن ایسے جھوٹے آنسو خون کی ندیون کے معاوضے نہین ہو سکتے +

جب کہ بادشاہ آسٹریا جو مشکل سے بہادر کے لقب کا مستحق ہے اور جسنے ٹرکی کے خلاف روس کی فریب آمیز نظیر کو اختیار کیا اور گویا اسکے انتقام مین خود اوسنے اپنے ہاتھ سے ایک ایسی سخت شکست کھائی کہ جسکی مثال تاریخ عالم مین بھی مشکل سے ملتی ہے - کتھی رائن کی بزم عشرت مین کریمیا کے ایک دریا کے کنارے شریک ہوا تو دونون نے ملکر ٹرکی کے استیصال کے منصوبے باندھے - اسپر ملکہ روس نے مسکرا اپنے شریک بزم عشرت سے پوچھا "پھر آخر ان بیچارے مرکون

کا کیا حال ہوگا،، لیکن ،، یہ بیچارے ترک،، ابھی تک زندہ ہین اور اونھون نے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی اونکو کم سے کم اونکی دارالخلافہ سے بے دخل نہین کر سکتا کچھی رائن کے بعد سے دو دفعہ ترکی کے استیصال کے مشورے ہوے ہین ایک دفعہ نپولین کے زمانے مین جسکا الٹا نتیجہ یہ ہوا کہ روسی بڑے ترکی بحری فوجکی مدد سے نپولین کا مقابل ہوا اور دوسری دفعہ خود زار نے انگریزی سفیر سے مشورہ کیا تھا جسکا معقول جواب سفیر نے صاف دیا لیکن یہ جواب کسیقدر جنگ کریمیا کا بھی باعث ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو زار تخت نشین ہوتا ہی اوسکی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ قسطنطنیہ کو فتح کرے +

مین بلا تامّل یہ کہسکتا ہون کہ ہم کو برٹش گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہیے کیونکہ بغیر اوسکے بروقت امداد کے شاید قسطنطنیہ کی یہ نوبت پہونچ جاتی کہ روسی جھنڈے اباصوفیہ پر لہراتے ہوتے اور بندر گولڈن ہارن سے روسی جہاز سلامی اوتارتے +

پانچ برس پہلے ٹرکی کی حالت اس قدر خراب تھی کہ یہ ممکن نتھا کہ اوس کی فوجکی کیا تعداد ہے کتنے جہاز اوس کے بندرون مین ہین۔

اور قرضے کی کیا حالت ہے وہ قرضہ جو سب سے بدتر چیز ہے اور جسکی وجہ سے ٹرکی کو دیوالیہ بننا پڑتا لیکن چونکہ قرضخواہوں سے معاملہ ہوگیا تھا اس لیے سلطنت ٹرکی کے دامن اعتبار پر ناداری کی گرد بیٹھنے نہ پائی - میری رائے میں ترقی کی یہ یقینی علامت ہے کہ اب ہم کو قریب قریب سلطنت کے تمام محکموں کا حال معلوم ہے - میں اب اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ ٹرکی کی موجودہ حالت کا ایک خاکہ آپ کے سامنے کھینچدوں تاکہ اوس سے خزانے کی کیفیت تجارت کی ترقی اور بحری فوجی قوت معلوم ہوجائے

ٹرکی دو بڑے حصوں میں منقسم ہے ایشیائی ٹرکی اور یورپین ٹرکی پچھلا حصہ گئے زمانے میں بہت وسیع تھا لیکن اب صرف ۶۶۵۰۰ مربع میل کا رقبہ رہ گیا ہے جسکی آبادی ۴۶۶۸۰۰۰ ہے جسمیں قریبًا بیس لاکھ مسلمان ہیں گو کہ کوہ بلقان دائرہ حکومت سے خارج ہے لیکن ایک عہدنامہ کے لحاظ سے زمانہ جنگ میں ترک اوسپر قبضہ کرسکتے ہیں - زمین بطور خود زرخیز ہے مگر بعض خارجی اسباب کے لحاظ سے زراعت اچھی حالت میں نہیں ہے - یہ خارجی اسباب زیادہ تر اس وجہ سے ہیں کہ ٹرکی کو تیرہ برس سے زیادہ ہوے کہ کبھی جنگ سے مہلت نہیں ملی اور

اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ امن اگر فی الواقع اسے امن کہا جائے کب تک قایم رہتی ہے ؛

بھیڑونکی پرورش بہت اعلے درجے پر پہونچ گئی ہے اور اونکی درآمد بکثرت ہوتی ہے ۔ لوہا بھی بکثرت دستیاب ہوتا ہے ۔ دوسرے اشیاء معدنی جو اس ملک مین موجود ہین یہ ہین ۔ سیسہ چاندی مین ملا ہوا ۔ تانبا گندھک ۔ نمک اور کوئلہ ۔

صنعتونکی یہ کیفیت ہے کہ اونی اور سوتی کپڑے بنے جاتے ہین ۔ قالین شال ۔ لوئی ۔ بندوقین ۔ اور چمڑا تیار ہوتا ہے ۔ اور رنگنے اور چھاپنے کے کارخانے کھلے ہوے ہین ؛

یورپین ٹرکی مین ۷۶۰ میل ریل جاری ہے اور ایک ٹرین بیدی قسطنطنیہ سے ایڈرس تک جاتی اور وہانسے آتی ہے اور چار سو میل تک ایشیا مین ریل جاری ہے اور ۳۸۵ میل اور ریل تیار ہو رہی ہے ۔

ایشیائی ٹرکی کا رقبہ یورپین ٹرکی کی بہ نسبت زیادہ ہے ۔ آجکل کے ترکون نے ٹرکی کا نام "امین آباد مسلمین" رکھا ہے ۔ لیکن مجھے یقین نہین کہ ترک کبھی یورپ سے بے دخل ہوسکین گے کم سے کم جو

حالت کہ آجکل ہے اوس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ناگہانی تغیر نہین مرسکتے کیونکہ بظاہر وہ اپنے آپ کو اسقدر قوی بنا رہے ہین کہ اتنی قوت پچھلی دو صدیون مین کبھی نصیب نہین ہوئی اور اب تو وہ یورپ سے بہت ہی مانوس معلوم ہونے لگے ہین کیونکہ ٹرکی کو یورپ کی سلطنتون مین بھی جگہ دی گئی ہے اور اونکے سفیر انٹی سلیوری کانفرنس (کانفرنس انسداد برده فروشی) وغیرہ مین بھی شریک کیے گئے ہین۔ اس کانفرنس مین سفیر ٹرکی نے دلی خوشی سے انگریزی سفیر کی اس تجویز کی تائید کی کہ وسط افریقہ مین ہتھیارون اور شراب کی تجارت کی مناہی کردی جاے۔ ٹرکی تہذیب پھیلانے کے لیے افریقہ مین مشنری بھی بھیج رہی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ دوسری قومین بھی اب اسکی پیروی کررہی ہین کیونکہ مین نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہون کہ مسلمانون کی مشنریون نے افریقہ کی قومون کے لیے وہ کیا ہے کہ جو کسینے نہین کیا یعنے اخلاق ذمیمہ سے محفوظ رکھکر خالص اور پاک جوہر تہذیب سے مالا مال کیا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسپر ہم نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ دنیا بھر کو مبارکباد دے سکتے ہین کہ مسلمان اور عیسائی جو اتنے زمانے تک ایک دوسرے کے رقیب رہے اب

کم سے کم دنیا کے ایک حصے میں ایک ہی کام دل لگا کر کر رہے ہیں یعنی بنی نوع انسان کو فوائد دارین اور ایک تاریک براعظم کو نور ایمان سے متمتع کر رہے ہیں۔ یہ قدم بہت ہی ٹھیک اٹھا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ مذہب ہمکو ایک دوسرے کی محبت اور ہمدردی سکھاتا ہے نہ یہ کہ مقدس محاربوں اور جہادوں میں شریک ہوں +

اب میں (اپنے اصلی مضمون کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ ایشیائے ٹرکی میں ایشیائے کوچک شامخ جسمیں فلسطین آرمینیا کا بڑا حصہ اور کردستان اور ماورالنھر شامل ہیں اور عرب کا مغربی حصہ جو کہ ساحل بحر احمر کے نزدیک واقع ہے اور الحسا کا بحری ضلع جو کہ خلیج فارس کے شمالی ساحل پر واقع ہے داخل ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی سلطان ہی کی حفاظت میں ہیں۔ اور انکی اوسیقدر عزت و عظمت کرتے ہیں جیسی کہ ہونی چاہئے اور ہم صرف اتنا اور چاہتے ہیں کہ کاش صحرائی بدو زیادہ تر پابند قوانین ہوتے +

ایشیائے ٹرکی کا رقبہ ۱۶۲۳۳۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ۱۳۰۵۰۴۰ ہے اور جزیرہ سائپرس جسکا رقبہ ۱۸۰ میل اور آبادی ۱۸۰۰۰ ہے

کہ ۸۰۰ ۷ پونڈ سالانہ خواج بالعوض مالگذاری اور ۵۰۰۰ پونڈ بابت اراضیات نزول ۲۲۰ ۱۶۶ ۴-اوقیہ نمک وصول ہوتا ہے (ایک اوقیہ قریباً ڈیڑھ سیر کے ہوتا ہے) مگر یہ محاصل انگلستان اور فرانس کو اوس نقصان کے معاوضے مین دیا جاتا ہے جو اونکو ٹرکی کے ضمانت کردہ قرضہ ابت ۱۸۵۵ء کے متعلق ہوا تھا۔ اس جزیرے کا رقبہ قریباً ۳۵۸۴ میل مربع ہے اور آبادی ۳ ۷ ۱ ۶ ۸ اجسمین سے قریباً ایک چوتھائی مسلمان ہین اور باقی کلیسیاء یونانیہ کے پیرو ہین۔ انگریزی بلوسٹر افسلاع کی عدالتونکے حاکم ہین اور ہر ضلع مین دو دو دیسی حاکم اونکے مددگار ہین جنمین سے ایک مسلمان ہونا ہے اور ایک عیسائی۔ یہ جزیرہ ابھی تک سلطنت عثمانیہ مین داخل ہے +

ایشیائی ترکی مین مسلمانون کی تعداد ایک کرور بیس لاکھ منجملہ ایک کرور ساٹھ لاکھ پچاس ہزار کل آبادی کے ہے۔ اس مین سے یونانیون کی تعداد دس لاکھ ہے +

افریقہ مین ٹری پولی اور بارقہ ترکی کے زیر فرمان ہین۔ اور ان دونون کا رقبہ کل ۳۹۹۰۰۰ مربع میل اور آبادی دس لاکھ دس ہزار ہے

مصر ٹرکی کا باجگذار ہے۔ مصر کچھ ایسے موقع سے واقع ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ٹرکی کی حکومت سے آزاد نہیں کر سکتا۔ گو کہ مصر عملی طور پر خود مختار ہے لیکن ظاہرا تاجی کا دم بھرتا ہے۔ کیونکہ اگر دولت عثمانیہ کے سایہ عاطفت میں نہ ہو تو کسی دوسری سلطنت کا شکار آسانی سے ہو جائے اور خدیو کو اپنی واقعی خود مختاری سے دست بردار ہونا پڑے۔ خراج کی مقدار ۶۹۵۷۹۲ پونڈ سالانہ ہے۔ خدیو کا خطاب سلطان کے فرمان مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۶۷ء کے بموجب دیا گیا تھا اور موروثی ہے۔ جب کہ انگریزی فوج مصری فوج کی مدد سے عربی پاشا کی مشہور بغاوت کے فرو کرنے میں کامیاب ہوئی تو ایک اور انقلاب ہوا ایک شخص جسکا نام (میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں) محمد احمد تھا اوٹھا اور اوسنے مہدی ہونے کا دعوے کیا اور سوڈان میں بغاوت پھیلا دی۔ مصریونکو میرے ہمنام نے شکست دی اور جنرل گارڈن اپنے فرائض کو حد درجہ عمدگی اور شرافت کے ساتھ انجام دینے میں قتل ہو گئے۔ اگرچہ اوسوقت تک (انگلستان میں) کنسرویٹیو اور لبرل فرقوں میں بحث ہو رہی تھی کہ

مصر طوم کو کمک بھیجنی چاہیے - ان واقعات کے بعد وادی نیل کا بالائی حصہ اور دیگر وسیع قطعات ممالک تا خط استوا جو تحت حکومت مصر یہ آ گئے تھے نکل گئے اسلیے اب مصر کا رقبہ صرف ۳۰۰ ۹۴ مربع میل رہ گیا ہے اور ستر لاکھ آبادی ہے جسمین سے نوے ہزار آٹھ سو چھیالیس یورپین ہین +

ممالک - نیوبیہ - شنیار - قردفان - دارفور - اور دوسرے اضلاع عبد اللہ الطاشی محمد احمد کے جانشین کے مطیع و فرمان ہین - محمد احمد نے خلیفہ کا بھی لقب اختیار کر لیا تھا اور مرتے وقت بھی اسی خطاب اور اپنے وفادار مرید عبد اللہ الطاشی کو عطا کیا - ڈاکٹر اصلین پاشا اگست ۱۸۸۸ء تک اوس صوبے پر مصر کیطرف سے گورنر تھے جو کہ خط استوا کے نزدیک واقع ہے لیکن آخر کار مسٹر ایمینلی نے اونکو اس بلا سے نجات دی - مصر کی مالی حالت نے انگریزی نگرانی کی بدولت بے انتہا ترقی کی ہے ۱۸۸۸ء مین کل مد اخل ایک کرور پونڈ تھا اور مخارج مین تین لاکھ پونڈ کی کمی تھی جس سے کسیقدر تسلی ہوتی ہے +

مہدنامہ مورخہ ۲۴ - اکتوبر ۱۸۸۸ء کے بموجب نہر سویز کسی کی ملک نہین ہے - ہر قوم کے مسلح اور غیر مسلح جہاز زمانہ امن و جنگ مین بے روک

جا سکتے ہین - لیکن کون ایسا ہے جو اسکا مطلب نہین سمجھتا - فرض کرو کہ فرانس اور انگلستان مین جنگ ہو تو کیا یہ سمجھہ مین آسکتا ہے کہ اونکے جہاز بے خوف ایک دوسرے کے پاس سے گذر اکرینگے اور کسی قسم کی روک تایم نہ کی جائے گی - عملی طور پر انگلستان خدیو کے دانشمند وزیر کا منصب ادا کر رہا ہے اور خدیو بھی اتنی عقل رکھتے ہین کہ ہست نیست کو بخوبی سمجھتے ہین -

صوبہ ٹونس پہلے سلطان کا ماتحت تھا لیکن اب فرانس کا دست نگر ہے +

فرانس کو اسمین بڑا مزا آتا ہے کہ جہانتک امکان مین ہو دوسرے ممالک کو اپنے آغوش حفاظت مین جگہ دے - اسکی ایک نمایان مثال میڈاگاسکر ہے جسکو فرانس نے اپنی حفاظت مین لینا چاہا تھا لیکن وہانکے باشندون نے دوسرون کی مدد سے اس مہربان دور اندیش کی سرپرستی کو پسند نہ کیا - لیکن ٹونس مین عہدنامہ مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۸۱ء کے بموجب فرانس کا عمل اوسوقت برخاست ہو جائے گا جبکہ حکام فرانس و ٹونس اسکو بالاتفاق تسلیم کرین گے کہ مقامی گورنمنٹ انتظام و سیاست ملک کو قایم رکھہ سکتی ہے" مین نے ٹونس کو سلطنت عثمانیہ کے دائرہ حکومت مین شامل نہین کیا کیونکہ اصل یہ ہے کہ وہ اب فرانس

کا ایک صوبہ ہو گیا ہے ✣

سلطنت عثمانیہ کا کل رقبہ ستر لاکھ دس ہزار مربع میل ہے اور آبادی ..... ۳۲۵ ہے سلطنت عثمانیہ کے محکمہ کرور گیری کے تختہ جات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں ٹرکی کی کل تجارت دو کرور اسی لاکھ تیس ہزار پونڈ (بیالیس کرور روپیہ) کی ہوئی اسمیں سے ایک کرور اسی ہزار پونڈ کی برآمد اور بقیہ کی درآمد ہوئی۔ برآمد و درآمد پر سرکاری محصول ۱۹۴۱۵۰ پونڈ (سوا دو کرور روپیہ) وصول ہوئے۔ اشیاء برآمد۔ تمباکو۔ میوہ جات۔ ریشم افیون۔ روئی۔ قہوہ۔ کھالیں۔ اون۔ سرسون۔ دیلونیا۔ اور قالین وغیرہ ہیں۔ ان میں سے بہت سی اشیاء ایشیا سے حاصل ہوتی ہیں۔ حال میں شراب کی برآمد بھی شروع ہوئی ہے اور ممکن ہے کہ یہ البانیا کے انگور کے باغوں کے مالکوں کے لیے آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہو ✣

درآمد کی اشیاء خاصکر سوتی اور اونی کپڑے ہیں۔ دخانی جہازوں کی دو کمپنیاں ہیں۔ ایک کا نام محسوسہ اور دوسری کا ڈچی۔ اول الذکر ۳۲ دخانی جہازوں کی مالک ہے اور اخر الذکر ۷ جہازوں کی۔ ٹرکی کے تجارتی جہازوں کے متعلق کوئی قابل اعتبار اطلاع نہیں ملی لیکن گمان غالب ہے کہ اونکی

معقول تعداد ہے۔ فرانس مین ۱۵۲۶۶ تجارتی کشتیان ہین اور کل تجارت کیقدر اونیس کرور پونڈ سے زیادہ ہے۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ ۱۸۸۰ء مین کل بحری تجارت روم دو کرور اسی لاکھ کی ہوئی جو تجارت فرانس کا گیارہوان حصہ ہے۔ اگر اسکو بیس حصہ بھی کم کر دیتے ہین تو بھی ٹرکی مین ۶۳، تجارتی کشتیان ہونی چاہئین۔ لیکن پھر بھی یہ خیال کر کے کہ کچھ تجارت دوسرے ملکون کے جہازون کی مدد سے ہوتی ہوگی اور اسلیے ۶۳ کو کل تعداد مین سے تفریق کر دینے سے ۴۰۰ کشتیان رہجاتی ہین۔ یہ ممکن ہے کہ میرا قیاس غلط ہو۔ مگر آجکل تجارتی جہازون کی تعداد کی نسبت کوئی اطلاع بغیر وہان گئے نہین مل سکتی[1] ۱۸۸۱ء مین بلجیم مین ۶۷ تجارتی کشتیان تھین جنمین سے بچین دخانی تھین۔ صرف انہین اعداد پر بھروسہ کر کے مین نے قیاس کو دخل دیا ہے +

پچھلے سال مارچ کے مہینے مین ترکی قومی قرضے کی یہ صورت تھی

(۱) گلاٹا کے ساہوکارون کی دستاویز کی بابت ..... پونڈ

[1] اسکے لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ٹرکی مین تجارتی کشتیون کی تعداد فی الواقع ۴۰۰ کے قریب ہے۔

(۲) راس المال مجتمع ۔ ..... پونڈ
(۳) قرضہ ضمانتی خراج مصری بکفالت دول فرانس و انگلستان ..... ۱۴ پونڈ
(۴) واسادیرات ریلوے ..... ۱۴ پونڈ
(۵) اندرونی قرضہ قریباً ۔ ..... ۱۸ پونڈ
(۶) بقایا سے تاوان جنگ روسی جسکی بابت سال بسال
اقساط ادا کیجاتی ہیں ۔ ۳۰۰۳۵۷ پونڈ

میزان کل ۱۶۳۰۰۳۵۷۰ پونڈ

عہدنامہ برلن کے بموجب بلگیریا جو کہ ترکی کے ماتحت ہے اور سرویا۔ جبل اسود۔ یونانی نیگرو اور یونان پر اس گرانبہا قرضے کی جزوی ادائی واجب کی گئی ہے ۔ اور اصل یہ ہے کہ یہ قرضہ انھیں کی بدچلنی کیوجہ سے ہوا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان ستمگر ریاستوں نے اس لحاظ سے اپنے فرائض کو بہت ہی جزوی طور پر انجام دیا ہے ۔

مشرقی رومیلیا کا خراج جسکی تعداد قانون انتظامی کے بموجب ۲۱۹۱۰۰ مقرر کی گئی تھی لیکن بعد میں ۲۰۳۰۰ کردی گئی بلگیریا سال بسال ادا کرتی

رہتی ہے کیونکہ شرقی رومیلیا دراصل بلگیریا ہی کے ایک حصے کا نام ہے
کل آمدنی علاوہ اوسکے جو قرضے کی ادائی مین گئی ۹۰-۱۸۸۹ء عیسوے مین
۱۶۸۳۶۲۳ پونڈ تھی اور خرچ آمدنی سے تخمیناً تیس لاکھ زیادہ تھا لیکن تاہم
اور قرضے کی ضرورت نہ پڑی اور سرکار نے کسی نہ کسیطرح تمام خرچ کو پورا
کر دیا - اس زائد خرچ کی یہ وجہ تھی کہ شاہی ٹیرے کی توسیع اور مرمت کیگئی
تھی ؛

۱۸۸۵ء مین قسطنطنیہ کی آبادی ۸۷۱۵۶۱ یا ہندوستان کے
آباد ترین شہر بمبئی سے ایک لاکھ زیادہ تھی - قسطنطنیہ مین انگلستان کا سفیر
مقرر ہے اور سلطنت عثمانیہ کے قریباً ساٹھ شہرون مین انگریزی کانسل اور
وائس کانسل رہتے ہین - اِن مین سے تین مسلمان ہین -
بحری اور بری فوج مین سوائے چند انگریزونکے کل مسلمان ہین اور
چند فرانسیسی اور جرمن استاد ہین اونکا نام جنگی فہرست مین درج نہین
ہے - اس مین فوجکی تعداد ۱۰۰۰۰۰ - افسر ۸۰۰۰ غیر کمیشن یافتہ اور
کم درجے کے عہدہ دار ہین - اسمین اون فوجون کا شمار نہین ہے جو کہ ارنیطہ
اور جزیرۂ اقرطیس (کریٹ) اور ملک عرب مین متعین ہین جنکی مجموعی تعداد

معتد بہ ہے ۔ فوجین ۲۷۰ پلٹنین پیادونکی ہین ۱۹۲ رجمنٹین سوارون کی
اور ۱۵۹ میدانی اور ۳۰ پہاڑی توپخانے (ہر توپخانے مین چھ توپین
ہوتی ہین) اور چھ پلٹنین انجنیر ونکی ہین اور اسکے علاوہ ۵۰۰۰ قلعہ شکن
توپچی ہین ۔

کل فوج ۷ دستون مین منقسم ہے جنکے صدر مقام قسطنطنیہ ایڈریا
نوپل رمناسطر ۔ ارض روم ۔ بیروت ۔ بغداد ۔ اور صنعان واقع ملک
عرب ہین ۔ ٹرکی یورپی مین ایک علحدہ دستہ ہے اور ایک بریگیڈ اوریٹیش
مین معین ہے جسکی قوت کو حال کی بغاوت کیوجہ سے دوگنا کردیا گیا ہے
شاید اسموقع پر یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہو کہ چند سال پیشتر جزیرۂ اوریٹیش کے باشندون
کو اوسی قسم کی خودمختاری (ہوم رول) دی گئی تھی جسکی آجکل آئرلینڈ
کو بعض لوگون کے قول کے بموجب بیحد ضرورت ہے ۔ لیکن اوریٹیش
نے یہ نظیر قایم کردی ہے کہ ابھی خودمختاری نے اچھی طرح جڑ بھی نہ پکڑی
تھی کہ اپنی بالادست سلطنت کے مقابلے مین بغاوت کا ڈنکا بجایا
اور یونان سے چشم حمایت کی لیکن امید ہے کہ شدنی شورش بھی کامیاب
نہ ہوگی کیونکہ تمام اعلے سلطنتون نے نہایت دانشمندی اور حق پذیری

سے یونان کو بخوبی سمجھا دیا کہ اگر اوسنے ہاتھ پاؤں ہلائے تو ترکی کے قوی غیض وغضب کے بد نتیجے اوسکو تن واحد برداشت کرنے پڑینگے اور کوئی دوسری سلطنت اوسکی حمایت کے لیے کھڑی نہ ہوگی +[۱]

زمانہ جنگ میں باقاعدہ ترکی فوج کی تعداد قریبًا دس لاکھ کے ہوتی ہے جسمیں ہر قسم کی سپاہ داخل ہے - علاوہ اسکے ردیف ہیں جنکے بارہ دستہ ہیں اور تعداد بھی غیر محدود ہے مگر یہ (مستحفظ) بیقاعدہ ہیں اور مناسب ہوگا کہ سلطان انکو ملحدہ کرکے اپنی بے قاعدہ فوجکی تعداد بڑہائیں +

تعداد کے لحاظ سے مشہور ہے کہ ترکی فوجکا یورپ کی سلطنتوں میں ساتوان نمبر ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ دنیا بھر میں اوسکا پانچوان نمبر ہے اور اس خیال کی تائید میں معقول دلائل بھی پیش کرسکتا ہوں اس بات کا زبان پر لانا ہی فضول ہے کیونکہ تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ لڑنے کی قابلیت کے لحاظ سے ترکون سے بہتر سپاہیون نے

[۱] اسکے لکھنے کے بعد سے اقریطش میں امن وامان قایم ہوگیا ہے - بعض انگریزی اخباروں نے شاکر پاشا حاکم اقریطش کی بہت توریف کی ہے +

کبھی میدان جنگ میں قدم نہیں رکھا - حال میں جب شہنشاہ جرمن قسطنطنیہ گئے تھے تو ایک مشہور ہفتہ وار اخبار نے لکھا تھا کہ "شہنشاہ جرمن نے حال میں کہا ہے کہ ترکی فوج نہایت عمدہ طور پر مرتب ہے اور سلطنت کی فوجی ضرورتوں کا مقابلہ بخوبی کر سکتی ہے - آیندہ زمانے میں ٹرکی سے جنگ کرنا ایک پر ہمت اور مشکل مہم ہوگی - ہر سلطنت کو ایسی مہم کے خطروں میں مبتلا ہونے سے پہلے بہت پس و پیش کرنا ہوگا" اگر اون گرانہا مخالف کا بھی پورا پورا لحاظ کر لیا جائے جو کہ سلطان سے شہنشاہ کو دے تو بھی کہہ سکتے ہیں کہ اونھوں نے جو کچھ کہا وہ نہایت ایمانداری سے کہا +

دولت عثمانیہ کی بحری فوج میں ۲۴ جنگی جہاز ہیں جو ہر طرح سامان جنگ سے آراستہ ہیں اور جن میں سے ۱۰ - آہن پوش ہیں اور بارہ تارپیڈو کی کشتیاں ہیں - زمانہ امن میں بحری سپاہ کی تعداد بارہ ہزار ہوتی ہے اسمیں وہ دو آہنی جہاز اور تین تارپیڈو کی کشتیاں شامل نہیں ہیں جو پچھلے سال سے آخر میں اور بڑھائی گئیں - اسطرح پر کل میزان ۲۶ جنگی جہاز جنمیں سے ۱۷ آہن پوش اور پندرہ تارپیڈو کی کشتیاں ہوئیں [۱]

---

[۱] اس لکھنے کے بعد سے چند اور جہاز بھی تیار ہوئے ہیں +

دخانی کشتیونکی تعداد بحری فوجین ۱۶۰ ہے انسے ہرکام لیا جاسکتا ہے مگر ان مین سے بہت سی کشتیونکی مرمت ہورہی ہے کیونکہ پچھلی جنگ کے بعد سے وہ بالکل بے کار پڑی تھین -

ٹرکی مین بحری اور بری فوجون کی تعلیم کے لیے مدرسے ہین گو اکثر مدرسے حال ہی مین کھلے ہین مگر اڈریانوپل مین مدتون سے فوجی یونیورسٹی ہے - نوجوان افسران مدرسونکی تعلیم سے فارغ ہوکر فرانس یا جرمنی کو عملی کام سیکھنے کے لیے بھیجے جاتے ہین - بری اور بحری دفاتر بیشک اس قابل ہین کہ دولت عثمانیہ کو اونچا نازکرنا چاہیئے اور یہ افواہین کہ سپاہ کو تنخواہ نہین ملتی بالکل بنیادی قصے ہین - اسمین شک نہین کہ چند سال پیشتر ایسا ہی حال تھا لیکن سلطنت کے کسی حصے مین بھی اب ایسا حال نہین ہے +

انتظام مملکت مین ترکون نے ابھی اتنی ترقی نہین کی لیکن اسمین کلام نہین کہ کئی سال تک امن قایم رہنے سے بہت سے عمدہ انقلاب پیدا ہوجائین گے - محمود ثانی اور عبد العزیز کے با وضعت اشتہار کے مضامین خصوصاً قانون حد شرعی یعنی گھنا کے پورا ہونے کے لیے ابھی چند سال کا انتظار درکار ہے - ملک کی صورت حال پر بہت کچھ منحصر ہے

چنانچہ ہندوستان کی حکومت کی عملداری مین کلام نہین لیکن وہان بھی ملکہ معظمہ کے فیاضانہ اعلان کی تمام باتین یا وہ وعدے جو ایام غدر کے بعد کئے گئے تھے ابھی تک پورے نہین ہوئے - مین تو بتا ہی چکا ہون کہ یہ باتین زیادہ تر صورتحال پر منحصر ہین اور ایسی باتون پر نکتہ چینی کرنا خودسری اور حماقت پر دلالت کرتا ہے گورنمنٹ ہند اپنے وعدون کے پورا کرنے کی کوشش مین کوتاہی نہین کرتی اسیطرح گورنمنٹ ترکی کا بھی عمدرآمد ہے - لیکن اگر اوسکو یکبارگی کامیابی نہین ہوتی تو کیا یہ انصاف کی بات ہوگی کہ ہم اوسپر ظالم وجابر ہونے کا الزام لگائین - دوسرے لوگونکے کام مین نقص نکالنا بہت آسان ہے لیکن کر دکھانا نہایت ہی مشکل چیز ہے یہ یقین ہے کہ دولت عثمانیہ کی نیت بخیر ہے اور یہ مشہور ہے کہ نیت خود راستہ پیدا کر لیتی ہے - اصلاح کوئی آسان چیز نہین ہے بلکہ ایک نہایت ہی مشکل کام ہے ترکی مین ایک اور چیز بھی ہے جو میری ازادانہ راے مین نہایت ہی قابل افسوس ہے اور چونکہ وہ بالکل سلطان ہی کے ہاتھ مین ہے اسلیے مین اونکو اس الزام سے بری نہین کر سکتا - میرا مطلب حرم سرا کا تصور نہ صرف تمام بزرگ مذہب کے پاک اصولون کے خلاف اور اوس امتیازی اخلاق کے منافی ہے جو مہذب قومونکے ساتھ پیدا ہوتا ہے اسکی وجہ سے نہایت

ناموزون طور سے روپیہ ضایع ہوتا ہے[1] میری رائے میں اسکی بڑی وجہ خدام کے اعلے خاندان کی شریفانہ صفات نسلاً بعد نسلاً گھٹتی چلی جاتی ہیں میں ترکی کا تو دلدادہ ہوں مگر اس رواج سے دلی نفرت ہے اور میری نفرت کی بھی یہی وجہ ہے کہ میں اوسکی بہبودی کا دل سے خواہاں ہوں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہر کا الزام موجودہ سلطان پر نہیں ہے اور اونکے حرم سرا اونکی ذات سے بالکل جدا ہے۔ جب جرسی کی شہنشاہ بیگم مجلس امین تشریف لے گئیں تو سلطان کی دو بیٹیوں نے پرنسیا کے فوجی گیت پیانو پر بجایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک حد تک سلطان اپنے خاندان کی خبر گیری کرتے ہیں اور اس لحاظ سے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ حرم کو بھی پسند نہیں کرتے کیونکہ حرم سرا میں سوائے ولیعہد کے اور کسی بچے کی بہت ہی کم خبر گیری کیجاتی ہے۔ کم سے کم ہمکو دل سے امید کرنی چاہیئے کہ یہ رواج بہت جلد نیست و نابود ہوجائے گا دنیا بھر میں کسی چیز سے اسکی تائید نہیں ہوسکتی اور جسقدر جلد یہ دنیا سے مٹ جاوے اوتنا ہی ترکی کے لیے اچھا ہوگا۔

---

[1] صرف خاص قریباً ۱۵ لاکھ پونڈ سالانہ کا ہے اور پانچہزار لوگ محلسرا میں پرورش پاتے ہیں +

سلطان کے ماتحت گورنمنٹ ہی اور اونکے بعد وزیر اعظم اور دوسرے وزرا کا درجہ ہے اور اجتماعاً یہ سب لوگ "باب عالی" کہلاتے ہیں۔ شاہی پارلیمنٹ بھی ہے جو کہ بالکل انگریزی اصولون پر مبنی ہے اور فعل مندرجۂ ذیل وزراء باب عالی مین داخل ہین ؛

(۱) وزیر اعظم — نہر ہائینس کامل پاشا
(۲) وزیر صیغۂ خارجہ (خارجی ناظری) — نہر ایکسلنسی سعید پاشا
(۳) وزیر صیغۂ داخلیہ — منیر پاشا
(۴) وزیر صیغۂ مالی — اگوپ پاشا
(۵) وزیر صیغۂ تعلیم — نعیف پاشا

باب عالی سے بالکل وہی کام لیا جاتا ہے جو کہ انگلستان مین کیبنٹ وزراء سے لیا جاتا ہے۔

باب عالی کی وجہ تسمیہ عام طور پر معلوم نہین ہے لیکن اصل یہ ہے کہ ترک اپنے سرکار کو جنگی اصطلاحات کے استعارہ سے خیمہ کہتے ہین اگلے زمانے مین سرکاری مہر کو "باب عالی خیمہ شاہی" کہتے تھے۔ اہل اطالیہ نے ترکی الفاظ کا ترجمہ کر لیا اور لا پورٹا سبلائما" کہنے

لگے اور یہی اصطلاح یورپ کے مختلف ملکوں میں مختلف زبانوں کے خاص تناسب کے لحاظ سے مروج ہوگئی - باب عالی سے مراد سرکار شہنشاہی عثمانیہ سے ہے - اب ہم اس استعارے کو اور بھی توسیع دیتے ہیں - سلطنت کا ایوان چار ستون پر قایم ہے وہ یہ ہیں اولاً وزراء ثانیاً قاضیان عسکر - ثالثاً دفتردار (خزانچی) اور رابعاً نشاندی (معتمدین) علاوہ انکے آغایان بیرون یعنے حکام فوجی اور آغایان اندرون یعنے عہدہ داران محل و دربار - اسکے بعد علما کا طبقہ ہے جنکی وہی حالت ہے - جو کہ ہندوستان اور اس ملک (انگلستان) میں فرقۂ وکلاء کی ہے - عالم کا درجہ حاصل کرنے کے لیے تعلیم کی ایک خاص اور مشکل سلسلہ کو طے کرنا بہت سے امتحانوں میں کامیاب ہونا اور کئی ڈگریاں حاصل کرنا ضروری ہے - قانونی فرقہ صرف لایق ہی لوگوں کو نیز محدود رکھنے کے لیے بہت ہوشیاری سے کام لیا جاتا ہے - طبقۂ علما میں سے تمام مدرس اور حکام عدالت اور چھوٹے شہروں اور ضلعوں کے قاضی اور بڑے شہروں کے ملا اور "استنبول آفندی" یعنے قسطنطنیہ کے ناظم مقرر کیے جاتے ہیں +

اناطولیا اور روملیا کے قاضیان عسکر یعنے اعلے حکام عدالت اور مفتی بھی اسی فرقے سے ہوتے ہین - یہ بھی قابل گذارش ہے کہ فرقہ علما کو سوا اسکے کہ شرع اسلام کلام اللہ پر مبنی ہے - مذہب سے اور کوئی تعلق نہین ہے - دنیا مین کوئی ملک ایسا نہین ہے جہان علمائے مذہبی کی قوت اس قدر محدود ہو جتنی کہ ٹرکی مین ہے یا جہان طبقۂ ملکاء زیادہ صاحب اقتدار ہو - دنیا مین عثمانیون سے زیادہ کوئی قوم اپنے اوستادون یا دین لوگون کا ادب نہین کرتی جو کہ زیور علم سے آراستہ ہو یعنی دوسرون کی رہبری کے قابل ہین -

عثمانیون مین ایک اور بات بھی ہے جو خاص مہذب ہونے کی دلیل ہے مگر جسکو بہت ہی کم لوگ جانتے ہین - یہ مینوسپل یعنے مقامی معاملات مین اپنا انتظام آپ کر لینے کا مادہ ہے -

ہر پٹے کے متعلق ایک انجمن ہوتی ہے جسکو "اصناف" کہتے ہین اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر موضع مین میونسپلٹی ہے - اہل دیہہ اپنے مقدمون کو آپ ہی منتخب کرتے ہین - مقدم سے وہ لوگ مراد ہین جو سرکاری محاصل وصول کرتے ہین - وہ میونسپلٹی کے روپے کو

جسکی تعداد بعض اوقات بہت زیادہ ہوتی ہے خرچ کرتے ہین۔ چھوٹے چھوٹے معاملات کا پنچایت سے فیصلہ کرتے ہین۔ اہم معاہدون کی تصدیق کرتے ہین اور جب عہدہ دارونکی طرف سے زیادتی ہوتی ہے تو وہی داد و فریاد کا ذریعہ بنائے جاتے ہین۔

یہ قانون صرف عثمانیون پر ہی ختم نہین ہے بلکہ آرمینون اور عیسائیون سے بھی متعلق ہے +

اعلے طبقے کے مدرسونکی تعداد بہت ہے۔ اور محمد ثانی کے زمانہ یعنے پندرہوین صدے کے وسط سے کوئی ایسا شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤن نہین ہے جہان مفید و مکتب نہ ہون۔ جو لوگ علم و دانشمندی یعنے ایم اے کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہین اونپر واجب ہے یا یہ کہیے کہ پندرہوین صدی مین واجب تھا کہ صرف و نحو منطق علم مابعد الطبیعت تشریح اعضاے انسان معانی و بیان بلاغت اقلیدس اور فلکیات مین امتحان پاس کرین۔ اوس زمانے کے پیرس یا آکسفورڈ کی یونیورسٹی کے سلسلہ تعلیم سے اگر اسکا مقابلہ کیا جائے گا تو یہ کچھ کم نہ ثابت ہوگا۔ اگر دانشمند طبقہ علماء مین داخل ہونا چاہتا تو اوسکو

شرع شریف مین تعلیم پانا بھی ضروری ہوتا - یا یہ ممکن تھا کہ وہ کسی چھوٹے مدرسے کی اعلے مدرسی قبول کرتیا مگر اس سے وہ علما کے حقوق یا آیندہ اپنے صیغے مین اعلے عہدہ پر ترقی کرنے سے محروم ہوجاتا - ٹرکی کی موجودہ حالت کی آجکل یہ صورت ہی اور مین کہہ سکتا ہون کہ سلطنت مین ترقی کے سارے آثار نمایان ہین - کوئی شخص انکار نہین کرسکتا کہ ابھی بہت سے باتین تدارک کے قابل موجود ہین لیکن چونکہ اس تقریر کی غرض یہ ہے کہ ٹرکی کی حالت کا لفظ انکھونکے سامنے لایا جائے نہ یہ کہ خرابیون کے رفع کرنے کے لیے علاج اور تدبیرین بتائی جائین اسلیے اب مین اس داستان کو ختم کرتا ہون - لیکن ختم کرنے سے پہلے مین آپ کی اجازت سے موجودہ سلطان کے خاندان کے حالات بیان کرنا چاہتا ہون -

عبد الحمید (سلمہ اللہ تعالے) ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۴۲ء مطابق ۱۵ شعبان المعظم سنہ ۱۲۶۵ھ (؟) کو پیدا ہوے اور سلطان عبد المجید کے دوسرے بیٹے عبد الحمید اپنے بھائی مراد خامس کے تخت سے اوتارے جانے کے بعد ۳۱ - اگست سنہ ۱۸۷۶ عیسوے کو تخت نشین ہوئے +

سلطان مراد خامس ابھی تک زندہ ہین مجنون ہو جانے کی وجہ سے کاروبار سلطنت سے سبکدوش کیے گئے +

سلطان موجودہ کے مزاج مین نہایت ہی اعتدال پسندی ہے اور اپنے کام کو ایسی تندہی سے کرتے ہین جیسا کہ بادشاہ کو کرنا چاہئے — مشہور ہے کہ سلاطین یورپ مین وہ خلیق ترین بادشاہ ہین —

سلطان کی ایک نکاحی بی بی ہین مگر حرم کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اس کی یہ وجہ ہے کہ حرم لوازمات سلطنت مین داخل ہے نہ یہ کہ سلطان کی ذاتی خواہشون کا نتیجہ ہو۔ لیکن باوجود اسکے سلطان کو اس الزام سے بری کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے اور نہ میری خواہش ہے کہ ایسی کوئی کوشش کرون +

سلطان کے سات بچے ہین —

(۱) محمد سلیم آفندی جو ۱۱ جنوری ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوے —
(۲) زکیہ سلطانہ جو ۱۲ جنوری ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئین —
(۳) نعیمہ سلطانہ جو ۵ اگست ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئین —
(۴) عبد القادر آفندی جو ۲۳ فروری ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوے —

(۵) احمد آفندی جو ۱۴ مارچ ۱۸۸۲ء کو پیدا ہوئے۔
(۶) نائب سلطانہ جو ۱۸۸۳ء مین پیدا ہوئین۔
(۷) محمد برہان الدین آفندی جو ۱۸۸۵ء مین پیدا ہوئے۔
سلطان کے ولیعہد اونکے بھائی محمد رشید آفندی ہین۔ جو
۳۔ نومبر ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے کہ ترکونکی کیا حالت
تھی اونکا قدم ترقی یورپ کی تمام قومونسے آگے رہتا تھا اور ہر کس و ناکس
اونکے آگے سر جھکاتا تھا اور آخر کار کسطرح گذشتہ زمانے کے تمام عالیجاہ
عالی حوصلہ قومون کی طرح تنزل و ادبار مین مبتلا ہوگئے اور اب پھر اون لوگون
کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کر رہے ہین جنکے ذی ہمت ارادون اور
پر زور کوششون نے زمانہ جنگ مین ہلال کا خوف اور زمانہ امن مین ہلال
کی ہیبت دول یورپ اور بنی نوع انسان کے دلمین پیدا کردی تھی +

عہدنامہ برلن

عہدنامہ برلن پر دستخط ہونے سے پہلے روس نے اپنی حکمت عملی
سے ترکون سے ایک اور عہدنامے کی تصدیق کرائی جو کہ سین اسٹیفانو مین

ہوا تھا اور جسکی شرائط کچھ ایسی برباد کن نہیں کہ سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہی ہوجاتا لارڈ سالسبری نے نہایت بیدار مغزی اور لیاقت سے اوس عہدنامے پر ایک عام گشتی بین نکتہ چینی کی اور یورپ کو بتادیا کہ اس عہدنامے کے ذریعے سے روس نے ٹرکی کے پورے انہدام کی بنیاد رکھی ہے اس سے یورپ کی سلطنتوں کو بہت ہراس ہوا اور اونہوں نے روس کو اسبات پر مجبور کیا کہ وہ اس عہدنامے کو منسوخ کرکے ایک اور عہدنامہ از سرنو کرے +

اس لحاظ سے تمام بڑی بڑی سلطنتوں نے تجویز کیا کہ ایک مجلس شوریٰ قایم کیجائے چنانچہ اسکا برلن بین جون اور جولائی کے مہینوں میں مجلس پرنس بسمارک انعقاد ہوا۔

رومیلیا سروبیا اور مانٹی نیگرو کی حدود وسیع کئے گئے اور یہ ریاستیں خودمختار کردی گئیں۔

اون ممالک کا ایک بڑا حصہ جو دریاے ڈینوب اور کوہ بلقان کے مابین واقع ہے۔ ایک خودمختار ریاست بلغاریہ کے نام سے قایم کیگیا اور تجویز ہوا کہ رعایا اپنے بادشاہ کو آپ منتخب کرے لیکن سلطان کی حکومت

کا سایہ اوسپر قایم رکھا گیا اور کچھ خراج بھی مقرر ہوا۔
بلگیریا کے تمام قلعے سوائے رسچک سلسٹریا۔ اور وارنا کے مسمار کردے گئے۔ کوہ بلقان کے جنوب مین مشرقی روسیلیا کے نام سے ایک ریاست قایم کی گئی جسپر سلطان کی براہ راست حکومت قایم ہے۔
باسنیا اور ہرزی گووینیا کا انتظام آسٹر وہنگری کے سپرد کیا گیا اور رومانیا نے بسارباکا وہ حصہ روس کی نذر کیا جو ۱۸۵۶ء مین زار کی حکومت سے علحدہ کر لیا گیا تھا اور اسکے معاوضے مین اوسکو ڈوبرشا کا ضلع دیا گیا
ایشیاء مین قرص اردہان اور باطوم روس کے حوالے کیے گئے
ایک دوسرے عہدنامے کے بموجب انگلستان کو جزیرہ سائپرس اس شرط سے حوالہ کیا گیا کہ ایشیا ٹک ٹرکی کی حفاظت کی ذمہ داری کرے۔ مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ سائپرس خراجگذار ہے اور در اصل سلطنت عثمانیہ کا ایک جزو ہے۔ یہ عہدنامہ جون ۱۸۷۸ء مین لکھا گیا۔ آپ کو اس سے معلوم ہوگا کہ عہدنامہ برلن کے لکھے جانے سے پہلے ہی انگلستان نے سلطنت عثمانیہ کی ایشیا مین حمایت کرنے کے بے مصمم ارادہ کر لیا تھا
انگریزون نے جزیرہ سائپرس پر جولائے ۱۸۷۸ء مین قبضہ کیا +

اب مین آپ سے اجازت چاہتا ہون کہ جس مہربانی اور توجہ سے کہ آپ نے اس تقریر کو سنا ہے اوسکا شکریہ ادا کرون اور اس مضمون کو ختم کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگون سے درخواست کرون کہ آپ میری اس دعا مین شریک ہون۔ اے خدا! اے خدا!! ٹرکی کو جو کہ اسلام کا اخیر حصن حصین اور ہمارے مذہب کا مرکز ہے پھر وہ مبارک دن نصیب کر کہ وہ مہذب دنیا مین اپنے مرتبے کو حاصل کرے اور یہ مریض شفا پا جائے اور مدتہائے دراز تک بخوشی و شادمانی سلامت و برقرار رہے۔ آمین! فقط

راقم

محمد احمد (دستخط)

لندن
مورخہ ۲ مارچ ۱۸۹۰ء

تعلیم و تربیت اطفال

تمام گھر کی خوشی مجسم صورتون مین تمام خاندان کی عزت چلنے پھرنے والے پتلون مین - ملک کی آیندہ قسمت قدم کی اچھی یا بُری ہونے والی حالت بچے ہوتے ہین - انکی بُری حالت ملک کی بدقسمتی کی دلیل - اور انکی عمدہ کیفیت قوم کی سرخروئی کی نیک فال ہے - دنیا مین جتنے آدمی نامور گذرے اونھون نے بہت بڑا ذخیرہ اپنی آیندہ عزت و عظمت کا طفلی ہی سے جمع کر لیا تھا گو اونکو خود نہ معلوم ہوا ہو کہ انکی ذہنی دامن نیرنگستان عالم کے کیسے کیسے خوشنما پھولون سے پُر ہو گئے ہین - اور گو انھون نے قدرت کی تخم ریزی کو جو انکے قرارع قلوب مین ہوئی وقعت سے نہ دیکھا ہو جو حقیقت مین آگے بڑھ کے اِن کی نامور ی کی اصل الاصول ہوئی - اشرف المخلوقات کے عظیم الشان لقب سے ممتاز ہونے والے گو تمام جنس انسان بحیثیت مجموعی ہے کیونکہ جوہر عقل مجملہ اور عطیات نامتناہی کے بہت بڑا مابہ الامتیاز رکھا گیا ہے - مگر درحقیقت اسی ممتاز لقب کے شایان حضرت کامل الانسان ہین ؎ ببسکہ ہر کام کا دشوار ہی آسان ہونا آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا - اور یہ کاملیت خصائل حمیدہ اسی عہد طفلی کے پوشیدہ قوتون کا بڑا ہوا اثر ہے مثل ہے کہ ہونہار بروے کے چکنے پات عہد طفلی کے خصوصیات نجی آیندہ عظمت کے مبصرونکی نظرون مین کھلے آثار ہوتے ہین شیخ کا قول تخصیص درحقیقت تعلیمی تاثیر لیے ہوے ہے ؎

؎ بالائے سرش زہوشمندی ۔۔۔ می تافت ستارۂ بلندی

یہ مختصر کیفیت جو اوپر بیان ہوئی قدرتی عطیات کا جو روز ازل ہر خمیر انسانی میں قضاء قدر کے ہاتھوں تفویض ہوئی۔ ایک مختصر خلاصہ ہے۔ جب عہد طفلی ایسا عمدہ زمانہ اور ایسا محمود وقت ہے تو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اگر ان نعمائے قدرت میں بمناسبت حالات صدہا سال اور پشت ہا پشت کے انسان تعلیم تجربات سے امداد پہونچائی جائے۔ تو یہ پتلۂ انسانی جو بعض اوقات عدم تعلیم و تربیت سے چہ خفتہ وجہ بیدار مساوی ہوتا ہے۔ کل درجات عزت و قربت جو مختلف صنعوں میں اوسکے لیے امانتاً رکھے گئے ہیں طے کر ڈالے۔ زمانہ طفولیت ہی ایک ایسا وقت ہے جسمیں ہر قسم کی تعلیم و تربیت کی صلاحیت ہو سکتی ہے۔ خیالات میں لچک اور عادات میں خامی کچھ ایسی پائی جاتی ہے کہ جدہر قوت کے ساتھ موڑ دیے جائیں اوسیطرف ترقی ہوگی۔ اور اگر اپنے ہی حال پر چھوڑ دیے جائیں تو ایک روز بختگی حاصل کرنے پر ناقابل اصلاح ہو جائیں گے۔ تعلیم و تربیت جو ہمیشہ سے جزو لاینفک تعلیم ہوے ہیں۔ اور اندرون عملاً اوسپر اور زور دیا جا رہا ہے اوسکے لیے عہد طفلی نہایت موزون موسم سمجھا گیا ہے۔ جب کہ ہر قسم کی تخم ریزی کی صلاحیت غیر مزروعہ آراضی والا زمین

پائی جاتی ہے - اچھے اور بُرے تخم اور تخم ریزی کی ذمہ داری ظاہر ہے کہ دہر نہین ہے ہان اوسکو قبولیت سے انکار بھی نہین ہے ورنہ اگر اوسکو چندے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو پھر اوسمین صلاحیت زراعت تعلیمی بھی باقی نہین رہیگی غرض انسان کا دل حالت طفولیت مین بالکل غیر مزروع اراضی کیطرح ہے اور ؎

از مکافات عمل غافل مشو　　گندم از گندم بروید جو ز جو

جسطرح ایک کے لیے مطابق ہے اسیطرح دوسرے سے منطبق -

تعلیم بلا تربیت اور تربیت بلا تعلیم ہر دو فرداً فرداً ناقص ایک بغیر دوسرے کے ایسی ہی ہے جیسے دولت بغیر علم کے اور علم بغیر دولت کے - قوم اور ملک پر وہی مجموعی اثر دولت و علم کا ہوتا ہے جو تعلیم و تربیت کا مجموعی فائدہ شخص واحد پر ہوتا ہے - ہمارے ملکی و قومی ادبار کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ اوسمین علم و دولت مفقود ہوگیا ہے اور ذاتی خصوصیت اعلے سوسائٹی مین اسلیے نہین ہوتی کہ تعلیم و تربیت ناقص ہماری دو قدم آگے رہتی ہے -

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اسکے حواس خمسہ ظاہری مکمل نہین ہوتے

اور قوائے باطنی تو اور بھی مخفی اور ساکن حیثیت مین ہوتے ہین مگر انکی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی ہے۔ جسقدر مناظر ایک بچے کی نظر سے گذرتے ہین وہ بغیر خفیہ اثر کیے ہوئے نہین رہتے گو اوسکا اظہار طفل سے زبان کی زبان سے نہین ہوتا مگر بہت جلد وہ قدرتی جذبات سے متاثر ہوکر پیار لہجون اور اشارون مین تبلاتا اور مزید واقفیت کی کوشش کرتا ہے۔ اور اسکی یہ کیفیت روز افزون ترقی پہ ہوتی ہے۔ والدین اور دوسرے اعزا کا یہ کام ہے کہ اسکی خواہشات اور سوالات کو پوری اور صحیح جواب دیکر اسکے قوائے روحانی کو بڑہانین بخلاف اسکے اکثر ہوتا ہے کہ بچون کے سوالات کو بے حقیقت اور نہایت معمولی اور بعضے وقت تکلیف دہ سمجھکر والدین اوسکے منہ کو گھرک کر یا دوسری طرف بند کر دیتے ہین۔ اور بہت سے سوالات کو جو یکے بعد دیگرے وہ کرتا۔ کبھی کبھی تاریکی مین ڈالدیتے ہین حقیقت مین یہ فعل ابھرے ہوئے شوق کو روکنا۔ اور کھلتی ہوئی کلی کو توڑ لینا ہے جس سے اوسکے دیگر اندرونی نور دار قوا کو آیندہ کے لیے سخت نقصان پہونچتا ہے۔ اور پھر کسی عجیب اور جدید چیز کو دیکھکر جسکا سلسلہ روزاوسکی نظر سے گذرتا ہے پوچھنے ہوئے تکلف کرتا ہے۔

اور بالآخر بہت سی ضروری باتوں سے جو پہلے ہی معلوم ہوتی تھیں وقت پر محروم رہجاتا ہے لڑکا جیوں جیوں بڑہتا جاتا ہے اوسکا ذخیرۂ علم وسیع ہوتا جاتا ہے مگر بے ترتیب - وہ عالم کے دلفریب سمان کو دیکھکر خوش ہوتا ہے اور اپنے ہی لہجہ مین خوشی کا اظہار کرتا ہے - اسکے اندرونی قوا جو قدرتاً تعلیم پذیر ہین اوسکو مجبور کرتے ہین کہ اپنے بڑون سے جو نزدیک ہین ماہیت اشیاء اور حقیقت حال دریافت کرے مگر افسوس ہے کہ بعضے اوقات اسکے ضروری الوقت اور مفید مطلب سوالات کا جواب زجر و توبیخ مین دیا جاتا ہے اور بعضے وقت اناپ شناپ کچھ کا کچھ کھکر دفع الوقتی کیجاتی ہے آگے چلکر کند ذہنی کھولت اور عدم تشویق کی شکایت بہت کچھ انھین وجوہ سے سنی جاتی ہے کیونکہ جو مادّہ آیندہ کیلئے مفید شاہراہ پر نکلا تھا اوسکا شروع ہی مین گلا گھونٹ دیا گیا پھر اوس سے اور امید رکھنی فضول -

جب لڑکا پڑہنے کے قابل ہوتا ہے تو اوسپر ایک عجیب مہیب پھر قایم ہوجاتا ہے کبھی سختگلی حد سے زیادہ اور کبھی رعایت ضرورت سے سوا کیجاتی ہے دونون بے ترتیب ہونے سے اپنے اپنے موقع پر نقصان دہ ہوتے ہین ظاہر ہے کہ جب ایک پودا لگایا جاتا ہے تو

اوسکو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پوری قدرتی قوت سے کام لے
اور قدرت نے جسقدر سامان اوسکی نشو نما کا رکھا ہے اسکے لیے بہم پہونچایا
جاتا ہے - اسی پودے کو مناسب حال گرمی و روشنی پہونچائی جاتی ہے - اس
پاس کی گھاس نکالڈالی جاتی ہے مبادا قوت تقسیم ہوجاے - مگر ہماری طرز
تربیت کا اثر ہمارے بچون پر برعکس پڑتا ہے اسکے قدرتی جوش کو روکتے
اور اسکے حوصلونکو جو قدرتی تحریک سے ہوتا ہے پامال کراتے ہین - اسکو
بولتے ہوے اسلیے خاموش کر دیتے ہین کہ کہین گستاخ نہ ہوجاے -
بات پوچھتے ہوے اسواسطے چپ کر دیتے ہین کہ بے ادب نہ ہوجاے -
کھیل کود سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مبادا آوارہ نہ ہو - جسطرح ایک پودا
جو عمدہ زمین پر نہین ہوتا اپنی معمولی قد و قامت حاصل نہین کر سکتا اور ذرا غلت
کافی غذا نہ پانے سے اپنی حد تک بار آور نہین ہوتی - انسانی پودے
بھی نامساعد روک تھام سے پوری حد تک دماغی نشو و نما نہین کر سکتے
اس تحریر سے میری یہ غرض نہین ہے کہ تو اسے اندرونی کی تربیت کیلیے
لڑکونکو مطلق العنان کر دینا چاہیے جو فی الواقع ایک دوسری سخت بلا لانیوالی
ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ رعایت و مزاحمت دونون باقاعدہ اپنے اپنے

موقع پر ہو جو تربیت کا خاص منشا ہے ؎

درشتی و نرمی ہم دربہ است چو رگزن کہ جراح و مرہم نہ است

بعض اوقات نوخیز طالب علمون کو بدقسمتی سے وہ مہیب صورت تلخ مزاج اوستاد ملتے ہین جو انکے قوائے اندرونی کی پامالی اپنے دل لبھا ولبی کھجور کی چھڑی سے کرتے رہتے ہین۔ تربیت تو درکنار انکو تعلیم کا مذاق بھی نہین ہوتا کیونکہ یہ جبر و زور و تو تکار و کنا زنی مدارس کا اقتضا ہے اور نہ علمی مکاتب کا جو لوگ زیادہ تر اپنے طالب علمی پر ہاتھ صاف کرتے ہین یقیناً وہ اوس عزت کے مستحق نہین ہوتے جو ایک مدبر لایق اوستاد کو شایان ہی اور جو بغیر اندرونی جراح کو نقصان پہونچائے ہوئے اور ابھرتے ہوئے شوق کی دستگیری کرتے ہوئے مصروف تعلیم ہوتا ہے۔

مین نے اوپر بیان کیا ہے کہ تعلیم ملا تربیت قریب قریب فضول کے ہے۔ مین اسموقع پر جناب نواب عماد الدولہ بہادر کی مشہور اسپیچ کے چند فقرے جو اسی رسالہ حسن مین چھپ چکے ہین یہان لکھنا چاہتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ ہمارے ناظم صاحب تعلیمات نے تعلیم و تربیت کو کسقدر ایک دوسری سے وابستہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہین "ایک طالب علم جسکی تربیت

درست اور باقاعدہ طور پر ہوئی ہو۔ دنیا میں ہزار درجہ زیادہ اعتبار حاصل کرے گا بہ نسبت دس بے تربیت طالبعلموں کے جنھوں نے طوطے کطرح سبق یاد کر کے یونیورسٹی کے امتحانوں میں کامیابی حاصل کی ہو۔ جو لڑکے انتظام کی سختی سے مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں اور کالج سے باہر ہی تشریف رکھنا بہتر ہوگا۔ "عمدہ اور عاقلانہ تربیت کا یہ کام ہے کہ بچہ نکو کم سنی میں اسطرح پرورش کرے کہ جوانی کی خطاؤں سے بچتے رہیں"۔

عہد طفلی میں اگر تربیت کی بنیاد مضبوط پڑ جاتی ہے تو آئندہ زندگی کے مختلف پیچیدہ مراحل عزت و امتیاز سے بسر ہو جاتے ہیں جو محض تعلیم سے حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہمارے ناظم صاحب تعلیمات فرماتے ہیں۔ "ایک تربیت یافتہ سے ہمیشہ یہ امید ہے کہ وہ مردانہ وار اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتا رہے گا۔ اور غیر تربیت یافتہ شاید عبارت آرائی کریں گے شیکسپیر کے اشعار مغز کے صفحہ زبانی سنا دیں گے مگر اونکو نہ کبھی اپنے اوپر اور نہ دوسروں پر حکومت کرنے کی لیاقت ہوگی"۔

تعلیم کا مسئلہ درحقیقت ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جو ہنوز باوجود اسقدر وسعت تجربہ کے مکمل نہیں ہوا۔ گورنمنٹ انگلشیہ جو ایک نہایت تجربہ کار

اور تعلیم دہندہ حکومت ہے۔ ابتک ہی تعلیمی مسئلہ کو ہنوز ایک حد معیّن اور مستقیم پر نہین پہنچایا۔ اور روزمرہ کے تغیرات سے پایا جاتا ہے کہ تجربہ حاصل کیا جارہا ہے اور کوئی مستقل صورت اب تک پیدا نہین ہوئی۔ محاسن کی تائید اور معائب کی تردید کیجاتی ہے اور جو تعلیمی پالیسی عرصے سے قایم ہوچکی ہے اسمین اب تغیر کیا جاتا ہے اور وہ سرا طریقہ جو کسیوقت متروک کردیا گیا تھا ضرورتاً تعلیم کیا جاتا ہے۔ یہ کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ ہنوز مسئلہ تعلیم امتحان کی حالت مین ہے۔

بہرحال جو کچھ حالت ہو تعلیمی فواید سے کوئی ذیہوش انکار نہین کرسکتا اور اسلیے جو طریق سب سے زیادہ ازروے تجربہ ملکی ضرورتون سے مستحسن ثابت ہو اوسکو اختیار کرنا چاہیئے اور طفلی ہی سے مناسب تربیت کے ساتھ شاہراہ پر لگا دینا چاہیئے کیونکہ اسوقت اگر طبیعت کو میلان ہوگیا جو از خود ہونا محال ہے تو چسکا پڑجائے گا اور پھر رفتہ رفتہ خود پڑھنے کی کوشش کیجائے گی پابندی وقت ایک نہایت ضروری امر تسلیم کیا جاتا ہے جسکی ضرورت سب سے زیادہ ہم لوگون مین پائی جاتی ہے۔ جس فیاضی سے ہم گران بہا اوقات کو صرف کرتے ہین شاید حاتم کو اپنی دولت صرف کرنے مین بھی

اسقدر وسعت کی ضرورت نہ رہی ہوگی - چونکہ ابتدائی عمر مین اوقات کی عزت کا کوئی خیال پیدا نہین کرایا جاتا اسلیے اوسکی بے عوضی مدت العمر جاگزین خاطر رہتی ہے - لطف یہ ہے کہ بیکاری سے اسقدر فرصت نہین ملتی کہ تنگی اوقات کی شکایت کم کیجائے - یہ مستند مقولہ ہے کہ وقت زر ہے ایک کے ہونے سے دوسرا بھی جاتا رہتا ہے مثالیہ الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ پورا ایک گھنٹہ گلاب کے ایک پورے پھول کی مانند ہے پھول کی دو چار پنکھڑیان ضائع ہوجانے سے اوسکی عزت نہین کیجاتی اور نہ وہ پھول ہی رہجاتا ہے - اس صورت سے ایک گھنٹے کے چند لمحے کھو دینے سے اوسکی عزت پوری نہین ہوتی اور پورے گھنٹے کا صحیح الاطلاق اُسپر نہین ہوسکتا - اوقات منضبط ہونے سے درحقیقت بہت کام ہوتے ہین - اور لطف یہ ہے کہ ہر کام وقت پر عمدگی اور سہولیت کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر بھی وقت تفریح و دیگر مشاغل کا باقی رہجاتا ہے جو غیر منضبط حالت مین ممکن نہین - مین نے ایک تذکرے مین دیکھا کہ مسٹر گلیڈ اسٹون وزیر اعظم انگلستان اپنے اوقات کو نہایت عمدگی سے بسر کرتے تھے - وزارت عظمے کے عظیم الشان کام کے سوا پارلیمنٹ مین شرکت اور مختلف مباحث کی جرابدہی کے علاوہ رات دن سے کم و بیش ایک درجن

مختلف انجمنوں میں تشریف لیجایا کرتے تھے - اور پھر بھی تفریح وسیر کا کافی وقت نکال لیتے تھے - ہم لوگوں کو اب تک وقت سے زیادہ کوئی کم قیمت شے نہیں ملی اور جس بیدردی سے اوس کو مدت العمر صرف کرتے ہیں اوسکا کبھی اندازہ بھی نہیں کرتے اور اسلیے اکثر کام بے ترتیب و نامکمل رہجاتے ہیں - میری دانست میں کم عمر لوگوں کو پہلا اور موثر سبق انضباط وقت کا دیا جاتا ہے -

گو ہندو مسلمان عملاً اپنے دنیاوی کاموں میں پابند اوقات علی العموم نہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مذاہب کے پیشواؤں نے اسی ضروری مسئلہ کا بڑا لحاظ کر رکھا تھا - صبح و شام اشنان و پرارتھنا ہندوؤں میں - اور پانچوقت کی موقت نماز مسلمانوں میں اس امر کا کافی ثبوت ہے - کہ اسی مذہبی طریقے سے ہمارے پیشواؤں نے ہمکو اپنے دنیاوی کاموں میں بھی منضبط رہنے کے لیے ہدایت کی ہے - غالباً عیسائی مذہب میں ایسی پابندی مذہباً نہیں رکھی گئی - لیکن قضیہ بالعکس ہوا کہ جہاں مذہبی پیرایہ میں ارشاد انضباط اوقات تھا وہاں خاموشی رہی - اور جہاں کوئی قطعی حکم نہ تھا اون لوگوں نے اپنے ہر کام کو ایک ایک منٹ سے وابستہ کر رکھا ہے -

ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی آیندہ بہبودی کی خاطر

اور سکے رکھین بنیاد قایم کردین - اور السی سنی والا تمام سن اللہ تعالے ملحوظ خاطر رکھین - عمدہ تعلیم و تربیت کا اثر کبھی ضایع نہین ہوتا بشرطیکہ اوس کی ابتدا مناسب وقت پر ہووے - یہ بڑی بے جیتی اور سخت غلطی ہے کہ ماتا یا کسی عارضی وجہ سے باپ یا دیگر اولیا کم عمر بچے کی تعلیم و تربیت سے اغماض کرین اور اوسکی زندگی کے اصول جس سے وہ آیندہ فائدہ اوٹھانے والا ہے بگاڑین - یہ تو ضرور ہے کہ بچہ انسان وہی کرے گا جو اپنے بڑون کو کرتے دیکھے گا - اوسکو بجاے خود نیک و بد کی تمیز ہوتی نہین - پس مناسب وقت نگرانی والدین خصوص باپ پر فرض قطعی ہے -

اب تعلیم پر نظر کرتے ہوئے اسکی مختلف شاخون اور طرز تعلیم پر غور کرنا چاہیے - انسانی ضروریات اس قدر وسیع اور اسکے تعلقات ایسے بسیط ہین کہ علم کی کسی ایک شاخ کے حاصل کرنے سے اوسکی ضرورتون کی تکمیل ممکن نہین - لہذا عام طور سے عمدہ آمد اُن شاخون کا زیادہ ہوتا ہے جو ارباب دانش کے نزدیک ضروری الوقت ہین مگر تاہم بعضے ملکی مصلحتون سے اور بعضے کسی اور خیال سے ضروری تعلیمی امور فروگذاشت بھی کر دیے جاتے ہین ہندو مسلمان - پارسی - یہودی - چینی وغیرہ ان کے مذاہب کے لحاظ سے

رسم و رواج اور اخلاق میں بھی فرق عظیم اور حکومت انگریزی تعلیم دہندہ ان سب سے نرالی۔ یعنے عیسوی۔ جو اپنے ملکی مصالح سے مختلف نکتوں پر غور کرتی ہے۔ ادہر ملکی باشندوں کا اقتضا کچھ اور ادہر ملکی مصلحتوں کی ضرورتیں کچھ اور۔ ہندو مسلمانوں کے مذہبی خیالات تعلیمات سے جدا ہو نہیں سکتے گورنمنٹ انگریزی مذہب اور علم کو بالکل متغائر خیال کرتی ہے۔ مگر وہی ہوتا ہے جو بالادست کی خواہش ہو۔ چنانچہ آج مدارس میں گورنمنٹی تعلیم جاری ہے جو بہت کچھ مضر خیالات مذہبی و قدیمی رسم و رواج ہے۔ لیکن جو کچھ ہو تعلیم و تربیت کیطرف اولیائے اطفال کا پوری کوشش سے متوجہ ہونا اور ضروری تعلیمی عزت حاصل کرنا فرض عظیم ہے۔ بعض زبردستی سے پڑھوانے والے حضرات کے لیے سرمایہ فخر اور کل اعتراضات کا جواب یہی ہوتا ہے کہ اپنے بچے کو تو مدرسے میں داخل کر دیا۔ گو انکی عنایت اسقدر نسبتاً فی زمانا غنیمت ہے۔ مگر تعلیم و تربیت کے بے حس سے مفید نتیجے کی خواہش اسقدر مختصر عنایت کافی نہیں جب تک ماں باپ بچوں کی نگرانی اپنے طور سے خود نہ رکھیں اور عمدہ تعلیم و تربیت کے جو بان نہ ہوں کامیابی عنقا ہے۔ کیونکہ گو مدرسوں نے اب بہت کچھ ترقی کی ہے اور تعلیم و تربیت اطفال کے بڑے بڑے نتیجہ خیز دستور العمل بنا سکے

ہین گرتا ہم خاص نگرانی ضروری ہے چند سال پیشتر تو یہ بھی کیفیت نہ تھی - اگر کچھہ حاصل ہونے کو تھی تو انگریزی دوسری زبانین بالکل تاریکی مین ڈالدی گئی تھین - چنانچہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مین مدرسۂ عالیہ مین بغرض تعلیم علوم مختلفہ داخل کیا گیا - اسوقت مین عربی مین کتب ہائے متداولہ سے فارغ ہوکر منطق وغیرہ شروع کر چکا تھا مگر وہان داخل ہونے پر مجھکو از سر نو میزان دیگئی ہر چند مین نے اپنی عربی قابلیت کا ثبوت پہونچایا امتحان دیا - مگر پابندی جماعت کے لحاظ سے تمام سال اوسی میزان کا ورق رہا - قافیہ تنگ ہوگیا - سال بھر کے بعد وہ اوستاد بدل گئے - جب دوسرے صاحب تشریف لائے تو پھر از سر نو میزان شروع ہوئی - الغرض اسی میزان کے گردان مین دو تین برس سرگردان رہا - جو کچھہ پہلے کا کہا یا ہوا تھا وہ بھی پٹہ کھاتے مین رہا - فارسی مین علی ہذا تاریخ فرشتہ کے حواشی اور کچھہ پڑہا یا نہ جاتا تھا - جو کچھہ مفید ایام بسر ہوے وہ انگریزی تعلیم مین لیکن اوسکا چوتھائی حصہ کرکٹ اور ٹینس وغیرہ کے نذر ہوجاتا گو مین خراب جانتا ہون کہ طرز تعلیم اور کورس مین اب ترقی ہوگئی - لیکن شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ ہمارے اس ملک کی تعلیم اب تک ملکی ضرورتون کے پایہ سے

گری ہوئی ہے

تعلیم و تربیت اطفال کے لیے ذاتی خصوصیات سے تجاوز ہو کر اقل درجہ ہمسایون کی تعلیم و تربیت کا لحاظ ضروری ہے یہ بحث ایک قومی تعلیم کا پہلو لیے ہوے ہے مگر یہاں پر خارج از بحث اسلیے نہ سمجھی جائے گی کہ تعلیم و تربیت کے سوا ایک دوسرا بہت قوی اثر صحبت کا ہوتا ہے جو نفس انسان پر پڑتا ہے۔ یہ ممکن نہین کہ بچونکی طبیعت اس انداز پر ابتدا سے قایم کیجائی کہ وہ اپنے ہم عمر بچون سے بالکل ملنے نہ پائین۔ یہ تو ایک جائز قدرتی میلان ہے۔ اور اس راہ سے قطعاً سختی سے علیحدہ رکھنا غالباً اور مضر اثر کم عمر بچونکے دلون پر ڈالنا ہو۔ علاوہ اسکے اگر ایک گروہ مین ایک شخص کا خاص مذاق پیدا ہوا جسکا کوئی مماثل نہین تو وہ صاحب مذاق کو کیسے ہی ہون پتلہ دخشت ہو جائین گے۔ اب تک اور غالباً ہمیشہ سوسائٹی کا بڑا اثر ہے اور رہے گا۔ اگر ایک شخص کے علم و فضل و تہذیب و شائستگی کی قدر شناسی اوسکی سوسائٹی مین نہین ہے اور اوسکو اوسکی ہمراہی اوزار برابر والے نظر اعزاز سے نہین دیکھتے عام اس سے کہ اونمین جوہر شناسی بوجہ لاعلمی کے نہین ہے۔ یا خیالات

باہم متبائن ہین لو وہ شخص ملک اور قوم کو کوئی فائدہ نہین پہونچا سکتا اور کوئی محبت اور دلچسپی اپنے ملک سے نہین ہوسکتی پس ضرور ہے کہ اپنا اغراض اپنی سوسائٹی ہی مین تلاش کرے اور اونھین کے خیالات کو درجہ بدرجہ ترقی دیتا رہے اوسوقت جانبین کی خوشی اور مسرت کا جو اندازہ ہوگا وہ اپنے ہی مکان کو سجانے سے زیادہ ہوگا اور یہ اوسیوقت ممکن ہے جب کہ اپنے دوسرے ہمقوم علم و فضل سے آراستہ ہون اور اونکو بصیرت اچھے اور بُرے افعال کی ہو۔

اندنون جب کہ انگریزی تعلیم کو بخوبی اشاعت ہورہی ہے امرا و دیگر الوالعزم عہدہ دار اپنے ہونہار بچونکو تکمیل و تعلیم و تربیت کے لیے انگلستان بھیجتے ہین۔ انگلستان بھیجنا درحقیقت بچونکو ایک پسندیدہ شاہراہ پر لگانا ہے کیونکہ امید کیجاتی ہے کہ یہ طلبا زیور علم و تربیت سے آراستہ ہوکر ہمارے ملک کی عزت افزائی کرین گے مگر چونکہ گل کے ساتھ خار ہونا اقتضاے قدرت ہے اور گل کی محبت مین اکثر کانٹا نظر انداز ہوجاتا ہو۔ مگر جیسے کہ گل توڑنے مین اکثر کانٹے جو نمایان نہین رہتے چبھ جاتے ہین۔ قریب قریب انگلستان بھیجنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ہم بھی جانتے ہین کہ ہندوستان مین

ایسے بہت سے نیک نہاد۔ رفاہ جو۔ مہذب انگریز ولایت سے آتے ہین جو تاج انگلستان کے چمکتے ہوے ہیرے اور باشندگان ہندوستان کیلیے سایہ رحمت ہوتے ہین اسلیے قطع نظر عہدہ اور جاہ و عزت کے انگریزون کے عمدہ عادات و خصائل کی خواہش کیجاتی ہے۔ مگر اسکے خاردار پہلو کیطرف جو شخص خواہش مین کم نظر کیجاتی ہے۔ اوّل تو ہندو مسلمان دونون کے مسلمہ ذرائض مذہبی کی تعمیل و شعار۔ اگرچہ ہندون سے مسلمان مذہبًا بہت کم مقید پابندی ہین مگر یہ کمی بھی شاید وہان پوری نہین اوتر سکتی دوم یہ کہ انگلستان کے باشندون کے خصائل ذمیمہ کیطرف اگر ذہن عالی جھکا جسکا ثبوت ممنوع ماکولات و مشروبات مین بخوبی پایا جاتا ہے تو یہ قبائح ملک اور قوم کے لیے بجاے مفید ہونے کے سخت مضر ہے۔ محاسن کی نسبت ذمایم کا اثر انسان کے خصوص نا تجربہ کار کے دلپر عجلت اور مضبوطی سے ہوتا ہے اور محاسن کی تحصیل رفتہ رفتہ عرصے مین ہوتی ہے۔ اگر ولایت مین جاکر اقتباس مہائب کیطرف نا دانستہ طبیعت جھکی اور ملک و رسم و رواج کی انتہائی آزادی سے ایسا میلان طبع ہونا مشکل نہین تو بھی ملک کی بدقسمتی مین ایسے لوگ زیادہ شرکت کرین گے اور سوسایٹی

ہین وہ ایم کی کثرت ہوگی - آزادی خیال اور اعمال کا سبق کچھ ایسا مرکوز خاطر ہوجاتا ہے کہ ہر موقع پر جہان کچھ بھی رکاوٹ کا خوف ہوتا ہے پڑھکہ سنا دیا جاتا ہے - اس سے یہ مراد نہین ہے کہ انگلستان جانا کلیتاً نہین چاہیے بلکہ میری غرض تعلیم و تربیت اطفال ہے - یعنے ابتدائی عمر مین ایسی عمدہ تعلیم اور تربیت بخوبی سے دینی چاہیئے کہ انگلستان ایسے آزاد اور طمع خیز مقام مین حفاظت رہکر اسموقعہ پر اگر موجودہ دور سلطنت حیدر آباد کو تمام ازمنہ ماسبق پر ترجیح دیجاے تو غالباً بے موقع نہوگا - جبکہ ہمارے پیر و مرشد اعلی حضرت بندگانی نظام خلد اللہ العالی کے شاہانہ الطاف رعایاے سلطنت رفیعہ کے تعلیم و تربیت مین مبذول ہے - شریف رئیسون کے لیے نہایت عمدہ مدرسے اور معلم کا بندوبست کردیا جو ایک دن اپنے بچونکی لایق فایق مائین بنین گی اور عہد طفلی مین تعلیم و تربیت سے وہ فائدہ پہونچائین گی جو دوسری حالت مین برسون میسر نہین - غریب و سادات بچونکے لیے کنڈرگارٹن - نوجوانونکے لیے مدرسہ عالیہ نظام کالج اور دوسرے بہت سے اعلے مدارس شاہانہ دریا دلی سے قایم فرماے اور ہر جگہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا لحاظ رکھا گیا لایق طالب علمونکے لیے بیشمار فدر وظائف مقرر کیے - قدر شناس جایز انعامون

اور حوصلون کے بڑھے ہر طرح کے کھیل و تفریح کے سامان فراغ دلی
سے شاہانہ دستگیری فرمائی - مزید برآن انگلستان کیطرح سول سروس
کا نہایت گران خرچ درجہ نوجوان طالب علمون کے لیے قایم کیا اور اسمین ملکی
عہدے کے لحاظ سے ہر ضروری شاخ کی عمدہ تعلیم کا بندوبست کرکے کامیاب
اسکیولر اور وسعت دیجائے عہدہ اور لایق پروفیسر ولایت سے طلب کیے جائین
طالب علمونکو زیادہ وسعت ہی موقع تحصیل علم و فن کا دیا جائے - تعلیم و تربیت
کا موجودہ حالت سے زیادہ اہتمام ہو - صحبت بد سے بچنے اور عمدہ چال
چلن اختیار کرنے کے لیے وسیع بورڈنگ ہوس قایم ہو - چیدہ اشخاص
جو عمدہ خصائل کے لیے مشہور ہون مامور بورڈنگ ہوس ہون - غرض
جو کچھ ولایت مین عمدہ تعلیم و تربیت کا اثر ہو سکتا ہے اوسکا سامان
کیا جائے تو ملک کے زیادہ نوجوان تھوڑے خرچ مین انتظام حکومت
عالیہ کے لیے پیدا ہو سکتے ہین - اس سے ہمارے ملک کے اعزاز
تمام ہندوستان متفق الخیال ہو جائے گا اور اعلے حضرت بندگان
کا دور مبارک ممالک دور و دراز مین مضرب المثل ہوگا فقط

راقم
کشن پرشاد

رسالہ حسن
ضمیمہ

ہم ذیل میں اجوائی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن۔

یہ روغن جوان

نفع: یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو یکساں ہوا ہو اسکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورگ وپٹہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مردیکہ خواہ کسی سبب سے ہوں بخوبی خلقی اور مادرزاد نامردیکے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا مفید ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صمہ محصول ۴ر اور ہر ایک نسینی میں ایک تولہ روغن ہوتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ جانوں کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے۔ خواص آن یعنی برائے سوزاک اور تمام امراض حلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ دافع جریان منوی دماغ واعضائے رئیسہ۔ دارواح وضیق النفس وسوزش کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع دبائے ہیضہ میں تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہوگئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف بصر دماغ وصفائی خون وانواع دمل واقسام تپ جڑیا چوتھیا۔ تپ دق۔ استسقاطحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید دانہ۔ ناسور۔ بواسیر خونی وبادی اور شرابخواری۔ اور چانڈو نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سیکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

ضمیمہ رسالہ حسن

ہم ذیل میں اجوائی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن۔

یہ روغن جوان کرتا ہے پیر کو

نفع

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو یکبان ہوا ہو اسکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورگ وپٹہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مردیکو خواہ کسی سبب سے ہوں بخر خلفی اور مادر زاد نامردیکے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صمہ محصول ۴ر اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ جانوں کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے۔ خواص آن یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ دافع جریان منوی دماغ واعضائے رئیسہ وارواح وضیق النفس وسوزش کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گی۔

اکسیر حیات یعنی عرق نجاہ۔ امراض ضعف بصر دماغ وصفائی خون وانواع درد واقسام تپ جڑاچوتھیا۔ تپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی وبادی اور نشر انجواری۔ اور چانڈو نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سب کو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

رسالہ حسن
ضمیمہ

ہم ذیل میں اجوائی اشتہار بجنسہٖ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن۔

یہ روغن جوان کرتا ہے

نفع
یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر اعظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو یکساں ہوا ہوا سکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورگ وپٹہ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مردیکو خواہ کسی سبب سے ہوں بجز خلفی اور مادرزاد نامردی کے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا کاغذ ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صہ محصول ۱۰ ہر اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن ہوتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے۔ خواص آن یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ واضح جریان منوی دماغ واعضائے رئیسہ وارواح وضیق النفس وسرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہوگئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔

اکسیر حیات یعنی عرق بنجاہ۔ امراض ضعف بصر دماغ وصفائی خون وانواع دردو اقسام تپ جڑاچوتھیا۔ تپ دق۔ استسقا طحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ لوہا خیزی وبادی اور شرابخواری۔ اور چانڈو نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں بیسکے بغیر یہ پرہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صہ محصول ۱۰ عمر

مین ایک دوبار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین مہینہ مین بالفعل
ورد سر بالکل دفع ہوجاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت صہ محصول ۴/

جہان شما اس عرق کے لگانے سے انکھونکی روشنی تیز ہوتی ہے پھولے درد مند
سرخی چشم جملہ بیماریونکو دفع کرتا ہے۔ قیمت صہ محصول ۴/ وزن عرق ۶ ماشہ

خضاب نایاب

بے مثل رنگ ڈھنگ ہے نادر خضاب ہے گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے

جیسے کہ عوام الناس مین خضاب سے دو تین دافع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین یعنے چوتے انہین
روز مہندی لگاکر باندہتا اور بعد تین گھنٹے کے پھر وسمہ لگاکر باندہتا انمین قریب چھ گھنٹے کے وقت
ضائع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے پہلے اور کوئی فائدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے
کہ مہندی اور وسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ
نہین جیسا کہ ایام سرما مین مثل سردی وغیرہ کے جقدر کہئے بجا ہے۔ انہین دقتونکے سبب سے
یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جقدر تعریف کیجائے بجا ہے ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بیشکر
طلب کرین انہین کوئی دقت نہین تھوڑی تعریف اسکے اخراکی ظاہر کرتا ہون۔
دافع بالخورہ خارشت سر ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر مثل کیوڑہ باعث دماغی مو
مفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے۔ سیاہی مین بالونکو اصل بالونکے
کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندہنے کی ضرورت نہین
دوسرے تیسرے لگائے تو بال سیاہ مثل اصل بالونکے ہونگے کوئی تمیز نہ کرسکے گا۔ ایک بوتل مین
۳۰ روپے بہر بیٹے ڈیڑہ یا دو ہوتا ہے قیمت فی بوتل سوا علاوہ محصول نصف شیشی عمدہ چاہیں تھوڑی
عرصہ سے کم نہین ہے میرے شفاخانہ مین علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط یعنے سرٹیفکیٹ جو صاحبان یورپین بہادران
نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط قریب ہزار بارہ سو کے موجود
ہین ہوسکتا ہے اور کارخانون مین نہونگے چاہیے کہ طالب فرما خط ہاون میری اور دیکھ لے ہزارون نے صحت
پائی ہے اور نیز خواہش بہت لوگونکے سارٹیفکیٹ موجود ہین لوگ آکر طالب کرین کہ بلکہ دین گے

لیے اپنے شہر کے ایجنٹوں کو مشہور کرنے کے سارٹیفکیٹ تیار ہیں۔ پس ہر ایک سارٹیفکیٹ شکار ظاہر
فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو۔ ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں طبع کی گنجائش نہیں رکھتی اور جس سے
لطف زندگی تادم مرگ انسان قایم رہتا ہے قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب
کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ دالمنڈی۔

مجرب آزمودہ شرطیہ دوائیں

امراض ذیل کی ادویہ شفاخانہ زبدۃ الحکماء اکثر علماء نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور میں جو ۱۳۱۲ھ سے
جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست وسارٹیفکیٹ گنج آزمائش سے مل سکتی ہیں۔

طلاء جو استمال بچہ پن کے نقص گرنکی رطوبت و بگاڑ کو دور کرتا ہے فیتولہ ۱۲ صنعف اعضائے رئیسہ
ومعدہ تاریکی چشم ودرد سر وغیرہ جو کثرت سکرات واتسام فواحش سے کمی آتی ہے ضعف جگر وسستی لاحق ہو دور کرتا ہے۔

سوزاک نیا ہو یا پرانا علی العموم ۴۸ گھنٹہ میں اپنا اثر سرزن رہم وغیرہ کو دور کرتا ہے فیتولہ ۱۲ صد

ہیر اتیل خوشبودار بالوں کو سیاہ رکھتا ہے نزلہ زکام۔ ریزش درد سر ضعف دماغ و بصر
کو شفا ہے فی شیشی ۔ لے روپیہ

حب اتشک بلا علت آسانی سے دست دور کرتا ہے پہر ہیضہ میں دو ہفتہ ۱۲ صد

کحل الجواہر سرمہ مقوی بصر۔ حافظ بینائی دافع نزول دو ہفتہ جالا خارش پانی جانا
۳ ہفتہ سے

عجیب الاثر منون دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو میل خون جانا مسوڑوں کی
خرابیاں ۴ تولہ ۱۲ صد

حب بواسیر بادی خونی سوزکی شیئن قبض کو مفید دو ہفتہ عمدہ

حب ذیابیطس بار بار آنا پیشاب کا پیاس وکمزوری کو دلاغری کو دافع ہے فیتولہ ۱۲ صد

عرق قایم مقام فیون وچاندڑ و بلا ضرر و مرچ نشہ چھوٹ جاتے فیتولہ ۱۲ صد

عرق ماء اللحم لاغری مفرح مولد خون مقوی دماغ ضعف جگر دل ودماغ معدہ و درد سر
جانبی وجع مفاصل لاغری ضیق النفس سرفہ کہنہ بے قاعدگی ایام حیض اقوی فالج ۱۲ صد

ملاحظہ طلب

(۱) جن حضرات نے ہنوز قیمت رسالہ بابت ایام گذشتہ عنایت نہیں فرمائی ہے امید ہے کہ جلد تر عنایت فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

(۲) مقامات کے تبدل و تغیر سے دفتر کو براہ راست اطلاع ہونی چاہیے تاکہ آسانی سے رسالہ بھیجا کرے ورنہ دیر یا عدم رسی کی شکایت معاف۔

(۳) رسالہ ہر انگریزی مہینے کی کسی تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے اگر احیاناً کوئی رسالہ ۱۵ تاریخ ماہ انگریزی تک نہ پہنچے تو دفتر کو فوری اطلاع ضروری ہے تاکہ عدم رسی کا تدارک ہو سکے بعد تاریخ مذکور دوسری کاپی بھیجی جائے گی۔

(۴) مضامین کے لئے حضرات کی توجہ اپنی تحریر کی جانب خاص کر اس معنی کی ہونی چاہیے کہ تحریر صاف اور سرورق کے بے تکلف پڑھے جانے کے قابل ہو اور حتی الوسع الفاظ و عبارت جا بجا قلمزد نہ کیجائے۔

(۵) ہر ایک مضمون جو اس رسالہ کے لئے صفحوں میں ہونا چاہئے کوئی مضمون جو بہت طول نہ ہو بر آئندہ نہ اوٹھا رکھا جائے۔ ایک سلسلہ کا کل مضمون کبھی تک دفتر میں پہنچ جانا چاہیے۔

(۶) مضامین میں غیر مانوس یا غیر ضروری انگریزی الفاظ کا استعمال ناواقفین کی زبان پر ثقالت پیدا کرتا ہے امید ہے کہ اس واجبی شکایت پر مضامین لکھتے وقت حضرات خیال رکھیں گے۔

(۷) دفتر کے انتظامی استقام سے احباب مطلع فرماتے رہیں ہر اصلاح پیش کردہ پر شکر گذاری کی توجہ کیجاتی ہے۔

(۸) پرچہ رسالہ سے اب کوئی واسطہ نہیں لہذا کل خط و کتابت و ترسیل مضامین وغیرہ بنام عالی جناب نواب عماد نواز جنگ بہادر مراد اقسم ہونی چاہیے۔

محمد یوسف منجر

بنگلہ نواب عماد نواز جنگ بہادر

ضمیمہ

ہم ذیل میں اجوائی اشتہار بجنسہ درج کرتے ہیں۔ محمد یوسف منیجر رسالہ حسن۔

یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کے لئے حکم اکسیر عظم کا رکھتا ہے جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو کیسا ہی ضعف ہو اسکے استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہو نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطر ورگ وپٹھ کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مردیکو خواہ کسی سبب سے ہوں بجز خلقی اور مادرزاد نامرد کے اپنی سحر نما تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا نسخہ ہمراہ تیل کے ملتا ہے۔ قیمت فی شیشی صمہ محصول ۱۰ اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن ہوتا ہے

دوائی عجیب یعنی کشتہ زمرد

زمرد کا کشتہ جو باجزائے مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ چانول کی برابر خوراک ہوتی ہے قیمت فی خوراک عمر پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے۔ خواص اُن یعنی برائے قوت باہ اور تمام امراض متعلقہ اوسکے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں۔ اور سوزاک کہنہ ہو یا جدید۔ دافع جریان منوی دماغ واعضائے رئیسہ دارواح ونیق النفس وسرفہ کہنہ خواہ خشک ہو یا تر اور لاغری بدن اور دفع وبائے ہیضہ میں تو حکم اکسیر کا رکھتا ہے یعنے کیسی ہی مریض کی حالت ردی ہو کر خراب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہوگی۔

اکسیر حیات یعنی عرق بنجاہ۔ امراض ضعف بصر ودماغ وصفائی خون وانواع دردو اقسام بواسیر جڑا چوتہائی ق استرخا طحال۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان۔ سفید داغ۔ ناسور۔ بواسیر خونی وبادی اور شرائخاری۔ اور چانڈو نوشی سے جو خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاحق ہوتے ہیں سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے۔ ایک بوتل ایک ماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صمہ محصول عمر

عجیب چیز۔ تحلیل بواسیر خونی وبادی وتحلیل ورم ورسہ کیلئے عجیب چیز ہے پیشہ ہی یوز

مین ایک دوبار کے استعمال سے درد وجریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ مین بفضلہ
درد مسہ بالکل دفع ہو جاتے ہین اور پھر کبھی عود نہین کرتے وزن ۲ ماشہ قیمت صہ محصول ۴ ر

جہان نما اس عرق کے لگانے سے آنکھونکی روشنی تیز ہوتی ہے پہولے درد دبنہ
سرخی چشم جملہ بیماریونکو دفع کرتا ہے۔ قیمت صہ محصول ۴ ر وزن عرق ۲ ماشہ

خضاب نایاب

یہ نہ تو رنگ ڈنگ ہے نہ اور خضاب ہے گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے
جیسے کہ عوام الناس مین خضاب سے دقتین واقع ہوتی ہین ہر شخص پر ظاہر ہین لینے چوتے آنکھین
روز مہندی لگاکر باندہنا اور بعد تین گھنٹے کے پھر دسمہ لگاکر باندہنا انمین فریب جہہ گھنٹے کے وقت
ضائع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے بجائے اور کوئی فائدہ نہین اور نقصان بہت ظاہر ہے
کہ مہندی اور دسمہ کا پانی جب دماغ مین جذب ہوگا تو اوس سے سوائے نقصان کے اور کوئی فائدہ
نہین جیسا کہ ایام سرما مین تیل سردی وغیرہ کے جسقدر کھئے بجا ہے۔ انہین دقتونکے سبب سے
یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا ہے جسقدر تعریف کیجائے بجا ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ قیمت بھیجکر
طلب کرین انمین کوئی مبالغہ نہین تھوڑی تعریف اسکے اجزا کی ظاہر کرتا ہون۔
دافع بالخورہ خارشت سر ضعف دماغ۔ علاوہ برین خوشبو مین بے نظیر تیل کیوڑہ باعث دماغی مو
منفرح دماغ ہے۔ بالون مین سختی نہین دیتا ہے بلکہ ملایم رکھتا ہے۔ سیاہی مین بالونکو اصل بالونکے
کرتا ہے۔ دوسرے روز بطور روغن چنبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندہنے کی ضرورت نہین
دوسرے تیسرے لگائے تو بال سیاہ تیل اصل بادلنکے ہونگے کوئی تمیز نہ کر سکے گا۔ ایک بوتل مین
۳۰ روپے بہر لینے ڈیڑہ بادل ہوتا ہے قیمت فی بوتل عیضا علاوہ محصول نصف شیشی عیضا چہارم شیشی
عیضا اس سے کم غیر ممکن ہے میرے شفاخانہ مین علاوہ اسکے برقسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط لینے سرٹیفکیٹ جو صاحبان بورڈ مین بہادران
نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت مین عطا فرمائے ہین اور نیز ہندوستانی خطوط قریب ہزار بارہ سو کے موجود
ہین جو شاید اور کارخانون مین نہونگے چاہے کہ طلب فرماکر ملاحظہ ہون میری ادویہ سے ہزارون نے صحت
پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکونکے سارٹیفکیٹ موجود ہین آدہ آنہ ٹکٹ بھیجکر طلب کرین کیونکہ بعض جگہ

نے اپنے شہر کے رئیسوں کی خوشامد کر کے سائیکٹ بنائے ہیں۔ پس ہمیرے سائیکٹ منگا کر ملا
فرمائیں تاکہ وہ ہو کارخانہ ہو۔ ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں طبع کی گنجائش نہیں رکھتی اور جس سے
لطف زندگی تا دم مرگ انسان قایم رہتا ہے تھا ل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب
کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔

المشتہر حکیم ابوالحسن شفاخانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس ضلع وارانسی۔

مجرب و آزمودہ شرطیہ و امین

ادویات ذیل کی ادویہ شفاخانہ زیدہ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور میں جو شیشہ ۱۲ سے
جاری ہی ملتی ہیں مفصل فہرست و سائیکٹ ٹکٹ آنہ آنہ سے مل سکتی ہیں۔

طلاء جو ہتھال بچہ پن کے نقص رگوں کی رطوبت و بگاڑ کو دور کرتا ہے فیتولہ للعہ ضعف اعضائے تناسل
دسعدہ تاریکی چشم و دسر وغیرہ جو کثرت سکرات و اتسام مواشی ہی کمی انتہا ضعف جگر و سستی لاحق ہو دور کرتا ہی۔

سوزاک نیا ہو یا پرانا علاج لمحوم ۴۰ گھنٹہ میں اپنا اثر مثرن ریم وغیرہ کو دور کرتا ہی فیتولہ صمر

سیر اتیل خوشبودار بالوں کو سیاہ رکھتا ہے نزلہ زکام۔ ریزش دردسر ضعف دماغ و بصر
کو مٹاتا ہے فی شیشی ۔ے روپیہ

حب القشک بلاغہ آتشک کو دست دعدکرتا ہے پرہیز نہیں دو ہفتہ صمر

کحل الجواہر سرمہ مقوی بصر۔ حافظہ بینائی دافع نزول و دہند جالا خارش پانی جانا
۳ ہفتہ سے ر

عجیب الاثر منون دانت کا ہلنا کیڑے کا لگنا بدبو سیل نون جانا مسوڑوں کی
خرابیاں ۴ تولہ ملتا

حب بواسیر بادی خونی مونکی تلیین قبض کو مفید دو ہفتہ صمر

حب ذیابیطس بار بار آنا پیشاب کا پیاس و کمزوری کو دلاغری کو دافع ہے فیتولہ

عرق قایم مقام افیون و چاندی و بلا ضرر دسرج نشہ چھوٹ جاتے فیتولہ صمر

عرق ماء اللحم انگوری مفرح مولد خون مقوی دماغ ضعف جگر دل و دماغ معدہ و دردسر
تاب تلی وجع مفاصل لاغری ضیق النفس حرقہ کہنہ بے قاعدگی ایام حیض لقوہ فالج رعشہ

فی بوتل صرف ۳ تولہ سے کم۔

روغن اعجاز ۔ ناسور۔ بیکندر مالو کا سوراخ جذامی بدکیڑے زخموں کے کاٹی کھانسی سے ایام حمل خسرہ چیچک کو دفع کرتا ہے ۲ تولہ صرف

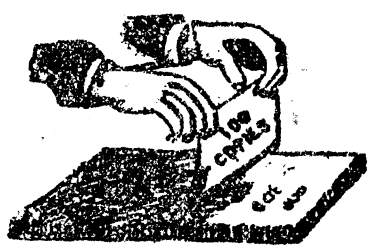
رسالہ دافع آتشک وسوزاک رسالہ ہیضہ رسالہ بواسیر مضرات ومکروہات رسالہ حفاظت

۳ صفحہ ۱۰/ ۱۰/ ۱۰/ ۹/ ۱۰/

اشتہار فروخت مقطعہ

منیر آباد میں ایک مقطعہ دو سو بیگہ کا فروخت ہونیکو ہے جسمیں دو کنٹے اور تین باولیاں پکی ہیں خشکی کی زراعت گھاس کا کنجہ اور چوبینہ وغیرہ بہت کچھ موجود ہے رقیمت اس مقطعہ کی ستر ہزار روپیہ ہے جو صاحب خریدنا دیکھنا یا تفصیلی حالت دریافت کرنا چاہیں دستخط کنندہ ذیل سے رجوع کریں بصورت تعویق یہ عمدہ مقطعہ ہاتھ سے نکل جاوے گا فقط

ساڑھے چار روپے میں



رٹر کا چھاپہ خانہ

کوئی دفتر محکمہ عدالت کارخانہ اس ضروری چیز سے خالی نہ رہنا چاہیے اہل قلم کا معین ومددگار رہبر آسان کوئی جھگڑا نہیں۔ معمولی کاغذ پر لکھکر پریس کے رٹر پر چسپاں کردو سب حروف رٹر پر اوتر آوینگے فوراً طلا امداد کی سے سو پچاس کاغذ متعدد رخوں میں چھاپ لو عجیب منظر طلسم ہے مختصر وسبک ہر دم ساتھ رہ سکتا ہے مکمل رٹر پریس تقطیع ۱۲×۸ انچہ کی قیمت ساڑھے چار روپیہ۔ الفا کلان تقطیع ۱۵×۱۰ انچہ کی قیمت سات روپیہ محصول ڈاک

حیدرآباد و نظام

ذیل کی کیفیت جو حیدرآباد کے [illegible] سے
فرنچی سے کتاب [illegible] دیسپان
[illegible] کی [illegible]
[illegible] اوول [illegible]
[illegible] آئی [illegible]

سے

ترجمہ کی جاتی ہے

دامن کوہ نیلگری سے ملک سرکار نظام تک ایک بڑا لمبا سفر کرنا پڑتا ہے مگر وہ کبھی پر لطف سے خالی نہیں کیونکہ مسافروں کو جنوبی ہند کے ایک عمدہ خطہ سے گذرنا ہوتا ہے اور ہند بھر میں کہیں ایسے اختلافات آب و ہوا و شکل متامل نظر نہیں آتے۔ جیسے کہ یہاں چھوٹے چھوٹے قصبے اون میں تاڑ کے پیڑوں کی جھونپڑیاں۔ جوار۔ روئی۔ تمباکو۔ زعفران* ۔ ارنڈی۔ چانول۔ اور

* زعفران کا کمیت تو یہاں کہیں نہیں ہے۔

دوسرے نخلے کے کھیت جا بجا موجود ہیں۔ جہاں کہیں پانی کا چشمہ یا ماہیا یا جھیل ہے وہیں لوگ آ بستے ہیں کہ پانی سے نفع اٹھاویں۔ قدیم سے یہ سی تدابیر عمل میں آئی ہیں کہ جن سے اوس پانی کو قرب و جوار کے کھیتوں میں پہونچاتے ہیں اور وہ تھوڑے ہی دنوں میں زرخیز سبزہ زار ہو جاتے ہیں۔ مدراس میں ہر جگہ کہیں تو متبرک برگد کے درختوں کے نیچے ایک گھوڑے کا مصطبل نظر آتا ہے جسمیں گھوڑے نہایت خوبصورتی سے پتھروں میں تراشے ہوئے ہیں یا نقش کیے گئے ہیں یا رنگے گئے ہیں اور بعض جگہ بیس بیس تیس تیس سنگ خارا اور معمولی پتھروں میں مجموعہ کے طور پر۔ راستوں پر کے مندروں اور دیوالوں میں بھی اسی قسم کی تشکلیں نظر آتی ہیں۔ تمام جنوبی ہند میں یہ وہ گھوڑے ہیں جو اولی اور دان کو چڑھائے گئے تھے یا تشبیہ ہے اوپچے سراوا کی جو دنیا کی ابتدا میں پیدا کیا گیا یا علما ہے اسوامدیا گھوڑے کی قربانی کی۔ اسکے سوا تو مجھے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مجھے اس قدر فرصت نہیں ملی کہ میں ان عجیب مورتوں کو غور و دیکھتا غالباً آرکیولوجسٹ یعنے علماے آثار قدیمہ اون سے خوب واقف ہوں گے۔

جاڑا یعنی ہل چلنے کے دن قریب آتے ہیں کھیتوں میں سچان بنائے جاتے ہیں
ہیں اور ہل پر کاشتکار دونکے لڑکے گوفن سے جانوروں کو اڑایا کرتے ہیں
اور جب تھک جاتے ہیں تو ایک لکڑی پر اپنی چادر ڈال دیتے ہیں جس سے
پرندڈر جاتے ہیں اور کھیتوں میں جا بجا لکڑیوں پر ہنڈیر ٹھلیاں رکھدیتے ہیں
جس سے جانوروں کو یہ خیال ہو کہ کھیت میں آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔
بعض لوگ ان علامتوں کو فال نیک بھی تصور کرتے ہیں۔ یہاں اور شمالی
ہند میں کے نزدیک بڑی ہل چل ہوا کرتی ہے دیسی لوگوں سے ہمیشہ
گاڑیاں بھری رہتی ہیں لاکھوں غریب خوشحال اور صابر آدمی تلاش طلب یا
غرض رسم و رواج مذہبی یا کسی اور کام کاج کے واسطے سفر کرتے ہیں اپنے
پاس کچھ سامان نہیں رکھتے مگر کہ دو پٹے یا ساڑی کے پلہ میں باندھ لیں
راستے میں صفت کا پانی اور سستی چیزیں کھا کر بہت خوش رہتے ہیں مثلاً
چنے۔ مرمرے۔ کچے ناریل۔ اور مٹھائی۔ اور تشنہ لب مسافر ایک قدرتی
پیالے میں شہد کا دودھ ساعرق (ناریل) جو پیڑ اونچے واسطے سرد فرحت بخش
اور خوشگوار پیدا کیا ہے کیون نہ پئیں جسکو بیچنے والا اپنے ہاتھ سے اپنے
ہی ہاتھ میں صاف کر دیتا ہے اور اندرونی سطح سفید نظر آنے لگتی ہے

آرا کو نگر پر جو مدراس سے تقریباً چالیس میل جنوب کی طرف ہے شمال
و مغرب کی جانب پھیرتی ہے اور مسافر کئی میل طے کرکے دکن ہین
داڑی خبکشن تک پہونچتا ہے۔ جس وقت ہم ان میدانون اور پہاڑون
اور جنگلون مین سے گذرے سفید چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ پہاڑیون پر کہین کہین آگ
نظر آتی تھی اور کبھی کبھی گیدڑون کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ہندین صبح اور رات کا وقت بہر
کی گرمی کی بخوبی تلافی کرتا ہے جیسے کہ ہم آگے چل کر دیکھینگے اس وقت ہمارے مسافر قمرین نظر آتا ہے اور چونکہ آفتاب اس سے
ایک نیزے پر رہتا ہے ہمیشہ اور گیارہ مہینے سال بھر سب خوشگوار معلوم ہوتے ہین
اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تمام مشرقی حصہ سنہرا اور نقرئی گلاب کا پھول
نظر آتا ہے وقت آرام و آسایش اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔
مین (جیسے کہ ہم کو آرکوٹم سے ڈاڑی تک (گذرے) ایک نقرئی بہشت معلوم
ہوتی تھی۔ درختون کے نیچے سایہ مین ٹہرنے کی عجیب صورتین معلوم ہوتی ہین
جہان دیکھیے لاکھون جگنو چمکتے ہوئے نظر آتے ہین اور انہی قدرتی آوازین
یہ کیڑے خدا کی حمد مین گیت گاتے ہین جیسا کہ بعض شاعر نے اس کی تعریف
کی ہے۔

چاندنی رات مین جب کہ ہوا سرد ہوتی ہے اور جنگل ایک عجیب پرستان

"نظر آتا ہے تو ہندوؤن کے محاورے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہین مثلاً رات ماکا بیٹا جو رات کی آسایش کے بارے مین کھا جاتا ہے یا چاند کا ٹکڑا جو کسی پیارے محبوب کی شان مین کھا جاتا ہے — موشی اپنے مکانون مین — لومڑی — چرخ اور دوسرے جنگلی جانورون سے محفوظ ہین کھین کھین آگ جلتی ہوئی نظر آتی ہے اور کھین مٹی کے چراغ کی روشنی بتلاتی ہے کہ کوئی مسافر اترا ہے — یا کوئی چھوٹی جھوپڑی ہے درختون مین طبیعت نہین چاہتی کہ دوڑتی ہوئی گاڑیون کی کھڑکیون مین سے مسافر منھ پھیر لے اور گدیون پر اوجھتی ہوئی نیند کے مزے بھولے —

دو پھر کوسا دیرا ئے دریا اور راجپوتانے سے گذر کے ملک نظام مین ہم وارد جنکشن پر پہونچے — یہ ایسی جگہ ہے جس سے دکن کا پورا فوٹو معلوم ہوتا ہے چٹیل خشک — کانٹوندار جھاڑیان — فصیلدار گانون — کھین کھین پہاڑیان سیاہ بغیر درخت کے جنپر ٹوٹے پھوٹے قلعے نظر آتے ہین پانی کے نزدیک گانون کی آبادی اور بڑے بڑے بلند درختون کی کثرت ایسی کہ جنھین شہزادی دمانے کی (دمن) راجہ نل کی تلاش مین بھٹکتی پھری — کیون کہ یہ وہ ہی جگہ ہے جہان ہنس نہین اوگتا کیونکہ اوسکے ایک تنکے سے

کسی ایک بزرگ کی آنکھ پھوٹ گئی تھی اور اونھون نے بد دعا دی تھی --
یہین ہین وہ اسوکا کے درخت جنکی شہزادی موصوفہ نے تعریف کی ہے
اور یہین ہین وہ جنگل جہان شیر - اور شکاری - اور بہت سے قافلے سوداگرون
کے اوسکو ملے - مین لفٹنٹ گورنر بنگالہ کے ساتھ تھا کہ نل اور دمن کا
ناٹک ایک کلکتہ کی کمپنی نے نہایت خوبصورتی سے میرے سامنے کیا
اوسکے سوانگ بہت ہی قابل تعریف تھے مگر دیسی لوگون مین قصون کو ایسے
دبے ہوے آواز سے ناٹک مین بیان کرتے اور گاتے ہین کہ مغربی
کان بہت جلد تھک جاتے ہین واڈی سے پونا اور گھاٹ سے گذر کر
بمبئی تک صرف چوبیس گھنٹے کا راستہ ہے اور ہم فوراً مغرب کی جانب پھر جاتے
مگر یہان پر حضرت بندگان عالی نظام حیدرآباد کی طرف سے پیام پہونچا کہ حیدرآباد
مین حضرت کی طرف سے ہم لوگون کی دعوت ہے - حیدرآباد یہان سے اکیسویں
میل مشرق کیطرف ہے پس ہم کو وہی آرام گاڑی مین ملاجب کہ اوسکو لین سے
دوسری لین پہ بدلتے رہے تاکہ صبحکو حیدرآباد کی ٹرین مین شامل ہوسکے -
موسم گرما اب اچھی طرح سے شروع ہوچکا اور دکن کے وسیع میدان تمازت آفتاب
سے تمتما رہے تھے - ہماری ٹرین حیدرآباد کے پہاڑی اور جنگلی اضلاع

نانڈور اور دھارور کے گھنے جنگلوں میں سے گذری۔ بلدہ حیدرآباد کے اطراف میں کوہسار ملک ہے۔ ٹوٹی اور اونچی پہاڑیاں سیاہ اور سرخ کھنڈر نظر آتی ہیں۔ یہی پتھر (لوگنڈی) جب کبھی کانوال اور آسمانی طوفان میں نظر آتے ہیں تو کیسے عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ مگر یہاں پہاڑوں میں پتھر کی بڑی چٹانیں دھوپ سے گرم ہوکر اور پھر بارش یا رات کی سردی سے سرد ہوکر جابجا آڑے یا ترچھے طور پر شق ہوگئی ہیں۔ اور پھر انھیں دراروں میں سے پانی اور ہوا نے گھسکر اپنا کام کیا۔ یہاں تک کہ وہ چٹانیں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ بڑے بڑے پتھر دنبی سلیں ایک دوسری پر رکھی ہیں گویا دیو نے اپنی گڑھی یا دیول بنانے کے واسطے پہاڑ پر پہاڑ لاکر رکھ دیے ہیں۔ انھیں چٹانوں کے ٹکڑے ایک دوسرے پر مینار کی شکل میں بہت بلند ہیں اور چوٹی کا پتھر ہزاروں برس کے موسم کے اثر سے ایسا نقش وار ہوگیا ہے کہ شکل سے یقین ہوتا ہے کہ یہ قدرتی طور پر ایسا ہی ہے اور قدیم ٹاٹنک معماروں کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ سیکڑوں جگہ پر ایسا دیکھا گیا ہے کہ ایک بہت بڑا جنگلی پہاڑ ایک چھوٹے سے پتھر کے ایک نقطہ پر ٹھیرا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک بچہ ذرا ڈھکیل دے تو ہزاروں من کا بوجھ گڑگڑا کر جنگل میں گر پڑے۔

آتش فشان کے سنگ ریزون مین سونا اور لوہا قیمتی پتھر ملتے ہین۔ حیدرآباد کی نزدیک داہنی جانب گولکنڈا کا پہاڑ نظر آتا ہے یہان بادشاہ کی گرمیون مین رہنے کی جگہ ہے جسکا ذکر الف لیلے مین ہے اور جسکے ہیرون کی شہرت تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہے۔ اگر وہ قصے صحیح ہین تو یہ وہی جگہ ہے جہان سندباد نے دیکھا تھا کہ جواہرات کی گھاٹیون مین سوداگر گوشت کے ٹکڑے پھینکا کرتے تھے تاکہ چیل اور عقاب اپنے گھونسلون مین لیجائین اور پھر جب اونکے گھونسلے تلاش کرتے تو بڑے بڑے جواہرات گوشت مین لپٹے ہوے ملتے تھے یہان پر ہر شخص مسلح رہتا ہے۔ نیزۂ عرب شمشیر ہند۔ ہر شخص کے پاس موجود ہے ہر چند کہ یہ برا دستور ہے مگر اوس سے کوئی زیادہ خطرہ نہین۔ بڑی بڑی بندوقین اور توپین جو حیدرآباد یونکے کندھے یا کمر سے لٹکتی رہتی ہین ایسی ہین کہ اگر چلائی جاوین تو بمقابلہ دشمن کے خود چلانے والے کو زیادہ مضرت پہنچینگی۔

اسمین شک نہین کہ گو حیدرآباد کوئی قدیم شہر نہین ہو اور نہ عمارات اسکی بڑی ہین مگر ہند مین ایک عجیب اور دلچسپ شہر ہے قطب شاہ نے ۱۵۸۹ء مین گولکنڈہ کو عمدہ پانی کے نہ ہونی کیوجہ سے چھوڑکر حیدرآباد کو پایہ تخت بنایا

الف لیلہ مین اسکا ذکر نہین ہے۔

اور اسنے ایک خواص محبوبہ کے نام سے اسکا نام بھاگمتی رکھا۔
اور اسکی آراستگی کے واسطے نفیس مسجد اور چار مینار بنائے سلطان
کی خواص کا نام یادگار تو باقی نہین رہا صرف اب حیدرآباد کے
نام سے مشہور ہے۔ فصیل کے باہر دریا بہتا ہے بارش
مین تو کسیقدر اسمین زور ہوتا ہے مگر دوسرے موسمون مین کچھ تھوڑا
پانی رہتا ہے اور اوسکے بیچ مین کہین کہین پانی مثل تالابون کے
جا بجا اکٹھا ہوجاتا ہے یہان پر ہاتھی نہلائے جاتے ہین علاوہ
ان کے اور عوام لوگ بھی نہایا کرتے ہین۔ اس دریا پر تین بڑے
پل ہین جنکے سبب سے بیرون کے ہندوؤنکی آبادی خاص شہر سے علیحدہ
ہوتی ہے۔ شہر مین سب چیز مسلمانون کے ڈھنگ پر ہے۔ لانبی
سفید گلیان جنکے سامنے کماندار دوکانین تھوڑے تھوڑے فاصلہ
پر مسجدین جنکے نقشین بلند منارے چھتون سے بلند نظر آتے ہین
فارسی۔ عربی۔ *ہندی کتبہ اونپر موجود ہین۔ دوکاندارون کی دوکان

** مذہب کے لحاظ سے آبادی تقسیم نہین۔

* ہندی اردو کتبہ مساجد مین یہان کہین نہین۔

اور مسجد کی سیڑھیوں پر اور دروازوں پر فقیروں کی کثرت ہے۔ شہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فاقہ زدوں کا دشت ہے یا قاہرہ۔ راستے پر آدمیوں کی کثرت ہے۔ مسلمانوں کی سفید پگڑیاں۔ حبشیوں کی سرخ رومی ٹوپیاں اور حاجیوں کے سبز رومال ہر طرف نظر آتے ہیں۔ ہر کہ شہر جہان ہو چکا ہے۔ ہندوستان کے لوگ سر سے پاؤں تک مسلح رہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ پستول۔ تلوار۔ جنبیا۔ بندوق۔ برچھے باندھنے کا حیدرآباد میں ویسا ہی فیشن ہے جیسا پکاڈلی میں چھڑی رکھنے کا۔ پہرہ پر سب لوگ اپنی لانبی بندوقیں گھٹنوں پر تل برچھوں کے لیے ہوئے اور توڑے سلگتے ہوئے ٹہلتے ہیں۔ خوش باش مسلمان جو بازار میں نکلتے ہیں تو تلوار کے پہل سے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں۔ اور داہنے ہاتھ پر اپنی تلوار کو زانو پر رکھ لیتے ہیں۔ ایلچی جب کسی کا خط پہونچانے جاتا ہے تو اوس خط کو اپنی چھڑی کے سیان میں رکھ لیتا ہے۔ جوتوں کی منڈی میں دوکاندار جو بیٹھے ہیں اون کے روپیوں میں چھرے گھسے ہوئے ہیں اور فیصدی بیس یا اونیس دوکانوں پر ہتھیار بکتے ہیں۔ تمام شہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آباد ہے یا یہ پر

چڑھا ہوا ہے۔ اور بلوے کے وقت مین ذرا سی ٹھیس سے اوڑ جائیگا
مگر صرف یہ خیال ہی خیال ہے۔ اسمین شک نہین کہ یہان کی آبادی کی
طبیعت مین ایک خود مختاری اور آزادی ایسی ہی ہے کہ جو اور کہین نہین
پائی جاتی اور اگر کوئی دو چین کسی مجمع اور بازار مین جاوے تو تعجب
نہین کہ کشمکش مین بے پروائی سے دھکے کھاوے۔ مگر کوئی فساد کیصدور
یا کج اخلاقی مجھے نظر نہین آئی۔ بلکہ کہتے ہین کہ جھگڑے فساد یہان بہت
ہی کم ہوتے ہین۔ تلوار اور ہتھیارون سے اسقدر الفت ہے کہ گویا اوسکی
پرستش کرتے ہین اسطرح پر کہ چیوسی ڈائیس جسنے اپنی پہلی کتاب مین
مہذب قومون کو ہتھیار بندی کی ممانعت کی ہے۔ البتہ دیکھکر بہت ناراض ہوتا

اسلحہ مین جوہردار پانچہ اور دو لے کی سروہی خمدار۔ عباسی
یعنے ایران کا اختراع۔ اصیل۔ نیمچہ۔ تیغہ۔ کرچ۔ دھوب۔ نوار خانی
قسم اخیر نہایت خونخوار شکل کی تلوار ہے۔ قرابینون کے بھی مختلف نام
ہین جیسے۔ شیر پنجہ۔ اور صف شکن۔ جنبیون مین اونٹ کی ہڈی
کے دستے اور سکین ہر عرب کے پاس رہتے ہین۔ ٹپانون کے
پاس کٹار۔ اور رومیلون کے پاس پیش قبض رہتی ہے۔ ان کے

[illegible] - قرولی - جو ایسے چھوٹے ہوتے ہین کہ تہلی مین چھپ جائین
- ہرن کے سینگ کا بنا ہوا مرس نوکدار چھرا - اور
[illegible]

مجھے ان تہیاروں کی تشریح امیر کبیر بہادر کے بہان معلوم ہوئی
امیر کبیر بہادر کے بہان ایسے تہیار بہت سے ہین بلکہ مجھسے بھی ان تہیارون
مین سے چند منتخب کرنے کے لیے اصرار کیا گیا - حقیقت تو یہ ہے کہ حیدرآباد
کے ذخیرۂ تہیارون پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے -

مین نے پہلے گولکنڈہ کا ذکر کیا ہے اور اوسکے نزدیک ایک بڑے
پہاڑ کا - گولکنڈہ مین جو ایک مختصر ڈنڈ ہمکو دیا گیا وہ البتہ قابل یادگار ہے
سنگ خارا کا گنبد جو قطب شاہیون مین سے کسی ایک بادشاہ کا مقبرہ ہے
اوسکے بیرونی حال مین مہرآراستہ ہوا تھا - افسوس ہے کہ اس
گنبد پر سفیدی کردی گئی ہے مگر تاہم اوسکی عظمت مین فرق نہین آیا
یہ مقام رنگین چراغون اور قمقمون سے آراستہ ہے اور یہ وہی ہے
جسکو مادکو پولو نے ۱۲۹۲ عیسوی مین شہزادی ردد راما دیبی سے
ملاقات کے وقت دیکھا تھا مادکو پولو نے اوسکو اسطرح بیان کیا ہے

یہان بعض اونچے پہاڑ ہین کہ جب بارش شدت کی ہوتی ہے تو پانی اونپر سے شدت سے بہتا ہے جب بارش موقوف ہوتی ہے اور پانی کا بہنا بند ہوجاتا ہے تو لوگ پانی کی گذرگاہ تلاش کرتے ہین اونکو وہان بہت سے دستیاب ہوتے ہین - موسم گرما مین بھی بہتی چھپر پہاڑون پر بہت سے ملتے ہین - مگر گرمی اس شدت کی ہوتی ہے کہ وہان جانا دشوار ہے پھر اسی مسافر نے وہ ہی قصہ سند باد عقاب اور گوشت کا بیان کیا ہے کہ ٹیپو (فیدیو) بھی یہان ہیرونکی تلاش مین آیا تہا اور سنسے ساٹھہ ہزار آدمیون کھودتے ہوئے دیکہا - اسیطرح کی کانون جو ایک مشہور پتھر ہے دستیاب ہوا اسمین شک نہین کہ قرب وجوار مین بہت سے جواہر ان ملین گے مگر اون کا ٹھیک مقام معلوم نہین اور وہ مشہور ہیرا جو سب سے آخر مین دستیاب ہوا نظام کے نام سے مشہور ہوا اور گو ایک کاشتکار نے اوسکو ڈھونڈہ نکالا تہا تاہم اوسکے ایک ٹکڑے کی قیمت سات لاکھہ بیس ہزار پونڈ قرار دی گئی تہی - فی الحقیقت اگر یہان اچھی طرح سے تلاش کیا جائے تو اوسکا نتیجہ ایسا ہوگا کہ جنوبی افریقہ اور برزیل کے معدن والے متحیر ہون گے یہین تو گولکنڈہ مین کوئی سنگین کام نہ تہا سوائے دعوت کے جسمین ہمارے

نہایت مہربان دوست کیپٹن اومنس کلارک بادشاہ مرحوم کے خیمہ کے قریب
گنبد میں ہمارے ساتھ تھے تاکہ ہند کی چاندنی رات کا لطف اٹھائیں
اس مکان میں آنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ قلندر اور دراوش
جنکا ذکر الف لیلے میں ہے اکثر گنبدوں میں مسکن اختیار کرتے ہیں۔

حیدرآباد کا شاہی رنگ زرد ہے اور شاہی جھنڈے کے بیچ میں ایک
گول قرص کی شکل ہوتی ہے لوگوں نے اسکو چاند بادشاہ کی شکل تصور
کی ہے مگر دراصل وہ چپاتی کی شکل ہے۔

جب کہ نظام اول ایک خطرناک مہم پر جا رہے تھے تو ایک بزرگ
نے اونکو اپنے کھانے کی روٹی دی۔ بادشاہ نے اوسکو اپنے ساتھ
رکھا اور فتح پائی۔ اوسی تاریخ سے نظام نے اپنے جھنڈے پر چوتھائی
پر نصب تارا کلچہ کی شکل قایم کی۔ مسٹر تھوی نوٹ ۱۷۶۷ء میں اس
عمارت کا حال بیان کیا ہے جس سے بہتر ہو نہیں سکتا وہ کہتے ہیں "چار مینار
ایک مربع شکل کی عمارت ہے ہر ہر طرف سے ساٹھ فیٹ چوڑی اور
پچاس فیٹ اونچی اسکے چاروں طرف چار کمانیں ہیں ہر ایک
فیٹ اونچی اور ۴۰ فیٹ چوڑی ہے اور ہر ایک کمان کے

سامنے اور پیچھے چوڑا راستہ ہے۔ اور تین تین منزلے اوپر دو برآمدے ہیں اور سب سے اوپر ایک چھت۔ کنارہ پر پتھر کے چھجے ہیں۔ ہر کونے پر ہشت پہلو برج۔ نیچے اور اوپر ہر ایک میں چار برآمدے ہیں۔ تمام عمارت میں گاہ بگاہ پھول اور عمدہ نقش کندہ کیے ہوئے ہیں۔ تمام راستے اسی عمارت سے نکلتے ہیں۔ اور یہاں ہند کی مختلف قومیں اور ہاتھی اس قدر نظر آتے ہیں کہ پشاور سے راس کماری تک کسی شہر میں نہ ہونگے۔ لمبا قد اور چوڑے چکلے عرب جنکے پاس چاندی کی منڈھی ہوئی بندوقیں اور بنجبسہ سیاہ و سفید ہی رو ہیلے معہ نیلے خاصے اور قزلباش یعنی لمبے بال اور نیلے کپڑے پہنے ہوئے۔ راجپوت روغنی چمڑے کی ڈھالیں لیے ہوئے۔ ایرانی۔ بخارا کے لوگ۔ ترک۔ مرہٹے۔ مدراسی۔ پارسی وغیرہ۔

چار مینار کے نزدیک ہی حضرت بندگان عالی کا چمحلہ ہے جہاں مسلمان سہدہ دار امرا اور سکندر آباد کی چند بیم صاحبوں کے ساتھ ہمیں ڈنر میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت نے اپنے مہمانوں کو بالا خانہ کے سنگ مرمر کے چبوترے پر دعوت دی تھی جس کے

اطراف سفید محل کی عمارات ہین - حضرت کا قد میانہ ہے - آنکھین سیاہ جس سے ذراست نیکتی ہے اور نرم چہرہ - اونکا کوٹ سیاہ تھا جسپر ستارۂ ہند کے آسمانی دین چمکتی تھین - اور ہیرے جڑے ہوے قبضے کی تلوار - اشاف کے خوش وضع افسر اطراف مین کھڑے ہوئے جنمین سے ہر ایک نے اس عظیم الشان شہزادہ ہند کو چھ چھ سلام زمین بوس کیے اور اونکی پذیرائی مین حضرت نے اشارہ فرمایا - سیڑھیون کے نیچے مسلح عرب شمشیر برہنہ لیے ہوئے پہرہ دے رہے تھے - اور جب کوئی معزز مہمان آتا تو سلامی دیتے تھے - تھوڑی ہی دیر مین وزیر اعظم نواب سر سالار جنگ بہادر جوان اور طویل القامت تشریف لائے جنکے چہرے سے آثار دانائی اور فراست نمایان تھے اور جنکی وضع نہایت خوشنما تھی - طریقۂ آداب بجالائے اون کے بعد مسٹر کارڈری رزیڈنٹ - اور جنرل سلیٹا جو دہلی مین اٹلی کیطرف سے وکیل ہین

یہ شاہی دعوت سنہری برتنون مین کشادہ ہال مین بالکل یورپین طرز پر تھی - سوا اسکے اقسام کے پلاؤ اور سالن موجود تھے اور ان کھانون مین باورچی خانہ مبارک سے کوئی سبقت نہین لیجا سکتا - بعد ڈنر اور چائی قہوہ کے

سگار اور پان آئے جلسہ برخاست ہوا۔ اور سب سے پہلے حضرت گورنر کنڈ
کو روانہ ہوئے جہان وہ مقیم تھے۔ ڈنر کے پہلے اور بعد مجھے حضرت سے
گفتگو کا اعزاز حاصل ہوا اور میں نے اونکو نہایت عالی خیال عقلمند اور
خلیق پایا۔

دوسرے روز وزیر اعظم کے یہان بر کفاست (ناشتہ) ہوا یہ
یہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہیں اور سالار جنگ کی کارکردگی کی لیاقت
اور ذہانت وغیرہ کے مورث ہیں۔ مدار المہام کا محل ایسا ہی ہے جیسا کہ
حیدرآباد میں اور امرا کا باغ نہایت شاداب کشادہ عالی جمین ہوا اور روشنی
کا بخوبی گذر ہو گرچہ چند نہ آسکے۔ مسلمان عہدہ دار مدار المہام کے
نزدیک تھے اور اس سے زیادہ خوشگوار مجلس ہو نہیں سکتی ہے۔ اونکی پوشاک
سیاہ اور پتلون پر سفید سے کرنیہ لگے ہوئے جسکو سفید اور رنگین پگڑیون
کے ساتھ بہت عمدہ مناسبت تھی۔ منجملہ اونکے ایک سید علی تھے
جو سررشتۂ تعلیمات کے ڈائرکٹر تھے۔ انگریزی اور ہندی زبان فصیح
عربی فارسی اور مرہٹی میں فارغ التحصیل مشکرت میں اونھون نے چند اشلوک
نہایت صحت کے ساتھ پڑھے۔ اوسی روز ہم نے رزیڈنسی میں ٹیفن کھائی

یہ عمارت بھی بڑی عالی شان ہے اور وہ ہنر لاشل در وفس بری کے عجائب خانے کے معلوم ہوتی ہے ڈکسفراڈ کی قدیم باتیں مجھ اور رزیڈنٹ صاحب کو یاد آئیں اتنے برس کے بعد اون پرانی باتوں کا یاد آنا کیسا بھلا معلوم ہوا یہاں پر حیدرآباد کے پولیٹکل معاملات کا ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ ہمارے زمانہ قیام مین بعض اہم مسائل پیش تھے اور زمانہ نازک تھا مگر پولیٹکل معاملات کے تفکرات ہماری مہمانداری کے کسیطرح مانع نہ ہوئے اور اس شریف اور خلیق مسلمانون کے شہر مین ہماری دعوت پہ دعوت ہوئی ایک شام کو میر عالم کے تالاب پر شامیانہ مین مدار المہام کیطرف سے دعوت ہوئی - یہ خوبصورت شفاف تالاب گولکنڈہ کی پہاڑیون کے نیچے باندھا گیا ہے - سیکڑون رنگین قندیلین شام کی ہوا مین عجیب لطف دیتی تھین کھانے کے پہلے اور بعد رقص و سرود رہا آدھی رات کے قریب چاندنی رات مین جب کہ جگنون اور ادھر ادھر چمکتے تھے ہم گاڑیون پر سوار ہوکر قدیم گنبدون سے گذر کر واپس آئے - دوسرے روز لنگم پلی کے باغ مین امیر کبیر کیطرف سے جو حضرت سے قرابت قریبہ رکھتے ہین مرکفاسٹ تھی بیان کا سامان نہایت دلچسپ تھا - کھانے کے بعد نواب صاحب مجھے

اپنی بارہ دری کو لے گئے جہان حسین اور تربیت یافتہ گارڈ لون کا پہرہ تھا۔ نواب صاحب کا احاطہ۔ عقاب۔ ہاتھی۔ وغیرہ کے سبب سے افریقہ معلوم ہوتا تھا جیسا کہ مین نے پہلے ذکر کیا ہے۔ نواب صاحب نے مجھے اپنا سلح خانہ دکھلایا۔ اسمین پورانی اور نئی تلوارین نہایت آبدار پیش قبض منہری اور جڑاو کام کی کہ جنکے دیکھنے سے قتل کا خیال بھی نہ آئے اسکے بعد بہت سی دعوتین ٹیفن اور ڈنر ایسی ہوئین کہ بطے الاعتقاد مہمان بھی قایل ہوجائے کہ بادشاہان گولکنڈہ کی قدیم امارت کی آثار ہنوز معدوم نہین ہوئی ہین +

ہماری روانگی کے قبل جو نواب صاحب کیطرف سے دعوت ہوئی اس فیاضانہ مہمان نوازی کی کیفیت بیان کرنے کے لیے لفظ کافی نہین ملتے ہین کہ پورے طور سے ادا کرون یہ ڈنر دارالمہام کے محل کے دیوان خانے مین دیا گیا۔ آئینہ خانے کے بڑے ہال مین ہزارون رنگین قندیلین اطراف کی کمانین اور بیچ کا حوض پھولون کے گونڈون سے گھرا ہوا بالاخانے پر سیاہ فام چھرے جو وقت ان کا عکس آئینون مین پڑتا تھا عجیب کیفیت پیدا کرتا تھا۔ سنگ مرمر کے

فرش پر ناچ ہو رہا تھا اور قطب شاہی خاندان کی بہادری کے گیت گائے جاتے تھے۔ عہدہ دار اور ٹہلوے خدمتگار زرین چمکدار پوشاکیں پہنے ہوئے۔ سنہری اور ریشمین کوکنوں پر بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ اس محل کے اطراف عجیب مکانات ہیں۔ مثلاً ایک چینی خانہ جسمیں ہر زمانہ ہر طرز کا چینی کا کام تھا۔ غزنی۔ اور بیجاپور کے سبز نیلگون رنگ ایسے ہیں کہ جو ان کا شوقین ہو عاشق ہو جائے دوسرا سلح خانہ قدیم و قیمتی ہتھیاروں سے معمور۔ ایک اور عمارت جسکی چمکدار دیواریں نشکار اور جنگی اور محبت آمیز تصویروں سے لبھاتی ہیں۔ ڈنر کے وقت مدار المہام نے ملکہ معظمہ کا جام تندرستی نوش کیا اور اونکے بھائی نے حضرت بندگان عالی کا ایسی صحیح فصیح اور بامذاق اپیچ جیسی نواب سالار جنگ نے بیان کی کم سننے میں آئی ہے۔ ہم نے کس مشکل سے اپنے تئیں اس سلمانی جلسے سے علیحدہ کیا دل تو ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ایسی عنایت آمیز صحبت سے علیحدہ ہوں۔ یہاں مہمان کے واسطے اگر خطرہ تھا تو صرف اس قدر تھا کہ عنایت اور نوازش کا ہجوم اوسکو مار نہ ڈالے اس عظیم الشان سلطنت کے شہزادے سے کارپردازوں

تک اور میر بابر سے کمک محل کے نوکروں تک سے ہمیں اس قدر غایت اور التفات کا اظہار ہوا کہ اس جلسے کو چھوڑ کر مغرب کی طرف لمبی کے طول وطویل سفر کے لیے آمادہ ہونا نہایت گراں گذرتا تھا مگر ہندوستان کے شہروں اور مکانات کی سیر اور تفریح اب عنقریب ختم ہونے کو ہے اور ہم دکن کے میدان اور گھاٹیوں میں پانسو میل اوتر کر بمبئی پہونچے جہاں سے ہمارا سفر تقریباً سات ہزار میل کا سمندر اور خشکی کے راستے سے مشتمل ہوا تھا۔

تحریر و تقریر

اندرونی جذبات اور خیالات کے ظاہر کرنے کے واسطے قدرت نے ہر ایک جاندار کو کم یا زیادہ بولنے کی طاقت دی ہے۔ اور یہی ایک فطرتی ذریعہ ہے کہ ہم جنس جاندار بدن کے آپسکے میل جول اور تعلق کو قایم رکھتا ہے۔ بولنے کی طاقت جاندار مخلوقات کو درجہ بدرجہ ملی ہے اور جسقدر کہ ادنے درجہ کی مخلوقات مین نامکمل ہے اوسیقدر بتدریج ترقی کرتے کرتے انسان مین جو اشرف المخلوقات ہے کمال کو پہونچی ہے۔ بولنے مین ترقی کا سلسلہ انسان مین محدود نہین کردیا گیا ہے بلکہ برابر جاری ہے۔ پیدایش کے وقت سے مرنیکے وقت تک جس شخص کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اوسکے بولنے کی طاقت ابتدا سے آخر عمر تک حالت سکون مین نہین رہی بلکہ ایک کم حقیقت ابتدا سے ترقی کرتے کرتے ایک خاص حد تک پہونچی۔ اور اگر مختلف انسان کے بولنے کی طاقت کا آپسمین مقابلہ کرو تو ظاہر ہوگا کہ گو فرداً فرداً ہر ایک نے اپنی عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ

اس خاص صفت میں بھی ترقی کی لیکن آپسمیں ایک دوسرے کی ترقی کی رفتار مختلف ہوئی۔ یہاں تک کہ اگر زمانے کی کسی ایک وقت کے بولنے کی طاقت کا اوسکے کسی دوسرے وقت کے بولنے کی طاقت سے مقابلہ کیا جائے تو دونوں یکساں حالت میں پائی نہ جائے گی لیکن قدرت نے بولنے یا تقریر کی طاقت تھوڑی بہت سب جانداروں کو دی ہے اور اوسکی تکمیل انسان میں ہوئی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قدرت نے ہم کو صرف تقریر ہی سکھائی ہے۔ اور جہاں جہاں اوسکا پورا عمل دخل ہے وہاں اظہار خیالات کا ذریعہ محض اور صرف تقریر ہے۔ غیر ذی روح مخلوقات البتہ بولنے سے معذور ہے لیکن اوسکے صم بکم کی حالت کچھ ظاہر ضرور کرتی ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ اوسپر ڈالی جائے۔ کیا درختوں کا ساکت کھڑا رہنا خزاں میں اپنے پتے تبدیل کرنا۔ مقررہ وقت پر برومند ہونا۔ پھلوں کے بوجھ سے اپنی شاخیں جھکا دینا۔ جسطرف کو کی روک ہو اوسطرف اپنی شاخیں نہ لیجانا۔ خراب آب وہوا میں سرسبز نہ رہنا وغیرہ وغیرہ ہم کو ان باتوں کا سبق نہیں دیتے ہیں کہ اپنے اوپر

بھروسہ کرنا چاہیئے۔ خموشی اولیٰ ہے۔ رسم و رواج۔ لباس عادات وغیرہ ایک خاص مدت کے بعد تبدیل ہونے چاہئیں۔ دوسروں کو اپنے اوپر تکلیف گوارا کرکے فائدہ پہونچانا چاہیئے۔ جسقدر سنجی زیادہ ہو اوسیقدر زیادہ انکساری کی عادت کرے۔ بڑے پر دس سے پرہیز اور بری صحبت سے بچنا چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چاند و سورج کا گرد کرنا اور زمین کو روشن کرنا۔ چاند کا روشنی سورج سے حاصل کرنا۔ چھوٹے سے حقیر بادل کا دونوں کو کبھی کبھی ڈھک کر بے نور کر دینا۔ وغیرہ وغیرہ کیا ان باتوں کا اشارہ نہیں کرتے ہیں کہ وقت کی پابندی چاہیئے بڑوں پر لازم ہے کہ اپنے سے چھوٹوں کے رہنما ہوں۔ تعلق کا سلسلہ ایک کا دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ تھوڑی سی کدورت بڑے روشن دل کو معطل کر سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ کم یا زیادہ ہر ایک خموش مخلوقات کچھ نہ کچھ ضرور بتلا دیتی ہے۔ بیشک وہ بولتی نہیں ہے لیکن اونکے حالات قدرت کی کتاب کی سطریں ہیں یا خالق کی گلستان کا آٹھوان باب ہیں کہ خاص حروف کے لباس میں خفکو نگاہ والے پہچانتے ہیں ہمکو بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ اسی کو تو دیکھکر

شیراز کا بلبل جوش میں آکر یہ کہتا تھا کہ ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔ ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

سب سے اوّل زمانے میں جس تصویر کا اجرا ہوا اور جسکا پتہ اسوقت بھی لگتا ہے وہ قدرت کے پر معانی حروف کی ۔ نقل تھی یعنے اوس زمانے میں ذی روح یا غیر ذی روح مخلوقات کی پوری تصاویر کے ذریعے سے اپنے مطالب کو ادا کیا جاتا تھا ۔ یہ تحریر اب تک مصر کے مینارون کے کتبون میں موجود ہے اور جہان تک دریافت ہوا ہے یہ مینارین بعید سے بعید زمانے کے یادگار ہین ۔ اس قسم کی تحریر کو جو علامات کے لباس میں مروج ہوئی تھی ہائروگلی فکس کہتے ہین ہائروگلی فکس کے قدمون کے آثار بالکل دکاست اس وقت تک تمام سکون میں موجود ہین ۔ اور اون قومی صفات مخلوقات کی تصاویر کے لباس میں برابر دکھائی جاتی ہین چین بھی ایک قدیم ملک ہے اور اوسنے ہمیشہ سے دیگر ممالک سے کسی قسم کا تعلق نہین رکھا ۔ اوسکے حروف دوسرے درجے پر ہائروگلی فکس کی ترقی کا ثبوت دیتے ہین ۔ چین کے حروف مختلف اقسام کے پھولون کی کسقدر سچی تصویرین ہین

یہ پھول کسیقدر رنگفتہ ہوکر (دی مسٹہ الکبرا) کے حروف ہوے۔ اور ان سے یونانی اور یونانی سے برہمی حروف نکالے گئے ہون گے اور اسکے بعد سنسکرت۔ عربی۔ انگریزی۔ اور اردو حروف مختلف طور پر ترکیب پاکر پیدا ہوے ہونگے۔ میں نے کل ممالک اور زمانون کے حروف تہجی کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حال کے موجودہ حروف سب ایک ہی خاندان مین ہین اور مورث اعلے ان سب کی قدرت ذی روح اور غیر ذی روح مخلوقات ہے۔

اوپر کے بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقریر انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اوسکی معلم بلا واسطہ قدرت ہے اور انسان اوس کو اپنے دیگر قوا کے ذریعے سے ترقی دے لیتا ہے اور تحریر دراصل قدرتی اشیاء کی نقل ہے اور انسان نے اوسکو اپنی کوشش سے اوسکی موجودہ حالت تک ترقی دی ہے۔ تقریر چونکہ انسان کی پیدایش کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ اسلیے اول اوسکا ظہور ہوتا ہے اور تحریر چونکہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہے اسلیے وہ پیدایش کے بعد ایک خاص وقت پر نمودار ہوتی ہے۔ تقریر ایک عام عطیہ

قدرت کا ہے اور شخص کو کم یا زیادہ ملتا ہے اور تحریر ایک کسبی شے ہے
اسلیے خاص ہی خاص اوس سے مستفید ہوتے ہین - اور قدرتی اور
مصنوعی لوازمات مین اسقدر فرق بھی چاہیئے -

تقریر کے ذریعے سے خیالات ظاہر کرنے کے واسطے یہ
امر لازمی تھا اور ہے کہ مخاطب متکلم کے پاس موجود ہو - غائب مخاطب
تک اپنے خیالات پہونچانے کی ضرورت نے انسان کو تحریر کے ایجاد
کرنے پر مجبور کیا - اور یہ ایک ایسی سخت ضرورت تھی کہ ہر جگہ اور
ہر زمانے مین انسان کی ساتھ رہی اور انسان کو سوائے اس کے
کبھی چارہ نہین ملا کہ اوسکو پورا کرے - جو باتین صرف زبان پر رہتی
ہین وہ بہت جلد مٹ جاتی ہین - جو تحریر مین آجاتی ہین وہ ایک ملک
سے دوسرے ملک کو اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے کو
پہونچتی ہین - اگر تحریر نہ ہوتی تو علوم کے خزانے جو اسوقت ہمارے
قبضے مین ہین ہم سے صدیون پہلے زمین مین دفن ہو گئے ہوتے
اور جو معلومات ہم نے حاصل کی ہین وہ ہم ہی تک محدود رہتین اور
ہمارے ہی ساتھ آخر کار پیوند زمین ہو جاتین - ہماری ترقی بالکل

تحریر کے ذریعے سے ہوئی ہے - دوسرے ملک کے واقعات اور حالات کو اور گذشتہ زمانے کے کارناموں کو صرف تحریر کی بدولت ہم اسطرح دیکھ رہے ہیں کہ گویا وہ ہمارے سامنے گذر رہے ہیں اور انہیں پر ہم اپنی آیندہ بہبودی کی بنیاد قایم کرتے ہیں - تحریر ایک جہاز یا ریل ہے جو معلومات اور علوم کے بیش قیمت مال کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہونچاتی ہے اگر تحریر نہ ہوتی تو کچھ شبہ نہیں ہے کہ انسان اسوقت تک گونگا زمانے کا آغاز ہوئے صدیاں گذر گئی ہیں ضرور ڈاروں کی بنائی ہوئی سیڑھی پر ہوتا - ان باتوں پر لحاظ کرکے ضرور تحریر کو تقریر پر فوقیت کا قطعی فتوے خاص اس معاملے میں دیا جاسکتا ہے -

تقریر کا پورا اثر اونہیں لوگوں تک محدود ہوتا ہے جو مقرر کے سامنے موجود ہوتے ہیں بلکہ اونمیں سے بھی صرف اوسیقدر اشخاص تک جو مقرر سے دس بیس گز کے فاصلے پر چاروں طرف بیٹھے یا کھڑے ہوتے ہیں اور جنکے کان تک اوسکی آواز پہونچتی ہے - مقرر کی آواز اگر بلند نہیں ہے تو اوسکا اثر اور بھی سمٹ جائیگا

ایک حقیف سا شور معزز لوگوں کو بے سود کر دے گا بلکہ اوس کی
زبان بند کر دے گا پس معلوم ہوا کہ تقریر اس معنی کر بہت ہی نازک
اور جلد بگڑ جانے والا آلہ اثر پہونچانے کا ہے - برخلاف تحریر کے
کہ جسکے واسطے تمام میدان دنیا کا صاف ہے اور اوسکا اثر بجلی کی
سرعت کے ساتھہ عالم کے چاروں کونوں تک پہونچتا ہے - کوئی پہاڑ
کوئی سمندر اوسکی اشاعت کو روک نہیں سکتا - اوسکا اثر ایک بڑے زبردست
اور سیاہ بادل کیطرح جھوم کر ایک خاص جگہ سے اوٹھتا ہے اور بہت تھوڑے
عرصے میں تمام دنیا میں چھا جاتا ہے اور ہر ایک ملک کی کھیتی کو
اپنی گوناگوں بارش سے نفع پہونچاتا ہے - اوسکا پانی بہکر ندیوں اور
سمندر میں نہیں چلا جاتا ہے بلکہ جگہ جگہ گویا حوضوں میں جمع ہوکر آیندہ
زمانہ کی زراعت کی بھی آبپاشی کرتا ہے - علاوہ اسکے تقریر اگر اپنے
محدود طبقے سے نکلکر باہر جانا چاہے تو سوائے اسکے کہ تحریر کے
پاؤں سے چلے اور کوئی ذریعہ ممکن نہیں - تقریر کے واسطے
تحریر میرے خیال میں ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک بوڑھے کے
واسطے عصا - اس صورت خاص میں بھی برتری کا تاج تحریر ہی کے

سر پر رکھا جاتا ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر وہی ایک مضمون تقریر اور تحریر دونون کے ذریعے سے ادا کیا جائے تو تقریر ہی کا ذریعہ نسبتاً زیادہ اثر پیدا کرے گا بلکہ اگر مضمون فی الواقع نادر ہے تو تقریر سامعین کو وجد میں لا سکتی ہے برخلاف اسکے تحریر وجد یا پوری پوری محویت پیدا نہیں کر سکتی۔ جس حالت میں کہ مضمون ایک ہی ہے اور تحریر یا تقریر دونون ذریعون سے وہ دل تک پہونچایا جاتا ہے اور دل بھی انسان کا ایک ہی ہے تو کسقدر تعجب معلوم ہوتا ہے کہ دونون ذریعون کے اثر میں زیادہ فرق کیون ہوتا ہے۔ تحریر آنکھونکی اور تقریر کانون کی راہ سے دل تک پہونچتی ہے بس اگر فرق ہے تو اسقدر ہے کہ دلمیں مضمون کے باریاب ہونیکی راہیں جدا ہیں۔ اور ان آنکھ اور کانونکی راہون کے اثر میں کمی اور بیشی کر دینے کی کوئی خصوصیت ذہن میں نہیں آتی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بقول ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

بمقابلہ کان کے آنکھ کا ذریعہ زیادہ موثر ہوتا مگر یہ بھی نہیں ہے۔ شاید

راستے دور اور قریب کے ہوں۔ کان سے دل قریب ہو اور آنکھوں سے دور اور اسلیے کانوں کی راہ سے مضمون جلد دل تک پہونچ جاتا ہے اور آنکھوں کی راہ سے پہونچتے پہونچتے مضمون کی گرمی کم ہو جاتی ہے یہ وجہ بھی اطمینان نہیں دیتی کیونکہ دل کان اور آنکھ دونوں سے برابر فاصلے پر معلوم ہوتا ہے شاید اس قیاس سے عقدہ کشائی ہو کہ جیسے موتی یا سونا سیپ یا گھریا سے نکلنے کے وقت اپنی آب و تاب میں بیمثل ہوتا ہے لیکن کچھ وقت تک رکھے جانے سے اوسکی چمک ماند ہو جاتی ہے اور ان دونوں حالتوں میں جب وہ دیکھے جائیں تو دلپر مختلف اثر کرتے ہیں۔ وہ زیادہ جب ہی خوشنما معلوم ہوتے ہیں کہ جب سیپ یا گھریا سے نکلنے کے بعد فوراً ہی دیکھے جائیں۔ مضمون میں بھی زبان سے نکلتے وقت سونے یا موتی کی سی آب و تاب ہوتی ہے کہ فوراً سامعین کو لبھا لیتی ہے لیکن تحریر میں آتے آتے اور ناظرین تک پہونچتے پہونچتے زیادہ دیر ہو جانا لازم ہے اور یہ دیر اوسکی چمک اور دمک کم کر دیتی ہے اور اسلیے اوسکا اثر اسقدر نہیں ہوتا جسقدر تقریر کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے قدرتی ذریعے اور ہے مضمون

کا زبان یا تقریر ہی ہے اور قلم یا تحریر مصنوعی ذریعہ ہے۔ پس دونون ذریعون مین زیادہ فرق ضرور ہونا چاہیے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ تحریر کو صرف آنکھین دل تک پہونچاتی ہین۔ اور تقریر کو آنکھین اور کان دونون۔ کان کے ذریعے سے تو مقرر کی آواز دل تک جاتی ہے اور آنکھون کے ذریعے سے مقرر کے مختلف حرکات جسمانی جو تقریر کے ساتھ ساتھ مضمون کی ظاہری تصویر بھی کھینچتی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مقرر اپنے مضمون کو ادا کرتے ہوئے اپنی آواز سے کان کی اور اپنی حرکات جسمانی سے آنکھون کی دعوت کرتا ہے اور اسیواسطے دلپر بمقابلہ محرر کے دوگونہ زیادہ اثر کرتا ہے۔ اس خاص صفت اثر مین تقریر کو برتری ہے۔

مضمون پیدا کرنے کی طاقت انسان مین دو حالت سے خالی نہوگی یا تو وہ اوسنے سے غور کرنے سے عالی خیالات پیدا کرسکتی ہے یا عالی خیالات بڑی مشقت اور خوض کے بعد اوسکے ہاتھ لگتے ہین پہلی حالت کو آمد اور دوسری حالت کو آورد کہتے ہین۔ مقرر کیواسطے آمد ایک لازمی شئے ہے لیکن جسکی دسترس صرف آورد تک ہے

وہ کبھی عمدہ مقرر نہین ہوسکتا۔ کیونکہ تقریر کرنے کے وقت اتنی مہلت کہان ملتی ہے کہ آنکھین بند کرکے کچھہ دیر سوچا جائے اور پھر کہا جائے اوسمین تو خیالات بجلی کی سرعت کے ساتھہ پیچھے در پیچھے دلمین پیدا ہون اور زبان کے تار پر روان رہین۔ تحریر مین آمد اور آورد دونون ایکسان نتیجہ دے سکتی ہین صرف فرق اسقدر ہے کہ آمد والا جلد اور آورد والا دیر مین اپنے خیالات کاغذ پر جمع کرتا ہے۔ آمد کی طاقت اس خاص عطیۂ قدرت کا ہے اور اسلیے خاص ہی لوگ اوس سے بہرہ یاب ہوتے ہین۔ بدیہی ثبوت اسکا یہی ہے کہ مقرر یعنی فصیح و بلیغ اسقدر کم پیدا ہوتے ہین کہ اونکا شمار انگلیون ہی پر کیا جاسکتا ہے لیکن محرر (اگر یہ لفظ ان صفتون مین استعمال کیا جاسکے) اس کثرت سے ہوئے اور ہوتے جاتے ہین کہ جیسے سمندر کے کنارے کی ریگ کے ذرّون کا شمار کرلیا جائے لیکن اونکی تعداد کا قیاس مین آنا ممکن نہین۔ مضمون لکھنے والے کو اسقدر آسانی ہوتی ہے کہ وہ تنہائی مین بیٹھکر اطمینان سے اپنے خیالات کاغذ پر لاتا ہے اور اوسکو دوبارہ سہ بارہ پڑھکر جس پہلو سے چاہتا ہے قایم کرتا ہے

اور جبوقت چاہتا ہے لکھتا ہے اور جبوقت چاہتا ہے نہین لکھتا ہے
ضرورت سمجھتا ہے تو کتابین اپنے مضمون کے متعلق دیکھتا ہے اور
اور لوگون سے رائے لیتا ہے اور مضمون کو ختم کرکے بھی دوسرون
سے اصلاح لے سکتا ہے لیکن یہ سب ہر واز سے مقرر پر بند
ہوتے ہین - اوسکی زبان سے تو وقت پر جو کچھ نکلگیا وہی ٹھیک
ہے اگر اوسنے کوئی بیجا بات کھدی تو اوسکا کچھ دفعیہ نہین کرسکتا
اوسکا فقرہ یا لفظ تیر کی طرح کمان سے نکلتا ہے اور پھر واپس نہین
آسکتا - فی الواقع مقرر کی حالت نہایت نازک ہوتی ہے اور بڑی
ہی ذمہ داریان اوسکے سر پر ہوتی ہین اسی لیے ایسے بہادر بہت کم
پیدا ہوتے ہین جو تقریر کے بوجھ کو اوٹھا سکین - تقریر کے وقت
سیکڑون نگاہین مقرر پر تلی ہوتی ہین - سب کی نگاہون کا وہی فوکس
ہوتا ہے اوسکے کل حرکات وسکنات سخت نکتہ چینی کے تختہ مشق
ہوتے ہین - خلاصہ یہ کہ وہ سخت آزمایش مین پڑتا ہے اور اسمین
سے بلاشبہ عام آدمی کا کام نہین کہ اپنے نام اور عزت کو سلامت
لیکر نکلے - تقریر کے ضروری نتایج کچھ خاص باتین مان لی گئی ہین

جس تقریر میں وہ پیدا نہیں ہوتیں اوسی پر نا مکمل اور پھیکے ہونے کا فوراً فتوے لگا دیا جاتا ہے۔ تقریر ایک نازک چیز ہے کہ کم لوگ اوسکی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ اور جنمیں نام پیدا کرنا ہر ایک انسان کا کام نہیں ہے لاکھوں میں ایک آدھ مقرر ہوجاتا ہے۔ جب ہم اوسکی مشکلات سے واقف ہوگئے تو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اوسکی تکمیل کی کوشش میں وقت ضایع کیا جائے۔ اس سے تو یہ ہی بہتر ہے کہ کوئی اور مناسب راہ کوشش کے حاصل ہونے کی نکال لیجائے۔ اگر کسیکے پاس وہ سب مادے اور مصالحے موجود ہوں کہ جو عمدہ مقرر بننے کے واسطے لازمی ہے تو اوسکی پیشقدمی واجبی ہے۔ اوسکو کوشش بھی کرنا چاہیے اور وہی عمدہ مقرر ہوجائے گا۔ لیکن صرف ہوس بے ذاتی قوت کے کیا نتیجہ پیدا کرسکتی ہے۔

مقرر کی پہلی سیڑھی لکھنا پڑھنا سیکھنا ہے۔ اوسکو پہلے اپنی تحصیل علم کو مکمل کرنا چاہیے اور اوسکے بعد اوسکی مدد سے بذریعہ تحریر کے اپنے خیالات ضبط کرنے میں مہارت پیدا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد شمہ اور جہ تقریر کرنے کا ہے۔ اسی سلسلہ سے تقریر کی ترقی اور

تکمیل باقاعدہ ہوگی - اور بلاشبہ تحصیل علم اور تحریر جب تک مکمل نہ ہوجائیگی
تقریر خامی کی حالت مین رہے گی - عمدہ منشی یا محرر مقرر ہوسکتا ہے
جو عمدہ منشی یا محرر نہین وہ کس بنیاد پر اور کس زور پر عمدہ تقریر کرسکتا ہے
لہذا جسکو تقریر کا شوق پیدا ہو وہ پہلے لکھنے مین پوری مہارت حاصل
کرے اور اسکے بعد تقریر کے میدان مین قدم رکھے - تقریر کے لیے
تحریر ایسی ہی ہے کہ جیسے روح کے واسطے جسم ہی نہ ہو تو روح کس چیز
مین قیام کرے گی - جب تک معلومات کا پورا پورا ذخیرہ جمع نہ ہوجائے
اور انسان اپنے خیالات جسنی کے ساتھ تحریر مین نہ لاسکے تو تقریر
مین مہارت پیدا کرنے کی اوسکی کوشش ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص بلا
قانون یاد کیے صرف کبھی کبھی لکچر سن سنکر وکالت مین نام پیدا کرنے
کی کوشش کرے -

اس امر کا تصفیہ کسیقدر بے موقع معلوم ہوتا ہے کہ تقریر اور تحریر دونون
مین برتری کسکو ہے - مین دونون کو مختلف کامون کے لیے سمجھتا
ہون - اور اون سے دو مختلف کام نکلتے ہین - اگر دونون ہم جنس
ہوتین تو البتہ ایک کے حق مین ضرور دگری دیجاتی - اگر کوئی پوچھے

کہ چاند اور سورج دونون مین کون ترجیح کے لایق ہے تو اسکا
کیا جواب دیا جا سکتا ہے - یہی کہا جائے گا کہ دونون اپنے اپنے
کام مین اچھے ہین - دونون مین علاقہ اسقدر ہے کہ چاند کو روشنی
سورج کی بدولت ملتی ہے - جیسا کہ تقریر کی امداد تحریر سے ہوتی
ہے - لیکن بجائے ایک کے دوسرا کام نہین دے سکتا - ایک
کو دوسرے پر فضیلت دینے مین یہ ضرور لازم آئے گا کہ جو پسند
کیا جائے وہ قایم رکھا جائے - اور دوسرا جو زیادہ بکار آمد ثابت نہ ہو
خارج کر دیا جائے - لیکن جیسے کہ چاند سورج کے معاملے مین یہ
بات ناممکن ہے اسیطرح تقریر اور تحریر کے متعلق بھی محال ہے
پس اگر بڑی عرق ریزی کے بعد کوئی شخص اپنے خیال مین اسبات
کے ثابت کرنے کا فخر کرے کہ اوسنے تقریر یا تحریر مین سے ایک کو
برتر ٹھہرایا تو اس سے کیا علمی فائدہ نکل سکتا ہے - مین تو خیال کرتا ہون
کہ اوسکی محنت "کوہ کندن اور کاہ برآوردن" سے زیادہ مفید نہ ہوگی
جسکو شاید ہی کوئی عقل سلیم پسند کرے - پس میرے خیال مین
دونون چیزین قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہین - اور

تحریر میں ضرورت مہارت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور اگر استطاعت مقتضی ہو تو تقریر پر بھی کما حقہ دسترس حاصل کی جائے فقط

راقم

فریدالدین احمد خان

جلد سوم　　نمبر ۱۲

راڈھ سوامی کے نکاح کا ثبوت

عقلی دلائل سے۔ اگر خدا کی ہستی کی بھی ہو گئی ہو

میرے عزیز بھائی بہنو تم خوب جی لگا کے سوچو سمجھو اور فکر کرو کہ تمہارا خالق حکیم مطلق ہے۔ اس نے کوئی چیز خالی از حکمت نہیں پیدا کی زمین و آسمان۔ جن و انس۔ چرند پرند بلکہ ہر پھول پتے اور ہر رگ و ریشے کو نہایت عجیب و غریب صنعت سے بنایا ہے اور اون مین غیر محدود حکمتین رکھی ہین جنمین غور کرنے سے بڑے بڑے عقلا یہان تک کہ ملائکہ بھی متحیر ہو گئے سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم پکارا و کہتے ہین۔ اگر کوئی شخص ہزار ہا اور لکھو کھا برس کی عمر پائے اور نہایت غوض اور بڑی محنت کے ساتھ اون اون صنعتون اور اون اون حکمتون کو جو انسان کے ہر عضو عضو مین ہے بلکہ تمام درختون کے ہر پھول پھول اور ہر پتے پتے مین خالق نے رکھی ہین اون کو بیان کرنا چاہے تو بقینا وہ شخص تھک کر مر جائے۔ دنیا بھر کے درختون کے

قلم ٹوٹ جائین اور سات سمندر کی روشنائی سوکھ جائے لیکن وہ ایک پتّی کا بیان بھی ہرگز پورا نہ کرسکے گا۔ جب کان دہر کے ہم سنتے ہین تو صرف انسان ہی نہین بلکہ تمام حیوانات کے روئین روئین چھوٹے بڑے سب درختون کے پتّے پتّے جنگل پہاڑ ویران اور آباد سارے زمین کے ذرّے کنوئین تالاب نالہ ندی اور سب دریا کے قطرے قطرے سے دبنا ما خلقت ھذا باطلاً کی سہانی سہانی آواز سنائی دے رہی ہے۔

میرے بھائی بہنو۔ تم لوگونکو حکیم علے الاطلاق یعنے خداوند تعالے نے نکاح کا حکم بغیر حکمت اور مصلحت کے نہین فرمایا ہے بلکہ اوسمین نہایت قیمتی قیمتی بیش بہا منافع رکھے ہین جنمین سے پہلا بلکہ یون کہئے جسکے لیے نکاح بنایا گیا ہے وہ اولاد ہے کیون کہ اصل مقصود نکاح سے یہی ہے کہ تناسل کا سلسلہ قیامت تک قایم رہے۔ انسان کی کثرت سے دنیا آباد رہے اور انسان سچے خدا کے پہچاننے اور اوسکی پرستش کرنے مین سرگرم رہے اگر نکاح نہ ہوتا تو دو حال سے خالی نہ تھا یا حرام کاری ہوتی یا سرے سے

دنیا داری ہی نہ ہوتی - پہلی صورت مین نسب کا پتہ نہ چلتا نہ یہ معلوم ہوتا کہ کون کسکا باپ اور کون کسکا بیٹا ہے اور اس حالت مین جانورونکی طرح نہ ایک کو دوسرے کی پروا اور محبت ہوتی نہ وہ بے انتہا عجیب وغریب فائدے حاصل ہوتے جو اب نہایت غور کے ساتھہ دیکھے جاتے ہین - نہ انسان کو جانورونپر شرافت ہوتی نہ آپسمین ایک کو دوسرے پر عزت ہوتی نہ شاہزادے کو گدازادہ پر فضیلت ہوتی نہ دنیا مین چندین ہزار مختلف قومین ہوتین اور انتظام معیشت بالکل درہم وبرہم ہو جاتا - غرض ایسے ہی وجوہات ہین جنکے باعث زنا مطلق حرام کردی گئی - اور حق سبحانہ تعالے کی مقدس ذات جسطرح تمام نقصانات سے پاک ہے اوسی طرح اس سے بھی پاک ہے کہ وہ زنا ایسی قبیح چیز کو انسان جیسے اپنے ذی عقل بندون کے لیے روا رکھتا - اور دوسری صورت مین انتظام معیشت درکنار - انسان کا نام ونشان تک باقی نہ رہجاتا حاصل یہ کہ انسان کا وجود قیامت تک قایم رہنے کے لیے حکمت الٰہیہ اسطرف متوجہ ہوئی کہ اوسنے نکاح کو مقرر فرمایا - گو حق تعالے

کو سب طرح کی قدرت ہے - وہ حضرت عیسے کیطرح بغیر باپ کے
اور حضرت آدم کیطرح بغیر باپ اور بغیر ماں کے اسقدر انسان پیدا
کر سکتا ہے جسکی حد اور شمار معلوم ہے لیکن اوسکی حکمت آمیز عادت
یون جاری ہوئی ہے کہ ہر چیز کے لیے اوسنے کوئی نہ کوئی سبب
بنایا ہے اور دنیا کا انتظام انہین اسباب پر جاری فرمایا ہے جو
اوسکی وحدانیت اوسکی قدرت اور اوسکی عجیب و غریب صنعت و
حکمت وغیرہ وغیرہ پر کامل درجے کا ثبوت ہے اور بڑی طاقت
اور بڑے زور سے اوسکی سچی الوہیت پر شہادت دے رہا ہے
جسکی بے شمار آوازین زمین سے آسمان تک گونج رہی ہین - اس
انتظام اور ظاہری اسباب مین جو غیر محدود حکمتین حکیم شاہنشاہ نے
رکھی ہین وہ کسیکی سمجھ مین جیسا کہ چاہیئے نہ آئی ہین اور نہ آسکتی
ہین مگر جہان تک مقدور بشری مین ہے کچھ نہ کچھ سمجھنے اور سمجھانے
کا قصد کیا ہی جاتا ہے اور اسوجہ سے اون حکمتون کا نہایت مختصر
نمونہ اگر ہدیہ ناظرین کیا جاوے تو غیر مناسب نہ ہوگا بلکہ امید ہے
کہ غافل دلون سے غفلت کا پردہ اوٹھ جاوے اور اپنی طاقت کے

موافق اونکو غور کرنے کا موقع ملے - اور غالبًا ذکر ہم اونہین اور کا
کرین گے جن پر دن رات اونکی نظرین پڑ رہی ہین پر وہ سوچ نہین
کرتے ہان مگر اے دوستو جب تم سوچ کروگے تو جون جون غور کی
نگاہ سے دیکھوگے اوسکی بے انتہا حکمتین اور عجیب وغریب صفتین
تمپر کھلتی جاوین گی اور تم اونکی قدر کروگے - اے سچے خدا کی پرستش
کرنے والو ذرا تم اپنے نرالے معبود کی نرالی قدرت کا تماشا دیکھو -
ہزارہا قسم کے بیج جنکی قسمین اوسیکو معلوم ہین زمین مین بوئے جاتے
ہین یا از خود درختون سے گر کر زمین مین جگہ لے لیتے ہین جب اونمین
زمین کی رطوبت اپنا اثر کرتی ہے تو پھوٹکے وہ بڑے ہو جاتے ہین
اور اون مین سے دوسرے پیدا ہو جاتے ہین گو پورے بیج کی طبیعت
ایک ہے اور اوسیکے ساتھہ زمین اور آسمان کی نسبت ایک ہے -
چاند سورج اور سب تارون کا اثر برابر پڑتا ہے لیکن خدائی قدرت
کی عجیب وغریب قدرت اون دونون سرون مین سے ایک کو اوپر
کھینچ لاتی ہے اور دوسرے کو نیچے گھسیٹ لیجاتی ہے - پھر کچھہ روز
بعد اونمین دونون کو دو درخت بنا دیتی ہے - اوپر والا درخت

علاوہ اسکے اور بہت بیش بہا منافع لکڑی سے لیے جاتے ہین اور وہ اتنے نہین ہین جنکو ہم لکھہ سکین کیونکہ ہمارے علم کے اعتبار سے غیر متناہی ہین۔ ہزار ہا قسم کے درختون مین لکڑی کی جگہ مختلف نام کے وہ وہ چیزین ہوتی ہین جو جانورون کے لیے بلکہ بعضے بعضے انسانون کے لیے بھی غذا مین پڑتی ہین جیسے گھاس بھوسا کرنبی اور گنہ وغیرہ وغیرہ پھول اور پتیون کی سیر کیجئے تو ہزار ہا قسم کے لیلے رنگ برنگ کے پھول اور طرح طرح کی خوش اسلوب پتیان تمہاری نظر سے گذرین گی بلکہ ایک ایک پھول نہین نہین ایک ایک پنکھر اور ایک ایک پتی مین تم کو مختلف رنگ دکھائی دینگے۔ اگر بڑے بڑے باغون مین کبھی تمہارا اتفاق ہو تو نئے ڈنگ نئے رنگ کے پھول اور پتیون کے دیکھنے سے تم اسبات کے یقین کرنے مین کچھہ بھی تامل نہ کروگے کہ خالق نے ہزار ہا طرح کے عجیب وغریب پھول اور پتیان اس قسم کی پیدا کی ہین جو کبھی تمہارے خیال مین بھی نہ آئی ہونگی۔ پھول اور پتیون کے دیکھنے سے دلکو تفریح ہوتی ہے۔ روحکو تازگی آتی ہے بعض تی بعض لکڑی اور اکثر پھولون کی پہنکار مارتی ہوئی یا بھینی بھینی خوشبو

چین چین کے دماغ مین پھونچنے سے کچھہ دماغ ہی نہین معطر ہو جاتا ہے ہر ایک سامان کے دل اور زبان سے صلصلے نکل آتا ہے عموماً پھول اور لکڑی ہی کی برکت سے خوشبودار تیل قسم قسم کے عطر اور ارق بھی میسر آتے ہین پھلون پر غور کیجئے تو انواع اقوام اور اقسام اقسام کے پھل تمہارے ملاحظہ مین آئین گے۔ بعضے پھل اس قسم کے ہین جنمین اوپر چھلکا ہے جو دوا علاج مین کار آمد ہوتا ہے اور اندر مغز ہے جو دوا اور غذا دونون کا کام دے سکتا ہے اور اصل مقصود یہی مغز ہے مثال جیسے بادام اور بعضے اس قسم کے ہین کہ چھلکا سمیت اونکا گودا کھایا جاتا ہے اور درمیان مین گٹھلی ہوتی ہے گو قلت اتہام کے باعث پھینک دیجاتی ہو لیکن دوا یا جانورونکی غذا مین صرف ہو سکتی ہے مثال جیسے خربوزا اور پھلیند ا۔ خربوزے کی گٹھلی شہد مین گھسکے یا اور بعض ادویہ مناسبہ کے ساتھہ ملا کے آنکھہ کے جالے اور ماندے کو صاف کر دیتی ہے اور عرب مین بیول کی پتی کے ساتھہ اونٹون کے لیے نہایت طاقتدار غذا ہے۔ اور جامون کی پرانی گٹھلی کا مغز اسہال مزمن کے لیے نافع ہے۔ اور بعضے پھل اس قسم کے ہوتے ہین جنمین

جنمین نہ پوست نکالنے کی ضرورت ہی نہ تخم پھینکنے کی حاجت ہے وہ چھلکا بیج سمیت لزش فرمائے جاتے ہین مثال جیسے انجیر اور گولر وغیرہ۔ اور بعضے اس قسم کے ہین کہ اوپر پوست ہے۔ پوست کے نیچے گودا اور گودے کے نیچے گٹھلی۔ گٹھلی مین اوپر پوست اور اندر مغز ہے۔ اور پھل کے گودے کیطرح گٹھلی کا مغز بھی دوا یا ذائقہ یا پیٹ بھرنے کے لیے کھایا جاتا ہے۔ مثال جیسے آم غرض اسیطرح خدا جانے اور سنے کس کس قسم کے پھل اور کیسی کیسی نعمت سے اپنے بندون کے لیے پیدا کیے ہین اور پھر جیسے تو پھل ہزارہا قسم کے ہین ویسا ہی گٹھلیان بھی۔ جڑین جنکو ہم نے اور ہم سے بہت صدی پہلے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین نیچے والے درخت سے تعبیر کی ہے اور جو در اصل اوپر والے درخت کے بڑہنے اور قایم رہنے کے لیے پیدا کی گئی ہین وہ اپنے اصلی فائدے کے سوا اور بھی بہتیرے منافع پہونچانے کے لیے تیار ہین جیسے پیلو کی جڑ مسواک اور منجملہ بیشمار بیخ کاسنی بیخ بادیان بیخ سوسن بیخ نرگس اور عود صلیب وغیرہ وغیرہ صدہا مرضون کے لیے دوا ہین کے تمہاری

نظر کے سامنے گذر رہی ہین۔
اے حضرات طوالت کے خوف سے درختون کے بھتیرے اجزا جیسے گوند وغیرہ کا ذکر ہمکو چھوڑ دینا پڑا اور جن اجزا کا ذکر کیا ہے اونکا بھی نہایت ہی اختصار کے ساتھ۔ میرے دوستو پھر اوسکی نرالی قدرت کا تماشا دیکھو یہ بیج جو زمین سے اوگا ہے۔ وہ ایک صورت اور ایک طبیعت کا تھا۔ اب اوگنے کے بعد مختلف صورت مختلف طبیعت کی مختلف چیزین کیسے پیدا کر دین۔ اوسی اللہ نے۔ درخت کو جانے دو وہ صرف ایک پھل مین ایک دوسری ضد مختلف طبیعتین پیدا کر دیتا ہے مثلاً ترنج پر غور کرو تو اوسکا زرد چھلکا گرم خشک ہے اور چھلکے کے نیچے جو سفید کودا ہوتا ہے وہ میٹھے ترنج کا تو سرد تر ہے اور کھٹے کا بعض اطبا کے نزدیک سرد خشک بعض کے نزدیک سرد تر اور بعض کے نزدیک تری اور خشکی مین معتدل ہے اندر اوسکا جو پردون کے درمیان غلاف مین رہتا ہے اور رکھا جاتا ہے سو وہ میٹھے کا سرد تر ہے اور کھٹے کا سرد خشک اور بیچ دونون کا گرم خشک ہے۔ دیکھو ایک ہی پھل کے اجزا بعضے گرم ہین اور بعضے سرد بعضے خشک ہین اور بعضے تر اور ہر ایک کی صورت

اور رنگت بھی جدا جدا ہے۔ کوئی شک نہیں ہے کہ یہ غیر محدود رنگ برنگ کی چیزیں جنکو دست قدرت نے نہایت درجہ کی صنعت اور غائت مرتبہ کی حکمت سے انتظام کے موافق بنایا ہے زبان حال کی بلند آواز سے واحد لا شریک لہ پکار رہی ہیں پھر دیکھو تو اوس نے کوئی چیز بیکار نہیں پیدا کی ہے۔ ایک ایک شے میں جانے کتنے کتنے منافع کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہیں اور نے مرتبہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی اور چیز اور کوئی جزو نہیں پیدا کیا ہے جسمیں کسی نہ کسی مرض کی دوا نہ بھی ہو۔ چونکہ نیم دوا کے باب میں ضرب المثل ہے لہذا نیم سے قطع نظر کرکے نظیر کے لیے ہم کسی اور درخت جیسے آم کے اجزا پر غور کرینگے شیریں اور پختہ آم قوی۔ ارواح۔ اعضائے رئیسہ۔ آلات تنفس مری سعیدہ امعا۔ گردہ۔ مثانہ۔ اور باہ کو قوی کرتا ہے بدن کو فربہ کرتا ہے اور رنگت کو صاف کرتا ہے گو کسیقدر نقصان بھی ہو جس سے دنیا میں کوئی شئے خالی نہیں ہے۔ تاہم اسکے اصلاح کے لیے حکیم مطلق نے اور اور چیزیں بتادی ہیں اور تم غور کروگے تو یہ بھی کھل جائے گا کہ ہر ایک چیز میں کسی نہ کسی قدر مضرت رکھنے میں بھی بڑی حکمت اور

اور بڑی مصلحت ہے۔ ہان مگر اسکے سمجھنے کے لیے عقل سلیم درکار ہے
حاصل یہ کہ اونسے ضرر کو بھی خالی از حکمت نہین پیدا کیا ہے۔ الحق فعل
الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہین ہے کہ لوگ بے سمجھے
بوجھے منہوء اور ضرر رسان چیزون کا استعمال شروع کردین) کچا آم ترش آم
کیطرح قاطع صفرا ہے۔ اور بھنا ہوا (لو) کا زہر دفع کرنے کے لیے تو
نہایت ہی سریع التاثیر دوا ہے۔ پھر اوسکا سہل الوصول ہونا اور
خاصکر کے لوگی بادشاہت کے زمانے مین کثرت سے پایا جانا اور
بھی خدا کی بڑی حکمت اور رحمت ہے۔ آم کی کیریان مناسب ادویہ
کے سانہہ مرکب کرنے سے جریان اور سرعت انزال کو دفع کرتی
ہین۔ کچے آم کے چھلکے تنہا یا کچہہ اور مناسب دواؤن کے سانہہ تلی
کے تیل مین ڈالکے دہوپ مین رکھنے اور کچہہ روز بعد وہ تیل سر
مین ڈالنے سے بال نہ جھڑتے ہین سیاہ ہوتے ہین اور گرنے سے
محفوظ رہتے ہین آم کی گٹھلی کا مغز دستون کے لیے نافع ہے۔ مغز
تخم بانبہ کھنہ۔ مغز تخم جامون کھنہ۔ اور ہلیلہ سیاہ اسہال مزمن کی
دوا ہے۔ بول لیلنے آم کے پھول بحجۃ الصوت یعنے آواز پڑ جاتے

کو نفع پہونچاتی ہے اور آم کی چیپی کے ضرر کو دفع کرتی ہین - آم
کے تازے پتون کی ٹہنیون سے جو پانی نکلتا ہے - وہ اون
دانون کے لیے مفید ہے جو آنکہہ کے پلک پر نکلتے ہین اور کنجیہ
کے نام سے یاد کیے جاتے ہین اور خشک پتون کا دہوان ریحی
درد گردہ کے لیے فائدہ مند ہے - آم کی لکڑی کی راکھہ نزف الدم
کو اور اوسکی مسواک بخر یعنے منہ کی بدبو دفع کرتی ہے - آم کی چہال
اور اوسکا شیرہ کے ساتھہ ملا کے آیون کو شکم نفاس یعنے لڑکا پیدا ہونے
کے بعد کا خون کو و نیز رطوبت کو نکالدیتی ہے اور رحم کو گرم کرتی ہے
اور قوت بخشتی ہے المختصر بڑے حکیم نے ہر شے کے ہر جزو جزو مین
جانے کیا کیا اثر رکھے ہین اور وہ ہمکو معلوم نہین بلکہ جسقدر اوس نے
بتا دیے ہین اونکے بھی بیان کرنے کا یہ مقام نہین ہے - اور بھی
وجہ ہے جو ہم نے صرف ایک آم کی شاں پر کفایت کی اور وہ بھی
اختصار کے ساتھہ - الحق دنیا مین جتنی چیزین پیدا ہوئین اور ہونیوالی
ہین اون سب کو یہان تک کہ جانورون کو جو تمہاری طرح جاندار اور چلتے
پھرتے ہین خالق نے تم انسان ہی کے لیے پیدا کیا ہے - گو بعضے

جانور جسمانی طاقت مین تم سے بہت زیادہ ہون لیکن محض اپنے فضل و کرم سے عقل کی وہ جوہر دار تلوار تمہارے ہاتھ مین دیدی ہے جسکے زور سے تم اونپر بھی بادشاہت کرتے ہو۔ اگرچہ بادی النظر مین بہت سی چیزین جیسے شہد۔ بھیڑ بے۔ سانپ۔ بچھو۔ سنکھیا۔ اور جتنی چیزین مردم خوار اور زہر دار ہین بالکل نقصان ہی نقصان مین ڈوبی ہوئی دکھائی دینگی لیکن جب چھان بین کر دیکھوگے تو غیر محدود فائدے اور بے شمار منافع جو ظاہری نقصان کے پردے مین چھپے ہوے ہین نظر کے سامنے اکھڑے ہونگے۔ افسوس اگر سامعین کی سمع خراشی کا خوف ہم کو آنکھین نہ دکھاتا تو ممکن تھا کہ کسیقدر تفصیل کے میدان مین جولانی کرکے ہمارا قلم بتا دیتا کہ ان درندے جانورون اور زہریلی چیزون کے باعث تمہارے ضرر رسان اور موذی جانورون سے تمکو کیونکر نجات ملتی ہے اور یہ کہ مثلاً بھیڑ بے اور شہد کی مکھی کے کاٹے کا روغن۔ اور سنکھیا کے تیل سے تم کیسے کیسے منافع اوٹھا سکتے ہو۔

مین ڈرتا ہون کہ معزز ناظرین بعضے ہنسکے اور بعضے جھنجلا کے پوچھینگے کہ اس بے وقت کے راگ سے راقم مضمون نے کیا نفع سوچا ہے

لہذا مین پہلے ہی سے معذرت کرتا ہون - کیا کرون قلم جسکو خالق نے
پیدا کیا ہے کسیقدر اوسکی صنعت اور حکمت کا نمونہ بیان کیے بغیر نہ رک سکا
اور حق تو یہ ہے کہ راگ نہین ہے بلکہ اپنی عاجزی اور لاعلمی پر بے اختیار
رو اوٹھا ہون اور دوستو یہ ہے کہ جب کوئی روتا ہے تو خواہی نخواہی کچھ
نہ کچھ اواز نکل ہی پڑتی ہے اور اوسکی غیر منضبط ہچکیان سامعین کو سخت
ناگوار ہوتی ہین - پس اے میرے دوستو تم ازبہر خدا مجھے معذور رکھو
اور یہ عرض کرنے کی اجازت دو کہ یہ رونا وہ رونا ہے جو کسیوقت اور
کسی موقع پر نازیبا نہین ہے - ہر جگہ اور ہر آن مین مستحسن ہے اور ثنا
کے قابل - اور اس سے قطع نظر کیجئے تو یہان اس مبارک رونے کے لیے
اور بھی وجہین ہین - اوّل یہ کہ اسبات کا مشاہدہ کرنے سے کہ جس مخلوق
کے لیے دنیا مین یہ ساری چیزین پیدا کی گئی ہین خود اوسکے ایک بڑے
یا کمزور حصے پر بے وجہ کا ظلم ہو رہا ہے - میرا دل بھر آیا اور جب اوس
ظلم کے دفع کرنے کے طاقت میرے ہاتھ مین نہ تھی تو ہمدردی سے
رو رو کے فریاد کرنے کے سوا کوئی تدبیر نہ سجھائی دی - شاید قوم کے
دل پسیج اوٹھین - اونکی اپنی بیوہ بہنون اور بیٹیون پر رحم آجائے اور

دوسرے یہ کہ جسکے لیے یہ سب چیزین پیدا کی گئی ہین - خود اوسکی[1] پیدایش اور اوسکی ترقی مین ہماری قوم کہنڈت ڈال رہی ہے - کہنڈت کیا ڈال رہی ہے اپنے خالق سے لڑائی لیکے اپنے آپ کو جہنم سیاہ کی مستحق بنا رہی ہے اور جب مین اپنے نادان بھائی بہنونکو جہنم کا رستہ چلتے ہوئے دیکھون تو آپ ہی انصاف کیجئے کیونکر نہ روا وٹھون - تیسرے یہ کہ جس قادر و ذوالجلال حکیم مطلق نے - زمین - آسمان - چاند - سورج - اور تارے - آگ - ہوا - پانی - مٹی - پھول - پھل - اور پتی - اور چرنے چگنے والے جانور غرض کہ تمام جمادات کل نباتات اور سائر حیوانات کو نہایت حکمت اور مصلحت سے نہایت مناسب انداز پر پیدا کیا ہے اوس حکیم کا حکم ہوگا غایت درجے کی حکمت اور مصلحت سے ہوگا - اب اس تمہید کے بعد سنو اور یقین مانو کہ رانڈون کا نکاح اوسی حکیم کا حکم ہے - اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اوس حکیم کا جو حکم ہے غایت درجے کی حکمت اور مصلحت سے ہے - اب کوئی شخص رانڈون کے نکاح کو برا نہ سمجھوگا مگر وہ جو ایسے حکیم شاہنشاہ کی حکمت بھرے حکم کو برا مانے گا اور اوسکی قدرت اوسکے علم پر ایمان نہ لائے گا - اور مختصر لفظون مین یون کہیے

---

[1] یعنی انسان

[2] ظاہر ہے کہ انسان کی پیدایش اور ترقی کا ذریعہ نکاح ہے اور قوم کو ہرگاہ کہ بیوہ عورتکے نکاح کی ممانعت پر ضد ہے تو لامحالہ انسان کی پیدایش اور ترقی کی بھی وہ (قوم) دشمن ہی۔

کہ اوسکے دماغ مین خلل ہوگا۔ غصہ کرنے کا مقام ہے۔ ہرگاہ اوس نے کسی چیز کو یہان تک کہ نہایت حقیر اور کمزور کو اور یہان تک کہ درندون اور زہریلی چیزونکو بھی بیکار نہین پیدا کیا ہے۔ مچھر۔ بچھو۔ اور سنکھیا مین بھی انسان کے لیے بڑے بڑے منافع رکھے ہین تو بھلا عورتون کو انسانی جامہ پہنا کے اور عقل کا نورانی جوہر دیکے کب بیکار پیدا کیا ہوگا اوسنے عورت اور مرد کا جوڑا اسلیئے بنایا ہے کہ انسان کی کثرت سے (جیسا کہ ہم عرض کر آئے ہین) دنیا آباد رہے۔ عورتین۔ انبیا۔ اولیا اور علما صلحا کی مائین بنین ہے۔ خدا کے بندو اگر خدا نے تمکو عورتون پر حکومت دی ہے تو تم اوسکی بے زبان پیدہ لونڈیون کی حق تلفی مت کرو۔ شرعی۔ آزادی کے ساتھہ اونکے نکاح ہونے دو۔ ہمارے پیغمبر صلعم کے بعد اب کوئی نبی تو ہو نہین سکتا ہان تم اونکو علما صلحا۔ اور اولیاء کی مائین بننے دو۔ اگر تمھارے ساتھہ ہم آواز ہو کے ہم یہ بھی کہہ لین کہ اونکے نکاح مین کسیقدر نقصان بھی ہے تو اسبات کے سوچنے سے ہرگز نہین خاموش رہ سکتے کہ دنیا وی امورین وہ کونسی شے ہے جسمین کسی نہ کسیقدر نقصان کی آلایش نہین ہے۔ ہماری دانست

ہین تو اس قسم کی کوئی ایک بھی نظیر ڈھونڈے نہ ملے گی - دنیا مین
جو چیز ہے کچھ نہ کچھ نقصان بھی (جیسا کہ اوپر ہم تسلیم کر چکے ہین) لگا وبا
گیا ہے - لہذا جب کسیکو کسی امر کے چھوڑنے یا اختیار کرنے مین تقدم
تاخر ہو تو اوسکا فرض ہے کہ نفع و نقصان کا موازنہ کرے نقصان کا پلہ
بھاری ٹھیرے تو بلا تامل چھوڑ دے اور جو منفعت کا پلہ وزنی ثابت ہو
تو پھر آئے موقع کو جانے نہ دے - چنانچہ اس قاعدے کے موافق
جسپر تمام عقلا کا اتفاق ہے - جب نکاح بیوگان کے منافع اور نقصان
کا ہم اندازہ کرتے ہین تو نقصان کچھ بمقدار ہی مین نہین کم دکھائی دیتے
ہین بلکہ نہایت خفیف اور کمزور بھی نظر آرہے ہین - اور منافع کو کیا
کہنا وہ تو نہایت قوی نہایت عظیم الشان ڈھیر کے ڈھیر ہماری نظر کے
سامنے چلے آرہے ہین - جن جن ہم اونکو تولتے اور شمار کرتے ہین
وہ اور بڑھتے ہی جاتے ہین - ہم تولتے تولتے اور شمار کرتے کرتے تھک
گئے - پر اونکو نہ کم ہونا تھا نہ کم ہوئے - کوئی شک نہین ہے کہ اوس
خفیف نقصان کو ان عظیم الشان منافع کے مقابلے مین اتنی بھی وقعت
نہین ہے جو ایک بوند کو ہے دریا کے مقابلے مین کیونکہ بوند کو پانی

ہونے کے باعث دریا سے ہم جنسی تو ہے اور یہ جنکو ہمارے نادان بھائی غلط طریقے پر بڑے بڑے نقصانات سمجھ رہے ہین - واقع مین نقصان کی جنس مین داخل ہی نہین ہین - چنانچہ دوسرے باب مین تصریح کرکے شافی جوابات دینگے انشاء اللہ ہم اپنے ناظرین کی تشفی کردین گے - اور اوسوقت امید ہے کہ نادان سے نادان حضرات بھی اگر انصاف کرینگے جسکی امید اور تمنا ہے تو بالاتفاق ہم آواز ہوکے پکار اوٹھینگے کہ ہمکو جہالت کے جادو سے ابہی تک اچھی باتین بری معلوم ہوتی تہین - تھا کچہ بھی نہین صرف طلسمی خیالات ڈرا رہے تھے بارے خدا کا شکر ہے کہ اوسکی دی ہوئی عقل اسم اعظم کی برکت سے طلسم ٹوٹ گیا تو کچہ شبہ نہ رہا وہ کل نقصانات محض خیالی اور فرضی تھے اور واقع مین کچہ بھی نہ تہا - اگر کسیقدر نہایت کمی اور کمزوری کے ساتھہ ہین بھی تو اس لائق ہرگز نہین کہ بے شمار منافع جلیلہ کے دربار مین کسیقدر کی نگاہ سے دیکھی جائین اور اس امر سے انکار کرنے کی کسیکو مجال نہین ہے کہ کسی نہایت خفیف نقصان کے باعث جلیل القدر کثیر التعداد منافع کو چھوڑ دینا کمال حماقت اور نادانی کی بات ہے - پھر جسطرح بیاہ شادی مین قیمتی قیمتی منافع ہین

ویسا ہی بٹھلا رکھنے مین صدہا زہریلے نقصانات بھی ہین - آہ اس سے زیادہ اور کیا رونے کی بات ہوگی کہ ہماری قوم کے دلون پر تعصب بھرے جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہین نہ بیاہ دینے کے منافع دکھائی دیتے ہین نہ بٹھلا رکھنے کے نقصانات سجھائی دیتے ہین ہان اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور رولانے والی یہ بات ہے کہ نقصان منافع کیصورت اور منافع نقصان کیصورت مین بھیس بدلکر سامنے سے گذر رہے ہین - اگرچہ اونکا شناخت کرنا بہت ہی آسان ہے - پر افسوس کہ ہم بے پروائی کی شراب مین کچھ ایسے متوالے ہین کہ زمین و آسمان کی مطلق خبر ہی نہین - اور ایسے وقت بلبل شیراز کا یہ شعر ؎

گر نہ بیند بہ روز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پھر ذرا خدا کی قدرت پر غور کرو - وہ جاندار سے بے جان پانی کو کیونکر پیدا کرتا ہے اور اوس بے جان پانی کو چند روز بعد چلتا پھرتا جاندار بنا دیتا ہے - تم دیکھتے ہو یہ سفید پانی جسکو منی کہتے ہین

ایک صورت اور مزاج پیدا ہے لیکن نو مہینے کے بعد وہ نہایت خوش اسلوب اور عجیب و غریب دل لبھانے والی شکل پر دکھائی دیتا ہے جس میں ہاتھ - پاؤں - ناک - کان - اور سر - دل - دماغ اور جگر - گوشت پوست - استخوان - اور رگ و پٹے وغیرہ وغیرہ مختلف رنگ اور مختلف وضع کی مختلف چیزیں اپنی اپنی جگہ پر کس مناسب انداز سے رکھی گئی ہیں - وہی پانی جس سے تمہاری طبیعت نفرت کرتی تھی اور تم اوسکو بیتاب کیطرح صرف اپنے آپ ہی سے نہیں کپڑے سے بھی جدا کرنے میں کوشش کرتے تھے جب پاک صاف اور ستھری شکل کے روپ میں آکے جوان ہی اپنی جھلکی دکھا دیتا ہے تم دل و جان سے اوسپر عاشق ہو جاتے ہو اوسکی پرورش اوسکی دل جوئی اور اوسکے آرام کے لیے کس محبت اور کس شوق سے سخت سخت تکلیفیں گوارا کرنے میں خوشیاں مناتے ہو - اور خصوصاً ماں تو اوسپر اپنی جان ہی صدقے کر دیتی ہے - ہائے مگر ایک مرتبہ اوسکے بیوہ ہوتے ہی جانے کیا ہو گیا جو تمام عزیز اقارب عقارب بن گئے اور ماں باپ کی وہ پرجوش محبت جو

انا ولاغیری کا ڈنکا بجا رہی تھی وہی پڑ گئی۔ نہیں بیٹے غلطی کی ماں باپ تو اور بھی زیادہ جانی دشمن بنکے کالے کا کام دے رہے ہیں۔ آہ جن سے بڑھ کے پہلے کوئی دوست اور بہی خواہ نہ تھا وہ ہی اب تکلیف دہی اور سخت ایذا رسانی پر تم کھائے بیٹھے ہیں۔ نہ معلوم اوس بے گناہ نے کون ایسی بڑی ناقابل معاف خطا کی ہے جسکے پاداش میں ابدی سوگ کی زنجیر ان سے جکڑ دی گئی ہے۔ تم ہی انصاف کرو جوانی کا عالم کہیں کا زمانہ تسپر یہ وحشت بھرا ایسی قید خانہ کیسی کیسی حسرتوں کا مدفن نہ ہوا ہوگا۔ افسوس کہ وہ جرم جسنے اس ناقابل برداشت عقوبت کو واجب کر دیا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرات وارثین اگر آپ کے نزدیک یہ ثبوت پر پہونچگیا ہو تو یہ مجھکو بھی بتا دیجئے۔ میں اپنی بیجا سفارش سے آپ کی سمع خراشی کا گناہ اپنی گردن پر نہ رکھوں۔ توبہ کر کے آپ کا ساتھ دوں یا اور کہوں ہاں یہ اسی لایق ہیں ؎

فعل بکند وہ را سزا این است

لیکن اگر آپ اونکا قصور نہ ثابت کر سکیں گے (اور یقیناً نہ ثابت ہوگا)

فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارہ۔ تو اس سخت ظلم کا سخت گناہ

آپ ہی کے سر جائے گا۔ نکاح مین جو جو فوائد حکیم مطلق نے رکھے ہین اگرچہ وہ اس سے بہت زیادہ ہین کہ اونکے ہزار حصون مین سے ایک حصہ بھی ہمارے سمجھہ مین آسکے اور ہم اوسکے لکھنے کی جرارت کرسکین لیکن کچھہ نہ کچھہ عرض کیے بغیر چپ ہو رہنا بھی تو وقت سے پہلے سکوت کرنا ہے سردست ہم نکاح کے صرف ایک فائدے پر جو فقط دو نفع پر مشتمل ہو گا کفایت کرین گے۔

نکاح کا معظم فائدہ بلکہ یون کہیے جسکے لیے نکاح بنایا گیا ہے اولاد ہے اور اولاد مین نہایت قیمتی قیمتی منافع ہین اوّل یہ کہ اولاد کے لیے کوشش کرنے مین (بشرطیکہ حلال طریقے پر ہو) اللہ کی محبت اور اوسکی اطاعت ہے کیونکہ اوسکی عمدہ ترین مخلوق انسان کے جنس بڑہنے اور باقی رہنے کا ذریعہ بھی اولاد ہے۔ میرے دوستو تم سنو اور غور کرو مرد کی مشابہت کسان سے اور عورت کی رحم کی مشابہت کھیت سے ہے۔ مرد کا پانی بجائے تخم کے ہے اور عورت کا پانی زمین کے اوس جز کی جگہ ہے جسکے سانھہ ملکے بیج اوگتا اور بڑہتا ہے۔ پھر عورت کے پیٹ کے خون سے بچے کو ایسا ہی غذا پہونچتی رہتی ہے جسطرح پودون کو زمین کے اجزا سے

اور یہ سب امور ترکی نفسانیت اور زیادہ تر نفسانی خواہش پر مبنی ہیں کہ اصل مقصود نکاح سے اولاد ہے اور خواہش نفسانی محض اس مصلحت سے پیدا کی گئی ہے کہ اولاد حاصل کرنے کے لیے ابھارتی اور مشوق دلاتی رہے۔ اس تمہید کے بعد اب فرض کیجئے کہ اوس بادشاہ نے جسکو زراعت سے بڑا شوق ہے تمام غلاموں کو اپنے یہ حکم دیا کہ ہلال مربیع پر زمین نکر کھیتی کریں پھر اوسمیں مہرانی سے ہر ایک غلام کے ساتھ ایک شحنہ بھی مقرر کر دیا جو غفلت کے وقت تعمیل حکم کے لیے ابھارتا اور یاد دلاتا رہے۔ باین ہمہ اگر کوئی غلام کھیتی سے انکار کرے اور ان بیجو کو جو بادشاہ نے عنایت فرمائے تھے ضایع کر ڈالے اور شحنہ کی بدولت ایک کان سے سنی تو دوسرے سے اڑا دے نہ اوڑا سکے تو بیجو نکے ڈالنے کا ارادہ ناجائز کہت میں کرے جو ضایع کرنے سے بھی بدتر ہے تو فرمائے اوس نافرمان غلام پر بادشاہ کسقدر ناراض ہوگا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ بادشاہ سے مراد اللہ ہے جو فی الحقیقت سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور غلام سے مرد لوگ اور حلال مربیع پر کھیت لینے سے نکاح کرنا اور بیج سے مرد کا پانی اور شحنہ سے خواہش نفسانی

اور غیر کے کھیت بیج ڈالنے سے حرام کاری مراد ہے۔ پس جسنے باوجود قدرت کے نہ نکاح کیا اوسنے اوس پانی کو جو اولاد حاصل کرنے کے لیے اوسکو ملا تھا ضایع کر ڈالا۔ تو اب کون نہ کہے گا کہ اوسنے اپنے آپ کو خدا کی نافرمانی اور عدول حکمی کا مجرم بنا لیا اور خاصکر کے اوسوقت مین کہ بیج کو جلق لگا کے ضایع کر دیا ہو۔ پھر اس سے بڑھکے کونا جائز جگہ مین ڈالنے پر جرارت کی ہو۔ اب فرض کیجیے اوسی بادشاہ نے جو زراعت کا بہت بڑا شایق ہے اپنی اوس رعایا کو کھیتی کرنے کا حکم دیا جسکے پاس کھیت ہے۔ اور بیج نہین ہے مگر بیج حاصل کرنے کے لیے نہایت عمدہ اور سہل الوصول تدبیر بتادی ہے۔ حکم یون ہے کہ وہ رعایا بادشاہ کی ہدایت کے موافق بیج بہم پہونچائے اور اوسکو اپنے کھیت مین جگہ دے پھر اوس رحیم بادشاہ نے اتنے ہی پر اکتفا نہین کی۔ کہان مہربانی سے ہر ایک رعایا پر ایک زبردست مگر شیرین زبان سزاول بھی مقرر کر دیا جو غفلت اور سستی کے وقت اوبھارتا اور یاد دلاتا رہے۔ اور سزاول بھی کیسا سزاول نرا سنر لعل جو اپنی چرب لسانی سے سمجھا بجھا کے سناتا رہے تاکہ کام کے وقت رعایا کا جی نہ اوکتائے بلکہ اور مزہ آئے۔

باوجود اس مزید اتہام کے جو بدنصیب رعایا بیج لینے سے انکار کرے ۔
کھیت پاڑ رکھے ۔ جس جڑ میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ اوسکے ساتھ
ملکے بیج اوگے اور بڑہے اوسکو رائیگان کردے جو مادہ غذا پہونچانے کے
لیے بنایا گیا ہے اوسکو ستیاناس کرڈالے اور شفق سزاول کی نصیحت نہ مانے
جبراً اور قہراً اوسکو ٹال دے نہ ٹال سکے تو پھوزی کا بیج لینے پر مستعد ہوجائے
تو کوئی شک نہیں ہے کہ اوس عدول حکمی اور سخت نافرمانی کے باعث
وہ بدنصیب رعایا غضب سلطانی کی مستحق بن گئی ۔ افسوس کہ یہ بدقسمت رعایا
وہ لاکھوں بیوائیں ہیں جنھوں نے اپنی قابل زراعت کھیت محض بے کار
ڈال رکھے ہیں اور اوسکے مدہ کو جسکے ساتھ مرد کا پانی ملنے سے لڑکا پیدا
ہوتا ہے رائیگان کررہی ہیں اور جینے کے خون کو جسمیں بچے کے لیے
غذائیت اور اوسکی پرورش کا مادہ رکھا گیا ہے ستیاناس کیے دیتی ہیں
پھر خدانخواستہ اگر کسینے قدرتی جوش میں بیتاب ہوکر جوانی کی اُمنگ
میں اگر معیوب طریقے پر بیج لینے کی ٹھان لی تو اور بھی زیادہ نافرمانی
ہوئی اور اسکے ساتھ دونوں جہان کی روسیاہی بھی ۔ ہمارے اس
وحشیانہ برتاؤ کے سب بیواؤں پر اور بیواؤں سے کچھ کم نہیں نہیں

مین نے غلطی کی ہواؤن سے زیادہ ہواؤن کی والیون پر اور جو ہواؤن کے نکاح مین رضہ ڈالین اون پر بغاوت کا اطلاق صادق آرہا ہے ہائے ان سب لوگون کو خدا ایسے تمہار شہنشاہ سے باغی بنکے اوسکی حکمت بگاڑنے کا قصد کرکے سوائے اسکے کہ اپنی دنیا و دین کو غارت کرین اور کیا حاصل ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کیا ان کو یہ بھی امید ہے کہ اوس سے بغاوت کرکے کچھ لوٹ لین گے۔ اور تو مین نہین جانتا یہان رسوائی اور وہان بھڑکتی ہوئی دوزخ کی انگار البتہ بڑے مزے سے لوٹ سکین گے۔ میرے بھائی ہینو مین تم کو یقین دلاتا ہون کہ جو اطاعت بادشاہ کی تمپر لازم ہے اوس سے بہت زیادہ خداوند خلاق کی اطاعت تمپر فرض ہے۔ بادشاہ تو تمہاری جان و مال کی صرف ظاہری حفاظت کرتا ہے اور خدائے تعالے جسنے تمکو پیدا کیا ہے اور پرورش بھی کرتا ہے تمہاری جان و مال کا مالک اور حافظ حقیقی ہے۔ بادشاہ سے چھپکر تم اپنی زندگی کا وقت پورا کر سکتے ہو اور جو تم پوشیدہ طور پر کرتے ہو بادشاہ کو اوسکی خبر مشکل سے ہو سکتی ہے یا ہوتی ہی نہین لیکن خدائے علیم سے نہ تم چھپ سکتے ہو نہ کوئی تمہارا کام چھپ سکتا ہے۔ وہ گھر۔ باہر

جنگل ۔ پہاڑ ۔ اور دریا ہر جگہ کی نہایت چھوٹی اور بڑی چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے ۔ وہ تمہارے دل کی بن کہی بات کو سمجھتا ہے ۔ ایک بادشاہ کا مجرم بھاگ کر دوسری بادشاہت میں امن و امان کے ساتھ رہ سکتا ہے لیکن اوس اعلم الحاکمین کے مجرم کو کہیں بھی مفر نہیں ہے ۔ اور ہو تو کیونکر ہو اوسکی بادشاہت سے خارج تو گیگی بادشاہت ہی نہیں خشکی و تری زمین و آسمان سب جگہ پر اوسیکی بادشاہت ہے اوس سے بھاگنے کا قصد وہی کر سکتا ہے جو اوسکی زمین اوسکے آسمان کے سوا کوئی دوسری زمین دوسرا آسمان پہلے ڈھونڈ لے ۔ بادشاہ اپنی سلطنت کا انتظام کرنے میں اپنے ایسے ہزاروں لاکھوں آدمی کا محتاج رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجبور ہوکے اوسکو بھیدی وہ باتیں کرنی پڑتی ہیں جنکو وہ کرنا نہیں چاہتا اور خداوند صمد نہ کسیکا محتاج ہے نہ اوسکے کارخانے میں کسیکو دخل کرنے کی مجال ہے ۔ وہ جو چاہتا ہے اوسکے کرنے پر قادر ہے اور کرتا ہے ۔ ہاں جب تک اوسے منظور ہے مہلت دیتا جاتا ہے اور جب چاہتا ہے پکڑ لیتا ہے اور جب پکڑ لیتا ہے پھر نہیں چھوڑتا ہے ۔ میرے بھائی بہنو ۔ میں تمہارے بھلے دل سے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے خالق

سے تم بگاڑ مت کرو اوسکی اچھی حکمت مین کھنڈت نہ ڈالو - وہ سب بادشاہو کا بادشاہ ہے اوس سے بغاوت کرکے جہنم ایسے کالکوٹھری کے قیدی بننے کا شوق مت کرو - جس آتشی تنور سے دنیا کی آگ نہین نہین - خود اوس بھڑکتے ہوئے تنور کی ایک آگ دوسری آگ سے پناہ مانگتی ہو اور رُب اکلت بعضی بعضاً پکار رہے ہو اوسکا کندہ بننے پر خوشیان مت مناؤ - حضرات اب تمہین اسبات مین شک کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے کہ بیوہ چاہے کتنی ہی صاحب اولاد کیون نہ ہو خدا کی مخلوق اور زیادہ بڑہانے کے لیے پھر بھی اوسکے نکاح کی ضرورت ہے (بشرطیکہ قابل ولادت ہو)

دوسرا نفع - مسلمانون کی اولاد بڑہانے سے حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت ثابت ہونے اور اولاد مین کھنڈت ڈالنے سے آپکی دلی تمنا کا خون کرنے اور آپ سے عداوت مول لینے کے بیان مین ونیز مسلمانونکی قلت اور کثرت کے ذکر مین،،

اے بزرگتر پیغمبر صلعم کی امت ہونے کی عزت حاصل کرنے والو - اے اللہ کے پیارے محبوب کا نام سنکر جی اوٹھنے والو اور اوس شفیع محشر کی

شفاعت پر بھروسہ رکھنے والو تمکو خوشخبری ہو کہ جون جون تم اولاد کے بیے کوشش کروگے وون وون حضرت صلعم سے تمہاری محبت بڑہتی رہیے گی جنکے جمال جہان آرا پر تم بے دیکھیے عاشق ہو اور اوس قاسے نامدار کی جنکی حلقہ بگوشی کا تمکو فخر ہے اطاعت و فرمانبرداری کی عزت ملتی رہیے گی اور کیون نہین تمہاری اولاد کا بڑہنا کیا ہے خدا کے پوجنے والون اور حضرت صلعم کی رسالت ماننے والون کا بڑہنا ہے اسوجہ سے تو حضرت صلعم کی دلی تمنا ہے کہ جہان تک ہو سکے تم مسلمانون کی اولاد بڑہے - آپ فرماتے ہین "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم" ترجمہ تم نکاح کرو اون عورتون سے جو اپنے خاوندون کا بڑا پیار کرتی ہین اور اون کے لڑکے زیادہ پیدا ہوتے ہین کیونکہ مین تمہارے باعث بڑہانے والا ہون (یعنے اپنی امت کو قیامت کے دن) پھر ارشاد ہوتا ہے "تناکحوا تناسلوا باہی بکم الامم یوم القیامۃ" ترجمہ تم نکاح کرو نسل بڑہاو مین تمہاری

لہ دیکھو ابوداؤد و نسائی کتاب النکاح مین حضرت معقل بن یسار کی روایت ۱۲
لہ دیکھو زرقانی شرح مواہب جلد ۳ و ۱۰ ثانی فی سیرۃ صلعم فی نکاحہ مین جسکو عیاض سے اور عیاض نے تفسیر ابن مردویہ سے اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی لکھتے ہین ہر چند اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے لیکن مین نے اسکی تائید مین اور شواہد دیکھے ہین ۱۲ منہ

کثرت سے قیامت کے دن اور امتوں پر فخر کروں گا۔ حضرات یہ حدیثیں
دنیز دوسری احادیث نبویہ صاف کہہ رہے ہیں کہ نکاح کی ہدایت فرمانے سے
اصل مقصود امت کا بڑہانا ہے اور یہی سبب ہے کہ جب بعض فقرا صحابہ کو نکاح
کی وسعت نہ رکھنے (یعنے بیوی کا نان ونفقہ دینے کی طاقت نہ ہونے)
کے باعث گناہ میں پڑ جانے کا یہاں تک خوف بڑہا کہ اونہوں نے اپنے
آپ کو بدہیا کروانا گوارا کر لیا اور حضرت سے اجازت مانگی تو آپ نے
قطعی ممانعت فرمائی اور بدہیا ہونے کی جگہ پر آپ نے روزے بتائے
کیونکہ کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے سے خواہش نفسانی فرو ہو سکتی ہے
انسان گناہ سے بچ سکتا ہے لیکن بدہیا ہو جانے کے بعد پھر تو مقدرت
کی حالت میں بھی چاہے کتنا ہی بڑا دولت مند کیوں نہ ہو جائے
حضرت صلعم کی امت بڑہانے میں ہرگز نہیں کامیاب ہو سکے گا۔ اگر
اوس حکم سے جو صراحت کے ساتھ قرآن و حدیث میں عقد بیوگان کے
بارے آیا ہے۔ قطع نظر کیا جائے۔ اور اس بات سے کہ خدا کی کمزور
لونڈیوں حضرت کی بیوہ کلمہ پڑہنے والیوں پر نہایت سخت سخت
ظلم ہو رہے ہیں جنکی برداشت کرنے کی اون کو طاقت نہیں ہے

ہے چشم پوشی کیجائے اور سطیح اونکا نکاح فرض تبانیوالی اور دوسری چیزوں سے
تجاہل عارفانہ کرلیا جائے اور صرف حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت پر غور
فرمایا جائے تو بھی ہم مسلمانوں کے نزدیک اونکے نکاح کی اشد ضرورت ہے
اگر کسیطرح کا خلجان اب بھی باقی رہگیا ہو تو چند مقدمات کو جو ابھی ہم بتاتے ہیں
ترتیب دیجئے اور نتیجہ نکالنے پر دیکھئے تشفی آپ کے سامنے کھڑی ہے
ہاں لیجئے کان دھر کے سنئے "رانڈوں کا نکاح کرنے سے مسلمانوں کی
اولاد بڑھتی ہے اور مسلمانوں کی اولاد بڑھنے سے حضرت صلعم کی امت
بڑھتی ہے اور حضرت صلعم کی امت بڑھنے سے حضرت صلعم کی دلی تمنا
حاصل ہوتی ہے اور حضرت صلعم کی دلی تمنا حاصل ہونے والے کام
سے حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے" نتیجہ نکلا "رانڈوں کا
نکاح کرنے سے حضرت صلعم کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے۔ اللہ کی محبت
اور اطاعت بڑھتی ہے"۔ ملا دینے سے یہ نتیجہ نکلے گا "رانڈوں کا نکاح
کرنے سے اللہ کی محبت اور اطاعت بڑھتی ہے" اور اس بیان سے
ارباب دانش پوشیدہ نہ رہے گا کہ رانڈونکو نکاح سے روکنا یا
رخنہ ڈالنا یا اونکے نکاح پر راضی نہ ہونا گویا حضرت صلعم کی دلی تمنا

کا خون کرنا اور آپ سے قلبی عداوت کا لینا ہے۔ اور جسنے ایسا کیا وہ
خدا سے عداوت اور خدا کی نافرمانی کر چکا۔ اب جبکا جی چاہے کہ وہ آپکی
دلی تمنا کا خون کر کے آپ سے عداوت لے اور خدا کا دشمن بن سکے
خدا کے باغیون مین اپنا نام لکھائے وہ رانڈون کا نکاح نکرے اور
جو آپ کے ارشاد آپ کی خوشنودی پر قربان ہوجانے والے خدا کے
پیارے گروہ مین داخل ہونا چاہے اوسکو لازم ہے کہ جہان تک
جلد ہوسکے رانڈون کا نکاح کردے نہ کرسکے تو اپنی طاقت بھر کوشش
کرنے مین دریغ نہ کرے۔ بس اسمین دین و دنیا کی عزت اور دونون
جہان کی شرافت سمجھے۔ اے مسلمانون تم خدا اور رسول کے باغی بننے
سے پرہیز کرو۔ آگ کی بیریان آگ کی ٹہکڑیان آگ کی ٹوپیان آگ کے
کرتے اور آگ کے تمام کپڑے پہننے کا شوق مت کرو آگ مین جلنے کے
قصد سے باز آؤ۔ خدا کے دوست بنکے خدا کی جنت کے باغون مین
اپنے گھر بناؤ۔ سبز کردی اوڑھو۔ رنگ برنگ کے جوڑے پہنو۔ شاہانہ
تخت پر جلوس کرو اور وہین اپنے حشم و خدم سمیت نہایت نازونعمت سے ابدالاباد
تک زندہ رہنے سے خوش رہو۔

ہم نہایت افسوس کے ساتھہ غور کرتے ہین کہ ہندوستان مین جیسا کہ پہلے حصے کے دوسرے باب مین ہم عرض کر آئے ہین مرد عورت سب ملا کے پانچ کرور سوا لاکھہ کے قریب مسلمان ہین جنمین سے کچھہ اوپر چالیس لاکھہ بیوہ عورتین ہین - کاش یہ بیوہ بیاہی گئی ہوتین اور فی بیوہ زیادہ نہین صرف دو ہی لڑکون کا اوسط رکھیے تو آج ہندوستان کی مردم شماری کے نقشے مین کچھہ اوپر اسی لاکھہ مسلمان اور نظر آتے - اور وہ پانچ کرور سوا لاکھہ کے ساتھہ ملکر چھہ کرور سے زیادہ پہونچ جاتے اور اگر دو نہین صرف ایک ہی لڑکے کا اوسط فرض کیجیے تو بھی کچھہ اوپر چالیس لاکھہ مسلمان بڑہ جاتے ہین یہ نقصان تو ایک دفعت کا ہے آپ ہی آپ ہر قرن مین مانیے پھر ان اسی یا چالیس لاکھہ کی نسل بڑہنے سے روز بروز جانے کتنے کتنے کثیر التعداد مسلمان بڑہتے جاتے اور اسوقت مین کتنے کرور موجود ہوتے - خیر آجتک تو جو ہونا تہا سو ہوا - اب آیندہ ہی کے لیے کچھہ سوچ کیجیے بھلا اب تو مسلمانون کی قوم حضرت کی امت ترقی کرنی رہے اور گھٹنے کا سنہ نہ لکھی حضرات بیان سے ایک بات اور نکلی - بیوہ چاہے کتنے ہی صاحب اولاد کیون نہ ہو پھر بھی حضرت صلعم کی امت اور مسلمانون کی قوم بڑہانے کے لیے